بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

دَوَائے شافی

ترجمہ

الجواب الکافی

لمن سأل عن الدواء الشافی

مصنف

شیخ الاسلام امام محمّد بن ابی بکر ابن قیم الجوزیۃ

(۶۹۱ھ — ۷۵۱ھ)

مترجم

ابو العلاء محمد اسمٰعیل گودھروی

(المتوفی ۱۳۸۳ھ)

تصحیح و تحقیق

مولانا سیّد عبد القدوس ہاشمی

ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد

(پاکستان)

Marfat.com

ب

DATA ENTERED

۲۹۷۶۷

ق ۱۲۹ ر

۲۰۰۷۰

سلسلہ مطبوعات ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی (۲۰)

ناشر:- ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی اسلام آباد
(پاکستان)

اشاعت اوّل ۱۳۹۱ھ / ۱۹۷۱ء

تعداد ـــ ایک ہزار

قیمت ـــ دس روپے

مطبع:- نور آرٹ پریس راولپنڈی

Marfat.com

پیش لفظ

شیخ الاسلام علامہ ابن قیم متوفی ۷۵۱ھ کی کتاب الجواب الکافی کا ترجمہ دوائے شافی کے نام سے عالی جناب ڈاکٹر اشتیاق حسین صاحب قریشی سابق ڈائریکٹر ادارہ ہذا نے اپنے ندیں عہد میں اشاعت کے لئے منظور کیا تھا، جیسا کہ ان کے بیان سے ظاہر ہے کتاب کا ترجمہ مولانا ابو العلاء محمد اسمٰعیل گودھروی مرحوم نے کیا تھا۔ اور اس پر نظر ثانی اور تصحیح و تحقیق کے فرائض مولانا سیّد عبد القدوس ہاشمی ناظم کتب خانہ ادارہ ہذا نے انجام دیئے۔ تقریباً سات سال کے بعد جب ادارہ اسلام آباد میں منتقل ہوا اور کتب خانے کے نئے معاون مولوی احمد فاروق ایم اے نے مخطوطات کی الماریوں کی صفائی اور نوادرات کا جائزہ لینا شروع کیا تو اس کتاب کا کتابت شدہ نسخہ بحفاظت تمام دستیاب ہوا۔

سات آٹھ سال کے بعد کاپیاں بے کار ہو چکی تھیں، اس لئے دوبارہ کتابت ہوئی مجھے بے حد مسرّت ہے کہ محترم و کرم فرما یم جناب ڈاکٹر قریشی صاحب کی انتخاب کردہ کتاب آج اشاعت پذیر ہوئی اور اب یہ بے بہا ترجمہ زیور طبع سے آراستہ ہو کر شائقین کے ہاتھوں میں پہنچا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کتاب سے مستفید ہونے کی توفیق عطا کرے اور تالیف سے لے کر اشاعت تک سارے سعی کرنے والوں کو اپنے جوار رحمت میں جگہ مرحمت فرمائے۔ آمین ثم آمین

محمد صغیر حسن معصومی
مدیر
ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی
اسلام آباد۔ (پاکستان)

یکم مارچ ۱۹۷۱ء

د

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، آٹھویں صدی ہجری کے مشہور عالم دین اور صاحب قلم بزرگ امام محمد بن ابی بکر ابن قیم الجوزیہ المولود ۶۹۱ھ والمتوفی ۷۵۱ھ کی ایک مختصر مگر نہایت ہی مقبول کتاب ہے۔ کتاب کا موضوع یہ ہے کہ ایک انسان کیوں دینی و اخلاقی خرابیوں میں گرفتار ہو جاتا ہے اور پھر اس کے نفسی وخارجی اثرات اس کی زندگی پر کس طرح اثر انداز ہوتے رہتے ہیں۔ اس موضوع کو امام ابن قیم نے ایک مسلمان عالم کے نقطہ نظر سے پوری تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے اور تزکیۂ نفس اصلاح اخلاق ردیہ اور تصحیح اعمال و عادات کے عملی طریقے بڑے دل نشین انداز میں بیان کئے ہیں۔

امام ابن قیم حضرت شیخ الاسلام امام احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہ الحرانی المتوفی ۷۲۸ھ کے سب سے زیادہ مشہور شاگرد ہیں جنہوں نے امام ابن تیمیہ کا ساتھ دمشق کے جیل خانہ میں بھی نہ چھوڑا۔ طرح طرح کی توہین و تعذیب سے گزرے۔ مگر حق گوئی سے کبھی باز نہ آئے اور اپنی ساری عمر اپنے استاذ بزرگ کی طرح اصلاح عقاید و اعمال میں صرف کر دی۔ ان کی بہت سی تصنیفات ہیں اور آج تک ساری دنیا میں مقبول ہیں۔ خصوصاً زاد المعاد۔ وأعلام الموقعین اور مدارج السالکین وغیرہ تو اپنے موضوعات پر اہم ترین کتابیں سمجھی جاتی ہیں۔

امام ابن قیم کے بہت سے رسالوں کے تراجم اردو میں بھی کئے جا چکے ہیں۔ اس کتاب الجواب الکافی کا اردو ترجمہ بھی ایک مدت ہوئی کہ ہوا تھا لیکن دو وجوہ کی بنا پر ایک جدید ترجمہ کی ضرورت سمجھی گئی۔ اوّل تو اس لئے کہ سابق ترجمہ کی زبان سے اس ترجمہ کی زبان زیادہ سلیس اور سہل ہو دوم اس لئے کہ ایک مفصل فہرست مضامین بھی اس کے ساتھ شامل کر دی جائے تاکہ کتاب سے استفادہ آسان تر ہو جائے۔

یہ ترجمہ تجربہ کار مترجم مولانا ابوالعلاء محمد اسمٰعیل صاحب گودھروی نے کیا ہے جو مولانا شبلی و حالی کے معاصر ایک پرانے بزرگ تھے۔ یہ مختلف عربی کتابوں کے

Marfat.com

مترجم ہیں ۔ ترجمہ انھوں نے اپنے شوق سے کبھی کیا تھا۔ ادارہ نے مسودہ ان سے خرید لیا۔ اس کے بعد اصل عربی سے حرفاً حرفاً ملا کر اس کی تصحیح و تکمیل وغیرہ مولانا سید عبدالقدوس ہاشمی نے کی۔ حوالوں اور ذیلی ملاحظات کا اضافہ بھی انھوں نے ہی کیا ہے اور فہرست وغیرہ بھی ان ہی نے تیار کی ہیں۔ حتی الامکان کوشش کی گئی ہے کہ کتاب کو صحیح تر، مکمل تر اور بہترین صورت میں پیش کیا جائے۔ والاتمام من اللہ۔

ہم امید کرتے ہیں کہ لوگ اس کتاب سے فائدہ حاصل کریں گے۔ دین کسی نظری فلسفہ کا ہی نام نہیں ہوتا ہے۔ یہ فکر و نظر کی صحت اور اعمال و افعال کی درستگی کا ایک مربوط نظام ہے اس لیے ایک اچھے مسلمان کو دین و عقیدہ کے ساتھ ساتھ اعمال و افعال میں بھی صحیح طریقہ پر کاربند ہونا چاہیئے ؛

اشتیاق حسین قریشی
(سابق) ڈائریکٹر
مرکزی ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی
کراچی

دوائے شافی ترجمہ الجواب الکافی

○

فہرست مضامین

پیش لفظ	ڈاکٹر محمد صغیر حسن معصومی	۳
تعارف کتاب	ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی	۴
مقدمہ مترجم		۹
علاجِ امراض، دعاء کی فیروزمندیاں		۱۷
دعاء ایک نافع ترین دوا اور مومن کا زبردست حربہ ہے۔		۲۳
دعاء میں الحاح و زاری مفید ہے۔		۲۴
دعاء کی تاثیر کیوں نہیں ہوتی۔		۲۵
اوقات اجابت دعاء اور ادعیۂ ماثورہ۔		۲۶
دعاء کے ساتھ دوسرے اسباب کا ہونا بھی ضروری ہے۔		۳۳
دعاء اور تعوذات بمنزلہ اسلحہ کے ہیں۔		۳۴
اسباب ترک کر کے صرف تقدیر پر تکیہ کر لینا مذموم ہے۔		۳۴
زبانی توبہ و استغفار کے بھروسہ پر گناہوں کا ارتکاب قطعاً درست نہیں۔		۴۳
اللہ تعالیٰ سے ڈرنا عقل مندی ہے		۵۵
فتنۂ دنیا اوامر و نواہی حکمتِ الٰہی کا اقتضاء ہے۔		۷۱
حسنِ ظن وہ ہے جو انسان کو عمل صالح پر آمادہ کرے		۷۵
امید و رجاء کے لئے تین باتیں ضروری ہیں۔		۷۷
دنیا اور آخرت کی تمام مصیبتوں کی جڑ گناہ ہیں۔		۸۳
گناہوں کے بے شمار قبیح و مذموم اثرات ہیں جو قلب و جسم اور دنیا و آخرت دونوں کے حق میں مضر ہیں۔		۱۰۲

Marfat.com

ایک گناہ دوسرے گناہ کا سبب ہوجاتا ہے۔ ۱۰۷

گناہ قلب کو کمزور کر دیتے ہیں اور بندہ کو توبہ و انابت سے بھٹکا دیتے ہیں۔ ۱۰۹

بار بار گناہ کرنے سے اس کی برائی کا تصور ختم ہوجاتا ہے اور انسان گناہوں پر فخر کرنے لگتا ہے۔ ۱۰۹

معصیت بندے کو پروردگار کی نظر میں ذلیل کر دیتی ہے۔ ۱۱۱

گناہگار پر جانور، چوپائے، پرندے اور کیڑے مکوڑے بھی لعنت بھیجتے ہیں۔ ۱۱۲

معصیت سے انسان ذلیل ہوجاتا ہے، اور طاعت سے عزت بڑھتی ہے ۱۱۳

معصیت سے نور عقل فنا ہوجاتا ہے۔ ۱۱۴

معصیت اور گناہوں سے قلب پر مہر لگ جاتی ہے۔ ۱۱۴

معاصی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے۔ ۱۱۵

معصیت کرنے والا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور فرشتوں کی دعاء سے محروم ہوجاتا ہے۔ ۱۱۶

گنہگارانِ امت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا۔ ۱۱۷

معاصی سے پانی، ہوا، زراعت، پھلوں اور گھروں پر آفت آتی ہے۔ ۱۱۹

معاصی سے غیرت کا نور بجھ جاتا ہے۔ ۱۲۲

معاصی اور گناہوں سے حیا و شرم کا جوہر فنا ہوجاتا ہے۔ ۱۲۷

معاصی سے بندہ کے دل میں پروردگار عالم کی عظمت و جلالت کم ہوجاتی ہے ۱۲۸

بندہ نافرمانی کرتا ہے تو پروردگار عالم اسے بھلا دیتا ہے اور اس کو نفس اور شیطان کے حوالہ کر دیتا ہے۔ ۱۳۰

عاصی اور نافرمان بندہ خود اپنی جان کو بھول جاتا ہے۔ ۱۳۲

جب کوئی بندہ ایمان سے خارج ہوجاتا ہے تو ایمان کے ساتھ جو بھلائیاں وابستہ ہیں، ان سب سے بھی محروم ہوجاتا ہے۔ ۱۳۳

معاصی سیر الی اللہ اور سلوک آخرت کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کر دیتے ہیں۔ ۱۳۶

گناہ بندے کو انعاماتِ الٰہیہ سے محروم کر دیتے ہیں۔ ۱۳۷

معاصی قلب کے اندر خوف و ہراس، دہشت و وحشت پیدا کر دیتے ہیں۔ ۱۴۰

Marfat.com

معاصی سے قلب مریض ہو جاتا ہے۔ ۱۴۱

معاصی سے قلب کی بصارت اور نور فنا ہو جاتا ہے۔ ۱۴۴

گناہ نفس کو ذلیل، نجس، تنگ اور حقیر کر دیتے ہیں۔ ۱۴۵

عاصی شیطان کا اسیر ہے، وہ شہوات و خواہشات کے جیل خانہ میں قید ہو جاتا ہے۔ ۱۴۶

معاصی سے بندہ خدا اور مخلوق کی نگاہوں سے گر جاتا ہے۔ ۱۴۸

گناہ گار کی نیک نامی اور شہرت و شرافت بدنامی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ ۱۴۹

معاصی عقل کو غارت کر دیتے ہیں۔ ۱۵۰

معاصی اور گناہوں کے سبب پروردگار عالم سے رشتہ ٹوٹ جاتا ہے۔ ۱۵۳

معاصی اور گناہوں سے عمر، رزق، علم بلکہ دین و دنیا کی ساری برکتیں سلب ہو جاتی ہیں۔ ۱۵۶

معاصی انسان کو سفلہ اور پست کر دیتے ہیں۔ ۱۵۹

خداوند تعالیٰ کا حلم نہ ہوتا تو بندوں کے گناہوں کی وجہ سے آسمان و زمین تہ و بالا ہو جاتے۔ ۱۶۳

معاصی سے ہر چیز انسان کی دشمن ہو جاتی ہے۔ ۱۶۵

معاصی کی زد انسان کے معاد و معاش دونوں پر پڑتی ہے۔ ۱۶۷

معاصی سے قلب کی بصیرۃ ختم ہو جاتی ہے۔ ۱۷۲

معاصی شیطان کے اسلحہ ہیں، گنہگار آدمی اپنے دشمن کو یہ اسلحہ مہیا کر دیتا ہے۔ ۱۷۸

شیطان اور اس کا کنبہ کس طرح حق کو باطل اور باطل کو حق بنا کر پیش کرتا ہے۔ ۱۸۶

شیطان انسان پر ہر راستہ روک کر بیٹھا رہتا ہے۔ ۱۸۸

عاصی اپنی جان کو ذلیل کرتا ہے اور اپنی آخرت کے حصہ سے محروم ہو جاتا ہے۔ ۱۹۵

معاصی حاضر و مستقبل کی نعمتوں کو زائل کر دیتے ہیں ۲۰۱

گناہوں سے وہ فرشتے جو آدمی کے لئے مامور و موکل ہیں، دور بھاگ جاتے ہیں۔ ۲۰۴

حیاتِ قلب، صحت قلب، امراض قلب اور موت قلب کے اسباب ۲۰۷

شریعت میں جو سزائیں مقرر ہیں وہ پوری طرح قرین عقل ہیں۔ ۲۰۸

Marfat.com

عقوبات دو قسم کی ہیں ۔ شرعی اور قدری ۔ ۲۱۰

معاصی تین قسم کے ہیں ۔ ۲۱۳

عقوبات قدریہ کی دو قسمیں ہیں ۔ ۲۱۶

عقوبات ایلان کی دو قسمیں ہیں ۔ ۲۱۷

معاصی قلب کو بہرا، گونگا، اندھا اور مسخ کر دیتی ہیں ۔ ۲۲۱

گناہ چار قسم کے ہیں، ملکیہ، شیطانیہ، سبعیہ، بہیمیہ ۔ ۲۳۳

حسد، کینہ، ظلم و جور، غل و غش اور مکر و خدع ۔ ۲۳۵

سبعی (درندہ صفتی) گناہ ۲۳۵

گناہ صغیرہ اور گناہ کبیرہ ۲۳۶

زمین و آسمان پیدا کرنے، پیغمبروں کو بھیجنے اور آسمان سے کتابیں نازل کرنے کا مقصد کیا ہے ۔ ۲۴۱

نصاریٰ، مجوس، قدریہ اور فرقہ صابئیہ کا کفر کس قسم کا تھا۔ نمرود کے مقابلہ میں حضرت ابراہیمؑ کی دلیل مرحمت اور شرک کرتے ہوئے بھی خدا کو معبود حقیقی ماننے والے گروہ ۔ ۲۴۶

ذات معبود کے ساتھ شرک بہت بڑا گناہ ہے ۔ ۲۴۷

اقوال، افعال، نیت اور ارادہ کا شرک ۔ ۲۵۱

غیر اللہ کی قسم کھانا "خدا چاہے اور تم چاہو" کہنا شرک ہے ۔ ۲۵۴

ارادہ اور نیت کا شرک ۔ ۲۵۵

شرک کی حقیقت یہ ہے کہ خالق کو مخلوق کے مشابہ اور مخلوق کو خالق کے مشابہ گردانا جائے ۔ ۲۵۶

اللہ تعالیٰ کے ساتھ سوء ظن اکبر الکبائر ہے ۔ ۲۶۰

خدا نے جس مقصد سے مخلوق کو پیدا کیا ہے، شرک اس کے بالکل برخلاف ہے ۔ ۲۷۱

بغیر علم کے صفاتِ خداوندی اور اس کے احکام پر گفتگو کرنا سب سے بڑا ظلم ہے ۔ ۲۷۴

قتل کی برائیوں کے مختلف درجات ۔ ۲۷۳

ایک انسان کا قتل گویا بنی نوع انسان کا قتل ہے ۔ ۲۷۸

Marfat.com

زنا عظیم ترین مفاسد کا منبع ہے۔ ۲۸۴
معاصی اور گناہ کی راہیں کس طرح بند کی جائیں۔ ۲۸۸
خطرات قلب خیر و شر کا مبدأ اور منبع ہیں۔ ۲۹۱
جہنم میں جانے والے اکثر زبان کی وجہ سے جائیں گے۔ ۳۰۰
خطوات یعنی قدم، چلنا پھرنا اور اس میں حزم و احتیاط برتنا۔ ۳۰۷
زنا کے مفاسد قلب، روح، جوارح اور انسان کے تمام امور پر طاری ہو جاتے ہیں۔ ۳۰۸
لواطت کی خرابیاں اور سزا ۳۲۱
ان لوگوں کے جوابات جو لواطت کی عقوبت کو زنا کی عقوبت سے کم بتاتے ہیں۔ ۳۳۱
چوپائے کے ساتھ بدفعلی کرنے سے حد لازم ہوگی یا تعزیر۔ ۳۳۴
مرد سے مرد کی وطی اور دخول کو دو عورتوں کی باہمی مساحقت پر قیاس کرنا غلط ہے۔ ۳۳۶
مرض عشق کی دوا۔ ۳۳۷
اس مرض کی مدافعت کا دوسرا طریقہ۔ ۳۴۳
محبوب سے سچی محبت ہو تو اس میں غیر کی شرکت ممکن نہیں۔ ۳۴۶
محبت کے درجات اور مراتب ۳۴۸
تعبد کی حقیقت یہ ہے کہ محبوب کے سامنے اپنے آپ کو انتہا درجہ ذلیل اور خاکسار کر دیا جائے۔ ۳۵۹
محبت کے اقسام۔ ۳۶۵
محبت کا بلند ترین مقام یعنی مقام خلت۔ ۳۶۶
محبت عام ہے اور خلت محبت کے ایک خاص درجہ کا نام ہے۔ ۳۶۸
بندہ دو محبوب چیزوں میں سے اعلیٰ محبوب کو اور دو مکروہ چیزوں میں سے آسان مکروہ کو کیوں اختیار کرتا ہے۔ ۳۶۸
آدمی کے لئے انبیاء و مرسلین کا طریقہ زیادہ مفید اور زیادہ آسان ہے۔ ۳۷۰

محبوب کی دو قسمیں ہیں، محبوب لذاتہ اور محبوب لغیرہٖ - ۳۷۲

اعمال دینیہ کی اصل اللہ اور اللہ کے رسول کی محبت ہے ۳۷۵

جو شخص خدا کی محبّت کو فوت کر دیتا ہے، اس سے ہر چیز فوت ہو جاتی ہے۔ ۳۸۴

عالم علوی اور عالم سفلی کی تمام تر حرکتوں کا اصل موجب محبّت ہے۔ ۳۸۶

موجودات کی صلاح و فلاح اسی میں ہے کہ اس کی تمام تر حرکات اور تمام تر محبّتیں صرف خالق حقیقی کے لئے ہوں - ۳۹۰

محبّت محمودہ اور محبّت مذمومہ۔ ۳۹۴

دین کے معنی میں خشوع، خضوع اور خاکساری داخل ہیں۔ ۳۹۷

عورتوں سے عشق اور حُسن پرستی کے دنیوی و اُخروی مفاسد۔ ۴۰۳

عشاق و حسن پرستوں کا دوسرا گروہ لوطی ہے۔ یہ فحش ترین عشق ہے۔ ۴۰۸

عشق اور حسن پرستی کے مفاسد اور ان کا علاج - ۴۱۰

عاشق خود اپنے معشوق پر ظلم کرتا ہے۔ ۴۱۶

لذت کا کمال محبوب کے کمال سے وابستہ ہے۔ ۴۳۱

قرآن حکیم سے محبّت کرنا، خدا کی محبّت کا معیار ہے۔ ۴۳۸

عشاق کی قسمیں، عشق کی تحقیق۔ ۴۵۹

سوید بن سعید کی روایت پر تنقید و تبصرہ۔ ۴۶۰

Marfat.com

مقدمہ مترجم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ، ارسلہ بشیرا ونذیرا، صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ ومن تبعہ الیٰ یوم الدین۔

امابعد۔ کسی کتاب کی اہمیت اور عظمت اس کے مصنف کی جلالت وعظمت سے معلوم ہوتی ہے۔ یہ کتاب جو آپ کے ہاتھ میں ہے شیخ الاسلام علامہ ابن قیم جوزیؒ المتوفی ۷۵۱ھ کی کتاب الجواب الکافی کا ترجمہ ہے۔ شیخ موصوف اور آپ کے استاد شیخ ابن تیمیہؒ کی عظیم شخصیتوں اور علمی منزلتوں سے آج کون واقف نہیں؟ ان کی علمی قابلیتوں، عبقریانہ صلاحیتوں سے کون باخبر نہیں ہے؟

شیخ الاسلام ابن قیمؒ اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ جیسی ہستیاں قرون وسطیٰ اور قرون آخیرہ میں بہت کم پیدا ہوئی ہیں۔ دین کے ہر گوشہ میں مختلف عصروں اور زمانوں کے وقتی، سیاسی، وضعی، صناعی اثرات اثر انداز ہو چکے تھے۔ دین خالص پر ان تاثرات کے نوبہ نو غلاف چڑھ چکے تھے۔ ایسے وقت میں شیخ الاسلام ابن قیمؒ اور آپ کے استاد شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ پیدا ہوئے ہیں اور دین خالص کو تمام تاثرات اور وضعی، صناعی غلافوں سے نکال کر دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اپنی عبقریانہ طاقتوں سے تجدید ملت ودین کی وہ خدمت انجام دی ہے کوئی انجام نہ دے سکا۔

یہ وہ زمانہ ہے کہ حجاز، عراق، مصر وشام، ہند وچین وغیرہ میں بڑی بڑی درسگاہیں موجود تھیں، بڑے بڑے مشاہیر وقت کتاب وسنت علوم دین کی خدمات انجام دے رہے تھے۔ مفسر بھی تھے، محدث بھی تھے، اصولی بھی تھے اور فقیہہ بھی تھے، متکلم بھی تھے اور صوفی بھی تھے۔ لیکن جو شان شیخ الاسلام ابن قیمؒ کی تھی وہ کسی کو نصیب نہ ہو سکی۔ اور دور سے بڑے بڑے علماء فضلا کسب فیض، اور اکتساب علم کی غرض سے آتے اور آپ کے حلقۂ درس سے سیراب

ہوتے، جس نے ایک مرتبہ بھی آپ کے حلقۂ درس کا مزہ چکھ لیا، وہ کبھی بھی آپ کا حلقہ چھوڑ کر دوسری چوکھٹ کا نام نہ لیتا

سید نعمان آلوسی بغدادی نے اپنی کتاب جلاء العینین کے اندر شیخ الاسلام ابن قیمؒ کے حالات لکھے ہیں جسے شیخ موصوف کی کتاب "زاد المعاد" اور "مدارج السالکین" اور "الجواب الکافی" کے سرورق پر نقل کیا گیا ہے۔ ہم اس کا ترجمہ بعینہٖ ذیل میں درج کر دیتے ہیں۔ گو سید نعمان کا بیان مختصر ہے لیکن شیخ موصوف کی پوری زندگی کا خلاصہ اس میں درج ہے۔

سید نعمان آلوسی لکھتے ہیں :۔

"علامہ شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن بکر بن ایوب بن سعد الزرعی ثم الدمشقی، حنبلی مذہب کے فقیہہ تھے، مفسر اور نحوی تھے، اصولی اور متکلم تھے۔ ابن قیم جوزی کے نام سے مشہور ہیں"۔

شذرات میں لکھتے ہیں :۔

"بلکہ ابن القیم ایک مجتہد مطلق تھے، ابن رجب حنبلی کہتے ہیں میرے شیخ ابن القیم ۶۹۱ھ میں پیدا ہوئے اور زمانہ تک اپنے استاذ شیخ تقی الدین ابن تیمیہؒ کی خدمت میں رہے اور ان سے کسب علم کرتے رہے، اور اسلامی علوم کی، نیز ہر فن کی ان سے تحصیل کی، قرآن کی تفسیر کے پورے عارف اور علوم القرآن کے اس قدر ماہر تھے کہ کوئی ان کی برابری نہیں کر سکتا تھا۔ اصول دین سے پورے باخبر تھے اور ایسے باخبر تھے کہ تمام کا مرجع اور منتہیٰ تھے۔ حدیث، معانی حدیث، فقہ حدیث اور دقائق و استنباط کے کامل ترین ماہر تھے اور اس قدر ماہر تھے کہ ان کے درجہ کو کوئی دوسرا پا نہ سکا، فقہ اصول اور عربیت کے اس قدر جاننے والے تھے کہ ان جیسا کوئی ان علوم سے باخبر نہ تھا، علم کلام اور تصوف میں کافی دستگاہ رکھتے تھے۔ شد الرحیل الی قبر الخلیل کے انکار کی وجہ سے عرصہ دراز تک جیل خانہ کی کوٹھری میں بند رکھے گئے بڑے زبردست عابد تھے، تہجد گزار تھے، نماز نہایت متانت کے ساتھ لمبی قرأت اور لمبے رکوع و سجود سے پڑھا کرتے تھے۔ عبادت کرنے میں، قرآن حکیم کے علوم سمجھنے میں اور اہم حدیث اور حدیث کے حقائق سمجھنے میں میں نے ان کا کوئی مثیل و ہمسر نہیں پایا، البتہ وہ معصوم نہیں تھے، لیکن جن معنی میں وہ تھے یکتائے روزگار تھے ان کا کوئی نظیر و ہمسر نہیں تھا انواع و اقسام کے امتحانات میں مبتلا کیے گئے، طرح طرح کی تکلیفیں اور ایذائیں انہیں پہنچائی گئیں اور پھر آخری مرتبہ اپنے استاد شیخ ابن تیمیہؒ کے ساتھ قلعہ میں ان سے الگ مقید

Marfat.com

رکھے گئے، تا آنکہ شیخ ابن تیمیہؒ نے قید کی حالت میں ہی وفات پائی، ان کی وفات کے بعد شیخ ابن قیمؒ کو قید سے رہائی میسر آئی۔ قید کی حالت میں انکا مشغلہ تلاوتِ قرآن اور اس پہ غور و تدبر تھا۔ نہایت گہری فکر سے انہوں نے قرآن کا مطالعہ کیا اور اپنا سارا وقت اسی کے لئے وقف کر دیا جس سے آپ کے لئے خیر و برکت کی بے شمار راہیں کھل گئیں، صحیح ذوق و وجد کی ان کے اندر فراوانی ہو گئی اور اس کی وجہ سے اہل معارف و صدیقا کے سیر و سلوک کے مقامات و معارف اور غوامض و اسرار پہ قابو پا گئے۔ اس بارے میں پورے زور سے بحث و کلام کرنے لگے ان علوم پہ پوری طرح حاوی اور مسلط ہو گئے شیخ کی کتابوں کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ ان کی تصانیف ان علوم سے پر اور لبریز ہیں۔ شیخ موصوف نے بہت سے حج کئے، مکہ مکرمہ میں عرصہ تک بیت اللہ کی مجاورت کی۔ اس قدر کثرت سے خانہ کعبہ کا طواف اور حرم میں عبادت کیا کرتے تھے کہ مکہ مکرمہ کے لوگ بھی ان پر تعجب کرتے تھے اور میں نے ان سے ان کا قصیدہ نونیہ اور ان کی بہت سی تصانیف سنی اور پڑھی ہیں اور ان سے بہت کچھ حاصل کیا ہے۔

قاضی برہان الدین الزرعی کا قول ہے آسمان کے نیچے میں نے ابن قیمؒ سے زیادہ وسیع العلم آدمی نہیں دیکھا۔ صدر یہ میں درس و تدریس کا کام کرتے تھے اور جوزیہ میں امامت کرتے تھے اور انہوں نے خود اپنے قلم سے بہت سی تصانیف لکھی ہیں اور مختلف علوم و فنون میں کتابیں تصنیف کی ہیں اور ان کو اس قدر کتابیں میسر ہوئیں کہ کسی اور کو نصیب نہیں ہو سکیں۔

تصانیف

شیخ الاسلام ابن قیمؒ کی تصانیف و تالیفات۔

کتاب تہذیب سنن ابی داؤد و ایضاح مشکلات

کتاب ہجرتین

کتاب الوابل الصیب شرح الکلم الطیب

کتاب زاد المسافرین

کتاب زاد المعاد

اس کتاب کا احقر نے کئی بار مطالعہ کیا ہے اور ابو زید نے اسکی تلخیص کی ہے۔ اس کا ترجمہ بھی اردو میں کیا ہے۔

کتاب نقد المنقول

Marfat.com

کتاب اعلام الموقعین عن رب العالمین	اس کتاب کا احقر نے مطالعہ ہی نہیں کیا بلکہ اس کی یادداشتیں بطور کچکول لکھی ہیں۔
کتاب بدائع الفوائد	اس کا مطالعہ بھی احقر نے کیا ہے، بڑی عمدہ اور نفیس کتاب ہے۔ کچکول کی شکل ہے۔
کتاب التبویر	
کتاب الصواعق المرسلہ علی الجہمیہ والمعطلہ	
کتاب حادی الارواح الی بلاد الافراح	اس کتاب کا بڑا حصہ مطالعہ میں رہا ہے۔
کتاب نزہۃ المشتاقین	
کتاب الکافی لمن سئل عن الدواء الشافی	آپ کے ہاتھ میں جو کتاب ہے یہی کتاب کا ترجمہ ہے احقر نے اس کتاب کا کافی مطالعہ کیا ہے۔
کتاب مفتاح دار السعادۃ	
کتاب تحفۃ الودود فی احکام المولود	
کتاب الطرق الحکمیہ فی السیاسۃ الشرعیہ	یہ کتاب احقر کے مطالعہ میں رہی ہے۔
کتاب عمدۃ الصابرین	پوری کتاب کئی بار مطالعہ میں آچکی ہے۔
کتاب اغاثۃ اللہفان	یہ کتاب اکثر مطالعہ میں رہی ہے۔
کتاب الروح	یہ کتاب بھی احقر کے مطالعہ میں رہی ہے۔
کتاب الفتح القدسی	
کتاب التحفۃ المکیہ	
کتاب الصراط المستقیم	
کتاب مدارج السالکین شرح منازل السائرین	تصوف و سلوک میں بہترین کتاب ہے۔ احقر کے مطالعہ میں رہی ہے۔
کتاب اقسام القرآن المسمی بالتبیان	قرآن حکیم کی قسموں کے متعلق بہترین کتاب ہے احقر کے مطالعہ میں رہی ہے۔

فتاوی وغیرہ۔

مذکورہ بالا کتابوں کے علاوہ چھوٹی بڑی اور بہت سی کتابیں شیخ ابن قیمؒ نے لکھی ہیں ان میں ہر کتاب بلند پایہ رکھتی ہے۔

Marfat.com

قاضی برہان الدین الزاہی نے آپ کی وفات کی تاریخ یہ لکھی ہے ۱۳ رجب ۷۵۱ھ میں آپ نے وفات پائی اور مقبرہ باب الصغیر میں مدفون ہوئے۔ بہت سے مقامات میں آپ کے جنازہ کی نماز پڑھی گئی اور بار بار پڑھی گئی۔

یہ کتاب جو آپ کے ہاتھ میں ہے شیخ موصوف کی کتاب الجواب الکافی کا ترجمہ ہے۔ یہ کتاب گو ایک مخصوص سوال یعنی مرض عشق کی دوا کے استفسار کے جواب میں لکھی گئی ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ بڑی بڑی معرکۃ الآراء اور اہم بحثیں اس میں زیر بحث آگئی ہیں۔ یہ بحثیں آپ دوسری کتابوں میں بہت کم پائیں گے۔

کتاب کی عظمت کے بارے میں ہم وہی جملے دہرا دیتے ہیں جو الجواب الکافی کے ناشر علامہ ابو السمح عبدالغفار بن محمد حرم مکہ مکرمہ کے امام، خطیب اور مدرس نے اس کتاب کے متعلق لکھے ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے :-

من اهم الكتب النافعة فى تقويم الاخلاق وتشقيف العقول وشفا النفوس من امراض الجهالة وشبهات الضلالة التى هلك بها كثير من الناس، كمسائل القضاء والقدر والاعتماد والاتكال بغير عمل على رحمة الله

یہ کتاب تقویم اخلاق، صفائی عقول اور امراض جہالت اور شبہات ضلالت سے کہ جن سے بیشمار مخلوق ہلاک ہوئی ہے نفوس کو شفا بخشنے میں نہایت اہم ہے مثلاً قضا وقدر کے مسائل اور بغیر عمل کے رحمت خداوندی پر تکیہ اور بھروسہ کرنا اور دھوکہ کھانا وغیرہ

آگے چل کر علامہ موصوف اپنے وہ تاثرات بیان کرتے ہیں جو اس کتاب کے مطالعہ سے ان کے قلب پر وارد ہوتے ہیں۔

وكان هذا الكتاب اول كتاب هدانى الله به و انقذنى من الضلال باسلوبه

یہ پہلی کتاب ہے جسکے ذریعہ خدا نے مجھے ہدایت دی اور کتاب کے مخصوص اسلوب کے ذریعہ مجھے ضلالت وگمراہی سے نکالا۔

واقعہ یہ ہے کہ اصلاح اخلاق کے بارے میں علماء دین اور صوفیاء کرام نے بڑی بڑی کتابیں لکھی ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب اپنے مخصوص انداز، خصوصی طرز بیان، اور ممتاز طریق استدلال میں ایک انوکھی اور نرالی کتاب ہے۔

ہم نے اس کتاب کا مطالعہ کیا تو اپنے اندر ایک عجیب وغریب کیفیت پائی۔ ہم نے ارادہ

Marfat.com

کیا کہ اگر اس کتاب کا اردو میں ترجمہ کر دیا جائے تو دین و ملت کی ایک اہم خدمت ہو گی۔ چنانچہ ہم نے پوری محنت و کاوش سے اس کا ترجمہ شروع کر دیا، اور بحمد اللہ یہ ترجمہ آج آپ کے ہاتھ میں ہے۔

ترجمہ میں ہم نے تحت اللفظ ترجمہ کرنے کی کوشش نہیں کی جیسا کہ بعض علماء کا قاعدہ ہے اس سے مصنف کی کتاب کی اہمیت اور اس کے مطالب بالکل واضح ہونے نہیں پاتے۔ بلکہ بسا اوقات مطلب بالکل خبط ہو جاتا ہے۔ ہم نے یہ کوشش کی ہے کہ مصنف کا مطلب اور مقصد پوری طرح واضح ہو جائے کہ مصنف کیا کہہ رہا ہے؟ لیکن پھر بھی ہماری کوشش یہ رہی کہ الفاظ و عبارت سے کلیتہً الگ بھی نہ ہوں اور یہ بھی کوشش رہی کہ ترجمہ نہایت سلیس اور بامحاورہ ہو۔

خدائے قدوس اس حقیر خدمت کو قبول فرمائے اور اپنے صالح اور نیک بندوں کے طفیل میں احقر کو اپنی مغفرت و رحمت سے نوازے کہ اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے۔

سبقت رحمتی علیٰ غضبی (میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے) اس کا ارشاد ہے۔

قارئین کتاب، کی خدمت میں گزارش ہے کہ آپ اس کتاب سے مستفیض ہوں تو احقر کو اپنی مخصوص دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں

شیخ الاسلام کی وفات

شیخ الاسلام ابن قیمؒ ۶۹۱ھ میں پیدا ہوئے۔ عمر کا بڑا حصہ اپنے شیخ علامہ ابن تیمیہؒ کی خدمت میں گزارا۔ علوم دین میں کامل مہارت حاصل کی اور علم دین کی بڑی بڑی خدمات انجام دیں۔ بے شمار تصانیف و تالیفات اپنے پیچھے چھوڑیں۔ ۱۳ رجب المرجب ۷۵۱ھ میں وفات پائی۔ بہت سے مقامات پر آپ کے جنازہ کی نماز پڑھی گئی وہ سپرد خاک کر دیئے گئے مگر خداوند قدوس ان کے علمی آثار سے ملت اسلام کو مستفیض فرمائے۔

اللّٰھم! انت ولی فی الدنیا والاخرۃ توفنی مسلما والحقنی بالصالحین۔

Marfat.com

وصلے اللہ تعالےٰ علیٰ خیر خلقہٖ محمد و علیٰ آلہ و اصحابہٖ ومن تبعہٗ الیٰ یوم الدین ۔ آمین یا رب العالمین ۔

العبد المذنب

ابو العلاء محمد اسماعیل گودھروی کان اللہ لہٗ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

(علاج امراض۔ دعا کی فیسدرزمندیاں)

امام متقن، حافظ وناقد شیخ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن شیخ صالح ابوبکر المعروف ابن القیم الجوزی رضی اللہ تعالےٰ سے دریافت کیا گیا۔

سوال

کیا فرماتے ہیں سادۃ العلماء آئمہ دین رضی اللہ تعالےٰ عنہم اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مصیبت میں گرفتار ہو چکا ہے اس کی مایوسی اور نا امیدی اس درجہ بڑھ چکی ہے کہ وہ سمجھ رہا ہے کہ اگر یہ مصیبت اور ابتلاء اس کے لئے یونہی رہی تو اس کی دنیا اور آخرت دونوں تباہ ہو جائیں گے۔ اس مصیبت و ابتلاء کے دفعیہ کے لئے وہ ہمہ قسم کی کوشش کر چکا، ہمہ قسم کے طریقے عمل میں لا چکا۔ لیکن اس کی مصیبت و ابتلا کسی طرح دور ہوتی نظر نہیں آتی۔ بلکہ اس میں اضافہ ہی ہوتا جاتا ہے۔ اس قسم کی مصیبت و ابتلاء کے دفعیہ کے لئے کیا تدبیر اور کیا علاج کیا جائے۔ اور کونسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے پر رحم فرماتا ہے جو کسی بندے پر رحم کرتا ہے اور مصیبت میں اس کی اعانت و امداد کرتا ہے۔ جو بندہ اپنے بھائی کی امداد کرتا ہے خدا اس کی اعانت کرتا ہے افتونا ماجورین

الجواب

حضرت شیخ ابن القیم رضی اللہ تعالےٰ عنہ مذکورۂ بالا سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔ الحمد للہ! اما بعد! صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ما انزل اللہ داء الا انزل لہ شفاء — اللہ تعالےٰ نے کوئی ایسا مرض نہیں پیدا کیا جس کے

لئے شفاء نہ پیدا کی ہو۔

صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

لکل داء دواء فاذا اصیب دواء الداء برء باذن اللہ

ہر مرض کی دوا ہے جب کسی مرض کی صحیح طریقہ پر دوا کی جاتی ہے تو اللہ تعالےٰ کے حکم سے مریض اچھا ہو جاتا ہے۔

مسند امام احمد میں حضرت اسامہؓ بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ان اللہ لم ینزل داء الا انزل لہ شفاءً علمہ من علمہ وجہلہ من جہلہ

اللہ تعالےٰ نے ہر بیماری کے لئے دوا اور شفا اتاری ہے۔ جاننے والا اسے جانتا ہے اور جو نہیں جانتا وہ نہیں جانتا۔

اور ایک دوسری حدیث میں یہ الفاظ مروی ہیں

ان اللہ لم یضع داء الا وضع لہ شفاء — او — دواء الا داءً واحداً۔

اللہ تعالےٰ نے سوائے ایک مرض کے تمام بیماریوں کی شفا۔ یا دوا پیدا کی ہے۔

صحابہؓ نے عرض کیا وہ ایک مرض کون سا ہے؟ آپؐ نے فرمایا۔

الھرم — بھوس بوڑھاپا

امام ابو عیسےٰ ترمذی اس حدیث کی توثیق اس طرح کرتے ہیں۔

ھذا حدیث صحیح — یہ حدیث صحیح ہے۔

یہ حدیث امراض قلب و روح، امراض اجسام و ابدان اور اسکے علاج و دوا پر مشتمل ہے۔ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کہ جہالت بیماری ہے اور علماء سے دریافت کرنا اسکی دوا اور علاج ہے جیسا کہ امام ابوداؤدؒ اپنی سنن میں حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں ایک مرتبہ ہم سفر میں تھے ہم میں سے ایک شخص کو پتھر سے چوٹ لگ گئی اور اس کا سر زخمی ہو گیا اس کے بعد ایک بار اسے احتلام ہو گیا تو اس نے اپنے ساتھیوں سے دریافت کیا کیا اس حالت میں مجھے تیمم کرنے کی اجازت ہے؟ ساتھیوں نے کہا تمہیں پانی پر قدرت حاصل ہے اس لئے ہم نہیں پاتے کہ تمہیں تیمم کرنے کی رخصت و اجازت ہے۔ چنانچہ اس شخص نے غسل کر لیا جس سے وہ شخص مر گیا۔ جب ہم

Marfat.com

لوگ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور آنحضرت ؐ کو اس واقعہ کی اطلاع دی تو آپؐ نے فرمایا

قتلوہ قتلهم الله الا سئلوا اذا لم يعلموا فانما شفاء العي السوال انما يكفيه ان ييمم ويعصر او يعصب على جرحه خرقة ثم يمسح عليها ويغسل سائر جسده

ان لوگوں نے اسکو مار ڈالا۔ خدا ان کو موت دے جب وہ خود مسئلہ نہیں جانتے تھے تو کسی دوسرے سے کیوں نہیں پوچھ لیا؟ پریشان حال کی شفا یہ ہے کہ دوسرے سے پوچھے اس کے لئے صرف یہ کافی تھا کہ وہ تیمم کر لیتا اور غسل نہ کرتا یا پھر اپنے زخم پر پٹی باندھ لیتا اور اس پر مسح کر لیتا اور بقیہ جسم کو دھو لیتا۔

آنحضرت ؐ نے اس حدیث کے اندر یہ واضح کر دیا ہے کہ جہالت ایک بیماری ہے اور پوچھ لینا اس کا علاج ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ قرآن حکیم کے متعلق فرماتا ہے قرآن شفا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرماتا ہے۔

ولو جعلناه قرانا اعجميا لقالوا لولا فصلت اياته ءاعجمي وعربي قل هو للذين امنوا هدى وشفاء

اور اگر ہم اسکو عربی کے سوا دوسری زبان کا قرآن بناتے تو یہ لوگ کہتے اسکی آیتیں کیوں واضح نہیں کی گئیں، بھلا عجمی قرآن اور عربی آدمی، اے نبی ان سے کہدو وہ تو مومنوں کیلئے شفا اور ہدایت ہے

اور ارشاد فرماتا ہے۔

ونترل من القرآن ما هو شفاء ورحمة للمومنين

اور ہم قرآن کی وہ آیتیں نازل کرتے ہیں جو ایمانداروں کے لئے شفاء اور رحمت ہے۔

اس آیت میں فقط "من" آیا ہے۔ یہ "من" بیان جنس کے لئے ہے یعنی جنس قرآن شفاء اور رحمت ہے۔ یہ "من" تبعیضیہ نہیں ہے کیونکہ قرآن حکیم سب کا سب شفا اور رحمت ہے جیسا کہ ماسبق آیت سے معلوم ہوتا ہے یقیناً قرآن حکیم ہر جہالت، ہر شک وشبہ اور ہر ریب وتردد سے قلوب کو شفا دیتا ہے یقیناً اللہ تعالیٰ نے ازالہ امراض کے لئے قرآن حکیم سے زیادہ عام۔ نفع بخش اور اعظم ترین اور زیادہ بہتر کوئی دوا نہیں پیدا کی چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے اندر حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں آنحضرت صلعم کے بعض صحابہ کسی سفر میں تھے اثنا سفر میں عرب کے ایک قبیلہ میں ان کا قیام ہوا انہوں نے وہاں کے

Marfat.com

لوگوں سے ضیافت اور کھانے پینے کی خواہش کی۔ قبیلہ والوں نے ان کو کھانا کھلانے سے انکار کر دیا اتفاق سے اسی روز قبیلہ کے سردار کو سانپ نے ڈس لیا۔ قبیلہ والوں نے اس کے لئے ہر قسم کا علاج کیا اور اس بارے میں کوئی سعی اٹھا نہ رکھی لیکن کسی دوا سے اس کو آرام نہ ہوا آخر قبیلہ کے کسی آدمی نے کہا ان نو وارد آدمیوں کے پاس جاؤ اور دریافت کرو ممکن ہے ان کے پاس اس کا کچھ علاج ہو، چنانچہ یہ لوگ صحابہؓ کے پاس آئے اور کہنے لگے ہمارے سردار کو سانپ نے ڈس لیا ہے، ہم نے ساری تدبیر کر دیکھیں مگر کچھ نہ ہوا۔ کیا تم میں سے کسی کے پاس اس کا کوئی علاج ہے؟ صحابہؓ میں سے ایک نے کہا ہاں میں جھاڑ پھونک کرتا ہوں لیکن تم نے ہماری مہمان نوازی نہیں کی اور باوجود کھانا طلب کرنے کے تم نے کھانا کھلانے سے انکار کر دیا اس لئے جب تک تم اس کا معاوضہ مقرر نہ کرو گے ہم قطعاً اس پر اپنا "منتر" نہیں پڑھیں گے۔ چنانچہ بکریوں کا ایک ریوڑ معاوضہ میں طے ہوا۔ اور ایک صحابیؓ وہاں تشریف لے گئے اور الحمد للہ رب العالمین یعنی سورۂ فاتحہ پڑھ پڑھ کر اس پر دم کرنا شروع کر دیا۔ پھر کیا تھا گویا گرہ کھل گئی اور اسے کوئی دکھ تھا ہی نہیں۔ اسی وقت وہ اٹھ بیٹھا اور اضطراب و بے چینی اور دل کی بے قراری ختم ہو گئی اور چلنے پھرنے لگ گیا اور جس قدر بکریاں معاوضہ میں طے پائی تھیں ان کے حوالہ کر دی گئیں، صحابہؓ نے کہا لاؤ اب یہ بکریاں ہم آپس میں بانٹ لیں۔ وہ صحابیؓ جنہوں نے "منتر" پڑھا تھا کہنے لگے جب تک بارگاہ نبوتؐ میں حاضر ہو کر اصل واقعہ پیش کر کے آنحضرت صلعم کا فیصلہ نہ لے لیں ہم کو نہیں بانٹنا چاہیئے۔ آپؐ کے حکم کا ہمیں ضرور انتظار کرنا چاہیئے۔ یہ صحابہؓ بارگاہ رسالتؐ میں حاضر ہوئے اور اصل واقعہ پیش کیا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا یہ تمہیں کہاں سے معلوم ہوا کہ سورۂ فاتحہ منتر کا بھی کام دیتی ہے؟ اس کے بعد آپ نے فرمایا۔

قد اصبتم اقسموا واضربوا لی معکم سهما۔ فضحك رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تم نے خوب کیا۔ بکریاں تقسیم کر دو تو اس میں میرا حصہ بھی لگا لینا۔ اسکے بعد آنحضرت صلعم ہنس پڑے

غور کرو۔ یہاں دوا کی تاثیر کس طرح کام کر گئی مرض اس طرح دفع ہو گیا جیسے کبھی تھا ہی نہیں سورۂ فاتحہ ایک ایسی آسان اور سہل ترین دوا ہے کہ اس کے سہل و آسان اور بہترین دوا ممکن نہیں اگر کوئی بندہ خدا اچھے طریقہ سے سورۂ فاتحہ کے ذریعہ علاج معالجہ کرے تو شفاء امراض کے لئے سورۂ فاتحہ کے اندر عجیب و غریب تاثیر پائے گا۔ چنانچہ ایک مدت مدید تک میں "مکہ معظمہ" میں رہا اور اس اثناء میں بہت سی بیماریاں مجھ پر مسلط ہوتی رہیں مجھے یہاں نہ کوئی طبیب میسر

Marfat.com

آیا نہ دوا ، میں صرف سورۂ فاتحہ سے اپنا علاج کرتا رہا اور اسکے اندر میں نے عجیب وغریب تاثیر دیکھی ۔ میں اکثر مریضوں کو سورۂ فاتحہ سے علاج کرنے کی ترغیب دیتا تھا ۔ اور لوگ اکثر اس سے صحت یاب ہو جاتے تھے ۔

یہاں یہ بات سمجھ لینا ضروری ہے اور وہ یہ کہ جو اذکار ، آیات ، دعائیں پڑھی جاتی ہیں اور جن سے شفا مطلوب ہوتی ہے یقیناً نافع اور شفا بخش ہوتی ہیں لیکن اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ محل اس کی قبولیت کی صلاحیت رکھتا ہو ۔ اور فاعل و عامل کی قوت و ہمت اور اس کی تاثیر بھی قبولیت محل کی مقتضی ہو ۔ جب تم دیکھو کہ اذکار ، آیات ، دعائیں اور شفا نہ ہو تو سمجھ لینا چاہیئے کہ پڑھنے اور دعا کرنے والے کی تاثیر و توجہ کمزور ہے یا اثر قبول کرنے والے میں قبول تاثیر کی صلاحیت نہیں ہے یا کوئی اور ایسی شدید و سخت رکاوٹ موجود ہے جو دوا کی تاثیر کو روک رہی ہے جس طرح کہ عموماً ظاہری اور حسی امراض میں دواؤں کا حال ہوا کرتا ہے ۔ اور کبھی ایسا اس وجہ سے بھی ہوتا ہے کہ دوا کے اقتضا اور تاثیر کے درمیان کوئی قوی رکاوٹ مزاحم ہو جاتی ہے ۔ جب طبیعت کسی دوا کو کامل طور پر قبول کر لیتی ہے تو جس درجہ طبیعت دوا کو قبول کرے گی اسی درجہ بدن اور جسم کو نفع پہنچے گا ۔ اسی طرح جب آدمی کا قلب کسی دعا ۔ تعویذ کو قبول کر لیتا ہے اور دعا پڑھنے والے کے اندر ازالۂ مرض کے لئے نفس فعالہ اور ہمت موثرہ ہوتی ہے تو یہ دعا ۔ مکروہ و ناگوار امر کی مدافعت ۔ اور حصول مطلوب و مقصود کا ایک قوی ترین سبب بن جاتا ہے لیکن بسا اوقات دعا اور منتر کی تاثیر اس لئے نہیں ہوتی کہ کسی ایسی چیز کی دعا کی جاتی ہے جو اللہ تعالےٰ کو پسند نہیں ہے اور اس میں کسی پر ظلم ہو رہا ہے یا اس لئے اثر نہیں ہوتا کہ دعا کے وقت قلب پوری طرح اللہ تعالےٰ کی طرف متوجہ نہیں ہوتا ۔ اور کامل طور پر جمعیت خاطر نہیں پائی جاتی ۔ اور اس لئے اس کا حال ایک ڈھیلی کمان کا سا ہوتا ہے ، ڈھیلی کمان سے جو تیر پھینکا جاتا ہے وہ کمزور رفتار ہی سے جاتا ہے یا پھر اسلئے تاثیر نہیں ہوتی کہ اجابت دعا میں کوئی اور چیز رکاوٹ پیدا کر رہی ہے مثلاً حرام غذا کھائی جاتی ہے یا کسی پر ظلم کیا جا رہا ہے یا دلوں پر گناہوں کا میل چڑھا ہوا ہے اور قلوب پر غفلت سہو یا لہو ولعب کی تاریکیاں چھائی ہوتی ہیں جیسا کہ مستدرک حاکم میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا

ادعوا اللہ وانتم موقنون بالاجابۃ ؛ بارگاہ الٰہی میں اس طرح تم دعا کرو کہ تمہارے اندر
واعلموا ان اللہ لا یقبل دعاءً من اجابت دعا کا پورا پورا یقین موجود ہو خوب سمجھ لو

Marfat.com

قلب غافل لاہ۔ کہ غافل بے خبر قلب کی دعا اللہ تعالےٰ قبول نہیں کرتا

دعا ایک ایسی پر تاثیر دوا ہے جو یقیناً نفع دیتی ہے اور مرض کو دفع کرتی ہے لیکن جب قلب غافل ہوتا ہے اور اللہ تعالےٰ کی جانب سے بے خبر ہوتا ہے تو دعا کی قوت بیکار ہو جاتی ہے جیسا کہ صحیح مسلم کے اندر ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا

ایھا الناس ان اللہ طیب لا یقبل الا طیبًا و ان اللہ امر المومنین بما امر المرسلین فقال یا ایھا الرسول کلوا من الطیبات واعملوا صالحا انی بما تعملون علیم۔(۱) وقال یا ایھا الذین امنوا کلوا من طیبات ما رزقناکم(۲)

لوگو! اللہ تعالیٰ پاک ہے اور وہ پاک چیز ہی کو قبول کرتا ہے اور اللہ تعالےٰ ایمان والوں کو اسی چیز کا حکم دیتا ہے جس کا حکم اس نے انبیاء کرام کو دیا ہے اسکے ثبوت میں آپ نے یہ آیت پڑھی یا ایھا الرسول الخ۔(۱) اور پھر یہ آیت پڑھی یا ایھا الذین امنوا الخ(۲)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔ اسکے بعد آنحضرت صلعم نے ایسے آدمی کا ذکر فرمایا جو ایک طویل سفر کرتا ہے اور دعا کرتا ہے۔ فرمایا

الرجل یطیل السفر اشعث اغبر یمد یدیہ الی السماء یا رب رب۔ ومطعمہ حرام ومشربہ حرام و ملبسہ حرام وغذی بالحرام فانی یستجاب لذالک

ایک آدمی طول و طویل سفر کرتا ہے اور اس حال میں ہے کہ خستہ حال۔ اور گرد و غبار سے اٹا ہوا ہے۔ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر خدا سے مانگتا ہے۔ اے پروردگار اے پروردگار، اور حال یہ ہے کہ اس کی غذا حرام ہے پینا حرام ہے، اسکے کپڑے حرام ہیں۔ حرام غذا کھائی ہے اس کی دعا کس طرح قبول ہوگی؟

اور عبداللہ بن امام احمد اپنے والد کی کتاب الزہد کے اندر روایت کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل پر ایک بہت بڑی آفت نازل ہوئی تھی اس آفت اور مصیبت کو دفع کرنے کیلئے بنی اسرائیل شہر سے باہر نکلے کہ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعا کریں اسوقت اللہ عزوجل نے بنی اسرائیل کے پیغمبر کو وحی کے ذریعہ آگاہ کیا کہ ان لوگوں کو کہدو کہ تم لوگ اپنے ناپاک جسم لیکر صحرا میں آئے ہو۔ اور جن ہاتھوں سے تم نے بندوں کے خون بہائے اور جن ہاتھوں کے ذریعہ تم نے گھروں میں حرام و ناجائز مال جمع کیا ہے

(۱) سورہ مومنون۔ ترجمہ:۔ اے رسولو! اچھی چیزیں کھاؤ۔ اور اچھے عمل کرو جو کچھ تم لوگ کرتے ہو اس سے میں بڑا باخبر ہوں

(۲) سورہ بقرہ۔ ترجمہ:۔ اے ایمان والو! اچھی چیزیں جو ہم نے تم کو کھانے کو دی ہیں کھاؤ۔

Marfat.com

وہ ہاتھ تم میری طرف اٹھاتے ہو۔ اور اب جبکہ میرا غضب اور عذاب تمہارے لئے سخت سے سخت ہو چکا ہے اور تمہاری بداعمالیوں، بدکرداریوں کی وجہ سے تم مجھ سے حد سے زیادہ دُور ہو چکے ہو میرے سامنے دعا کرتے ہو ؟

اور ابوہریرہ رض فرماتے ہیں۔

یکفی من الدعاء البرأۃ ما یکفی الطعام من الملح۔ تھوڑی دعا بھی اسی طرح کافی وافی ہو جاتی ہے جسطرح تھوڑا سا نمک کھانے کے لئے کافی وافی ہو جاتا ہے۔

فصل

(دعا ایک نافع ترین دوا، اور مومن کا زبردست حربہ ہے)

دعا ایک نافع ترین دوا۔ اور بلاء و مصیبت کا مدمقابل ہے۔ دعا بلاؤ مصیبت کی مدافعت کرتی ہے اور اس کی دوا اور علاج کا کام کرتی ہے، ہر بلاء و مصیبت کو آنے سے روکتی ہے اور اسے دفع کرتی ہے۔ اور اگر بلاء و مصیبت اتر چکی ہے تو اسے پست اور ہلکا کر دیتی ہے اور دعا مومن کا ایک زبردست حربہ اور ہتھیار ہے جیسا کہ صحیح حاکم میں حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا

الدعاء سلاح المؤمن۔ وعماد الدین ونور السمٰوٰت والارض دعا مومن کا ہتھیار، اور دین کا ستون اور آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔

مصیبت و بلاء کے مقابلہ میں مومن کی دعا کے تین درجے ہیں۔

اوّل :۔ یہ کہ دعا مصیبت کے مقابلہ میں قوی تر، اور زوردار ہو۔ ایسی دعا مصیبت کو قطعاً ہٹا دیتی ہے

دوم :۔ یہ کہ دعا مصیبت کے مقابلہ میں کمزور ہو۔ اس صورت میں مصیبت قوی ہو جاتی ہے اور بندے کو یہ مصیبت خواہ مخواہ بھگتنی ہی پڑتی ہے لیکن پھر بھی یہ ضروری ہے کہ دعا اگرچہ کمزور ہی کیوں نہ ہو مصیبت کو کچھ نہ کچھ ہلکا ضرور کر دیتی ہے۔

سوم :۔ یہ کہ دعا اور مصیبت برابر درجے کی ہیں اور یہ دونوں آپس میں مقاومت اور مقابلہ کرتی ہیں جیسا کہ صحیح حاکم کے اندر حضرت عائشہ رض سے مروی ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا

لا یغنی حذر من قدر۔ والدعاء ینفع مما نزل ومما لم ینزل وان تقدیر سے بچنا ممکن نہیں اور دعا آئی ہوئی مصیبت میں بھی۔ اور جو اب تک نہیں آئی

Marfat.com

البلاء لینزل فیلقاه الدعاء فیعتلجان الی یوم القیامۃ۔

نفع دیتی ہے اور مصیبت جب اترتی ہے تو دعا اس کا مقابلہ کرتی رہتی ہے روز قیامت تک دعا اور مصیبت آپس میں جنگ کرتی رہتی ہیں۔

اور اسی صحیح حاکم کے اندر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا

الدعاء ینفع مما نزل ومما لم ینزل فعلیکم عباد اللہ بالدعاء

دعا آئی ہوئی مصیبت میں اور آئندہ آنیوالی مصیبت میں نفع دیتی ہے پس اے خدا کے بندو تم دعا کو لازم پکڑو۔

اسی صحیح حاکم کے اندر حضرت ثوبان رضؓ سے مروی ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا

لا یرد القدر الا الدعاء ولا یزید فی العمر الا البر وان الرجل لیحرم الرزق بالذنب یصیبہ

قدر و قضا کو کوئی چیز رد نہیں کر سکتی سوا دعا کے اور کوئی چیز عمر کو بڑھا نہیں سکتی سوا نیکی کے اور آدمی گناہوں کی وجہ سے رزق و روزی سے محروم ہو جاتا ہے گناہ روزی کو تباہ کر دیتا ہے

فصل

(دعا میں الحاح وزاری مفید ترین دوا ہے)

نافع اور مفید ترین دوا یہ ہے کہ دعا میں الحاح وزاری کی جائے چنانچہ سنن ابن ماجہ کے اندر حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا

من لم یسئل اللہ یغضب علیہ

جو آدمی اللہ تعالےٰ سے سوال نہیں کرتا تو اللہ تعالےٰ اس پر غضبناک ہوتا ہے

اور مستدرک حاکم کے اندر حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ سے مروی ہے کہ آنحضرت نے ارشاد فرمایا

لا تجزعوا فی الدعاء فانہ لا یھلک مع الدعاء احد۔

دعا کرو تو بے تابی نہ آنے دو کیونکہ دعا کرنے کے بعد کوئی شخص ہلاک نہیں ہو سکتا۔

اور امام اوزاعی، امام زہری سے اور وہ حضرت عروہ سے اور وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سے روایت کرتے ہیں، حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ فرماتی ہیں آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا۔

ان اللہ یحب الملحین فی الدعاء

اللہ تعالےٰ دعا میں الحاح وزاری کرنیوالوں کو محبوب رکھتا ہے

امام احمدؒ کی کتاب الزہد کے اندر حضرت قتادہ رضؓ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں حضرت مورق رضؓ فرماتے تھے۔

Marfat.com

ما وجدت للمومنین مثلاً الا رجل فی البحر علی خشبۃ فھو یدعوا یا رب یا رب لعل اللہ عزوجل ان ینجیہ۔

مومن کی مثال میں اس سے بہتر نہیں پاتا کہ ایک آدمی دریا کے اندر ایک لکڑی پر سوار ہے اور وہ خدا کو پکارتا ہے اے پروردگار۔ اے پروردگار۔ غالباً اللہ تعالےٰ اس مصیبت سے اسے بخش دیوے۔

فصل

(دعا کی تاثیر کیوں نہیں ہوتی ؟)

وہ آفت جو دعا کا اثر مرتب ہونے سے روکتی ہے وہ یہ ہے کہ بندہ جلد بازی کر جاتا ہے دعا کی مقبولیت میں تاخیر اور ڈھیل ہو جاتی ہے تو بندہ مایوس ہو کر دعا ترک کر دیتا ہے اور اس شخص کا حال اس آدمی جیسا ہو جاتا ہے جس نے کھیت میں دانے ڈالے یا باغ میں درختوں کے پودے لگائے کھیتی اور درختوں کی خدمت کرتا رہا، ان کو پانی دیتا رہا لیکن جب اس کے کمال کا وقت آیا اور پھل لگنے کا زمانہ قریب آگیا تو اس نے کھیتی اور درختوں کو چھوڑ دیا۔ اور اس سے بالکل غافل اور بے خبر ہو گیا۔ چنانچہ بخاری کے اندر حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا۔

یستجاب لاحدکم مالم یعجل یقول دعوت فلم یستجب لی۔

تم میں سے ہر ایک کی دعا قبول ہوتی ہے اگر تم جلد بازی نہ کرو، دعا کرنیوالا کہنے لگتا ہے میں نے دعا کی مگر میری دعا قبول نہیں ہوئی۔

صحیح مسلم کے اندر انہی حضرت ابوہریرہؓ نے مروی ہے۔ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا۔

لا یزال یستجاب للعبد مالم یدع باثم او قطیعۃ رحم مالم یستعجل

بندے کی دعا قبول ہوتی ہے جبکہ وہ گناہ اور قطع رحم کی دعا نہ کرے اور جلد بازی نہ کرے۔

کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ ! جلد بازی کا کیا مطلب ہے ؟ آپ نے فرمایا۔

یقول قد دعوت۔ وقد دعوت فلم ار یستجاب لی۔ فیستحسر عند ذالک و یدع الدعاء

جلد بازی یہ ہے کہ بندہ کہنے لگتا ہے میں نے دعا کی اور بہت ہی دعا کی لیکن میری دعا قبول ہوتی نظر نہیں آتی اس حالت کو پہنچ کر وہ مایوس ہو جاتا ہے اور دعا کرنا چھوڑ دیتا ہے۔

اور مسند احمد کے اندر حضرت انسؓ سے مروی ہے۔ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا۔

لا یزال العبد بخیر مالم یستعجل
صحابہ نے عرض کیا۔
یارسول اللہ کیف یستعجل ؟
آپ نے فرمایا
یقول قد دعوت ربی فلم یستجب لی

بندے کی ہمیشہ خیر و بھلائی ہے جبتک کہ وہ جلد بازی نہیں کرتا۔
یارسول اللہ بندہ جلد بازی کس طرح کرتا ہے ؟
میں نے رب سے بہت دعا مانگی لیکن میری دعا اس نے قبول نہیں کی

فصل

(اوقات اجابت اور ادعیۂ ماثورہ)

کسی مقصد کے لئے جب دعا کی جائے۔ اور دعا کے ساتھ حضور قلب اور جمعیت خاطر موجود ہو اور اجابت دعا کے چھ مخصوص اوقات میں سے کوئی وقت بھی پا جائے تو دعا ضرور قبول ہوتی ہے اور وہ چھ اوقات یہ ہیں۔

۱۔ رات کا آخری تہائی حصہ۔
۲۔ اذان کے وقت۔
۳۔ اذان و اقامت کے درمیان کا وقت۔
۴۔ فرض نماز کے بعد۔
۵۔ جمعہ کے دن جب امام منبر پر چڑھے تا آنکہ نماز جمعہ ختم ہو جائے۔
۶۔ جمعہ ہی کے دن نماز عصر کے بعد کی آخری ساعت۔

ان اوقات کے ساتھ ہی ساتھ قلب کے اندر خضوع و خشوع ہی پایا جائے اور بارگاہ رب العلمین میں عجز و انکساری، ذلت و خاکساری، تضرع و الحاح اور رقت قلب بھی موجود ہو، اور دعا کرنیوالے کا رخ بھی قبلہ کی طرف ہو۔ اور کامل طہارت کے ساتھ ہو، اور اپنے دونوں ہاتھ بارگاہ الٰہی میں اٹھائے۔ اور سب سے پہلے اللہ تعالےٰ کی حمد و ثنا بجا لائے۔ اس کے بعد آنحضرت صلعم پر جو خدا کے خاص بندے ہیں۔ درود شریف بھیجے اور اپنی حاجت پیش کرنے سے قبل توبہ و استغفار کرے۔ پھر پوری ہمت اور توجہ کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی طرف متوجہ ہو۔ اور نہایت الحاح و زاری، تملق و خاکساری کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں اپنا سوال پیش کرے۔ اور ترغیب و ترہیب، امید و خوف کے ساتھ اس کی جناب میں دعا کرے اور اللہ تعالےٰ کے اسماء حسنیٰ اور اس کی مقدس صفات اور اس کی توحید

Marfat.com

کا وسیلہ پکڑے۔ دعا سے پہلے کچھ صدقہ وخیرات کرے تو امید ہے کہ یہ دعا مسترد نہ ہوگی خصوصاً جبکہ وہ دعائیں پڑھی جائیں جن کے بارے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ان کے قبول ہونے کی امید کی جا سکتی ہے۔ یا وہ دعائیں پڑھے جن کے اندر اسم اعظم موجود ہے۔

اسم اعظم والی دعاؤں میں سے ایک دعا یہ بھی ہے جو سنن احادیث اور صحیح ابن حبان میں حضرت عبداللہ بن بریدہ عن ابیہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے ایک آدمی کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا۔

اللّٰھم انی اسئلک بانی اشھد انک انت اللہ لا الٰہ الا انت الاحد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد،

اے اللہ! میں تجھ سے اس وسیلہ کے ذریعہ مانگتا ہوں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو اللہ ہے تیرے سوا کوئی دوسرا الٰہ نہیں، تو اکیلا ہے، بے نیاز ہے، ایسی ذات ہے کہ نہ کسی کو جنا، اور نہ خود کسی سے جنا گیا۔ اور نہ کوئی اسکے برابر ہے

اس کی یہ دعا سن کر آنحضرت صلعم نے فرمایا

لقد سئل اللہ بالاسم الذی اذا سئل بہ اعطی و اذا دعی بہ اجاب

یہ آدمی اللہ تعالیٰ کے اس نام سے مانگتا ہے کہ جب اسکے وسیلہ سے سوال کیا جائے تو وہ دیتا ہے اور جب اسکے ذریعہ دعا کی جائے تو وہ قبول کرتا ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے:۔

لقد سئلت اللہ باسمہ الاعظم

تو نے اللہ تعالیٰ کے اسم اعظم کے ذریعہ سوال کیا ہے

سنن احادیث اور صحیح ابی حاتم بن حبان میں حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ ایک بار وہ بارگاہ رسالت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک آدمی نے نماز پڑھی، نماز کے بعد اس نے یہ دعا پڑھی۔

اللّٰھم انی اسئلک بان لک الحمد لا الٰہ الا انت المنان بدیع السماوات والارض۔ یاذالجلال والاکرام یاحی یاقیوم،

اے اللہ! اس وسیلے سے تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تمام تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں، تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں تو ہی بڑا احسان کرنیوالا ہے تو ہی آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنیوالا ہے۔ اے صاحب عزت و بخشش، اے زندہ جاوید۔ اے سب کو قائم رکھنے والے۔

یہ سن کر رسول اللہ صلعم نے فرمایا

لقد دعا اللہ باسمہ العظیم الذی

یہ آدمی اللہ تعالیٰ سے اسم اعظم کے ذریعہ مانگے

Marfat.com

اذا دعی به اجاب و اذا سئل به اعطیٰ۔

رہا ہے کہ جسکے ذریعہ دعا کی جاتی ہے تو وہ قبول کرتا ہے اور جب سوال کیا جاتا ہے تو وہ دیتا ہے۔

یہ دونوں حدیثیں امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مسند میں بھی روایت کی ہیں۔ اور جامع ترمذی کے اندر حضرت اسماء بنت یزید سے مروی ہے آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا۔

اسم اللہ الاعظم فی هاتین الآیتین الٰهکم اله واحد۔ لا اله الا هو الرحمٰن الرحیم" وفاتحة آل عمران الم اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم (۲)

اسم اعظم ان دو آیتوں کے اندر ہے الٰھکم الٰہ واحد، لا الٰہ الا ھو الرحمن الرحیم اور آل عمران کی یہ ابتدائی آیت الم اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم

امام ترمذی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں۔

هذا حدیث صحیح

یہ حدیث صحیح ہے

اور مسند احمد اور صحیح حاکم کے اندر حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت انس بن مالکؓ اور ربیعہ بن عامرؓ سے مروی ہے، اور وہ آنحضرت صلعم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا

الظوا بیا ذا الجلال والاکرام ۔ یا ذالجلال والاکرام کہہ کر الحاح کرو۔

یعنی اس سے اچھی طرح تعلق قائم کرو اور اپنے لئے اسے لازم و ضروری گردان لو اور اسکو ہمیشہ قائم رکھو

اور جامع ترمذی کے اندر حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے

ان النبی صلعم کان اذا اهم الامر رفع راسه الی السماء واذا اجتهد فی الدعاء قال یا حی و یا قیوم

رسول اللہ صلعم کو جب کوئی اہم امر پیش آتا تو آپ اپنا سر آسمان کی طرف اٹھاتے اور جب آپ دعا میں پوری طرح ساعی فرماتے تو یا حی یا قیوم چڑھا کرتے

اسی طرح جامع الترمذی کے اندر حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے

کان النبی صلی اللہ علیه وسلم اذا کرب به ۔ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کوئی

---

(۱) سورہ بقرہ ۔ توحید :۔ تمہارا خدا وہی ایک اللہ ہے

(۲) سورہ آل عمران :۔ اس مہربان زبردست رحم والے کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔

Marfat.com

امرتال یاحی یا قیوم برحمتك استغیث

دشوار امر پیش آتا تو آپ "یاحی یاقیوم برحمتک استغیث" پڑھا کرتے۔

اور صحیح حاکم کے اندر حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا۔

اسم اللہ الاعظم فی ثلاث سور من القرآن البقرۃ وآل عمران وطہٰ

اسم اعظم قرآن حکیم کی تین سورتوں میں ہے، سورۂ بقرہ، سورہ آل عمران اور "طہٰ" میں

حضرت قاسمؒ فرماتے ہیں میں نے ان تین سورتوں میں اسم اعظم تلاش کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ اسم اعظم یہ آیت ہے الحی القیوم

اور جامع الترمذی اور صحیح حاکم میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا۔

دعوۃ ذی النون اذ دعا وھو فی بطن الحوت لا الہ الا انت سبحانك انی کنت من الظالمین[1] انہ لم یدع بھا مسلم فی شیئ قط الا استجاب لہ (قال الترمذی حدیث صحیح)

حضرت ذوالنون (یونسؑ) نے مچھلی کے پیٹ میں جو دعا کی تھی وہ یہ ہے لا الہ الا انت سبحانك انی کنت من الظالمین جس مسلمان نے کسی بات کے لئے اس دعا کو پڑھا اللہ تعالےٰ نے اس کی دعا قبول فرمائی

نیز صحیح حاکم میں حضرت سعدؓ ہی سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔

الا اخبرکم بشیئ اذا نزل بوجل منکم امر مھم فدعا بہ یفرج اللہ عنہ ؟ دعاذی النون

کیا میں تم کو ایک ایسی چیز نہ بتلاؤں کہ تم میں سے کسی کو جب کوئی مشکل پیش آئے تو یہ دعا پڑھے اللہ تعالےٰ اسکی مشکل کو آسان کردے گا؟ اور وہ حضرت ذوالنون علیہ الصلوۃ والسلام کی دعا ہے

نیز صحیح حاکم میں انہی حضرت سعدؓ سے مروی ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا۔

ھل ادلکم علیٰ اسم اللہ الاعظم؟ دعاء یونس

کیا میں تمہیں اسم اعظم نہ بتلاؤں؟ اسم اعظم حضرت یونسؑ کی دعا ہے

کسی نے کہا

یارسول اللہ ھل کان لیونس خاصۃ؟

یارسول اللہ! کیا یہ دعا حضرت یونسؑ کیلئے خاص تھی؟

---

[1] سورہ انبیاء

آنحضرت صلعم نے فرمایا

الم تسمع قول الله تعالٰی فاستجبنا له ونجیناه من الغم وکذلك ننجی المومنین فایما مسلم دعا بها فی مرضه اربعین مرة فمات فی مرضه ذلك اعطی اجر شهید وان برئ برئ مغفورا له

کیا تم نے اللہ تعالٰی کا یہ ارشاد نہیں سنا؟ ہم نے یونسؑ کی دعا قبول کی اور اسے ہم نے غم سے نجات دی اور ہم ایمان والوں کو اسی طرح نجات دیتے رہیں گے۔ پس جو مسلمان بھی اپنی بیماری میں اس آیت کو چالیس مرتبہ پڑھے گا تو اگر وہ اس بیماری میں مرگیا تو اسے شہید کا اجر دیا جائے گا۔ اور اگر شفایاب ہوگیا تو اس کے سارے گناہ بھی بخش دیئے گئے۔

اور صحیحین (بخاری و مسلم) میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے۔

ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یقول عند الکرب لا الٰه الا الله العظیم الحلیم لا الٰه الا الله رب العرش العظیم لا الٰه الا الله رب السموٰت والارض رب العرش الکریم (۱)

رسول اللہ صلعم بے چینی کے وقت یہ دعا پڑھا کرتے تھے لا الٰہ الا اللہ العظیم الحلیم۔ لا الٰہ اللہ رب العرش العظیم۔ لا الٰہ الا اللہ رب السماوات والارض رب العرش الکریم (۱)

مسند امام احمد میں حضرت علی بن ابی طالب سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ

علمنی رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا نزل کرب ان اقول لا الٰه الا الله الحلیم الکریم سبحان الله وتبارك الله رب

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مصیبت کے وقت مجھے یہ دعا پڑھنے کی تعلیم فرمائی لا الٰہ الا اللہ الحلیم الکریم سبحان اللہ وتبارك اللہ رب

---

(۱) ترجمہ:۔ کوئی لائق عبادت نہیں سوا اللہ بڑائی والے.. اور تحمل والے کے۔ کوئی لائق عبادت نہیں سوا اللہ کے جو صاحب عرش عظیم ہے، کوئی لائق عبادت نہیں سوا اللہ کے جو آسمانوں اور زمین اور عزت والے عرش کا مالک ہے ۱۲

العرش العظیم والحمد للّٰہ رب العالمین

العرش العظیم والحمد للّٰہ رب العالمین

نیز اسی مسند امام احمد میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ سے مروی ہے آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا

ما اصاب احداً قط هم ولا حزن فقال اللّٰهم انی عبدك ابن امتك ناصیتی بیدك ماض فی حكمك ۔ عدل فی قضائك اسئلك اللّٰهم بكل اسم هو لك ۔ سمیت به نفسك ۔ او علمته احداً من خلقك او انزلته فی كتابك او استاثرت به فی علم الغیب عندك ان تجعل القرآن ربیع قلبی و نور صدری وجلاء حزنی وذهاب همی وغمی (۱)

جب کسی کو کوئی مصیبت اور رنج پہنچے اور وہ یہ دعا پڑھے تو اللہ تعالےٰ اس کی مصیبت اور رنج وغم کو ضرور دفع کردے گا یا اس کی جگہ اسے کوئی دوسری فرحت وخوشی عطا فرمائے گا۔ اللّٰھم! انی عبدك ابن امتك ناصیتی بیدك ماض فی حكمك عدل فی قضائك اسئلك اللّٰھم بكل اسم هو لك سمیت بہ نفسك او علمتہ احدا من خلقك او استاثرت بہ فی علم الغیب عندك ان تجعل القرآن ربیع قلبی ونور صدری وجلاء حزنی وذهاب همی وغمی (۱)

الا اذهب اللّٰه همه وحزنه او ابدله مكانه فرجا

کسی نے کہا یا رسول اللہ کیا ہم اسے یاد نہ کرلیں؟ آپ نے فرمایا

بل ینبغی لمن سمعها ان یتعلمها ،

بلکہ جو آدمی بھی اس دعا کو سنے اسکو چاہیئے کہ یاد کرلے

اور حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں۔

ما كرب نبی من الانبیاء الا استغاث

انبیاء کرام میں سے جس پیغمبر کو بھی کوئی بے چینی

---

(۱) اے اللہ میں تیرا بندہ ہوں تیرے بندے کا بیٹا ہوں، تیری بندی کا بیٹا ہوں میری چوٹی تیرے ہاتھ میں ہے، میرے حق میں تیرا حکم جاری ہے، میرے حق میں تیرا فیصلہ عین انصاف ہے، اے اللہ! مانگتا ہوں میں تجھ سے جس نام کی برکت سے وہ نام خاص تیری ذات کا ہے، اتارا ہے تو نے اسکو اپنی کتاب میں یا کر اسکو سکھایا ہے تو نے کسی کو اپنی مخلوق میں سے پسند کیا ہے تو نے اسکو علم غیب میں جو مخفی ہے تیرے نزدیک یہ کہ کرے تو قرآن کو بہار میرے دل کی اور نور میرے سینہ کا اور سبب دور ہونے میری فکر اور غم کا۔ ۱۲

Marfat.com

بالتسبیح ۔ درپیش ہوئی انہوں نے تسبیح (سبحان اللہ) کے ذریعہ خدا سے فریاد کی ۔

اور کتاب المجابین میں ابن ابی الدنیا نے حسن بصری سے بسلسلہ دعا یہ قصہ بیان کیا ہے کہ انصار صحابہ میں ابو مغلق نامی ایک صحابی تھے ۔ یہ بہت بڑے تاجر تھے اپنے اور دوسروں کے مال لے کر تجارت کیا کرتے تھے ۔ مال لے کر وہ دُور دُور جاتے تھے ، یہ ایک عبادت گزار و پرہیزگار آدمی تھے ۔ ایک مرتبہ انہوں نے سفر کیا ۔ دوران سفر میں ایک مسلح ڈاکو سے پالا پڑا ۔ ڈاکو نے ان کو کہا جو کچھ تمہارے پاس ہے یہاں رکھ دو میں تمہیں قتل کرتا ہوں ۔ ابو مغلق انصاری نے کہا کیا تم مجھے قتل ہی کرنا چاہتے ہو ۔ اگر صرف مال چاہتے ہو تو یہ مال ہے لے لو اور مجھے چھوڑ دو ۔ ڈاکو نے کہا یہ مال تو اب میرا ہو ہی چکا ہے میں تمہیں قتل بھی ضرور کروں گا ۔ ابو مغلق انصاری بولے اگر مجھے تم چھوڑ نہیں سکتے تو مجھے اتنی مہلت تو دو کہ میں چار رکعت نماز پڑھ لوں ۔ ڈاکو نے کہا اچھا تم جتنی نماز پڑھنا چاہو پڑھ لو ۔ ابو مغلق انصاری نے وضو کیا اور چار رکعت نماز پڑھی ۔ نماز کے آخری سجدے میں انہوں نے یہ دعا پڑھی ۔

یا ودود ۔ یا ذا العرش المجید ۔ یا فعال لما تُرید ۔ اسئلك بعزك الذی لا یرام و بملكك الذی لا یضام و بنورك الذی ملاء ارکان عرشك ان تکفینی شر هذا اللصی ۔ یا مغیث اغثنی ۔ یا مغیث اغثنی ۔ یا مغیث اغثنی ۔

اے محبت کرنے والے ۔ اے شاندار عرش کے مالک اے اپنے ارادہ سے سب کچھ کرنے والے ۔ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیری عزت کا واسطہ دے کر جسے کوئی چھیڑ نہیں سکتا ، تیری مالکیت کا واسطہ دے کر جس میں کوئی مزاحم نہیں ہو سکتا ۔ اور تیرے نور کا واسطہ دے کر جس سے تیرے عرش کا چاروں کھونٹ بھرا ہوا ہے اس چور کے شر سے تو مجھے بچا لے ۔ اے فریاد رس میری مدد کر ۔ اے فریاد رس میری مدد کر ۔ اے فریاد رس میری مدد کر ۔

تین مرتبہ انہوں نے یہ دعا پڑھی اسی وقت ایک سوار نمودار ہوا جس کے ہاتھ میں نیزہ تھا جو گھوڑے کے سر پر دو کانوں کے بیچ میں رکھے ہوئے تھا ۔ ڈاکو سوار کی طرف دیکھ رہا ہے ۔ سوار فوراً اس کی طرف لپکا اور اسے نیزے میں پرو دیا ۔ اس کے بعد سوار نے ابو مغلق انصاری سے کہا اٹھو ۔ سر اٹھاؤ ۔ ابو مغلق انصاری بولے میرے ماں باپ تم پر قربان ، تم ہو کون ؟ آج تمہارے

Marfat.com

ذریعہ اللہ تعالےٰ نے میری کار برآری فرمائی ہے۔ سوار نے کہا میں چوتھے آسمان کا ایک فرشتہ ہوں۔ جس وقت تم نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی تو اس دعا نے آسمان کے دروازے بلا دیئے جب تم نے دوسری مرتبہ دعا کی تو آسمان والوں میں ایک کھلبلی مچ گئی۔ جب تم نے تیسری مرتبہ دعا کی تو مجھے حکم ہوا کہ یہ ایک ستم رسیدہ آدمی کی دعا ہے پس میں نے بارگاہ الٰہی میں درخواست کی کہ اس کام پر مجھے مامور کیا جائے۔ چنانچہ میں تمہاری مدد کیلئے یہاں پہنچا ہوں۔

حضرت حسن بصری کہتے ہیں جو شخص وضو کر کے چار رکعت نماز پڑھے اور مذکورہ دعا پڑھے تو اس کی دعا ضرور قبول ہو گی۔ وہ ستم رسیدہ ہو یا نہیں۔

فصل

(دعا کے ساتھ دوسرے اسباب کا ہونا بھی ضروری ہے)

بسا اوقات بعض لوگوں کی دعا بہت جلد قبول ہو جاتی ہے اور اس لئے قبول ہو جاتی ہے کہ وہ سخت ضرورت مند ہوتے ہیں اور ضرورت کی وجہ سے ان کے اندر اضطرابی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور کامل اضطراب کے ساتھ وہ اللہ تعالےٰ کی جناب میں متوجہ ہو جاتے ہیں یا یہ کہ دعا کرنے سے پیشتر دعا کرنے والے سے کوئی بڑی نیکی وجود میں آ چکی ہے۔ یا اس قسم کی کوئی اور بھلائی اس سے وقوع میں آ چکی ہے کہ اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں اس کی دعا جلد قبول ہو جاتی ہے اور اس کی نیکی کا اسے بدلہ دیا جاتا ہے۔ یا دعا کسی ایسے وقت میں کی گئی کہ وہ اجابت دعا کا وقت تھا یا اس قسم کا کوئی اور سبب موجود ہوتا ہے جس کی وجہ سے اسکی دعا بہت جلد قبول ہو جاتی ہے یہ دیکھ کر بعض لوگ یہ گمان کرنے لگتے ہیں کہ اجابت دعا کا سبب صرف دعا کے الفاظ اور کلمات ہیں اور ان الفاظ و کلمات ہی پر وہ تکیہ کر لیتے ہیں اور وہ اسباب اور باتیں چھوڑ دیتے ہیں جن کی وجہ سے اس کی دعا قبول ہوئی تھی۔ اس کی مثال بعینہٖ ایسی ہے کہ ایک شخص ایک مفید دوا کسی مناسب وقت اور مناسب موقع پر استعمال کرتا ہے اور وہ اور اس کے فن میں مفید ثابت ہوتی ہے۔ دیکھنے والا یہ سمجھ لیتا ہے کہ صرف اس دوا کے استعمال سے ایسا شفا مل ہے کسی دوسرے اسباب کی ضرورت نہیں ہے لیکن اس کا یہ سمجھنا قطعاً غلط ہے۔ دعا کے افادہ کے لئے دوا کے علاوہ دیگر امور کی بھی ضرورت ہوا کرتی ہے۔

یہ وہ غلط فہمی ہے کہ بہت سے لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہیں۔ اور اس قسم

Marfat.com

کی غلط فہمیوں میں سے یہ بھی ایک زبردست غلط فہمی ہے کہ ایک شخص اپنی اضطرابی کیفیت کے ساتھ کسی قبر پر پہنچتا ہے اور وہاں پہنچ کر بارگاہِ الٰہی میں مضطربانہ حالت میں دعا کرتا ہے اور روتا گڑگڑاتا ہے اس کی مضطربانہ حالت کی بنا پر اس کی وہ دعا قبول ہو جاتی ہے۔ جاہل لوگ یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ مقبولیت دعا کا سبب اور راز یہ قبر ہے۔ حالانکہ ان کا یہ سمجھنا سراسر غلط ہے۔ مقبولیت دعا کا سبب اور راز اس کا اضطراب اور بارگاہ الٰہی میں اسکی مضطربانہ التجا اور اس کی عجز و انکساری ہے۔ اگر یہی باتیں اس سے سرزد ہوتیں اور کسی مسجد میں ہوتیں تو زیادہ بہتر ہوتا اور اللہ تعالےٰ کے نزدیک پسندیدہ تر بات ہوتی۔

فصل

(دعاء اور تعوذات بمنزلہ اسلحہ کے ہیں)

دعا اور تعوذات (خدا سے پناہ چاہنا) اسلحہ کی طرح ہیں اور اسلحہ بھی صرف تیز دھار والے نہیں بلکہ اسلحہ مع سپاہی۔ جب خنجر و تلوار تیز دھار ہوگی اور اس میں کوئی نقص نہیں ہوگا اور بازو بھی قوی اور مضبوط ہوں گے اور کوئی رکاوٹ بھی نہ ہوگی تو وہ ضرور دشمن کا کام تمام کر دے گی۔ اور اگر ان تین باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی نقصان کی ہوگی تو ہتھیار مفید یقیناً ناکام ہوگا۔ ہتھیار کی عمدگی اور تیزی کا کوئی اثر مرتب نہ ہوگا۔ اگر دعا فی نفسہ اچھی نہیں ہے یا دعا کرنے والے کا دل اور زبان ایک نہیں ہے یا اجابت دعا میں کوئی دوسری چیز مانع ہے تو یقیناً دعا کا اثر نہ ہوگا

فصل

(اسباب ترک کر کے صرف تقدیر پر تکیہ کرنا یقیناً مذموم ہے)

یہاں ایک مشہور سوال پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ جس امر کے لئے دعا کی جاتی ہے اگر وہ مقدر ہو چکا ہے تو بندہ دعا کرے یا نہ کرے اس کا وقوع میں آنا لابدی اور ضروری ہے اور اگر وہ مقدر نہیں ہے تو بندہ سوال کرے یا نہ کرے وقوع میں نہیں آئے گا۔

اس مشہور مغالطہ کو ایک گروہ نے صحیح سمجھ لیا اور دعا و التجا کو بالکل چھوڑ بیٹھا ہے، اس مشہور مغالطہ کی بنا پر یہ گروہ اس امر کا قائل ہو گیا کہ سوال، دعا، التجا سے کوئی فائدہ حاصل

Marfat.com

نہیں ہو سکتا۔ اور یہ ان کی انتہائی جہالت اور ضلالت و گمراہی ہے۔ علاوہ ازیں اپنے مسلک میں یہ خود متناقض ہیں۔ ان کے مسلک میں باہمی تضاد و تخالف پایا جاتا ہے کیونکہ اگر یہ لوگ اپنے اس مسلک کو بطور کلی مان لیتے ہیں تو دنیا جہاں کے تمام اسباب کا تعطل واجب و ضروری ہو جاتا ہے اس مسلک کے قائل سے کہا جائے اگر میری دیرانی تیرے لئے مقدر ہو چکی ہے تو وہ ہو کر رہے گی تو کھائے یا نہ کھائے، پانی پیئے یا نہ پیئے۔ اور اگر مقدر نہیں ہے تو تجھے ہرگز ہرگز میری دیرانی حاصل نہ ہوگی تو کھائے یا نہ کھائے، اسی طرح اگر اولاد تمہارے لئے مقدر ہو چکی ہے تو وہ یقیناً ہو کر رہے گی، اپنی بی بی، باندی سے خلوت و ہمبستری کرو یا نہ کرو۔ اور اگر مقدر نہیں ہے تو ہرگز ہرگز اولاد نہ ہوگی، خلوت و ہمبستری کرو یا نہ کرو، پھر تمہیں نکاح کی یا باندی کی کیا ضرورت ہے؟ دنیا کے سارے اسباب اور اسباب کے سارے سلسلہ کو اسی طرح سمجھ لو۔ پس کیا اس خیال کے آدمی کو عقلمند۔ اور عقلمند تو کیا انسان بھی کہا جا سکتا ہے؟ بلکہ حیوانات اور چوپائے تک یہ اسباب کو فطرۃً مہیا کرتے ہیں جن سے ان کی بقا اور جن سے ان کی زندگی وابستہ ہے، پس ان لوگوں سے تو حیوانات چوپائے زیادہ عقلمند اور سمجھ دار کہے جائیں گے۔ یہ لوگ تو حیوانات سے بھی گئے گزرے ہیں۔

بعض نے تو اپنی فطانت و زیرکی کا ثبوت یہاں تک دیدیا اور یہ کہہ دیا کہ دعا کرنا محض ایک تعبدی امر ہے۔ اللہ تعالیٰ دعا کرنے والے کو صرف اجر و ثواب عطا فرماتا ہے۔ حصول مطلب میں دعا کا کوئی اثر و دخل نہیں۔ ان زیرک طبع انسانوں کے نزدیک قلب و زبان سے دعا، التجا کرنے نہ کرنے میں حصول مطلب کے لئے کوئی فرق نہیں۔

ایک گروہ جو اس سے بھی زیادہ زیرکی اور دانائی کا مدعی ہے، کہتا ہے نہیں بلکہ حصول مطلب و مدعا، اور قضا حاجت کے بارے میں دعا ایک علامت و نشانی کا حکم رکھتی ہے کسی بندے کو دعا کی توفیق میسر آئی تو یہ اس کی حاجت روائی اور حصول مدعا کی علامت ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ موسم برسات میں تم سیاہ بادلوں کی گھٹائیں اور سرد ہوائیں دیکھتے ہو تو یہ اس امر کی دلیل ہے کہ برسات ضرور ہوگی، ان لوگوں کے نزدیک طاعات، عبادات کے اجر و ثواب اور کفر و معاصی کے عقاب و عذاب کا بھی یہی حکم ہے کہ طاعات و عبادات، کفر و عصیان محض اجر و ثواب، عقاب و عذاب کی علامتیں ہیں اور کچھ نہیں کیونکہ یہ چیزیں ثواب و عذاب کے اسباب نہیں ہیں ان لوگوں کے نزدیک کسی چیز کو توڑنے سے ٹوٹ جانے جلانے سے جل

Marfat.com

جانے ،قتل کرنے سے قتل ہو جانے کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ یہ چیزیں ان امور کے لئے حتمی اسباب نہیں ہیں۔ اس لئے کہ ان چیزوں میں اور ان امور میں کوئی ترتب و تعلق نہیں ہے محض ایک عادتی ربط و تعلق ہے ۔ کوئی ایسا اثر اور ایسا تعلق و ربط نہیں جو بطور سبب و علت کے ہو۔

ان کا یہ قول جس ظاہر، عقل ، شرع ، فطرت اور تمام اہلِ عقل و بصیرت کے خلاف ہے بلکہ دنیا جہان کے عقلمند ارباب بصیرت ان کا مضحکہ اڑاتے ہیں ۔

مسئل کے بیان کردہ دونوں مسلکوں کے علاوہ اس بارے میں ایک تیسرا مسلک بھی ہے اور وہی صحیح مسلک ہے اور وہ یہ کہ امر مقدور و مقدر اسباب کے ساتھ مقدور و مقدر ہوا ہے اور انہی اسباب میں سے ایک سبب دعا بھی ہے ۔ کوئی امر مقدور و مقدر محض بلا سبب مقدور و مقدر نہیں ہوا بلکہ اسباب کے ساتھ مقدور و مقدر ہوا ہے ۔ پس بندہ جب کوئی سبب عمل میں لاتا ہے تو اس سبب کے ساتھ جو امر مقدور و مقدر ہے وہ بھی وقوع میں آجاتا ہے ۔ اور سبب عمل میں نہیں لاتا تو اس سبب کے ساتھ جو امر مقدور و مقدر ہے وہ بھی وقوع میں نہیں آتا مثلاً سیری و سیرابی کھانے پینے کے ساتھ ، اولاد ہمبستری کے ساتھ ، کھیتی اناج زمین پر دانے بونے کے ساتھ اور جانور کی جان کا نکلنا ذبح کرنے کے ساتھ مقدور و مقدر ہے۔ اور یہی تیسری قسم صحیح اور حق ہے ۔ اور اس تیسری قسم کے سمجھنے سے سائل محروم ہے اور اسے اسکے سمجھنے کی توفیق ہی میسر نہیں ہوئی اس تیسری قسم کے لحاظ سے دعا ، التجا ایک قوی ترین ، اور زبردست سبب ہے پس جبکہ کسی امر مقدر کا وقوع دعا کے ساتھ مقدر ہے تو پھر یہ کہنا کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے کہ دعا سے کوئی فائدہ نہیں ۔ جس طرح کہ یہ کہنا صحیح نہیں کہ کھانے ، پینے اور دیگر حرکات اور اعمال سے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا ۔ یقیناً حصول مطلب کے لئے دعا ، التجا سے زیادہ کوئی چیز مؤثر ، مفید اور نفع بخش نہیں اور اس سے بڑھ کر کوئی دوسرا سبب نہیں چونکہ حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین اللہ ، اللہ کے رسول اور کتاب و سنت کو سب سے زیادہ جاننے والے اور دین کو سب سے زیادہ سمجھنے والے تھے اس لئے اس سبب ادعا ، کو تمام اسباب سے زیادہ اہمیت دیتے تھے اور نہایت اہتمام کے ساتھ اس پر عمل کرتے تھے ۔ وہ دعا اور التجا کے شرائط و آداب کے پابند تھے ۔

خلیفہ دوم حضرت فاروق اعظم رضؓ اعداء اسلام کے مقابلہ میں دعا ہی کے ذریعہ بارگاہ الٰہی میں نصرت و امداد اور فتح و ظفر کی التجائیں کرتے تھے اور اکثر اوقات صحابۂ کرام رضؓ کو فرمایا

کرتے تھے کہ

لستم تنصرون بکثرۃ وانما تنصرون من السماء

کثرت افواج سے تمہیں فتح نہیں حاصل ہوتی بلکہ تمہیں آسمان سے خدا کی جانب سے نصرت ملتی ہے

اور فرمایا کرتے تھے۔

انی لا احمل ھم الاجابۃ ولکن ھم الدعاء فاذا ألھمت الدعاء فان الاجابۃ معہ

مجھے اجابت دعا کی فکر نہیں، فکر ہے تو دعا کی جب دعا کی توفیق دی گئی تو اجابت تو اُسکے ساتھ ہی ہے۔

کسی شاعر نے اس معنی کو اپنے شعر میں ادا کیا ہے۔

لو لم ترد نیل ما ارجو واطلبہ من جودک کفیلک ما علمتنی الطلبا

اگر اپنے دست سخا سے میری طلب کو پوری کرنا نہ چاہتا تو ارادہ نہ کرنا تو مانگنا مجھے نہ سکھائے ہوتا۔

پس جس شخص کو دعا القا کی گئی، دعا، التجا کی توفیق عطا کی گئی تو سمجھ لینا چاہیئے کہ اس نے ضرور اجابت دعا کا ارادہ فرمالیا ہے چنانچہ اللہ سبحانہٗ وتعالےٰ کا ارشاد ہے

ادعونی استجب لکم (سورہ غافر)

تم مجھ سے مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔

اور ارشاد ہے

واذا سئلک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان (بقرہ)

جب میرا بندہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اس کے قریب ہوتا ہوں، دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں۔

اور سنن ابن ماجہ میں حضرت ابوہریرہؓ رضہ سے مروی ہے۔ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا

من لم یسئل اللہ یغضب علیہ

جو آدمی اللہ تعالےٰ سے نہیں مانگتا اللہ تعالےٰ اس پر خفا ہوتا ہے۔

یہ آیتیں اور حدیث اس امر پہ دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالےٰ کی رضامندی اسی میں ہے کہ اس سے دعا کی جائے، اس سے سوال کیا جائے، اس سے بندے مانگیں، اس کی اطاعت وعبادت کی جائے اور ظاہر ہے کہ جب اللہ رب تبارک وتعالےٰ راضی ہوتا ہے تو ہمہ قسم کی خیر، بھلائی اسی کی رضامندی اور خوشنودی ہی میں ہے۔ جس طرح کہ ہمہ قسم کی آفتیں اور مصیبتیں اس کے غضب، خفگی اور ناراضگی میں ہیں

حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی کتاب "کتاب الزہد" میں ایک حدیث قدسی نقل کی ہے۔

انا اللّٰہ لا الہ الا انا ۔ اذا رضیت بارکت ولیس لبرکتی منتھیٰ واذا غضبت لعنت ولعنتی تبلغ السابع من الولد

میں اللہ ہوں ، میرے سوا کوئی معبود نہیں ، جب میں کسی سے راضی ہوتا ہوں تو اس کو میں اپنی برکت سے نوازتا ہوں اور میری برکت کی کوئی انتہاء نہیں ہے اور جب میں کسی سے خفا ہوتا ہوں تو میں اس پر لعنت بھیجتا ہوں اور میری لعنت اس کی ساتویں اولاد تک پہنچتی ہے

عقل و نقل فطرت اور تمام ملل و اقوام اور پرستاران مذاہب کا تجربہ رہنمائی کرتا ہے کہ اللہ رب العالمین کا تقرب اس کی رضا مندی اور اللہ تعالےٰ کی مخلوق اور اس کے بندوں کے ساتھ نیکی ، بھلائی اور احسان اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہر قسم کے خیر اور بھلائی حاصل کرنے کا سب سے بڑا سبب ہے اور اسکے خلاف عمل کرنا ہمہ قسم کے شر اور برائی کا سبب ہے۔ پس تم انعامات الٰہیہ اور اس کی نوازشات سے اسی قدر بہرہ ور ہو سکتے ہو۔ اور اسی قدر اس کی خفگی و ناراضگی سے دُور رہ سکتے ہو جس قدر تم اسکی اطاعت و فرمانبرداری کرو گے اور اس کا تقرب حاصل کرو گے اور اس کی مخلوق اور بندوں کے ساتھ احسان اور صلہ رحمی کرو گے۔

حق سبحانہ و تعالےٰ نے قرآن حکیم کے اندر ہمہ قسم کی خیر و بھلائی ، فلاح و بہبود ، سرور و بہجت کو اعمال ہی سے وابستہ فرمایا ہے اور اس طرح وابستہ فرمایا ہے جس طرح جزا سے شرط ۔ یا معلول علت سے یا مسبب سبب سے وابستہ ہوتا ہے اور یہ تلازم ایک ہزار سے زیادہ مواقع میں قرآن حکیم کے اندر موجود ہے ، چنانچہ اللہ تعالےٰ اپنے کسی تکوینی حکم یا تشریعی حکم کو کسی ایسے مناسب وصف پر مترتب فرماتا ہے جو مسبب و سبب ۔ معلول و علت کا صاف صاف ثبوت پیش کرتا ہے۔ مثلاً اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے ۔

فلما عتوا عما نھوا عنہ قلنا لھم کونوا قردۃ خاسئین (اعراف)

پھر جس کام سے ان کو منع کیا تھا جب اس میں حد سے بڑھ گئے تو ہم نے ان کو حکم دیا تم ذلیل و خوار بندر بن جاؤ۔

اور ارشاد فرماتا ہے ۔

فلما اٰسفونا انتقمنا منھم (زخرف)

پھر جب ان لوگوں نے ہم کو غصہ دلایا تو ہم نے ان سے بدلہ لیا۔

Marfat.com

اور ارشاد فرماتا ہے

والسارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما جزاء بما کسبا۔ (مائدہ)

اور مرد چوری کرے، اور عورت چوری کرے تو اسکے کرتوت کے بدلہ میں دونوں کے ہاتھ کاٹ ڈالو۔

اور ارشاد فرماتا ہے۔

ان المسلمین والمسلمات ۔ الیٰ قولہ۔ والذاکرین اللہ کثیرا والذاکرات اعد اللہ لھم مغفرۃ واجرا عظیما۔ (احزاب)

بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ۔ الی قولہ۔ کثرت سے خدا کو یاد کرنے والے مرد اور کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں ان کے لئے بدلہ میں اللہ تعالےٰ نے گناہوں کی معافی اور بڑے بڑے اجر تیار کر رکھے ہیں۔

اس قسم کی آیتیں قرآن حکیم کے اندر بکثرت موجود ہیں۔

اور کبھی اللہ تعالےٰ اس قسم کے حکم کو صیغہ شرط و جزا سے مربوط و مرتب فرماتا ہے۔ ارشاد فرماتا ہے

ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقانا ویکفر عنکم سیئاتکم ویغفر لکم (انفال)

مسلمانو! اگر تم خدا سے ڈرتے رہو گے تو وہ تمہارے لئے ایک امتیاز پیدا کر دے گا اور تمہارے گناہ تم سے دور کر دے گا۔ اور تم کو بخش دے گا

اور ارشاد فرماتا ہے

وان لو استقاموا علی الطریقۃ لاسقیناھم ماء غدقا (جن)

اور اگر یہ لوگ سیدھے راستے پر قائم رہتے تو ہم ان کو پانی کی ریل پیل سے سیراب کر دیتے۔

اور ارشاد فرماتا ہے۔

فان تابوا واقاموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ فاخوانکم فی الدین (توبہ)

اگر یہ لوگ توبہ کریں اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں تو یہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔

اس قسم کی آئتیں بھی قرآن حکیم میں بکثرت موجود ہیں۔

اور کبھی لام تعلیل کے ساتھ اس قسم کے حکم کو نتیجہ و معلول قرار دیتا ہے۔ مثلاً ارشاد فرماتا ہے

لیدبروا آیاتہ ولیتذکر اولوا الالباب (ص)

تاکہ لوگ اس کی آیتوں پر غور کریں اور تاکہ عقلمند لوگ اس سے نصیحت پکڑیں۔

اور مثلاً

Marfat.com

لتکونوا شہداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیدا (بقرہ)
تاکہ لوگوں کے مقابلہ میں تم گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہیں۔

اور کبھی حرف "کئے" سے جو تعلیل کے لئے آتا ہے حکم کی ترتیب کا اظہار فرماتا ہے مثلاً۔

کیلا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم (حشر)
یہ حکم اس لئے دیا گیا کہ جو لوگ تم میں مالدار ہیں یہ مال ان ہی میں دائم نہ رہے

اور کبھی "باء" سبب کے ساتھ مثلاً

ذالک بما قدمت ایدیکم (آل عمران)
اور یہ تمہارے ہاتھوں نے پہلے کیا اس کا نتیجہ ہے

اور مثلاً

بما کنتم تعملون (یونس)
تمہارے عمل کا بدلہ ہے۔

اور

بما کنتم تکسبون
تمہارے کسب کا نتیجہ ہے

اور

ذالک بانہم یکفرون بایات اللہ
یہ اس کا بدلہ ہے جو یہ لوگ خدا کی آیتوں کا انکار کرتے رہے

اور کبھی صریح۔ یا محذوف مفعول کے ذریعہ علت و معلول کو واضح فرماتا ہے مثلاً

فرجل وامرأتان ممن ترضون من الشہداء ان تضل احداہما فتذکر احداہما الاخری
تو ایک مرد اور دو عورتیں جو تمہیں پسندیدہ ہوں انکو گواہ بنالو تاکہ اگر کوئی ایک بھول جائے تو دوسرا اسے یاد دلادیوے۔

ان تقولوا یوم القیامۃ انا کنا عن ہذا غافلین (اعراف)
قیامت کے دن تم یہ کہو گے کہ بے شک ہم اس چیز سے غافل تھے۔

ان تقولوا انما انزل الکتاب علی طائفتین من قبلنا (انعام)
تم یہ کہو کہ یہ کتاب تو ہم سے پہلے دو گروہ پر ہی اتاری گئی تھی۔

اور کبھی اللہ تعالےٰ فاء سببیۃ کے ساتھ حکم کو ماقبل کا نتیجہ قرار دیتا ہے۔

فکذبوہ فعقروہا۔ فدمدم علیہم ربہم بذنبہم فسواہا (شمس)
اس پر بھی ان لوگوں نے پیغمبر کو جھٹلایا اور اونٹنی کو مار ڈالا تو ان کے پروردگار نے ان کے گناہ

Marfat.com

کے بدلے میں ان پر ہلاکت لا ڈالی اور سب کا
پٹڑا کر دیا۔

اور مثلاً

فعصوا رسول ربهم فاخذهم اخذة رابية (الحاقہ)
فکذبوهما فکانوا من المهلکین (مومنون)

پس ان لوگوں نے اپنے پروردگار کے پیغمبر کی نافرمانی کی تو اس نے بھی ان کو بڑا سخت پکڑا
غرض ان لوگوں نے موسیٰؑ اور ہارونؑ دونوں کو جھٹلایا تو یہ ہلاک کر دیئے گئے

یہ اور اسکی مثل دوسری آیتیں
اور کبھی حرف "لما" سے جو شرط و جزا پر دلالت کرتا ہے مثلاً

فلما اٰسفونا انتقمنا منهم (زخرف)

پھر جب ان لوگوں نے ہم کو غصہ دلایا تو ہم نے ان سے بدلہ لیا۔

اور کبھی حرف "ان" کے ساتھ۔ مثلاً

انهم کانوا یسارعون فی الخیرات (انبیاء)
انهم کانوا قوم سوء فاغرقناهم اجمعین (انبیاء)

اسلئے کہ یہ لوگ نیک کاموں میں جلدی کرتے تھے
یہ نافرمان بڑے بڑے لوگ تھے ہم نے ان سب کو غرق کر دیا۔

اور کبھی حرف "لولا" کے ساتھ جو اپنے ماقبل کو اپنے مابعد سے مربوط کرتا ہے یہ حکم ظاہر فرماتا ہے مثلاً

فلولا انه کان من المسبحین للبث فی بطنه الی یوم یبعثون (صافات)

تو اگر یونس خدا کی تسبیح و تقدیس کرنے والوں میں نہ ہوتے تو اس دن تک کہ لوگ اٹھائے کھڑے کیے جائیں گے مچھلی ہی کے پیٹ میں رہتے

اور کبھی حرف "لو" سے جو شرط و جزا پر دلالت کرتا ہے مثلاً

ولو انهم فعلوا ما یوعظون به لکان خیرا لهم (النساء)

اور جو کچھ ان کو سمجھایا جاتا اگر ان کی تعمیل کرتے تو ان کے حق میں بہتر ہوتا۔

حاصل کلام یہ کہ قرآن حکیم اول سے آخر تک خیر و شر اور احکام تکوین اور اوامر تشریعی کا ربط اسباب پر بصراحت فرماتا ہے بلکہ دنیا اور آخرت کے تمام احکام و اوامر اور مصالح و مفاسد کو اسباب و

اعمال ہی پر مرتب فرمایا ہے جو شخص اس مسئلہ پر پوری عقلمندی اور تفقہ سے کام لے گا اور اس پر کامل طور پر غور و تامل کرے گا اسے اس سے انتہا درجہ کا نفع پہنچے گا اور اس قدر نفع پہنچے گا کہ اس کا اندازہ لگانا دشوار ہے اور اپنی جہالت و بے علمی عجز و کاہلی، بے عملی، افراط و تفریط کی وجہ سے ساری طاقتیں ضائع کرنے اور قوت عمل برباد کرنے کے لئے صرف اس تقدیر پر کبھی نیکہ اور بھروسہ نہیں کرے گا کہ جس کے معنی یہ ہیں کہ عاجزی، کاہلی بے عملی کو توکل سمجھ لیا گیا ہے اور توکل اسی عاجزی، کاہلی، بے عملی کا نام رکھ لیا ہے بلکہ کامل ترین فقیہ "عقلمند" اور سمجھدار انسان وہی ہے جو تقدیر کو تقدیر سے توڑے اور تقدیر کی تقدیر سے مدافعت کرے۔ تقدیر کے مقابلہ میں تقدیر کو لا کھڑا کر دے بلکہ واقعہ اور حقیقت یہ ہے کہ انسان اس اصول پر عمل کئے بغیر اس دنیا میں زندہ ہی نہیں رہ سکتا، بھوک، پیاس، سردی، گرمی اور ہر قسم کے خوف سے نجات پانے اور بچنے کے اسباب تقدیر ہی کی جانب سے ہیں اور دنیا جہاں کی ساری مخلوق ان چیزوں کی مدافعت اسی طرح کر رہی ہے کہ تقدیر سے تقدیر کی مدافعت کی جاتی ہے اسی طرح وہ انسان جسے اللہ تعالیٰ کی جانب سے توفیق میسر آتی ہے۔ اور جسے اللہ تعالیٰ نے رشد و ہدایت عطا فرمائی ہے وہ ہمیشہ مقدر شدہ اخروی عقوبت و عذاب کی مدافعت مقدر شدہ توبہ و انابت سے اور ایمان و اعمال صالحہ کے ذریعہ کرتا ہے اور یہی وہ تقدیر ہے جس سے دنیا اور آخرت کے تمام خطرات اور تکالیف و مصائب کا مقابلہ اور مدافعت کی جاتی ہے، دونوں جہاں کا مالک، رب، پروردگار ایک ہی ہے۔ اس کی حکمت بھی ایک ہی طریقہ پر کام کرتی ہے۔ اس کی حکمتوں اور مصلحتوں میں باہم تضاد اور تناقض نہیں ہے۔ اس کی ایک حکمت و مصلحت دوسری حکمت و مصلحت سے کبھی ٹکراتی نہیں۔ ایک مصلحت دوسری مصلحت کو کبھی باطل اور لغو نہیں قرار دیتی۔ پس تقدیر کا یہ مسئلہ درحقیقت اس شخص کے حق میں جو اس کی قدر و عظمت کر سکتا ہے اور اس کے حقوق کی کما حقہ رعایت کر سکتا ہے۔ بڑا ہی اہم ہے اور بڑے سے بڑے مسائل سے بھی زیادہ شریف اور بزرگ ترین مسئلہ ہے۔ واللہ المستعان۔

لیکن یہاں اسکے لئے دو اہم امور بحث طلب باقی رہ گئے ہیں جن سے اس کی سعادت و فلاح وابستہ ہے۔

اول یہ کہ انسان خیر و شر کے اسباب اور اس کی تفصیلات سے پوری طرح آگاہ اور باخبر ہو جائے۔ پس انسان اس بارے میں اپنے مشاہدات کو جو دنیا میں اس کے سامنے آچکے ہیں اور اپنے اندر و باہر کے تجربات کو اور قدیم و حدیث، اگلی پچھلی قوموں کے حالات و واقعات کو جو اس نے

Marfat.com

تاریخ میں پڑھے اور سُنے ہیں۔ اپنا نصیر و مددگار بنائے اور اس بارے میں سب سے زیادہ مفید و نفع بخش قرآن حکیم ہے اگر پورے غور و تدبر سے قرآن حکیم کا مطالعہ کیا جائے تو قرآن حکیم ان تمام امور کا بجمیع وجوہ کفیل و ضامن ہے۔ اس کے اندر خیر و شر کے تمام اسباب پوری تفصیل اور پوری وضاحت کے ساتھ موجود ہیں۔

قرآن حکیم کے بعد سُنت نبوی کا درجہ ہے۔ سنت نبوی قرآن کی رفیقہ بہن ہے، کیونکہ یہ درجہ دوم کی وحی الٰہی ہے۔ جو شخص ان دو چیزوں کے اندر اپنی توجہ کرے گا تو یہ اس کے لئے کافی ہو جائیں گی اور دوسری تمام چوکھٹوں سے مستغنی اور بے پروا کر دیں گی۔ یہ دونوں چیزیں تمہاری راہنمائی، راہبری اس طرح کریں گی کہ خیر و شر اور ان کے اسباب اس طرح تمہارے سامنے آجائیں گے گویا تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو۔ اس کے بعد تم دنیا کی قوموں اور ملتوں کی تاریخ۔ اور اطاعت گزاروں اور نافرمانوں کے حالات و واقعات پر غور کرو گے تو تمہیں اچھی طرح واضح ہو جائے گا کہ قرآن حکیم اور سُنت نبوی نے جو کچھ بیان کیا ہے بالکل صحیح اور ٹھیک ٹھیک ہے۔ تاریخ و حالات کا ہر ہر واقعہ کتاب و سُنت کے عین مطابق ہے اور ان تمام تاریخی واقعات و حالات کو اللہ تعالےٰ کے ان وعدوں اور وعیدوں کی تفصیل پاؤ گے جن کی اللہ تعالےٰ نے خبر دی ہے۔ اور آفاق و عالم میں اللہ تعالےٰ کی جس قدر نشانیاں ہیں وہ بھی تمہاری راہ نمائی اور راہ بری کریں گی کہ قرآن حکیم بالکل برحق ہے اور آنحضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم برحق پیغمبر ہیں اور اللہ تعالےٰ اپنے وعدے ضرور پورے فرمائیں گے۔ پس تاریخ ان جزئیات و واقعات کی تفصیل ہے جن کو اللہ تعالےٰ اور اس کے رسولؐ نے اسباب خیر و شر کے ضمن میں پیش فرمائے ہیں اور یہ ان اسباب خیر و شر کے کلیات و اصول کی تفصیل ہے جس کی اللہ تعالےٰ اور اس کے رسولؐ نے وضاحت فرمائی اور اس کی تفصیل کی ہے

فصل

(زبانی توبہ استغفار کے بھروسہ پر گناہوں کا ارتکاب قطعاً درست نہیں۔ خدا کا رسول اسی بات سے راضی ہوتا ہے جس سے خدا راضی ہے۔ حسن ظن، کفارۂ ذنوب خوف و رجاء کی حقیقت)

امر دوم یہ ہے کہ اسباب کے بارے میں بندہ اپنے نفس کے مغالطہ اور دھوکہ سے بہت ہوشیار رہے۔ اور اس سے بچنے کی پوری پوری کوشش کرے کہ یہ ایک اہم معاملہ اور نازک ترین امر ہے۔ کیونکہ ہر بندہ اس امر کو اچھی طرح سمجھتا ہے کہ معصیت و نافرمانی غفلت اور خدا فراموشی اس کے حق میں ایک خطرناک امر ہے اس کی ہلاکت و تباہی کا موجب اور سبب ہے جس سے اس کی دنیا اور آخرت دونوں تباہ ہو جاتے ہیں لیکن پھر بھی بندے کا نفس اسے دھوکہ اور فریب دیتا رہتا ہے اور یہ دھوکہ اور فریب کبھی خدا کے عفو و درگزر اور مغفرت و بخشش کی امید پہ ہوتا ہے اور کبھی زبانی توبہ و استغفار کے بھروسہ پہ اور کبھی ادنیٰ درجے کے مستحبات کے بھروسہ پہ اور کبھی علم و منزلت کے زعم پہ، کبھی تقدیر کی آڑ لے کر، کبھی اپنے جیسے لوگوں کے اعمال و کردار کو دلیل کی راہ بنا کر، کبھی ان لوگوں کی اقتداء کی بنا پر جو ریاست و امارت، جاہ و منزلت کے فتنہ میں پڑ کر دنیا کے عوض اپنا دین برباد کر چکے ہیں اور بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ابھی تو جو چاہے کر لو پھر استغفر اللہ۔ استغفر اللہ کہہ کر معاف کرا لیں گے۔

ایک فقیہہ جسے فقر سے خاص نسبت ہے ایک روز مجھ سے کہنے لگے میں تو سارے کام کر گزرتا ہوں اس کے بعد سو مرتبہ سبحان اللہ وبحمدہ پڑھ لیا کرتا ہوں سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اور استدلال میں یہ حدیث بیان کر دی

من قال فی یوم سبحان اللہ و بحمدہ	جو آدمی ایک دن میں سو مرتبہ سبحان اللہ
مائۃ مرۃ حطت خطایاہ و لو کانت	وبحمدہ پڑھ لیا کرے گا اسکے سارے گناہ معاف ہو جائینگے
مثل زبد البحر۔	اگرچہ وہ دریا کی جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔

ایک مکہ کا باشندہ مجھ سے کہنے لگا ہم سے کوئی گناہ ہو جاتا ہے تو غسل کر کے خانہ کعبہ کا طواف کر لیتے ہیں اس سے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

ایک اور صاحب کہنے لگے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ صحیح حدیث ہے۔

اذنب عبدی ذنبا فقال ای رب	بندہ گناہ کرتا ہے۔ اسکے بعد وہ کہتا ہے، اے
اصبت فاغفرلی فغفر اللہ ذنبہ ثم	پروردگار مجھ سے گناہ ہو گیا معاف فرما۔ خدا اس کا
مکث ماشاء اللہ، ثم اذنب ذنبا	گناہ معاف کر دیتا ہے پھر کچھ عرصہ رک کر پھر گناہ
آخر۔ فقال ای رب اصبت ذنبا	کرتا ہے، پھر بارگاہ الٰہی میں رجوع کرتا ہے اور
فاغفرلی فقال اللہ عز وجل قد علم	کہتا ہے اے پروردگار مجھ سے خطا ہو گئی تو

Marfat.com

عبدی ان لہ ربا یغفر الذنب و یاخذ ، قد غفرت لعبدی فلیصنع ما شاء

معاف فرما، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے میرا یہ بندہ جانتا ہے کہ اسکا کوئی رب ہے جو گناہ کو معاف بھی کر سکتا ہے اور گرفت بھی کر سکتا ہے اس بندے کا گناہ میں نے معاف کر دیا اب اسکا جو جی چاہے کرے۔

یہ حدیث بیان کرنے کے بعد وہ کہنے لگا مجھے اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ میرا پروردگار ہے جو گناہوں کی مغفرت کر سکتا ہے اور گرفت بھی کر سکتا ہے اس قسم کے لوگ بسا اوقات اسی قسم کی امید و رجاء کی نصوص سے چمٹے رہتے ہیں ، انہی پر تکیہ کر لیتے ہیں اور دونوں ہاتھوں سے اس قسم کی نصوص کو تھام لیتے ہیں اگر اس قسم کے لوگوں پر گناہوں اور گناہوں کے انہماک پر ملامت و سرزنش کی جاتی ہے تو وہ اللہ تعالےٰ کی وسعت رحمت ، وسعت عفو و مغفرت اور امید و رجاء کی ساری نصوص اور اس بارے میں انکے پاس جس قدر بھی اندوختہ ہوتا ہے پیش کرنا شروع کر دیتے ہیں اور پھر جاہل، بے علم لوگ تو کچھ عجیب و غریب ہی باتیں کہا کرتے ہیں چنانچہ کسی نے کہا ہے ؎

وکثرما استطعت من الخطایا اذا کان القدوم علےٰ کریم

جب تمہیں کریم و بخشش کرنے والے کی بارگاہ میں حاضری دینی ہے تو پھر جسقدر بھی ہو سکے گناہ کر لو۔

اور مثلاً بعض کہتے ہیں گناہوں سے اجتناب کرنا اللہ تعالےٰ کی وسعت رحمت اور وسعت عفو و کرم، اور وسعت مغفرت و بخشش سے بے خبری ہے۔

اور کوئی کہتا ہے گناہوں سے باز رہنا اللہ تعالےٰ کی مغفرت و بخشش کی خلاف ورزی اور اسکی شان کریمی کی توہین ہے۔

اور محمد بن حزم کہتے ہیں میں نے کچھ لوگوں کو دعا میں یہ کہتے سنا ہے۔ اے اللہ میں عصمت و بے گناہی سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور پھر تمہیں بہت سے لوگ ملیں گے جو مسئلہ جبر و قدر سے اپنا تعلق و رشتہ جوڑ بیٹھے ہیں اور صاف صاف کہتے ہیں بندہ اپنے افعال و اعمال میں بالکل بے اختیار اور معاصی و گناہ کے ارتکاب میں مجبور محض ہے۔ اور انہی لوگوں میں سے بعض مسئلہ ارجاء کے فریب میں مبتلا ہیں کہتے ہیں ایمان صرف تصدیق قلب کا نام ہے ، اعمال کو ایمان سے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں فاسق سے فاسق ترین آدمی کا ایمان اور جبریل و میکائیل کا ایمان برابر ہے، انہی میں بہت سے لوگ ہیں جو فقراء مشائخ اور صالح ، نیک بخت بندوں کی محبت، ان کی قبروں کی زیارت ، انکے سامنے تضرع و زاری کرنے ان

Marfat.com

کی شفاعت وسفارش حاصل کرنے اور بارگاہِ الٰہی میں ان کا وسیلہ لینے اور ان کے حقوق وحرمت کا واسطہ دے کر مانگنے کے چکر میں پڑے ہوئے ہیں، کچھ لوگ اپنے آباؤ واجداد، اسلاف وبزرگوں کی عظمت وتقدیس کے فریب میں مبتلا ہیں کہ ان کے اسلاف بارگاہِ الٰہی میں بلند وبالا مقام اور عظیم الشان درجہ رکھتے تھے۔ یہ انہیں ہر مصیبت وبلا سے نجات دلا دیں گے۔ کبھی انہیں عذاب میں مبتلا نہ ہونے دیں گے جس طرح کہ سلاطین کی بارگاہ میں ہوا کرتا ہے، سلاطین وملوک اپنے خواص ومقربین کی اولاد وقرابتداروں کے جرائم گناہ اور لغزشیں معاف کر دیا کرتے ہیں، خواص ومقربین کے عزیزوں اور قرابتداروں میں سے جب کوئی کسی خطرناک جرم کا مرتکب ہوتا ہے تو اس کا باپ یا دادا اپنی جاہ ومنزلت اور تقرب ومرتبت کے زور سے اسے چھڑا لیتا ہے۔

بعض فریب خوردہ اس چکر میں پڑے ہوئے ہیں کہ بندہ کے عذاب سے اللہ تعالیٰ بالکل مستغنی ہے، بندہ کو عذاب دینے سے اس کے ملک اور خدائی میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا اور بندے پر رحم وکرم کرنے سے اس کے ملک اور خدائی میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔ اور پھر کہتا ہے اس کی رحمت کا میں محتاج ہوں۔ اور وہ بہت بڑا غنی ہے۔ اگر کوئی فقیر ومسکین بھوکا ومحتاج کسی ایسے آدمی کے در پر پہنچتا ہے جس کے در پر پانی کی نہر بہ رہی ہو اور اپنی پیاس بجھانا چاہتا ہے تو وہ ہرگز اسے منع نہیں کرے گا، پس اللہ تعالیٰ تو سب سے بڑا کریم اور سب سے زیادہ وسیع الرحمۃ ہے، مغفرت وبخشش سے اس کے ملک وخدائی میں کوئی کمی نہیں ہوتی اور عذاب دینے سے اس کے ملک میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔ پھر وہ اپنے بندوں کی مغفرت کیونکر نہیں کرے گا؟

بعض ناقص العقل، فاسد الفہم تو اپنی غلط فہمی کی بنا پر قرآن وسنت کی بعض نصوص پر تکیہ لگائے بیٹھے ہیں۔ مثلاً کچھ لوگ اس ریت پر تکیہ کر کے ارتکاب جرائم پر جری ونڈر ہو بیٹھے ہیں۔

ولسوف یعطیك ربك فترضی (اور اے پیغمبر! تمہارا پروردگار آگے چل کر تم کو اتنا دے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔)

یہ آیت پیش کرنے کے بعد کہتے ہیں آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اس بات سے راضی نہ ہوں گے کہ آپ کی امت میں سے ایک آدمی بھی جہنم میں جائے۔ ان لوگوں کا یہ کہنا اور ایسا سمجھنا بدترین قسم کی جہالت اور ایک سراسر کذب وبہتان ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو اسی بات سے راضی ہوں گے جس سے اللہ عزوجل راضی اور خوش ہوگا اور جسے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اس میں ہے کہ وہ ظالموں، فاسقوں، خائنوں، بدکرداروں اور کبیرہ گناہوں پر اصرار کرنے والوں کو

Marfat.com

عذاب میں مبتلا کرے تو پھر حاشا للہ۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ اس کا رسول اس بات سے راضی اور خوش ہو جس سے رب تبارک و تعالےٰ راضی نہیں ہے۔

کچھ لوگ اس آیت پر تکیہ کر بیٹھتے ہیں

ان اللہ یغفر الذنوب جمیعًا (زمر) کیونکہ اللہ تمام گناہوں کو معاف فرماتا ہے۔

لیکن یہ ایک بدترین قسم کی جہالت ہے کیونکہ آیت کے اندر شرک بھی داخل ہے "جمیعًا" کے اندر شرک بھی آجاتا ہے جو تمام گناہوں کا سرچشمہ اور اصل جڑ ہے اور بلا خلاف یہ مسلم امر ہے کہ یہ آیت توبہ کرنے والوں کے حق میں وارد ہوئی ہے کہ اللہ تعالےٰ توبہ کرنیوالوں کے تمام گناہ معاف کر دے گا، اگر یہ آیت توبہ نہ کرنے والوں کے حق میں وارد ہوتی ہے تو پھر وعید و عذاب کی ساری نصوص اور اہل توحید کو شفاعت کے ذریعہ جہنم سے نجات ملنے کی تمام احادیث و روایات باطل اور بے کار ہو جاتی ہیں۔ پس یہ بالکل واضح ہے کہ جو آدمی ایسا کہتا ہے محض اپنے علم و فہم کی کوتاہی کی وجہ سے کہتا ہے۔ حق سبحانہ و تعالےٰ نے اس جگہ آیت کے اندر عموم و اطلاق اختیار فرمایا ہے جس میں شرک اور تمام گناہ شامل ہیں اور اس کا مقصد یہی ہے کہ یہ آیت توبہ کرنے والوں کے حق میں وارد ہے توبہ کرنے سے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے اور وہ شرک ہو یا دوسرے گناہ۔ اور سورہ النساء کے اندر اللہ تعالےٰ تخصیص و تقیید کے ساتھ بیان فرماتا ہے۔

ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذالک لمن یشاء (نساء)

اللہ اس جرم کو معاف کرنیوالا نہیں کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک گردانا جائے اور اس کے سوا سارے گناہ جن کے لئے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے

اس آیت میں خدا نے یہ خبر دی کہ وہ شرک کو معاف نہیں کرے گا نیز یہ بھی خبر دی ہے کہ شرک کے علاوہ دوسرے گناہ وہ چاہے گا تو بخش دے گا اگر یہ آیت، توبہ کرنیوالوں کے حق میں وارد ہوئی ہوتی تو اللہ تعالےٰ شرک اور دوسرے گناہوں میں فرق نہ فرماتا

اور مثلاً بعض فریب خوردہ جاہل اس آیت سے دھوکہ کھا بیٹھے ہیں۔

یاایھا الانسان ما غرک بربک الکریم

اے آدم زاد تجھ کو کس چیز نے اپنے پروردگار کریم کی جناب میں گستاخ کر دیا؟

اور پھر یہی جاہل آیت کا جواب بھی دیتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے کرم اور اس کی مغفرت و بخشش نے ہم کو فریب خوردہ کر دیا ہے اور پھر اس سے بھی زیادہ جرأت کر بیٹھتے ہیں اور کہتے ہیں ہم فریب خوردگان

Marfat.com

دہر کے لیے خود اللہ تعالےٰ نے یہ حجۃ و دلیل پیش کردی ہے ان کا یہ سمجھنا بدترین قسم کی جہالت و بے وقوفی ہے اللہ تعالےٰ کبھی فریب و دھوکہ کی تلقین نہیں فرماتا بلکہ بندہ کا غرور بندے کو دھوکہ دیتا ہے، شیطان اور اس کا نفس امارہ اسے دھوکہ دیتا ہے اور عصیان و نافرمانی پر آمادہ کرتا ہے اس کی جہالت، نفس پرستی اور خواہشات اسے دھوکہ دیتی ہیں، اللہ تعالےٰ نے آیت میں لفظ "کریم" ارشاد فرمایا ہے اور "کریم" کے معنی ہیں سید عظیم، بہت بڑا سردار کہ جس کی اطاعت و فرمانبرداری لازم و ضروری ہو جس کے ساتھ کسی حال میں فریب و دھوکہ درست نہیں جس کا کوئی حق قابل واگزار نہیں۔ یہ غلط کیش، غلط رو، مغرور و فریب خوردہ آدمی آیت کو بالکل غلط بے محل، خلاف مقصد معنی میں استعمال کر رہا ہے اور اللہ کریم کے ساتھ دھوکہ کر رہا ہے حالانکہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ فریب و دھوکہ کسی حال میں بھی جائز نہیں۔

اور مثلاً کچھ لوگ اس آیت

لا یصلاھا الا اشقی الذی کذب وتولیٰ (واللیل) کہ اس میں وہی بدبخت داخل ہوگا۔ جو دنیا میں دین حق کو جھٹلاتا اور روگردانی کرتا ہے

سے دھوکہ کھا رہے ہیں نیز اس آیت سے دھوکہ کھا رہے ہیں جو جہنم کے متعلق وارد ہے کہ

اعدت للکافرین (بقرہ) جہنم کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے

یہ مغرور و فریب خوردہ آدمی اتنا بھی نہیں سمجھتا کہ آیت کے اندر شعلوں والی آگ کا ذکر ہے اور یہ جہنم کے بہت سے طبقوں میں سے ایک مخصوص طبقہ ہے اور آیت کے اندر نفی وارد ہے وہ اسی طبقہ میں داخل ہونے کی نفی ہے کہ بدبخت ہی اس طبقہ جہنم میں داخل ہوگا، دوسرا نہیں، اگر اس سے مطلق جہنم مراد ہوتی تو "لا یصلاھا" (اس تک نہیں پہنچیا) نہ فرماتا بلکہ "لا یدخلھا" فرماتا۔ آیت "صلیٰ" (پہنچنے) کی نفی کی گئی ہے۔ نہ "دخول" کی اور "صلی" دخول سے اخص ہے۔ اور اخص کی نفی سے عام کی نفی لازم نہیں آتی۔ علاوہ ازیں اگر یہ فریب خوردہ آدمی اس آیت کے مابعد کی آیت پر غور کرتا تو اسے معلوم ہو جاتا کہ اگر جہنم میں داخل نہ ہوگا تو یہ بھی تو نہ ہوگا کہ وہ اس سے بالکل بچ جائیگا اور کسی اور طریقہ پر اسے دوزخ کا عذاب نہ ہوگا۔

اب رہی آیت "اعدت للکافرین" (دوزخ کافروں کیلئے تیار کی گئی ہے) تو سمجھ لینا چاہیئے کہ جنت کے متعلق بھی یہ وارد ہے "اعدت للمتقین" (جنت متقی پرہیزگاروں کے لئے بنائی گئی ہے) پس کفار کے لئے جہنم تیار کرنا۔ اس کے منافی نہیں ہے کہ اس میں فاسق و فاجر، ظالم و بدکار

Marfat.com

لوگ بھی داخل کئے جائیں۔ جس طرح کہ جنت متقی پرہیزگاروں کے لئے بنائی گئی لیکن یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ اس میں ایسے لوگ بھی داخل ہوں گے جن کے دلوں میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا۔ اور انہوں نے قطعاً کوئی نیک عمل نہیں ہوگا۔

کچھ لوگ عاشورہ اور عرفہ کے دن روزہ رکھ کر غرہ میں گمراہ ہو رہے ہیں حتیٰ کہ بعض تو یہاں تک کہنے لگتے ہیں کہ عاشورہ کا روزہ سال بھر کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے اور عرفہ کے دن کے روزے کا اجر و ثواب بطور ذخیرہ جمع رہتا ہے۔ مگر افسوس یہ فریب خوردگان تمنا یہ نہیں سمجھ سکتے کہ رمضان المبارک کے روزے اور پنجگانہ نماز عاشورہ اور یوم عرفہ کے روزوں سے کہیں زیادہ عظیم المرتبہ اور عظیم القدر ہیں لیکن یہ بھی ایک رمضان سے دوسرے رمضان اور ایک نماز سے دوسری نماز کے درمیان کے گناہوں کا کفارہ اسی وقت ہے جبکہ بندہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرے رمضان المبارک کے روزے اور جمعہ کی نماز بھی صغیرہ گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے اور یہ بھی اس وقت جبکہ کبائر سے اجتناب کیا جائے۔ رمضان المبارک اور نماز جمعہ کی عظمت و تقدیس اور کبائر سے اجتناب، یہ دو قوتیں مل کر صغیرہ گناہوں کے کفارہ کی قوت پیدا کر لیتی ہیں۔ پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ یہ نفل روزے ان کبائر کا کفارہ ثابت ہوں جن کا ارتکاب ہو رہا ہے۔ جن پر اصرار کیا جا رہا ہے اور جن سے توبہ نہیں کی گئی۔ یقیناً یہ امر محال و ناممکن ہے

علاوہ ازیں یہ بھی کچھ بعید نہیں کہ عاشورہ اور عرفہ کے روزے ہر قسم کے گناہوں کا کفارہ ہوں اور حدیث کے الفاظ عمومی کو اس کے عموم ہی پر رکھا جائے لیکن یہ وعدہ ان نصوص میں سے ہو جن کے پورا ہونے کے لئے کچھ شرائط اور موانع ہوتی ہیں اور کبائر پر اصرار کفارۂ گناہ کے موانعات میں سے ہے۔ جب بندہ کبائر پر اصرار نہ کرے تو روزہ کی قوت اور اصرار نہ کرنے کی قوت دونوں کی باہمی مساعدت گناہوں کے کفارہ میں معین و مددگار بن جاتی ہیں جس طرح کہ رمضان کے روزے اور پنجوقتہ نماز اور کبائر سے اجتناب یہ دونوں باہم مل کر گناہوں کے کفارہ کے لئے معاون و مددگار بنجاتے ہیں اور پھر حق سبحانہ و تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی ہے

ان تجتنبوا کبائر ما تنھون عنہ نکفر عنکم سیاٰتکم (نساء)	جن کبائر سے تمہیں منع کیا گیا ہے اگر تم اس سے اجتناب کرتے رہے تو ہم تمہارے گناہوں کا کفارہ کر دیں گے۔

پس یہ بات صاف واضح ہے کہ کسی ایک چیز کو گناہ کے کفارہ کا سبب گردانا اس امر کے

مانع نہیں کہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا سبب بھی ہو، اور یہ دونوں مل کر گناہوں کے کفارہ کا موجب ہوں اور کفارۂ گناہ کے ایک سبب کے مقابلہ میں دو سببوں کی قوت زیادہ موثر اور مکمل ہوتی ہے اور جس قدر بھی اسباب کی کثرت و فراوانی ہوگی قوت کفارہ قوی تر مستحکم تر اور اکمل و اتم اور ہمہ گیر ہوگی۔

اور مثلاً بعض لوگ اس حدیث قدسی پر تکیہ کر لیتے ہیں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پروردگار عالم سے نقل فرمائی ہے کہ

انا عند حسن ظنی عبدی بی فلیظن ما شاء

میں اپنے بندے کے حسن ظن کے ساتھ ہوں جیسا وہ چاہے مجھ سے گمان رکھے۔

یعنی میرے ساتھ اس کا جیسا گمان ہوگا ویسا ہی میں اس کے ساتھ پیش آؤں گا اور یہ امر یقینی ہے کسی شبہ کی اس میں گنجائش نہیں کہ حسن ظن اسی صورت میں پیدا ہوتا ہے جبکہ بندہ احسان اور نیکی کا پابند ہو، محسن، نیک عمل، نیک کردار کا بندہ ہی یہ حسن ظن رکھ سکتا ہے کہ اس کا پروردگار اس کی نیکی و نیک کرداری کی وجہ سے اس کے ساتھ احسان کرے گا اور اپنے وعدے کو پورا فرمائے گا وعدہ خلافی نہیں کرے گا، اس کی توبہ قبول فرمائے گا، وہ انسان جو مجرم، گنہگار ہے اور جو کبائر کا ارتکاب کرتا ہے ظلم و جور کا خوگر ہے۔ پروردگار عالم کے احکام و اوامر کی خلاف ورزی کرتا ہے اور اس پر اصرار کرتا رہتا ہے۔ ایسے انسان کے اندر تو اس کے معاصی اور جرائم، اس کا ظلم و جور ایسی خطرناک وحشت پیدا کر دیتے ہیں جو پروردگار عالم کے ساتھ حسن ظن پیدا ہونے میں سخت رکاوٹ بن جاتی ہے۔ اور یہ ایک روزمرہ کے مشاہدہ کی چیز ہے کہ ایک بھاگا ہوا غلام جو اپنے سید و آقا کا مجرم ہے اور اپنے آقا کی اطاعت و فرمانبرداری سے نکل چکا ہے اپنے سید و آقا کے ساتھ کبھی حسن ظن نہیں رکھ سکتا گناہوں کی وحشت اور حسن ظن کبھی ایک جا جمع نہیں ہو سکتے۔ گنہگار، مجرم اسی قدر متوحش ہوگا جس قدر اس کے جرائم اور گناہ ہوں گے پروردگار عالم کے ساتھ وہی آدمی حسن ظن اور زیادہ سے زیادہ نیک گمان رکھ سکتا ہے جو اس کا زیادہ سے زیادہ مطیع و فرمانبردار ہو۔ جیسا کہ حضرت حسن بصریؒ کا قول ہے

ان المومن احسن الظن بربہ فاحسن العمل، وان الفاجر اساء

مومن اپنے پروردگار کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہے اسی لئے وہ اچھا عمل کرتا ہے اور فاسق و فاجر

Marfat.com

الظن بربه فاساء العمل — آدمی اپنے پروردگار کے ساتھ برا گمان رکھتا ہے اسی لئے وہ بدعملی کا ارتکاب کرتا ہے۔

پس وہ شخص جو خدا سے بھاگا بھاگا پھرتا ہے خدا کی خفگی کے مواقع میں دوڑا دوڑا پھرتا ہے اور اس کے غضب کے مواقع پر ڈیرے ڈالے رہتا ہے، ذلت و رسوائی کے میدانوں میں مارا مارا پھرتا ہے، حقوق الٰہی کی توہین و ناقدری کرتا ہے اس کے فرامین کو ٹھکراتا ہے۔ اس کی محرمات و نواہی کو معمولی چیز سمجھ کر اس کا ارتکاب کرتا ہے اور اس پر اصرار کرتا ہے کس طرح اپنے پروردگار کی جناب میں حسن ظن رکھ سکتا ہے؟ وہ شخص جو پروردگار عالم کے مقابلہ میں اعلان جنگ کر رہا ہے، اولیاء الٰہی اور خدا کے دوستوں سے دشمنی کر رہا ہے اس کے دشمنوں سے دوستی کی گرہ باندھتا ہے، اللہ تعالیٰ کی ان صفات کمالیہ کا انکار کر رہا ہے جو خود اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے بیان کی ہیں۔ اور اس کے رسول نے پیش کی ہیں۔ اور اس طرح اس نے ذات خداوندی کے ساتھ سوء ظنی پیدا کر رکھی ہے اور اپنی جہالت کی وجہ سے ان صفات کمالیہ کے متعلق یہ خیال باندھ رکھا ہے کہ ان کے ظاہری معنی ضلالت اور کفر ہے۔ بتلاؤ ایسا شخص پروردگار عالم کے ساتھ حسن ظن کیونکر اور کس طرح رکھ سکتا ہے؟ بھلا وہ شخص کیونکر اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھ سکتا ہے جو یہ سمجھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کلام نہیں کرتا، نہ کسی چیز کا حکم دیتا ہے۔ نہ کسی بات کی ممانعت کرتا ہے۔ نہ وہ کسی بات سے راضی ہوتا ہے۔ نہ کسی بات سے خفا ہوتا ہے اور حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے حق میں جو یہ خیال کرتے ہیں کہ مخفی باتوں کو وہ نہیں سنتا، فرماتا ہے

وذالکم ظنکم الذی ظننتم بربکم ارداکم فاصبحتم من الخاسرین — اور یہ بدگمانی جو تم نے اپنے پروردگار کے حق میں کی ہے تمہاری ہی بدگمانی نے تو تم کو تباہ کیا ہے۔

جب یہ لوگ یہ خیال کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے بہت سے اعمال و افعال سے بے خبر ہے تو یہ پروردگار عالم کے ساتھ سوء ظن نہیں ہے تو کیا ہے؟ یقیناً یہ ایک بدترین قسم کی بدگمانی ہے اور اس شخص کا یہی حال ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفات کمالیہ اور اوصاف جلال کا انکار کر رہا ہے اور ایسی صفات سے ذات الٰہی کو متصف گردانتا ہے جو اس کی شان کے شایان نہیں ہے اس قسم کے لوگ جب یہ خیال کرنے لگیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت عطا کرے گا تو یہ سراسر غرور و دھوکہ نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ یقیناً یہ لوگ اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں اور یہ یقیناً شیطان کی جانب سے ایک زبردست دھوکہ اور فریب ہے۔ اس کو پروردگار عالم کے ساتھ حسن ظن نہیں کہا جا سکتا۔

Marfat.com

اس مسئلہ پر پوری طرح غور کرو۔ اور یہ بھی سوچو کہ لوگوں کو اس مسئلہ کے سمجھنے کی کیسی شدید ضرورت ہے، کسی بندے کے دل میں یہ دونوں باتیں یکجا کیسے ہو سکتی ہیں، آدمی کو اس کا یقین ہو کہ ایک دن اللہ تعالیٰ کے حضور میں اسکو حاضری دینی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی ساری باتیں سنتا ہے اور یہ اسکی حضور میں کھڑا ہے۔ اس کے ہر ہر عمل کی وہ باز پرس کرے گا۔ اور وہ ہے کہ غضب الٰہی کے مواقع پر ڈیرے ڈالے ہوتے ہے اس کے احکام و اوامر کو ٹھکرا رہا ہے اس کے حقوق کو روندرہا ہے اور پھر یہ تمام باتیں ہوتے ہوئے بھی یہ شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہے (کہ وہ اس کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا اور بہترین صلہ دے گا) کیا یہ نفس کا دھوکہ اور غلط آرزوؤں کا فریب نہیں ہے؟ حضرت ابو امامہ سہل بن حنیف فرماتے ہیں میں اور حضرت عروہ بن زبیر، حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت عائشہ رضؓ فرمانے لگیں ایک بار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بیماری میں میرے پاس چھ سات دینار تھے، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں دے ڈالو۔ میں آنحضرتؐ کی تکلیف اور آپ کی تیمار داری کی وجہ سے ایسا نہ کر سکی تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو صحت عطا فرمائی، صحت و عافیت کے بعد آپؐ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ کیا تم نے وہ دینار خدا کی راہ میں دے ڈالے تھے میں نے کہا نہیں۔ آپ کی بیماری اور تیمار داری کی وجہ سے میں ایسا نہیں کر سکی آپ کچھ ناراض سے ہوئے اور فرمایا۔

ماظن نبی اللہ لو لقی اللہ وھذہ عندہ؟	اللہ تعالیٰ کے ایک نبی کا گمان کیسا ہوتا اگر وہ اس حالت میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرتا؟

ایک دوسری روایت میں نبی اللہ کی جگہ محمدؐ کا لفظ ہے۔ ذرا سوچو تو! پھر یہ اصحاب کبائر، ارباب ظلم و جور اللہ تعالیٰ کے حضور میں کیسے حسن ظن رکھ سکتے ہیں؟ جبکہ مظالم عباد کا بار گراں ان کے کندھوں پر لدا ہوا ہے؟ اور خدا کے بندوں پر ظلم و جور کے پہاڑ توڑ رکھے ہیں؟ اگر ان کا یہ صرف زبانی دعوے کہ اے پروردگار ہم تجھ سے حسن ظن رکھتے ہیں" انہیں نفع پہنچا سکتا ہے تو پھر نہ کسی ظالم کو سزا ہو سکتی ہے نہ کسی فاسق و فاجر کو اس کے اعمال بد کا بدلہ مل سکتا ہے۔ بندوں کو چاہیئے کہ جو جی چاہے کرتے رہیں اور منہیات و محرمات کا بے خوف و خطر ارتکاب کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ یہ حسن ظن لگائے رہیں کہ جہنم کی آگ انہیں چھونے کی تک نہیں۔ سبحان اللہ، یہ فریب و دھوکہ بندوں کو کہاں سے کہاں پہنچا دے گا؟

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام تو اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے یہ فرماتے ہیں۔

Marfat.com

أإفكا آلهة دون الله تريدون؟ فما ظنكم برب العالمين؟

کیا جھوٹ موٹ، خدا کے سوا دوسرے معبودوں کے پیچھے پڑے ہو؟ تو تم نے رب العالمین کو کیا سمجھ رکھا ہے؟

(صافات)

یعنی تمہارا ظن اور گمان اللہ تعالےٰ کے ساتھ کیسا ہوگا؟ جبکہ تم آخرت میں اس کی بارگاہ میں حاضر ہوگے اور تمہارا حال یہ رہا کہ تم اللہ تعالےٰ کے سوا دوسروں کی عبادت و پرستش کرتے رہے پس جو شخص اس مقام کو سمجھے گا اور اس پر پوری طرح غور و تامل کرے گا اس پر پوری طرح واضح ہو جائے گا کہ "حسن ظن باللہ" حسن عمل ہی کا دوسرا نام ہے کیونکہ بندے کو "حسن ظن" پیدا کرنے پر اس کا یہ عقیدہ ہی آمادہ کرتا ہے کہ اللہ تعالےٰ اس کے اعمال و افعال کا بدلہ دے گا، نیک اعمال کا اجر و ثواب عطا فرمائے گا، اس کے اعمالِ صالحہ قبول فرمائے گا۔ اس کا یہ حسنِ ظن ہی اس کو عمل صالح پر آمادہ کرتا ہے۔ جب یہ حسن ظن اسے حاصل ہوگا تو اسے حسنِ عمل کی برکتیں بھی حاصل ہوں گی۔ اگر ایسا نہیں ہے اور صرف نفس و خواہشات کی پیروی کی جاتی ہے اور حسن ظن رکھا جاتا ہے تو یہ بالکل واضح ہے کہ یہ سراسر حماقت اور ایمان کی کمزوری ہے، جیسا کہ ترمذی میں حضرت شداد بن اوس سے مروی ہے۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا

الكيس من دان نفسه وعمل لما بعد الموت، والعاجز من اتبع نفسه هواها وتمنى على الله

عقلمند وہ ہے جو اپنے کو حقیر سمجھے اور مرنے کے بعد کے لئے عمل کرے وہ عاجز (اور بے وقوف) ہے جو اپنی خواہشات کے پیچھے مارا مارا پھرے اور اللہ تعالےٰ سے بڑی بڑی تمنائیں رکھے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ حسن ظن تب ہی پیدا ہو سکتا ہے جبکہ نجات کے اسباب پائے جائیں اور ہلاکت و بربادی کے اسباب پیدا کئے جائیں تو حسنِ ظن پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔

اگر یہ کہا جائے کہ نہیں حسن ظن تو ہر حال میں رکھا جا سکتا ہے، حسن ظن رکھنے کی قوی ترین وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی مغفرت، اس کی رحمت، اس کا عفو و کرم، اس کا جود و سخا بہت وسیع ہے۔ اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے۔ بندوں کو عذاب دینے میں اس کا کوئی نفع نہیں۔ اگر اس کو بخش دے تو اس کی خدائی میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ بات تو یہی ہے اور ذات الٰہی تو اس سے بھی زیادہ ارفع و بلند ہے۔ اس کی جلالت شان بہت بلند و بالا ہے، وہ اکرم الاکرمین، ارحم الراحمین ہے، جود و سخا کے تمام

خزانے اس کے ہاتھ میں ہیں۔ وہی مالک الملک اور قادر مطلق ہے۔ لیکن خدائے قدوس ان تمام چیزوں کو اپنے اپنے محل و مقام ہی میں صرف کرتا ہے اور ان ہی مقامات پر صرف فرماتا ہے جہاں ان کا صرف مناسب ہے۔ کیونکہ حق سبحانہ و تعالےٰ حکمت والا ہے، عزت و غلبہ، انتقام و بدلہ، قوی البطش، مضبوط گرفت اور مستحق عذاب کو عذاب دینے کی صفات سے بھی تو موصوف و متصف ہے۔ اگر اللہ تعالےٰ کی ذات اور اس کے اسماء و صفات صرف حسن ظن ہی کا مرجع ہو سکتی ہیں تو نیک و بد، فاسق، فاجر، مومن، کافر، دوست و دشمن سبھی اس میں شریک ہو سکتے ہیں۔ پس یقینی امر یہ ہے کہ مجرم کے لئے اسماء الٰہی اور صفات خداوندی سود مند نہیں ہو سکتیں کیونکہ وہ اللہ تعالےٰ کی خفگی اور اس کے غضب کا بار اپنے کندھوں پر لادے ہوئے ہے، اللہ تعالےٰ کی ناراضگی کے کاموں میں اپنا وقت برباد کر چکا ہے، محرمات و منہیات کا ارتکاب کرتا رہا ہے اور اس کی محترم چیزوں کی حقارت و توہین کرتا رہا ہے بلکہ حسن ظن اس شخص کے لئے سود مند ہوگا جس نے توبہ و انابت، ندامت و پشیمانی کے آنسو بہائے اور گناہوں کی جڑیں اپنے اندر سے اکھاڑ پھینکیں، اور گناہوں کو نیکیوں سے دھویا اور اپنی بقیہ عمر خیر و طاعت اور نیک اعمال میں صرف کی، اور پھر حسن ظن قائم رکھا، حسن ظن کی صحیح ترین صورت اور واقعی حقیقت یہی ہے پہلی صورت سراسر دھوکہ اور فریب ہے واللہ المستعان

یہ فصل اگرچہ کچھ طویل ہو گئی، لیکن تم اسے طویل نہ سمجھنا، ہر شخص کو اس کی ضرورت بلکہ شدید ضرورت ہے۔ اسکو پڑھنے کے بعد تم حسنِ ظن باللہ اور فریب حسنِ ظن میں بآسانی فرق و امتیاز کر سکتے ہو جیسا کہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

ان الذین اٰمنوا والذین ھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ۔ اولٰئک یرجون رحمۃ اللہ

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اللہ کی راہ میں ہجرتیں کیں، اور جہاد بھی کئے۔ یہی ہیں جو خدا کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے

(بقرہ)

اللہ تعالےٰ ان صفات کے لوگوں کو امید و رجا کا حقدار قرار دیتا ہے نہ کہ ظالموں، فاسقوں اور بدکاروں کو اور ارشاد فرماتا ہے۔

ثم ان ربک للذین ھاجروا من بعد ما فتنوا ثم جاھدوا وصبروا

پھر جن لوگوں نے مبتلائے مصیبت ہونے پیچھے گھر بار چھوڑے، پھر خدا کی راہ میں جہاد کئے اور

Marfat.com

ان ربك من بعدها لغفور رحیم (نحل)

تکلیفوں پر جوان کو ترک وطن اور جہاد میں پہنچیں صبر کیا تو تمہارا پروردگار ان کے بعد قیامت کے دن بخشنے والا مہربان ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالےٰ یہ خبر دیتا ہے کہ ان چیزوں پر عمل کرنے کے بعد اللہ تعالےٰ ان کے حق میں غفور و رحیم ہے۔ پس حقیقت یہ ہے کہ عالم و عقلمند امید و رجا کو اپنے محل و مقام پر رکھتا ہے۔ اور جاہل، احمق اسے بے محل بے موقع استعمال کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

فصل

(اللہ تعالےٰ سے ڈرنا عقلمندی ہے، حالات قبر، موت کے بعد کا خوف امید و رجا پر تکیہ کر کے گمراہ نہ ہونا چاہئیے)

بہت سے جاہل صرف اللہ تعالےٰ کی رحمت اور اس کے عفو و کرم اور فضل کے اعتماد پر اللہ تعالےٰ کے اوامر و نواہی کو پامال کر دیتے ہیں اور یہ بات بھول جاتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ شدید العقاب بھی ہے۔ مجرموں کو اس کے عذاب سے کوئی بچا نہیں سکتا۔ جو شخص گناہوں پر اصرار کرتا ہے۔ اور صرف عفو الٰہی پر اعتماد و تکیہ کرتا ہے وہ درحقیقت معاند، منکر اور گمراہ ہے۔ حضرت معروف کرخیؒ فرماتے ہیں تم جس کی اطاعت و فرمانبرداری نہیں کرتے اس سے رحمت و فضل کی امید، ذلت و رسوائی اور حماقت ہے۔

بعض علما کہتے ہیں جو ذات صرف تین درہم کی چوری پر دنیا میں تمہارے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیتی ہے، اس سے بے خوف نہ رہنا چاہیئے کہ وہ آخرت میں تمہیں اسی قسم کا عذاب نہیں دے گا۔

کسی نے حضرت حسن بصریؒ سے پوچھا کیا وجہ ہے کہ ہم تمہیں ہمیشہ روتا ہوا ہی دیکھتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا، مجھے خوف ہے کہ اللہ تعالےٰ کہیں مجھے آگ میں نہ جھونک دے اور پرواہ بھی نہ کرے۔

کسی نے حضرت حسن بصریؒ سے پوچھا، ابوسعید! ہم ایسے لوگوں کے پاس بیٹھا کرتے ہیں جو ہمیں سخت خوف زدہ کر دیتے ہیں۔ ہمارے دلوں کے ٹکڑے ہو جاتے ہیں۔ ہم اس قسم کے خوف کا کیا علاج کریں؟ انہوں نے جواب دیا۔ تمہارا ان لوگوں کے پاس بیٹھنا بہت ہی اچھا ہے جو تمہیں ڈرا ڈرا کر امن و راحت کی جگہ پہنچا دیں۔ ان لوگوں کے مقابلہ میں جو تمہیں امن و

سلامتی کی باتیں سُنا سنا کر خوف و ہلاکت کی منزل کو لے جائیں۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت اسامہ بن زیدؓ سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں میں نے آنحضرتؐ کی زبان مبارک سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا، قیامت کے دن ایک آدمی کو بلایا جائیگا اور اسے آگ میں جھونک دیا جائے گا، اس کی آنتیں تمام الٹ پلٹ ہو جائیں گی اور وہ اس طرح جہنم میں گھومتا پھرے گا جس طرح چکی کے گرد گدھا گھومتا کرتا ہے۔ یہ دیکھ کر جہنمی لوگ اسکے اردگرد جمع ہو جائیں گے اور پوچھیں گے اے شخص یہ مصیبت تجھ پہ کیوں آئی؟ تو تو ہمیں نیکی اور بھلائی کا حکم دیا کرتا تھا۔ برائیوں سے ہمیں روکتا تھا۔ وہ جواب دے گا میں اوروں کو نیکی اور بھلائی کا حکم ضرور دیتا تھا لیکن میں اس پر عمل نہیں کرتا تھا، لوگوں کو برائیوں سے روکتا تھا۔ لیکن خود میں باز نہیں رہتا تھا۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ حضرت ابورافع سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں ایک مرتبہ آنحضرتؐ قبرستان بقیع سے گزرے تو فرمانے لگے افسوس تجھ پہ افسوس تجھ پہ میں سمجھا غالباً آنحضرتؐ مجھے فرما رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا، نہیں تم سے نہیں کہہ رہا ہوں، بلکہ یہ اس شخص کی قبر ہے جس کو میں نے فلاں قبیلہ کی اصلاح کے لئے بھیجا تھا اس نے غنیمت کے مال میں سے ایک کمبل اٹھا لیا تھا اس وقت اس کو اسی کمبل کے برابر آگ کی چادر پہنائی گئی ہے۔

مسند احمد میں حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں آنحضرتؐ نے فرمایا معراج کی شب مجھے ایسے لوگوں پہ سے گزارا گیا جن کے لب آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے۔ میں نے فرشتوں سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ فرشتوں نے کہا یہ آپؐ کی امت کے خطیب و واعظ ہیں، دوسروں کو نیک کاموں کا حکم دیتے تھے، اور خود عمل نہیں کرتے تھے۔ افسوس یہ لوگ اتنی بھی سمجھ نہیں رکھتے تھے۔

اسی مسند میں حضرت انسؓ سے مروی ہے، آنحضرتؐ نے فرمایا۔ جب مجھے معراج کرائی گئی تو اس وقت میں نے ایسے لوگ دیکھے جن کی انگلیوں پہ بڑے بڑے تانبے کے ناخن لگے ہوئے تھے جن سے وہ اپنے چہرے اور گال اور سینے نوچ رہے تھے اور کھرچ رہے تھے۔ میں نے حضرت جبریلؑ سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھایا کرتے تھے (غیبت کیا کرتے تھے) اور ان کی بے آبروئی کرتے تھے۔

اسی مسند میں حضرت انسؓ سے مروی ہے آنحضرتؐ اکثر اوقات یہ دعا پڑھا کرتے تھے

یا مقلب القلوب والابصار ثبت — اے دلوں اور آنکھوں کے لوٹ پھیر کرنے والے

Marfat.com

قلبی علے دینك　　میرے قلب کو تو اپنے دین پر قائم رکھ

ہم نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ہم آپ پر ایمان لے آئے۔ اور جو کچھ آپ نے لاکر ہمیں دیا اس پر بھی ایمان لے آئے کیا پھر بھی ہمارے لئے اس کا خوف وخطرہ ہے؟ آپ نے فرمایا۔ انسانوں کے دل اللہ تعالےٰ کی دو انگلیوں میں ہیں جدھر چاہے پھیر دے۔

اسی مسند احمد کے اندر حضرت انس رضؓ سے مروی ہے آنحضرتؐ نے ایک مرتبہ حضرت جبرئیلؑ سے پوچھا، کیا وجہ ہے جو میں نے کبھی حضرت میکائیلؑ کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا؟ حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا جب سے جہنم پیدا کی گئی ہے وہ کبھی نہیں ہنسے

اور صحیح مسلم کے اندر حضرت انس رضؓ سے مروی ہے آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔ وہ لوگ جن پر دنیا میں اللہ تعالےٰ نے بڑے بڑے انعامات کئے تھے اور وہ جہنم کے حقدار تھے ان کو بلایا جائے گا اور انہیں جہنم کے اندر ایک چکر دیا جائے گا۔ پھر ان سے پوچھا جائے گا اے آدم کے بیٹو! تم نے کوئی بھی خیر و بہتری اور کوئی بھی نعمت آج تک دیکھی ہے؟ وہ جواب دیں گے۔ اے پروردگار قسم تیری ذات کی ہم نے کبھی کوئی نعمت نہیں دیکھی۔ اس کے بعد ان جنتیوں کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ نامراد تھے۔ اور تکالیف میں دن گزارے تھے اور انہیں جنت میں ایک چکر دیا جائے گا پھر پوچھا جائے گا۔ اے آدم کے بیٹو! کیا تم نے کبھی کوئی تکلیف اٹھائی ہے؟ وہ جواب دیں گے پروردگار ہم پر کوئی مصیبت نہیں آئی۔ نہ ہم نے کبھی تکلیف دیکھی ہے۔

اسی مسند میں حضرت براء بن عازب رضؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ہم آنحضرتؐ کے ہمراہ ایک انصاری کے جنازہ میں گئے جب ہم قبر پر پہنچے ابھی اس کو قبر میں اتارا نہیں تھا کہ آنحضرتؐ وہاں ایک جگہ بیٹھ گئے اور ہم لوگ آپ کے اردگرد بیٹھ گئے اور اس طرح مؤدب اور خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔ گویا ہمارے سروں پر پرند بیٹھے ہیں۔ آنحضرتؐ کے دست مبارک میں ایک پتلی سی لکڑی تھی جس سے آپ زمین کرید رہے تھے یکایک آپ نے سر مبارک اونچا کیا اور فرمانے لگے۔

استعیذوا باللہ من عذاب القبر　　لوگو! بارگاہ الٰہی میں قبر کے عذاب سے پناہ مانگو

یہ کلمات زبان مبارک سے دو یا تین بار نکلے۔ پھر ارشاد فرمایا۔ بندہ جب دنیا سے رشتہ توڑتا ہے اور آخرت کی طرف جانے لگتا ہے۔ تو آسمان سے فرشتے اترتے ہیں جن کے چہرے اسقدر نورانی اور روشن ہوتے ہیں گویا سورج چمک رہا ہے۔ ان کے پاس جنت کا کفن اور جنت کی خوشبو ہوتی ہے اور مردے کی نگاہوں کے سامنے فاصلہ پر بیٹھ جاتے ہیں اس کے بعد موت کا فرشتہ

Marfat.com

آتا ہے اور اس کے سرہانے بیٹھ جاتا ہے، اور کہتا ہے اے نفس مطمئنہ خدا کی مغفرت و خوشنودی کی طرف نکل چل۔ چنانچہ اس کی جان اس طرح نکلتی ہے جس طرح مشکیزے سے پانی، یا دودھ کا قطرہ ٹپک جاتا ہے۔ ملک الموت اسے اٹھا لیتا ہے اسی وقت وہ فرشتے دوڑ پڑتے ہیں جو دور بیٹھے ہوئے تھے ایک لمحہ بھی ملک الموت کے پاس نہیں رہنے دیتے۔ وہ فرشتے جنت سے لایا ہوا کفن پہنا دیتے ہیں اور جنت کی خوشبو جو مشک سے بھی زیادہ بہتر ہوتی ہے اسے لگا دیتے ہیں۔ اور پھر اسے لے کر وہ آسمان کی طرف جاتے ہیں۔ جہاں جہاں سے وہ گزرتے ہیں فرشتے دریافت کرتے ہیں کون سی بہترین روح ہے؟ فرشتے کہتے ہیں فلاں ابن فلاں، اور دنیا میں جو اس کا بہترین نام تھا وہ بتلاتے ہیں۔ فرشتے اسے لے کر آسمان دنیا تک لے جاتے ہیں اور آسمان کے دروازے اس کے لئے کھول دیئے جاتے ہیں اسی طرح ہر آسمان کے فرشتے اس کی متابعت کے لئے اوپر کے آسمان تک جاتے ہیں۔ اسی طرح اسے ساتویں آسمان تک لے جاتے ہیں اور پھر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے میرے اس بندے کا نام دفتر علیین میں لکھدو۔ اور اسے زمین پر واپس بھیجدو۔ کیونکہ میں نے اس کو اسی زمین سے پیدا کیا ہے اور اسی کی طرف میں ان کو لوٹاؤں گا۔ اور اسی سے ان کو دوبارہ اٹھاؤں گا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا اس کی روح واپس لوٹائی جاتی ہے، پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھا دیتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے، میرا رب پروردگار عالم ہے۔ پھر پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے میرا دین اسلام ہے۔ پھر پوچھتے ہیں کونسے پیغمبر تمہاری طرف بھیجے گئے تھے؟ وہ کہتا ہے، محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہماری طرف بھیجے گئے تھے۔ پھر پوچھتے ہیں۔ تمہارے پاس کونسا علم ہے؟ جواب دے گا میں نے قرآن مجید پڑھا ہے۔ اور میں اس پر ایمان لایا ہوں اور اس کی تصدیق کی ہے۔ اس وقت آسمان سے ندا آئے گی میرا بندہ سچ کہتا ہے۔ اسے جنت کا فرش بچھا دو، جنت کا لباس پہنا دو۔ اور اس کے لئے جنت کے دروازے کھول دو۔ اس کے بعد جنت کی خوشگوار ہوائیں اور خوشبوئیں اس کے پاس آنے لگتی ہیں اور اس کی قبر اس کی حد نظر تک وسیع کر دی جائے گی اس کے بعد ایک خوبصورت حسین آدمی اس کے پاس آئے گا جس کا لباس نہایت خوبصورت اور خوشبو سے مہک رہا ہو گا اور اس کے سامنے آکھڑا ہو جائے گا اور کہے گا میں تجھے مسرت و آرام کی خوشخبری سناتا ہوں۔ اسی دن کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا۔ وہ پوچھے گا تم کون ہو، تمہارے چہرے سے خیر و برکت ٹپک رہی ہے؟ وہ جواب دے گا میں تیرا نیک عمل ہوں، اس کے بعد میت کہنے لگے گی اے پروردگار تو قیامت جلد قائم کر دے تاکہ میں

اپنی بی بی اور بچوں سے جلد مل سکوں۔ اس کے بعد آنحضرتؐ نے فرمایا جب کافر مرجاتا ہے اور آخرت کی طرف جاتا ہے تو اس کے پاس سیاہ فام درفشتہ آتے ہیں جن کے جسم پر سیاہ غلیظ کمبل ہوتے ہیں اور اسکی نگاہوں کے سامنے فاصلہ پر بیٹھ جاتے ہیں، پھر ملک الموت آکر اس کے سرہانے بیٹھ جاتا ہے اور اسے کہتا ہے کہ اے خبیث روح چل۔ اللہ تعالےٰ کی خفگی اور اس کے غضب کی طرف چل۔ یہ سنکر اس کی روح جسم کے اندر اِدھر اُدھر بھاگنے لگتی ہے لیکن فرشتہ اسے اس طرح پکڑتا ہے اور کھینچتا ہے جس طرح تیز چھریوں سے گوشت کاٹا کرتے ہیں اس کے بعد وہ دُور بیٹھے ہوئے فرشتے آکر اس روح کو اپنے قابو میں کر لیتے ہیں اور ایک لمحہ کے لئے بھی اسے مہلت نہیں دیتے اور اسے ایک سیاہ بدبو دار کمبل پہنا دیتے ہیں اس کی بدبو اس قدر خراب ہوتی ہے کہ مردار جانور سے بدتر۔ فرشتے اس روح کو لے کر اوپر کی طرف جاتے ہیں، جہاں جہاں سے یہ فرشتے اسے لے کر گزرتے ہیں، دوسرے فرشتے ان سے دریافت کریں گے یہ کس کی خبیث روح ہے جس سے اس قدر خراب بدبو آرہی ہے؟ فرشتے اس کا بُرے سے بُرا نام لے کر کہتے ہیں فلاں ابن فلاں اس کے بعد آسمان کے دروازے کھولنے کی درخواست کرتے ہیں لیکن وہ اس کے لئے نہیں کھولے جاتے اس موقع پر آنحضرتؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

لا تفتح لهم ابواب السماء ولا يدخلون الجنة حتى يلج الجمل فى سم الخياط (اعراف)	نہ ان کے لئے آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے اور نہ ہی وہ جنت میں داخل ہونے پائیں گے یہاں تک کہ سوئی کے ناکے سے اونٹ گزر جائے

اس کے بعد اللہ تعالےٰ حکم دے گا اس کا نام دفتر سجین میں سب سے نیچے کی زمین میں لکھو۔ اس کے بعد اس روح کو وہیں سے نیچے پھینک دیا جائے گا، یہاں آنحضرتؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

ومن يشرك بالله فكانما خر من السماء فتخطفه الطير او تهوى به الريح فى مكان سحيق	اور جس نے کسی کو خدا کا شریک گردانا تو اس کا حال ایسا ہوگا جیسے وہ آسمان پر سے گر پڑا پھر اسکو راہ میں سے شکاری پرندے اچک کر لے جائیں گے اس کو ہوا کسی دور جگہ لے جاکر ڈال دیگی

اس کے بعد روح اس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے اور وہ فرشتے اس کے پاس آتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں تمہارا رب کون ہے؟ وہ گھبراہٹ کے مارے ہا ہا کرے گا اور کہے گا مجھے معلوم نہیں، پھر پوچھیں گے تمہارا دین کیا ہے؟ اس کا بھی وہ یہی جواب دے گا۔ اس کے بعد اس سے پوچھیں گے تمہارے پاس کون سے پیغمبر آئے تھے؟ اس کا بھی وہ یہی جواب دے گا، آسمان سے

Marfat.com

آواز آئے گی یہ بندہ جھوٹ بولتا ہے اس کے لئے جہنم کا فرش لگا دو، اور جہنم کے دروازے اس کے لئے کھول دو۔ تاکہ جہنم کے شعلے اس تک پہنچتے رہیں، اس کے بعد اس کی قبر اس قدر تنگ کر دی جائیگی اور وہ اسے دبوچے گی کہ اس کی ایک طرف کی پسلیاں دوسری طرف نکل جائیں گی اس کے بعد ایک بدشکل آدمی گندے غلیظ لباس میں اس کے سامنے آکھڑا ہوگا اور اسے کہے گا میں تجھے عذاب کی خبر سناتا ہوں یہی وہ دن ہے جس کے متعلق تجھ سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ وہ کہے گا تو کون ہے؟ تیرے چہرے سے مجھے ڈر لگتا ہے، وہ کہے گا میں تیرا خبیث عمل ہوں۔ اس کے بعد وہ کہے گا، پروردگار عالم تو قیامت قائم مت کر، امام احمدؒ کی روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ اس کے بعد اس پر ایک ایسا فرشتہ مسلط کر دیا جائیگا جو اندھا، بہرہ اور گونگا ہوگا۔ اس کے ہاتھ میں پہاڑی سے بھاری گرز ہوگا کہ اگر پہاڑ پہ مارا جائے تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہو کر ریت ہو جائے۔ فرشتہ اسے یہ گرز مارے گا جس سے وہ چیخنے لگے گا اور اس کی چیخ و پکار جن اور انسان کے سوا خدا کی ساری مخلوق سنے گی۔ حضرت براء بن عازب فرماتے ہیں اس کے لئے جہنم کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور اسکے لئے جہنم کا فرش بچھا دیا جائے گا۔

اسی مسند احمد میں حضرت انس رضؓ سے مروی ہے ہم ایک مرتبہ آنحضرتؐ کے ہمراہ کہیں جا رہے تھے، یکایک آپ کی نگاہ ایک مجمع پہ پڑی۔ آپؐ نے فرمایا یہ کون لوگ ہیں؟ کیوں جمع ہوئے ہیں؟ جواب دیا گیا قبر کھود رہے ہیں یہ سن کر آپ گھبرائے اور نہایت تیز رفتاری سے صحابہ سے آگے ہو گئے، اور قبر تک پہنچے اور گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے۔ میں آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا کہ دیکھوں آپ کیا کرتے ہیں۔ آپ وہاں اس قدر روئے کہ آنسو سے زمین تر ہو گئی اس کے بعد آپ ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے اخوانی لمثل ھذا الیوم فاعدوا (میرے بھائیو! ایسے دن کے لئے تیاری کیا کرو)

اسی مسند احمد میں حضرت بریدہ رضؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں ایکدن آنحضرتؐ ہم لوگوں کے پاس تشریف لائے اور آواز بلند فرمانے لگے۔ لوگو! میری اور تمہاری مثال کیسی ہے تم جانتے ہو؟ صحابہ رضؓ نے جواب دیا اللہ اور اللہ کا رسول خوب جانتے ہیں۔ فرمانے لگے میری اور تمہاری مثال اس قوم کی سی ہے جو کسی آنے والے دشمن سے ڈر رہی ہو اور اس کی تفتیش کے لئے انہوں نے کسی آدمی کو بھیجا ہو۔ یہ آدمی دشمن کو دیکھ کر ڈرتا ہوا آیا تاکہ قوم کو ڈرائے اور دشمن سر پہ آگیا ہے اس سے لوگوں کو آگاہ کرنے، لوگوں کے پاس پہنچنے سے پہلے ہی اس نے کپڑا ہلا کر یہ خبر دی کہ لوگو! دشمن آگیا سر پہ پہنچ گیا ہے۔

Marfat.com

اور صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے، آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

کل ما اسکر حرامٌ و ان علی اللہ عزو جل عھدا لمن شرب المسکر ان سقیہ من طینۃ الخبال۔ قیل و ما طینۃ الخبال؟ قال عرق اھل النار او عصارۃ اھل النار

ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ شراب پینے والے کے لئے اللہ تعالےٰ کا یہ پختہ عہد ہے کہ وہ اسے دوزخیوں کا پسینہ یا ان کا نچوڑ پلائے گا۔

اسی مسند میں حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

انی اری مالا ترون و اسمع مالا تسمعون۔ اطت السماء و حق لھا ان تئط۔ ما فیھا موضع اربع اصابع الا و علیہ ملک یسبح اللہ ساجدا لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا و لبکیتم کثیرا و ما تلذذتم بالنساء علی الفروش ولخرجتم الی الصعدات تجئرون الی اللہ تعالےٰ

جو میں دیکھتا ہوں تم نہیں دیکھتے، جو میں سنتا ہوں تم نہیں سنتے، آسمان فرشتوں کے بوجھ سے کراہ رہا ہے۔ اور اس کا کراہنا حق بجانب ہے، کوئی چار انگل جگہ ایسی نہیں ہے جہاں فرشتے سجدے میں گر کر خدا کی تسبیح و تقدیس نہ کرتے ہوں۔ لوگو! جو میں جانتا ہوں اگر تم جان لو تو تم ہنسنا چھوڑ دو اور بہت زیادہ روتے ہی رہو، اور عورتوں کے ساتھ بستروں پر لذت اندوز ہونا ترک کر دو۔ اور گھروں سے باہر نکل کر راستوں اور میدانوں میں بھاگتے پھرو۔ اور اللہ تعالےٰ ہی کی طرف جھک پڑو

اور اسی مسند میں حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے۔ ہم آنحضرتؐ کے ہمراہ ایک جنازے میں شریک تھے۔ جب ہم قبر پر پہنچے تو آپ اس قبر کی ایک جانب بیٹھ گئے اور آنکھیں پھرا پھرا کر قبر کے اندر نگاہ ڈالی اس کے بعد آپ نے فرمایا

یضغط المومن فیہ ضغطتین تزول منھا حمائلہ و یملاء علی الکفار نارا۔

مومن کو قبر میں بھیجا جاتا ہے جس سے اس کے سینے کی پسلیاں ادھر سے ادھر ہو جاتی ہیں، اور کافر کی قبر آگ سے بھر دی جاتی ہے

اسی مسند کے اندر حضرت جابرؓ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں حضرت سعد بن معاذؓ کا انتقال

ہوا تو ہم آنحضرتؐ کے ہمراہ جنازہ میں شریک ہوئے، جب آنحضرت نے جنازہ کی نماز پڑھ لی اور انہیں قبر میں اتارا گیا اور قبر برابر کر دی گئی تو آپ دیر تک سبحان اللہ۔ سبحان اللہ پڑھتے رہے آپ کے ساتھ ہم بھی یہی پڑھتے رہے، پھر آپ نے اللہ اکبر۔ اللہ اکبر کہنا شروع کر دیا۔ ہم بھی آپ کے ساتھ یہی کہتے رہے۔ بعد میں آنحضرتؐ سے دریافت کیا گیا کہ آپؐ نے پہلے سبحان اللہ پڑھا پھر اللہ اکبر پڑھا، کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا۔

لقد تضایق علی ھذا العبد الصالح قبرہ حتی فرج اللہ عنہ

خدا کے اس بندے پر قبر تنگ ہو گئی تھی، بعد میں اللہ تعالیٰ نے اسکو فراخ کر دیا۔

اور صحیح بخاری میں حضرت ابو سعیدؓ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا "جب مردے کو جنازہ میں رکھ کر لوگ کندھوں پر اٹھا کر چلنے لگتے ہیں تو اگر مردہ صالح اور نیک ہے تو کہتا ہے مجھے جلد سے جلد لے چلو، اور اگر صالح اور نیک نہیں ہے تو کہتا ہے افسوس تم لوگ مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟ اور اس کی یہ آواز انسانوں کے علاوہ ہر چیز سنتی ہے، اگر انسان اسے سن لیں تو ہیبت اور دہشت کے مارے بے ہوش ہو کر گر پڑیں"۔

اور مسند احمد میں حضرت ابو امامہؓ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں آنحضرتؐ نے فرمایا "قیامت کے دن سورج اس قدر قریب ہو جائے گا کہ قریب ۱ ایک میل کا فاصلہ رہ جائے گا۔ اس کی گرمی اتنی ہو گی کہ اس سے لوگوں کے دماغ کھولنے لگیں گے۔ اس طرح کھولنے لگیں گے جس طرح چولہے پر ہنڈیا کھولتی ہے، اور لوگ اپنے اپنے گناہوں کے مطابق پسینے میں غرق ہوں گے، کسی کے گھٹنوں تک کسی کے پنڈلیوں تک، اور کچھ ایسے بھی ہوں گے جو کمر تک ڈوبے ہوئے ہوں گے اور کچھ ایسے بھی ہوں گے جو منہ تک ڈوبے ہوئے ہوں گے"۔

اسی مسند احمد میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

قولوا حسبنا اللہ و نعم الوکیل علی اللہ توکلنا

لوگو! تم یہ پڑھا کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے کافی ہے اور وہ اچھا وکیل ہے اور ہم اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں

اسی مسند احمد میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

من تعظم فی نفسہ او اختال فی مشیہ لقی اللہ و ھو علیہ غضبان

جو شخص اپنے آپ کو بڑا سمجھے گا، یا فخر و غرور سے چلے گا تو قیامت کے دن وہ اللہ تعالیٰ کے حضور

Marfat.com

ہیں اس طرح آئے گا کہ وہ اس پر سخت غضبناک ہوگا۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے اندر مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

ان المصورین یعذبون یوم القیامۃ	قیامت کے دن تصویریں بنانے والوں کو عذاب
ویقال لھم احیوا ما خلقتم !	دیا جائے گا اور کہا جائے گا جو تم نے بنائی ہیں
	ان میں جان ڈالو۔

اور صحیح بخاری کے اندر مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

ان احدکم اذا مات عرض علیہ	جب تم میں سے کوئی مرجاتا ہے تو صبح و شام
مقعدہ من الغداۃ والعشی ان	اس کا ٹھکانہ اس کے سامنے پیش کیا جاتا ہے
کان من اھل الجنۃ فمن الجنۃ	اگر جنتی ہے تو جنت کا، اور دوزخی ہے تو دوزخ
وان کان من اھل النار فمن اھل النار	کا۔ اور اسے کہا جاتا ہے یہ قیامت تک کا تمہارا
فیقال ھذا مقعدک حتی یبعثک	ٹھکانا ہے جبکہ اللہ تعالےٰ تمہیں دوبارہ
اللہ عز وجل	اٹھائے گا۔

اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

اذا صار اھل الجنۃ فی الجنۃ واھل	جب جنتی لوگ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ اور
النار فی النار، جیئ بالموت یوقف	جہنمی لوگ جہنم میں تو موت کو جنت و دوزخ کے
بین الجنۃ والنار، ثم یذبح۔ ثم	درمیان لاکھڑا کر دیا جائے گا، اور اسے ذبح کر
ینادی منادٍ، یا اھل الجنۃ خلود و	دیا جائے گا۔ اس کے بعد خدا کا منادی پکارے گا
لا موت۔ ویا اھل النار خلود ولا	اے جنت والو! تمہارے لئے ہمیشہ ہمیش کے لئے
موت۔ فیزداد اھل الجنۃ فرحًا الیٰ	جنت ہے، اور موت نہیں ہے۔ اے دوزخ والو!
فرحھم۔ ویزداد اھل النار حزنا	تمہارے لئے ہمیشہ ہمیش کیلئے جہنم ہے، اب موت نہیں
الیٰ حزنھم	ہے، یہ سنکر جنتی لوگوں کی مسرت اور بڑھ جائے گی
	اور دوزخیوں کا رنج و غم اور زیادہ ہو جائے گا۔

اور مسند احمدؒ میں ہے

من اشتری ثوبًا بعشرۃ دراھم	جس نے دس درہم میں کوئی کپڑا خریدا، اور اس
فیھا درھم حرام، لم یقبل اللہ	میں ایک درہم بھی حرام کا تھا تو جب تک یہ کپڑا

Marfat.com

له صلوة مادام عليه ، ثم ادخل اصبعه في اذنه ، ثم قال صمتا ان لم اكن سمعت النبي صلى الله عليه وسلم

اس کے جسم پر ہوگا، خدا اسکی نماز قبول نہیں فرمائے گا۔ راوی نے یہاں اپنے دونوں کانوں میں انگلیاں ڈال لیں۔ اور کہا اگر یہ حدیث میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نہ سنی ہو تو میں بہرہ ہو جاؤں۔

اسی مسند کے اندر حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے، آنحضرتؐ نے فرمایا

من ترك الصلوة سكرا مرة واحدة فكانما كانت له الدنيا وما عليها فسلبها، ومن ترك الصلوة سكرا اربع مرات كان حقا على الله ان سقيه من طينة الخبال

جس نے نشہ پی کر ایک وقت کی نماز ترک کردی تو گویا دنیا و مافیہا سب اسی کی ملکیت تھی جو اس سے چھین لی گئی۔ اور جس نے نشہ کی وجہ سے چار وقت کی نماز ترک کردی تو اللہ تعالےٰ پر یہ حق ہوگا کہ اسے وہ دوزخیوں کا نچوڑا ہوا عصارہ پلائے۔

اسی مسند احمد میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔

من شرب الخمر شربة لم تقبل له صلوة اربعين صباحا. فان تاب تاب الله عليه - فلا ادري في الثالثة او الرابعة قال فان عاد كان حقا على الله ان سقيه من ردغة الخبال يوم القيامة

جس نے شراب کی ایک گھونٹ بھی پی تو چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں جائے گی اگر وہ توبہ کرے گا تو اللہ تعالےٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا، راوی کہتے ہیں، تیسری مرتبہ یا چوتھی مرتبہ آپؐ نے فرمایا اگر اس نے پھر یہ گناہ کیا تو اللہ تعالےٰ پر یہ حق ہوگا کہ وہ اسے دوزخیوں کا نچوڑا ہوا خون اور پیپ پلائے۔

اسی مسند میں حضرت ابو موسیٰ سے مروی ہے آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

من مات مدمنا للخمر سقاه الله من نهر الغوطة، قيل وما نهر الغوطة ؟ قال نهر يجري من فروج المومسات يوذي اهل النار

جو شخص شراب کی مداومت کرتے ہوئے مرگیا تو اللہ تعالےٰ اسے نہر غوطہ سے پانی پلائے گا کسی نے پوچھا نہر غوطہ کیا ہے ؟ آپؐ نے فرمایا یہ نہر بدکار عورتوں کی شرمگاہ سے نکلی ہے۔ اور

Marfat.com

ریح فروجهن۔ — یہ ایسی خراب ہے کہ خود دوزخی لوگوں کو بھی اس سے سخت تکلیف ہوگی۔

اور اسی مسند کے اندر مروی ہے، آنحضرت صلعم نے فرمایا۔

یعرض الناس یوم القیامۃ ثلاث عرضات فاما عرضتان فجدال و معاذیر و اما الثالثۃ فعند ذالک تطیر الصحف فی الایدی فاخذ بیمینہ و اخذ بشمالہ	قیامت کے دن تین مرتبہ لوگوں کی پیشی ہو گی۔ دو پیشیوں میں تو حجت و معذرت ہوگی تیسری پیشی پر اعمالنامے اڑ اڑ کر لوگوں کے ہاتھوں میں چلے جائیں گے، کوئی دائیں ہاتھ میں لے گا اور کوئی بائیں ہاتھ میں۔

اسی مسند میں حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا۔

ایاکم و محقرات الذنوب فانھن یجتمعن علی الرجل حتی تھلکہ	چھوٹے چھوٹے گناہوں سے بھی تم اپنے کو بچاؤ کیونکہ جب چھوٹے چھوٹے گناہ زیادہ ہو جاتے ہیں تو انسان کو ہلاک کر دیتے ہیں۔

اس کے بعد آنحضرتؐ نے اس کی مثال ارشاد فرمائی کہ جیسے لوگ کسی صحرا میں منزل کرتے ہیں اور کھانے پکانے کا وقت آتا ہے تو کوئی لکڑی لے آتا ہے، کوئی اونٹ کی مینگنیاں لے آتا ہے تا آنکہ ڈھیر لگ جاتا ہے اور پھر آگ جلائی جاتی ہے اور پھر جو کچھ اس میں ڈالتے ہیں سب جل جاتا ہے

اور صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے، آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔ "جہنم پر پل کھڑا کیا جائے گا۔ اور سب سے پہلے اس پر سے میں گزروں گا، اس روز تمام پیغمبروں کی دعا یہ ہوگی۔ اللھم سلم۔ سلم (اے اللہ! سلامتی دے، اے اللہ! سلامتی دے) پل کے دونوں جانب ببول کے کانٹوں کی مانند کانٹے ہوں گے۔ اور لوگ اپنے اپنے اعمال کے مطابق ان سے الجھیں گے۔ بعض صحیح سالم نکل جائیں گے۔ بعض زخمی ہو کر پار ہوں گے، اور نجات پائیں گے۔ پھر جب اللہ تعالےٰ بندوں کے فیصلہ سے فارغ ہوں گے اور ان بندوں کو جن پر وہ رحم کرنا چاہتا ہے اور وہ کلمۂ شہادت "لا الہ الا اللہ" کی شہادت دینے والوں میں سے ہیں تو فرشتوں کو حکم دے گا کہ ان لوگوں کو جہنم سے نکالو۔ فرشتے ان کو سجدوں کے نشانوں سے پہچانیں گے کیونکہ اللہ تعالےٰ نے سجدوں کے اثر کو جلانا آگ پر حرام کر دیا ہے۔ یہ نشانیاں دیکھ دیکھ کر فرشتے ان کو باہر نکالیں گے، اس وقت ان کا حال یہ ہوگا کہ ان کی کھالیں جل چکی ہوں گی، فرشتے ان پر "ماء الحیات" ڈالیں گے جس سے ان

کو دوبارہ زندگی حاصل ہوگی۔

اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضؓ سے مروی ہے۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا، قیامت کے دن سب سے پہلے تین قسم کے لوگوں کا فیصلہ کیا جائے گا، سب سے پہلے شہید کو لایا جائے گا۔ اللہ تعالےٰ اسکو اپنی نعمتیں گنوائے گا۔ اور وہ ان نعمتوں کا اعتراف کرے گا۔ اللہ تعالےٰ فرمائے گا تم نے یہ نعمتیں کہاں خرچ کیں؟ وہ جواب دے گا میں تیری راہ میں لڑتا رہا تا آنکہ میں تیری راہ میں شہید ہوگیا۔ اللہ تعالےٰ فرمائے گا تو جھوٹ بولتا ہے، تو اس لئے لڑا ہے کہ لوگ تجھے بہادر کہیں۔ اور دنیا میں لوگوں نے تجھے بہادر کہا، اس کے بعد حکم دیا جائے گا کہ اسے سر کے بل گھسیٹتے ہوئے لے جاؤ، اور جہنم میں ڈال دو، چنانچہ اسے جہنم میں ڈالا جائے گا۔ اس کے بعد عالم اور قرآن سیکھے ہوئے لوگوں کو بلایا جائے گا۔ اللہ تعالےٰ اسے اپنے انعامات یاد دلائے گا۔ وہ اس کا اعتراف کرے گا، اللہ تعالےٰ فرمائے گا تو نے اسے کہاں خرچ کیا؟ وہ کہے گا میں نے لوگوں کو علم اور قرآن پڑھایا۔ اللہ تعالےٰ فرمائے گا تو جھوٹ کہتا ہے، تو نے اس لئے پڑھا تھا کہ لوگ تجھے عالم حافظ، قاری کہیں۔ اور یہ بات تجھے دنیا میں حاصل ہوگئی، حکم دیا جائے گا کہ اسے بھی سر کے بل گھسیٹ کر جہنم میں جھونک دو۔ چنانچہ وہ اسی طرح جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ پھر اللہ تعالےٰ اس شخص کو بلائے گا جس کو رزق کی فراوانی اور مال و دولت اور قسم قسم کی نعمتیں دنیا میں دی گئی تھیں۔ اللہ تعالےٰ اپنی نعمتیں یاد دلائے گا۔ جب وہ اس کا اعتراف کرے گا تو فرمائے گا تو نے میری نعمتوں کو کہاں صرف کیا؟ وہ جواب دے گا تیری مرضی کی راہ میں میں نے خرچ کیا، اللہ تعالےٰ فرمائے گا تو جھوٹ کہتا ہے تو نے اس لئے خرچ کیا ہے کہ لوگ تجھے سخی کہیں اور دنیا میں یہ ہوچکا۔ اس کے بعد حکم دیا جائے گا کہ اسے بھی سر کے بل جہنم میں جھونک دو، چنانچہ اسے جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔" ایک حدیث میں یہ الفاظ زیادہ ہیں "یہی لوگ سب سے پہلے جہنم میں ڈالے جائیں گے، اور انہی سے جہنم سلگائی جائے گی۔"

اس روایت کے متعلق حضرت شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ سے میں نے سنا ہے۔ وہ فرمایا کرتے تھے، تمام سے بہترین لوگ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اور وہ شریر ترین لوگ ہیں جو اپنے کو انبیاء کرام کا جانشین کہتے ہیں لیکن وہ کذاب اور جھوٹے دعویدار ہیں۔ انبیاء کرام کے بعد تمام سے بہتر لوگ علماء کرام، شہداء اور صدیقین اور مخلصین ہیں لیکن جو لوگ ایسے نہیں ہیں اور ان جیسے بن کر لوگوں کو دھوکہ اور فریب دیتے ہیں اور یہ شریر ترین لوگ ہیں

Marfat.com

صحیح بخاری کے اندر حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے، آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا

من کانت عندہ لاخیہ مظلمۃ فی مال او عرض فلیاتہ۔ فلیستحلھا من قبل ان یوخذ ولیس عندہ دینار ولا درھم، فان کانت لہ حسنات اخذ من حسناتہ فاعطیھا والا اخذ من سیأتہ فطرحت علیہ ثم طرح فی النار

جس شخص نے اپنے کسی بھائی پر ظلم کیا ہو وہ ظلم مال کا ظلم ہو، یا اسباب و متاع کا یا آبرو کا اسے چاہیئے کہ وہ اپنے بھائی کے پاس جائے، اور قبل اس کے کہ اس سے مواخذہ ہو۔ اور بدلہ لینے کے لئے اس کے پاس دینار و درہم نہ ہوں، اس سے معاف کرا کر اپنے لئے جائز گردان لے، کیونکہ اگر اس کے پاس نیکیاں ہوں گی تو اس سے لے کر اس کو دیدی جائیگی اور اگر نیکیاں نہیں ہیں تو اس کے گناہ اس پر لادے جائیں گے اور پھر اسے جہنم میں جھونک دیا جائیگا

اور صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا

من اخذ شبرا من الارض بغیر حقہ خسف بہ یوم القیامۃ الی سبع ارضین

کسی نے ایک بالشت زمین بھی کسی کی ناحق لے لی ہے تو قیامت کے دن سات زمینوں تک اسے دھنسا دیا جائے گا۔

اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں انہی سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا

نارکم ھذہ التی توقدون جزء من سبعین جزءا من نار جھنم

جو آگ تم دنیا میں جلاتے ہو یہ جہنم کی آگ کے ستر حصوں میں کا ایک حصہ ہے۔

صحابہ نے عرض کیا قسم خدا کی عذاب کے لئے تو یہی آگ کافی واقی ہے۔ آپؐ نے فرمایا جہنم کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر ۶۹ حصہ زیادہ ہے اور جس کا ایک ایک حصہ اس کے برابر اور ہم مثل ہے۔

اور مسند احمد کے اندر حضرت معاذؓ سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

اوصانی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال لا تشرک باللہ شیأ وان قتلت۔ او حرقت ولا تعقن

آنحضرتؐ نے مجھے وصیت فرمائی ہے کہ کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ گردانو اگرچہ تم قتل کر دیئے جاؤ، یا تمہیں جلا دیا جائے اور

Marfat.com

والديك وان امراك ان تخرج من مالك و اهلك ولا تتركن صلوٰة مكتوبة متعمدا۔ فان من ترك صلوٰة مكتوبة متعمدا فقد برئت منه ذمة اللّٰہ، ولا تشربن خمرًا فانه راس كل فاحشة۔ واياك والمعصيه فان المعصيه سخط اللّٰہ

ماں باپ کی نافرمانی نہ کرو، اگرچہ وہ تمہیں تمہارے مال اور تمہاری بی بی کو تم سے علیحدہ کرنے کا حکم دیں۔ فرض نماز کبھی قصداً ترک نہ کرو، کیونکہ جو شخص قصداً فرض نماز ترک کرے گا اسکی جانب سے میں اللہ تعالےٰ کی ذمہ داری سے بری ہوں۔ اور کبھی شراب نہ پینا، کیونکہ شراب تمام گناہوں کی جڑ ہے، اور گناہوں سے بہت دور رہو کیونکہ گناہ اللہ تعالےٰ کی خفگی کا موجب ہیں۔

مذکورہ بالا احادیث کے علاوہ بے شمار احادیث اس بارے میں موجود ہیں، جو شخص نصیحت حاصل کرنا چاہتا ہے اسے چاہیئے کہ وہ ان احادیث کی طرف سے نابینا نہ بن جائے اور نفس کو خود سر اور آزاد نہ کر دے، اور صرف حسن ظن اور حسن رجاء پر تکیہ کر کے نہ بیٹھ جائے۔

حضرت ابو الوفا ابن عقیل کہتے ہیں اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہو، تحقیر و مغالطہ کا شکار نہ بنو، کیونکہ اللہ تعالےٰ تو صرف تین درہم کی چوری میں ہاتھ کاٹنے کا حکم دیتا ہے اور سوتی کے ناکے کے برابر شراب پینے پر حد جاری کرنے کا حکم دیتا ہے، اور ایک بلی سے معمولی غفلت کی بنا پر اس نے ایک عورت کو جہنم میں ڈالدیا اور مال غنیمت میں سے ایک عمامہ اٹھا لینے کے بدلہ میں یہی عمامہ آگ کا شعلہ بن کر عذاب کا موجب ہوا، حالانکہ یہ شخص شہید ہو کر مرا تھا۔

حضرت امام احمد نے ایک مرفوع حدیث روایت کی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

دخل رجل الجنه فی ذباب ودخل رجل النار فی ذباب

ایک مکھی کے سبب سے ایک آدمی جنت میں داخل ہوا اور ایک مکھی کے سبب ایک جہنم میں گیا۔

صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کیونکر؟ آپنے فرمایا۔ دو آدمی ایک جگہ سے گزرے جہاں کے باشندوں کا ایک بت تھا۔ کسی آنے جانے والے آدمی کو بت پر بھینٹ چڑھائے بغیر وہاں سے جانے نہیں دیتے تھے۔ ان میں سے ایک کو کہا اس بت پر بھینٹ چڑھاؤ، تو آگے جا سکتے ہو ورنہ نہیں۔ اس نے کہا میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ ان لوگوں نے کہا ایک مکھی ہی بھینٹ چڑھا دو۔ اس نے مکھی کی بھینٹ دیدی۔ ان لوگوں نے اسے چھوڑ دیا یہ شخص جہنم

میں داخل کیا گیا۔ دوسرے سے کہا تم بھی بھینٹ چڑھاؤ، اس نے کہا میں خدا کے سوا کسی پر بھینٹ نہیں چڑھاتا۔ ان لوگوں نے اسے قتل کر دیا۔ یہ شخص جنت میں داخل کیا گیا۔"

اور بندہ کبھی منہ سے ایسا کلمہ بول دیتا ہے جس سے وہ جہنم کا ایندھن بن جاتا ہے، اور بہت سے فریب خوردہ لوگ مال و دولت اور اللہ تعالیٰ کے دنیوی انعامات کے مغالطہ میں آجاتے ہیں اور یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہے اور مجھے دوست رکھتا ہے۔ اور آخرت میں وہ مجھے اس سے بھی زیادہ انعامات سے نوازیگا لیکن یہ تمام باتیں محض اوہام اور دھوکہ ہیں چنانچہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

اذا رئیت اللہ عزوجل یعطی العبد	جب تم دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کسی ایسے بندے
من الدنیا علیٰ معاصیۃ ما یحب فانما	کو دنیا دیتا ہے جو گناہوں میں ڈوبا ہوا ہے
ھو استدراج	تو سمجھ لو یہ استدراج ہے۔

اس کے بعد آنحضرتؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

فلما نسوا ما ذکروا بہ فتحنا	پھر جس سے ان کو آگاہ کیا گیا تھا جب اسکو
علیھم ابواب کل شیٔ اذا فرحوا	بھول بسر بیٹھے تو ہم نے بھی ان کو مغالطے
بما اوتوا اخذناھم بغتۃ	میں ڈالنے کے لئے ان پر طرح طرح کی نعمتوں
فاذا ھم مبلسون	کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ جو نعمتیں
(انعام)	ان کو دی گئی تھیں جب ان کو پاکر خوش ہوئے
	یکایک ہم نے ان کو دھر پکڑا، اور عذاب کا
	آنا تھا کہ وہ بے آس ہو کر رہ گئے۔

بعض سلف صالحین فرماتے ہیں اگر تم گناہوں میں ڈوبے ہوئے ہو پھر بھی اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں سے تمہیں نواز رہا ہے تو تمہیں اللہ تعالیٰ سے بہت ہی ڈرنا چاہیئے کیونکہ یہ استدراج ہے اور خدا کا امتحان ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

ولولا ان یکون الناس امۃ واحدۃ	اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سب لوگ ایک ہی
لجعلنا لمن یکفر بالرحمٰن لبیوتھم	طریقے کے ہو جائیں گے تو دنیا کے ساز و سامان
سقفا من فضۃ و معارج علیھا	ہمارے ہاں اس قدر حقیر ہیں کہ جو لوگ منکر رحمٰن

Marfat.com

یظھرون ولبیوتھم ابوابا وسرر ا
علیھا یتکئون و زخرفا۔ و ان کل
ذالک لما متاع الحیات الدنیا و
الاخرۃ عند ربك للمتقین
(زخرف)

ہیں ان کے لئے ان کے گھروں کی چھتیں ہم
چاندی کی کر دیتے اور چاندی کے زینے کہ ان
پر چڑھتے اترتے اور چاندی ہی کے ان کے
گھروں کے دروازے اور چاندی ہی کے تخت
کہ ان پر تکیے لگا لگا کر بیٹھتے اور چاندی کے
نہیں بلکہ سونے کے بھی یہ تمام اسی دنیا کی زندگی
کے فائدے ہیں اور آخرت تمہارے پروردگار
کے ہاں پرہیزگاروں ہی کے لئے ہے

اور اس قسم کے خیالات کی تردید اللہ تعالےٰ اس طرح فرماتا ہے۔

فاما الانسان اذا ما ابتلاہ ربہ
فاکرمہ و نعمہ فیقول ربی اکرمن
واما اذا ما ابتلاہ فقدر علیہ
رزقہ فیقول ربی اھانن۔ کلا
(فجر)

لیکن انسان کا یہ خیال ہے کہ جب اس کا
پروردگار اسے آزماتا ہے کہ لیے عزت و نعمت
دیتا ہے۔ تو وہ کہتا ہے میرا پروردگار میری
تکریم کرتا ہے اور جب وہ اسے آزماتا ہے
کہ اس کی روزی اس پر تنگ کر دیتا ہے تو وہ
بڑبڑاتا ہے، میرا پروردگار مجھے ذلیل کرتا ہے
مگر یہ خیال غلط ہے۔

یعنی یہ بات ہرگز ہرگز نہیں ہے کہ جن کو میں اپنی نعمتوں سے دنیا میں نوازتا ہوں اور رزق کی وسعتیں دیتا ہوں۔ انکو میں عزت و کرامت سے نوازتا ہوں۔ اور جن کو مصائب و آلام میں مبتلا کرتا ہوں اور رزق میں تنگی دیتا ہوں اس کی میں توہین و بے عزتی کرتا ہوں۔ بلکہ ایک کا انعامات کے ذریعہ امتحان کر رہا ہوں اور دوسرے کو مصائب میں مبتلا کر کے اسی آزمائش سے اسے مکرم بنا رہا ہوں اور جامع ترمذی میں روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا

ان اللہ یعطی الدنیا من یحب ومن لا یحب۔ ولا یعطی الایمان الا من یحب۔

اللہ تعالےٰ دنیا اسے بھی دیتا ہے جسے وہ دوست رکھتا ہے اور اسے بھی جسے وہ دوست نہیں رکھتا لیکن ایمان تو اسی کو دیتا ہے جسے وہ دوست رکھتا ہے۔

بعض سلف کا قول ہے بہت سے لوگوں کو اللہ تعالےٰ اپنے انعامات سے نوازتا ہے لیکن

Marfat.com

وہ اللہ تعالےٰ کی جانب سے استدراج اور امتحان ہوا کرتا ہے: اور انہیں اس کی خبر نہیں ہوتی، لوگوں کے منہ سے اس کی تعریف بھی کرائی جاتی ہے لیکن حقیقت میں خدا کی جانب سے آزمائش ہوتی ہے اور ان کو خبر تک نہیں ہوتی۔ بہت سے لوگوں کی پردہ داری کی جاتی ہے جس سے وہ مغالطہ میں پڑ جاتے ہیں لیکن ان کے حق میں یہ ایک فریب اور دھوکہ ہوتا ہے۔

فصل

(فتنۂ دنیا، اوامر و نواہی حکمت الٰہی کا اقتضا ہے)

دنیا میں سب سے بڑا فتنہ۔ اور سب سے بڑا دھوکہ یہ ہے کہ انسان دنیا کے فوری فوائد کے فریب میں پھنس جاتا ہے اور وہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کے فوری فوائد کو ترجیح دے دیتا ہے اور دنیا کے قلیل سے قلیل فائدے سے خوش ہو ہو جاتا ہے اور اس قسم کے فریب خوردہ لوگوں کی باتیں بھی کچھ عجیب و غریب ہوا کرتی ہیں۔ بعض تو یہاں تک کہنے لگتے ہیں کہ دنیا نقد ہے اور آخرت ادہار اور ادہار کے مقابلہ میں نقد زیادہ سود مند ہوا کرتا ہے۔

بعض اس سے بھی چند قدم آگے ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں نقد ذرہ ادہار موتی سے بہتر (تو نقد نہ تیرہ ادہار) اور کچھ لوگ تو یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ دنیا کی لذتیں یقینی ہیں آخرت مشکوک و مشتبہ، اور مشکوک و مشتبہ چیز کے لئے یقینی چیز نہیں چھوڑی جا سکتی لیکن یہ تمام باتیں شیطان کا دھوکہ اور فریب ہے۔ اس سمجھ کے انسانوں سے تو جانور زیادہ عقلمند، اور سمجھدار ہوتے ہیں، مضرت رساں چیز سے تو جانور تک دور بھاگتے ہیں، اسے مارا اور پیٹا جائے تب بھی وہ مضرت رساں چیز کی طرف نہیں بڑھتا، لیکن افسوس ہے جان بوجھ کے انسان ایسی چیزوں کی طرف بھی اقدام کرتے ہیں جو ان کے حق میں سخت مضر اور نقصان دہ ہوا کرتی ہیں اور ان چیزوں کا انجام وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ پھر بھی اس کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ نہ تو ان باتوں کی تصدیق کرتا ہے نہ تکذیب، اس قسم کے لوگ اگر اللہ اور اللہ کے رسول پر۔ اور بارگاہِ الٰہی میں حاضری، اور قیامت کی جزا۔ وسزا پر ایمان رکھتے ہوئے ایسا سمجھ رہے ہیں تو مانئے کہ ان سے زیادہ کوئی محروم و بدنصیب نہیں، ان سے زیادہ حسرت و یاس کا کون مستحق ہو سکتا ہے؟ کہ باوجود علم و ایمان کے وہ ایسا کر رہے ہیں۔ اور اگر اللہ، اور اللہ کے رسول پر ایمان ہی نہیں رکھتے تو پھر ان سے زیادہ تو کوئی محروم اور بدنصیب ہو ہی نہیں سکتا۔

جو شخص یہ کہتا ہے کہ ادہار سے نقد بہتر ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اس وقت ہے جبکہ نقد اور ادہار مساوی اور برابر کی حیثیت رکھتے ہوں لیکن اگر نقد اور ادہار مساوی اور برابر نہیں ہیں بلکہ ادہار زیادہ۔ اور زیادہ نفع بخش ہے تو یقیناً ادہار ہی افضل و بہتر ہے اور جب حقیقت یہ ہے تو پھر دنیا کے نقد کو آخرت کے ادہار سے کیا نسبت ہو سکتی ہے۔ جب کہ ساری کی ساری دنیا از ابتدا تا انتہا آخرت کے مقابلہ میں ایک سانس کے برابر بھی نہیں ہے۔ جیسا کہ مسند احمدؒ اور ترمذی شریف میں حضرت مستورد بن شداد سے مروی ہے آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے

ماالدنیا فی الاخرۃ الا کما یدخل احدکم اصبعہٗ فی الیم فلینظر بم یرجع ؟

آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی حیثیت اتنی ہی ہے کہ تم میں سے کوئی شخص سمندر میں اپنی انگلی ڈالے اور پھر دیکھے کہ انگلی کیساتھ کتنا پانی آتا ہے؟

اور حقیقت تو یہ ہے کہ آخرت ہی نقد ہے اور دنیا ادہار۔ اور اس نقد کو ایسے ادہار کے عوض تباہ و برباد کر دینا ایک عظیم ترین خسارہ اور بدترین جہالت و بے وقوفی نہیں تو اور کیا ہے؟ اور جبکہ پوری دنیا کی حیثیت آخرت کے مقابلہ میں یہ ہے تو پھر ایک انسان کی عمر کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے۔ اب بتاؤ عقلمندوں کے نزدیک دونوں میں سے کونسی چیز افضل و بہتر ہے؟ کیا اس مختصر سی مدت کی قلیل ترین چیز کو اختیار کرنا، اور آخرت کی دائمی خیر و بھلائی کو ٹھکرا دینا بہتر ہے؟ یا ایک حقیر اور کمتر اور جلد سے جلد ختم ہو جانے والی چیز کو اس لئے ترک کر دینا کہ اس کے عوض وہ بیش بہا، بیش قیمت چیز حاصل کی جائے جس کی قیمت کا کوئی اندازہ ہی نہیں ہو سکتا۔ اور جو کبھی انسان کے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتی جس کی بہتات کا کوئی شمار نہیں ہو سکتا۔ اور جس کے ختم ہونے کی کوئی میعاد و مدت ہی نہیں ہے۔؟

دوسرے شخص کا قول کہ "یقینی چیز کو مشکوک و مشتبہ چیز کے مقابلہ میں ترک نہیں کیا جا سکتا" اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے وعدے اور وعید اور اس کے پیغمبروں کی صداقت پر تمہیں شک ہے یا یقین؟ اگر تمہیں یقین ہے تو جو کچھ دنیا کا نقد تم چھوڑ رہے ہو۔ اس کی حیثیت ادنیٰ سے ادنیٰ ذرہ سے زیادہ نہیں ہے اور وہ جلد سے جلد آناً فاناً ختم ہونے والا ہے اور آخرت یقینی چیز ہے جس میں شک کی گنجائش ہی نہیں ہے اور وہ کبھی منقطع ہونے والی بھی نہیں ہے اور اگر تمہیں اس کے اندر شک و شبہ ہے تو تمہیں پروردگار

عالم کی آیات اور نشانیوں پر غور کرنا چاہیئے جو اسکے وجود، اسکی قدرت، مشیت وحدانیت، پیغمبروں کی حقانیت و صداقت اور پیغمبروں کے پیش کردہ صراط مستقیم کی صداقت پر دلالت کرتی ہیں پورے پورے تجرد و یکسوئی کے ساتھ آیات الٰہیہ کو سوچو، ہمت و عزیمت کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ۔ غور و تدبر کرو۔ بحث و مناظرہ کرو تا آنکہ تم پر اچھی طرح واضح ہو جائے کہ انبیاء کرام نے خدا کی جانب سے جو کچھ پیش کیا ہے وہ بالکل حق اور صحیح ہے۔ اس میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ اس دنیا کا خالق بھی وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا خالق اور پروردگار ہے۔ اس کی شان نہایت بلند و بالا ہے۔ ہر قسم کے نقائص سے منزہ اور پاک ہے اور انبیاء کرام نے اس ذات مقدس کے متعلق جو خبریں پہنچائی ہیں وہ بالکل حق ہیں۔ اس کے خلاف اگر کوئی شخص ذات الٰہی کے متعلق کہتا ہے تو وہ خدا کو گالی دے رہا ہے، اسے جھٹلا رہا ہے اس کی الوہیت و ربوبیت۔ اس کے ملک و مملکت، اور اس کی شہنشاہی کا انکار کر رہا ہے۔ کیونکہ ہر صاحب فطرت سلیمہ کے نزدیک یہ امر محال و ممتنع ہے کہ اللہ تعالےٰ مالک الملک احکم الحاکمین کسی طرح بھی عاجز و بے بس ہو۔ یا وہ بھول و بے خبر ہے کہ اس کے علم سے کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی چھوٹی ہوئی ہے، یا وہ سنتا نہیں، دیکھتا نہیں، کلام نہیں کرتا، بندوں کو مامور نہیں کرتا، بری چیزوں کی ممانعت نہیں کرتا، نیکی کا بدلہ ثواب اور بدی کا بدلہ عذاب نہیں دیتا۔ عزت و ذلت کا مالک نہیں کہ جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کرے۔ اپنے ملک و مملکت میں۔ اور مملکت کے اطراف و جوانب میں اپنے پیغمبروں کو نہیں بھیج سکتا۔ اپنی مخلوق اور رعایا کی پروا نہیں کرتا۔ ان کے حالات و اطوار کی خبر نہیں رکھتا۔ ان کو بیکار و لایعنی چھوڑ دیا ہے۔ ان کو مہمل اور آزاد پیدا کیا ہے۔ یہ باتیں تو دنیا کے بادشاہوں کی بھی شان کے خلاف ہے۔ چہ جائیکہ مالک الملک، بادشاہ حقیقی، احکم الحاکمین کی ذات مقدس کی طرف ایسی باتیں منسوب کی جائیں۔

انسان اپنی ابتدائی خلقت، نطفہ سے لے کر پیدائش، شیر خوارگی، بچپن، جوانی کے حالات پر غور کرے تو اسے پوری طرح معلوم ہو جائے گا کہ وہ ذات جس نے انسان کی تخلیق و تربیت کا یہ نظام قائم کیا۔ جس نے اس کو ان مختلف حالات سے گزارتے ہوئے اس منزل تک پہنچایا، مختلف اخلاق و اطوار سے اسے نوازا، اس کے لئے کیا یہ سزاوار ہے کہ انسان کو بالکل مہمل اور بیکار چھوڑ دے؟ کسی قسم کے حکم سے اسے مامور نہ کرے، کسی چیز سے اسکو نہ روکے

اور اس پر جو حقوق و فرائض عائد ہوتے ہیں، ان سے اسکو آشنا نہ کرے کسی چیز کا اجر و ثواب نہ دے، کسی جرم کی سزا نہ دے، اگر بندہ پوری طرح ان چیزوں پر غور کرے تو اس کی آنکھوں کے سامنے جو کچھ ہے اور اسکی آنکھوں سے اوجھل جو کچھ ہے ان سب کو توحید و رسالت، معاد و آخرت کی کامل ترین دلیل پائے گا۔ نیز ہر چیز اس پر بھی دلالت کریگی کہ قرآن حکیم اللہ تعالےٰ ہی کا کلام ہے، غرض دنیا کی ہر چیز ان امور کی طرف انسان کی راہنمائی کرے گی، اور ہم اپنی کتاب "ایمان القرآن" میں آیت

فلا اقسم بما تبصرون وما لا تبصرون انه لقول رسول کریم (الحاقہ)	لوگو! جو چیز تم کو دکھائی دیتی ہے، اور جو چیز تمہیں دکھائی نہیں دیتی ہم تو سب ہی قسم کھاتے ہیں کہ یہ قرآن بلاشبہ کلام الٰہی ہے، ایک معزز فرشتے کا لایا ہوا۔

کی تفسیر کے ضمن میں اس کی وجہ استدلال طریق دلالت کو پوری طرح واضح کر چکے ہیں نیز آیت

وفی انفسکم افلا تبصرون (ذاریات)	خود تمہارے اندر بہت سی نشانیاں ہیں کیا تم کو سوجھتی نہیں

کی تفسیر کے ضمن میں بھی ہم نے وجہ استدلال اور صورت دلالت پر بہت کچھ روشنی ڈالی ہے اگر کامل طور پر غور و تدبر کیا جائے تو خود انسان کا وجود ہی اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ خالق حق سبحانہ و تعالےٰ موجود ہے، وہ وحدہٗ لاشریک ہے، رسالت و نبوت حق ہے اور اس کی صفات کمالیہ حق ہیں

بہرحال! آخرت کو ضائع کرنے والا ہر دو صورت میں فریب و دھوکہ کا شکار ہے، تصدیق و یقین کی صورت میں بھی، اور تکذیب و شک کی صورت میں بھی۔

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ معاد و آخرت، جنت و دوزخ کے متعلق تصدیق جازم، اور یقین کامل موجود ہو تو تخلف عمل کیونکر ممکن ہے؟ یہ دونوں باتیں ایک جگہ جمع ہو ہی نہیں سکتیں، کیا بشری طبائع میں یہ چیز ہے کہ کسی انسان کو بادشاہ وقت بلاتا ہے اور یہ خبر بھیجتا ہے کہ کل تم ہمارے دربار میں حاضر ہو جاؤ، تمہارے فرائض و اعمال کا جائزہ لیا جائے گا اگر تم اس میں ناکام ثابت ہوئے تو تمہیں سخت ترین سزا دی جائے گی۔ اور اگر کامیاب رہے تو تمہاری پوری پوری عزت افزائی کی جائے گی۔ کیا اس خبر کی اطلاع پانے کے بعد وہ غافل اور بے خبر ہو کر سو جائے گا کل حضور شاہی میں حاضری دینی ہے اسے فراموش کر جائے گا۔ کل کے لیے نہ وہ کسی قسم کی تیاری کرے گا نہ اسے کسی قسم کا خوف و ہراس ہوگا؟

Marfat.com

اس کا جواب یہ ہے کہ بیشک تمہارا اعتراض صحیح اور بالکل صحیح ہے۔ اور اکثر و بیشتر مخلوق پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے اور ان پر دو متضاد امور کا مجتمع ہو جانا نہایت تعجب انگیز بھی ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ علم و یقین اور تخلف عمل کے بہت سے اسباب ہیں۔ منجملہ یہ کہ علم کی کمزوری اور یقین کی کمی بھی ایک اہم سبب ہے۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ علم کے مدارج مختلف نہیں ہیں وہ سراسر غلط کہتا ہے۔ غور کرو۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم تھا کہ پروردگار عالم مُردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے۔ باوجود اس کے بارگاہِ الٰہی میں استدعا کرتے ہیں کہ وہ مردہ زندہ کر کے دکھائے۔ یہ کیوں؟ اس لئے کہ یقین و اطمینان میں استحکام فراوانی حاصل ہو جائے اور جو چیز بطورِ غیب معلوم ہے بطورِ حضور و شہود معلوم ہو جائے۔ چنانچہ مسند احمدؒ میں روایت ہے، آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا لیس المخبر کالمعاینہ (خبر کی حیثیت معاینہ و مشاہدہ کی نہیں ہے) جب ضعف علم و یقین موجود ہو، اور آخرت کے متعلق جو چیزیں بیان کی جاتی ہیں وہ سامنے مستحضر نہ ہوں اور جو چیزیں کہ معاد آخرت کے خلاف ہیں قلب اکثر اوقات ان میں مشغول ہو۔ اور اس اشتغال کی وجہ سے آخرت کی چیزیں قلب سے محجوب و مستور ہو جائیں۔ نیز ان چیزوں کے ساتھ ساتھ طبعی مقتضیات، خواہشات و شہوات کا استیلاء و غلبہ ہی ہو جائے نفس کی فریب کاری، شیطان کا دھوکہ، وعدۂ آخرت بدیر پورا ہونے کی امید، طویل امیدیں، غفلت کی نیند، موجود و حاضر کی قدر، تاویل کی رخصتیں، شب و روز کی مالوفات سے دل بستگی یہ تمام باتیں جب جمع ہو جائیں تو اس وقت قلب انسانی کے اندر ایمان کو وہی ذات قائم اور باقی رکھ سکتی ہے جس نے زمین اور آسمانوں کو باقی اور قائم رکھا ہے اور یہی وہ اسباب ہیں۔ جن کی بنا پر ایمان و عمل میں لوگوں کے مدارج مختلف ہوا کرتے ہیں تا آنکہ کمزوری اور ضعف کی انتہا یہ ہوتی ہے کہ ایمان بقدر ذرہ سمٹ کر رہ جاتا ہے۔ یہ تمام اسباب جب یکجا جمع ہو جاتے ہیں تو بصیرۃ و استقلال کی قوت کمزور ہو جاتی ہے۔ اور یہی سبب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل صبر و استقلال و یقین کی مدح و توصیف فرمائی ہے، اور صبر و یقین والوں کو امامت فی الدین کا درجہ عطا فرمایا ہے چنانچہ ارشاد فرماتا ہے۔

وجعلنا منهم ائمة يهدون بامرنا لما صبروا وكانوا بآياتنا يوقنون۔ (سجدہ)

اور تم نے بنی اسرائیل میں پیشوا بنائے تھے جو ہمارے حکم سے لوگوں کو ہدایت کرتے تھے اس لئے کہ وہ صبر کرتے تھے اور ہماری آیات پر یقین رکھتے تھے۔

Marfat.com

فصل

(حسن ظن وہ ہے جو انسان کو عمل صالح پر آمادہ کرے)

(حسن ظن وہ نہیں جو انسان کو عصیان و نافرمانی پر ابھارے)

"حسن ظن" اور فریب و مغالطہ کا فرق تمہیں پہلے واضح ہو چکا ہے کہ حسن ظن وہ صحیح اور حق ہے جو بندے کو عمل صالح کیلئے آمادہ اور تیار کرے، عمل صالح کیلئے مساعد و ممد ہو، اعمال صالحہ کی طرف کھینچ لے جائے۔ اور اگر وہ بطالت اور بدعملی۔ اتہماک معاصی کی طرف لے جاتا ہے، تو وہ حسنِ ظن نہیں بلکہ فریب اور دھوکہ ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ حسن ظن، رجاء و امید ہی کا نام ہے اور رجاء و امید وہی صحیح اور حق ہے جو انسان کو طاعت الٰہی کی طرف لے جائے۔ اور معاصی و نافرمانی سے باز رکھے۔ وہ رجاء و امید صحیح نہیں جو انسان کو بطالت و بدعملی پر ابھارے، اور بطالت و بدعملی اسکو خواہ مخواہ کی رجاء و امید پیدا کر دے۔ ایسی رجاء و امید سراسر فریب اور دھوکہ ہے اگر ایک شخص بہت سی زمین رکھتا ہے، اس کی شادابی اور پیداواری کی امید رکھتا ہے، اس سے مستفید ہونا چاہتا ہے، پھر بھی وہ زمین کو بیکار چھوڑ دیتا ہے، اس میں تخم ریزی نہیں کرتا، زمین کی خدمت نہیں کرتا، پانی نہیں دیتا تو ایسے شخص کو لوگ احمق اور پاگل ہی کہیں گے۔ یہ حسن ظن اور امید نہیں بلکہ حماقت ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص یہ حسن ظن اور امید قائم کرے کہ بغیر ہمبستری کے اس کے گھر بچہ پیدا ہوگا، اور بلا طلب علم اور بلا تحصیل علم کی محنت و مشقت کے اپنے ہمعصروں سے آگے نکل جائے گا تو لوگ اسے احمق اور پاگل ہی کہیں گے وقس علی هذا اسی طرح جو شخص بغیر طاعت و بندگی، اور بلا اعمال صالحہ مقربہ اور بلا امتثال اوامر، اور اجتناب منہیات و محرمات کے فوز و فلاح دینوی مدارج اور جنت کی دائمی نعمتوں کی امیدیں قائم کرتا ہے اور ایسا حسن ظن رکھتا ہے تو وہ احمق اور پاگل ہی سمجھا جائے گا۔ اس بارے میں خدائے قدوس کا ارشاد تو یہ ہے کہ

ان الذین امنو والذین ھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ اولئک یرجون رحمۃ اللہ : (بقرہ)	جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اللہ کی راہ میں ہجرتیں بھی کیں اور جہاد بھی کئے۔ یہی لوگ خدا کی رحمت کی امید لگائے بیٹھے ہیں۔

غور کرو خدائے قدوس تو اس آیت میں ان لوگوں کو امید و رجاء کا مستحق قرار دیتا ہے جو

Marfat.com

مذکورہ طاعات کو انجام دے، اور یہ فریب خوردہ انسان یہ کہتا ہے کہ رحمت الٰہی کا مستحق وہ ہے جو احکام الٰہی کی خلاف ورزی کرے، حقوق خداوندی کو ٹھکرادے، بندگان الٰہی پر ظلم وجور روا رکھے، محرمات ومنہیات کا بے خوف ارتکاب کرے۔

مسئلہ کا اصل راز یہ ہے کہ "حسنِ ظن" اور امید ورجاء اسی وقت ممکن ہے جبکہ ان اسباب و وسائل کو عمل میں لایا جائے جن کی حکمت الٰہی، شریعت الٰہیہ، اس کی تقدیر و قضا، اس کا ثواب وکرامت مقتضی ہے۔ بندہ ان اسباب کو عمل میں لائے اس کے بعد پروردگار عالم کی بارگاہ میں حسن ظن رکھے۔ اور اس کی جناب سے امیدیں وابستہ کرے۔ یہ امید قائم کرے کہ اللہ تعالیٰ ان اسباب و وسائل کو بیکار نہ کردے۔ مطلوب ومقصود تک پہنچانے میں اسباب کو عمد گردانے، اسباب کا رخ دوسری طرف نہ پھیر دے کہ اسباب ساقط ہو جائیں۔ اسباب کی تاثیرات معطل و بیکار ہو کر رہ جائیں۔

فصل

(امید و رجا کیلئے تین باتیں لازم وضروری ہیں)

(سلف صالح خوف و رجا کے حامل تھے صحابہ کرام نفاق سے ڈرتے تھے)

یہ امر سمجھ لینا بہت ضروری ہے کہ کسی چیز کو امید و رجاء کے لئے تین چیزیں لازم اور ضروری ہیں۔

اول یہ کہ اس چیز کی محبت لازمی ہے

دوم یہ کہ اس کے فوت ہونے کا خوف و اندیشہ ہونا چاہیئے

سوم یہ کہ اس کے حصول کی حتی الامکان کوشش کی جائے۔

جس امید و رجاء میں یہ تین باتیں نہ ہوں، وہ امید و رجاء نہیں۔ بلکہ محض امانی، یعنی خیالی آرزو ہے اور کچھ نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ امید و رجاء اور چیز ہے، اور امانی و آرزو دوسری چیز۔ ہر صاحب امید و رجاء اپنی مطلوب چیز کے فوت ہونے سے ڈرتا ہے اور خائف رہتا ہے۔ ایک مسافر جب سفر کا راستہ طے کرتا ہے تو اسے منزل تک پہنچنے کا خوف رہتا ہے۔ اس لئے وہ اپنی رفتار تیز تر کر دیتا ہے۔ چنانچہ جامع ترمذی میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

من خاف ادلج ومن ادلج بلغ المنزل — جو شخص منزل تک نہ پہنچنے سے ڈرتا ہے وہ پہلی

Marfat.com

الا ان سلعة الله غالية — رات ہی سے سفر شروع کر دیتا ہے۔ اور جو پچھلی
الا ان سلعة الله الجنة — رات سے سفر شروع کر دیتا ہے منزل تک پہنچ جاتا
ہے، آگاہ رہو اللہ تعالےٰ کا دیا ہوا سامان بہت
قیمتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا سامان جنت ہے

اور اللہ تعالےٰ نے جس طرح اعمال صالحہ والوں کیلئے امید ورجاء ضروری گردانی ہے۔ اسی طرح ان کے لئے خوف و ڈر بھی ضروری گردانا ہے۔ اور یہ خوب واضح رہے کہ خوف و رجاء وہی مفید ہے جس کے ساتھ عمل صالح موجود ہو۔

اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

ان الذین هم من خشیة ربهم — جو لوگ اپنے پروردگار کے خوف سے ترساں رہتے
مشفقون والذین هم بایات ربهم — ہیں۔ اور جو لوگ اپنے پروردگار کی آیتوں پر یقین رکھتے
یؤمنون والذین هم بربهم لا — ہیں، اور جو اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک
یشرکون والذین یؤتون ما اتوا و — نہیں کرتے اور جتنا کچھ انہیں خدا دیتا ہے اس میں سے
قلوبهم وجلة انهم الی ربهم — خدا کی راہ میں دیتے ہیں اور پھر بھی ان کے دلوں کو
راجعون اولئك یسارعون فی — اس بات کا کھٹکا لگا رہتا ہے کہ ان کو اپنے
الخیرات وهم لها سابقون — پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے یہی لوگ نیک
(مومنون) — کاموں میں جلدی کرتے ہیں اور ان کیلئے لپکتے ہیں۔

اور جامع ترمذی میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں آنحضرتؐ سے میں اس آیت کے متعلق پوچھا یا رسول اللہ! یہ لوگ کون ہیں۔ کیا یہ وہ لوگ ہیں جو شراب پیا کریں، زنا اور چوری کیا کریں؟ آپ نے جواب دیا۔

لا یا ابنة الصدیق، ولکنهم الذین — اے صدیق کی بیٹی نہیں۔ ایسے لوگ نہیں، بلکہ
یصومون ویصلون ویتصدقون — وہ لوگ جو روزے رکھتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں،
ویخافون ان لا یتقبل منهم — صدقہ دیتے ہیں، اور پھر ڈرتے ہیں کہ کہیں ان
اولئك یسارعون فی الخیرات۔ — کے اعمال مقبول نہ ہوں یہی لوگ خیر و بھلائی میں
جلدی کیا کرتے ہیں۔

نیز حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں اللہ تعالےٰ اہل سعادت کی توصیف و تعریف

فرماتا ہے تو ان کے احسان و نیکی، اور خوف الٰہی کا ذکر فرماتا ہے، اور شقی و بدبخت لوگوں کا ذکر فرماتا ہے تو ان کے گناہ اور ان کی بے خوفی کا ذکر فرماتا ہے۔

اگر کوئی صاحب بصیرۃ صحابہ کرام کے حالات پر غور کرے تو اسے معلوم ہوگا صحابہ کرام کس درجہ اعمال صالحہ سے مزین تھے پھر بھی وہ کس درجہ خدا سے ڈرتے تھے اور ہم ہیں کہ باوجود انتہا درجہ کی تقصیر و کوتاہی کے بھی کس قدر بے خوف، اور نڈر بنے ہوئے ہیں۔ یہ ہماری کس قدر غلط فہمی ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے حالات پڑھو۔ آپ اکثر اوقات اکہا کرتے تھے۔

وددت انی شعرۃ فی جنب عبل مؤمن (ذکرہ احمد)

میں اسے پسند کرتا ہوں کہ کسی ایماندار کے جسم کے ایک رونیں کے برابر ہی ہوتا۔

نیز انہی امام احمد سے مروی ہے حضرت صدیق رضؓ اکثر اپنی زبان پکڑ کر کہتے تھے۔

ھذا اوردنی الموارد

اس نے مجھے ہلاکت کے مواقع میں ڈالا ہے۔

یہ کہہ کر حد سے زیادہ روتے۔ اور فرماتے

ابکوا، فان لم تبکوا فتباکوا

خوب رویا کرو۔ اگر نہ رو سکو تو کم از کم رونی شکل تو بناؤ

جب آپ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو خوف الٰہی ایسا طاری ہو جاتا کہ لکڑی کی طرح کھڑے ہو جاتے ذرہ بھر جنبش نہیں ہونے پاتی تھی۔

ایک مرتبہ ایک پرندہ آپ کے سامنے لایا گیا۔ آپ نے ہاتھ میں پکڑا، اور الٹ پلٹ کر دیکھنے لگے اور فرمانے لگے اس وقت تک کوئی جانور شکار نہیں بنتا، اور کوئی درخت کاٹا نہیں جاتا جب تک کہ وہ تسبیح الٰہی کو ترک نہ کر دے۔

آپ کی وفات کا وقت قریب آگیا تو حضرت عائشہ صدیقہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

یابنیۃ ! انی اصبت من مال المسلمین ھذہ العباءۃ وھذا الحلاب و ھذا العبد۔ فاسرعی بہ الیٰ ابن الخطاب۔

بیٹی ! میرے پاس مسلمانوں کے مال میں سے یہ چیزیں ہیں۔ ایک عباء، ایک دودھ نکالنے کا پیالہ، اور ایک غلام تم اسے جلد سے جلد خطاب کے بیٹے عمرؓ کے پاس پہنچا دو۔

اور آپ نے فرمایا۔

لوددت انی کنت ھذہ الشجرۃ

کیا اچھا ہوتا میں درخت ہوتا کہ مجھے جانور کھاتے

Marfat.com

توکل و تعفف

اور پھر کاٹ دیا جاتا۔

حضرت قتادہؓ نے فرمایا کہ مجھ تک حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے یہ کلمات پہنچے ہیں، وہ فرماتے ہیں۔

لیتنی خضرۃ تاکلنی الدواب۔ کاش میں سبز گھاس ہوتا تو چوپائے مجھے کھا لیتے۔

حضرت فاروق اعظم رضؓ کے حالات پڑھو۔ ایک مرتبہ انہوں نے سورۂ طور پڑھنا شروع کی جب آپ

ان عذاب ربك لواقع (طور) تمہارے پروردگار کا عذاب ضرور نازل ہو کر رہے گا

پر پہنچے تو شدت سے رونا شروع کر دیا تا آنکہ آپ اس قدر بیمار نہ ہو گئے کہ لوگ عیادت کیلئے آنے لگے۔

جس وقت آپ بستر مرگ پر تھے، اپنے بیٹے سے کہنے لگے "تیرا بھلا ہو۔ میرے رخسارے زمین پر دھر دے، شاید اللہ تعالےٰ مجھ پر رحم فرمائے۔" پھر فرمانے لگے ویل امی ان لم یغفر اللہ لی (اگر اللہ تعالےٰ میری مغفرت نہ فرمائے تو میں غارت ہی ہو گیا) یہ کلمات آپ نے تین مرتبہ فرمائے۔ اس کے بعد ہی آپ کی روح قبض ہو گئی۔

آپ معمولات شب کے مطابق روزانہ قرآن مجید کی تلاوت فرماتے۔ جب وعید کی آیتیں آجاتیں تو اس قدر روتے کہ ہچکی بندھ جاتی۔ اور دنوں تک گھر میں پڑے رہتے کہ لوگ بیمار سمجھ کر عیادت کے لئے دوڑ آتے۔

خوف الٰہی سے آپ اس قدر رویا کرتے تھے کہ آنسو بہنے کی وجہ سے رخساروں پر دو سیاہ خط سے پڑ گئے تھے۔

موت سے کچھ پہلے حضرت ابن عباسؓ نے آپ سے کہا۔ امیر المومنین! آپ کے ذریعہ اللہ تعالےٰ نے ملکی فتوحات عطا فرمائیں، بڑے بڑے شہر آباد کئے اور یہ کیا وہ کیا۔ تمام چیزیں گنوائیں۔ آپ نے فرمایا۔

وددت انی انجو لا اجر ولا وزر میں چاہتا ہوں کہ میری نجات ہو جائے۔ نہ مجھے اجر ملے، نہ بار گناہ مجھ پر لادا جائے۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو دیکھو، جب وہ کسی قبر پر پہنچتے تو اتنا روتے کہ آپ کی داڑھی تر ہو جاتی اور کہتے کہ اگر مجھے جنت اور دوزخ کے مابین اختیار کا حکم دیا جاتا تو اس سے قبل ہی کہ میں اپنے متعلق یہ سمجھ سکوں کہ کس صورت کو میں زیادہ برداشت کر سکتا ہوں، راکھ

Marfat.com

ہو جانے کو پسند کروں گا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حالات پڑھو، وہ ہمہ وقت رقتے رہتے، اور خوف الٰہی سے نڈھال ہو جاتے، خصوصاً دو باتوں سے ان کا خوف حد سے زیادہ متجاوز ہو جاتا تھا۔

۱۔ طول امل۔ دنیا کی زیست کی بڑی بڑی امیدیں۔

۲۔ خواہشات کی پیروی، فرمایا کرتے طول امل آخرت سے غافل کر دیتا ہے اور خواہشات کی پیروی حق سے روک دیتی ہے۔

اور فرمایا کرتے دنیا پیٹھ دیکر بھاگ رہی ہے۔ اور آخرت نہایت تیزی سے قریب آ رہی ہے اور لوگ ان دونوں کے بال بچے ہیں۔ دنیا کے بھی۔ اور آخرت کے بھی۔ تم آخرت والے بنو۔ دنیا والے نہیں۔ آج عمل کا دن ہے حساب نہیں، حساب کل ہوگا۔ کل عمل نہیں ہوگا۔

حضرت ابو الدرداءؓ کے حالات پڑھو۔ فرماتے تھے قیامت کے دن سب سے زیادہ مجھے اس امر کا خوف ہے کہ مجھ سے باز پرس ہوگی کہ تم نے جو کچھ علم سیکھا تھا اس پر تم نے کس قدر عمل کیا؟

اور کہا کرتے تھے، مرنے کے بعد جو کچھ پیش آنیوالا ہے اگر تمہیں معلوم ہو جائے تو تم شوق سے کھانا پینا چھوڑ دو، اور گھروں میں نہ رہو۔ بلکہ گھروں سے نکل کر پہاڑوں کی طرف بھاگو، ماتم کرو، اور روتے ہی رہو۔ اے کاش کہ میں درخت ہوتا۔ کاٹا جاتا کھا لیا جاتا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے حالات پڑھو۔ آنسو کی کثرت کی وجہ سے انکی آنکھوں کے نیچے سیاہ نشان پڑ گئے تھے۔

حضرت ابوذرؓ اکثر فرمایا کرتے تھے۔ کاش میں درخت ہوتا۔ لوگ مجھے کاٹ ڈالتے۔ کاش میں پیدا ہی نہ ہوا ہوتا۔ ان کی خدمت میں جب کچھ نان ونفقہ پیش کیا جاتا تو جواب دیتے ہماری بکریاں ہمارے پاس ہیں ہم انہیں دوہ کر پی لیا کرتے ہیں۔ گدھے ہیں سواری کی ضرورت ہو تو ان پر سواری کر لیا کرتے ہیں۔ آزاد کردہ غلام ہیں جو ہماری خدمت کر لیا کرتے ہیں۔ سیاہ کمبل ہے جسے اوڑھ لیا کرتے ہیں۔ مجھے تو ان ہی چیزوں کے حساب و کتاب کا خوف کھائے جاتا ہے اور میں کیا کروں گا۔

حضرت ابو الدرداءؓ نے ایک مرتبہ رات کو سورۂ جاثیہ پڑھنا شروع کی جب وہ اس آیت پر پہنچے:

ام حسب الذین اجترحوا السیات ان	جو لوگ برے کاموں کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں۔ کیا
نجعلھم کالذین امنوا وعملوا	انہوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ ہم ان کو ان

الصالحات۔ (حاشیہ) لوگوں جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے تو بار بار اسے پڑھتے اور روتے تا آنکہ اسی حالت میں صبح ہو گئی۔

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضؓ کہا کرتے تھے کاش میں بھیڑ ہوتا۔ میرے گھر والے مجھے ذبح کر کے میرا گوشت کھا لیتے اور میرا شوربا پی جاتے۔

اس بارے میں آثار اس قدر موجود ہیں کہ یہاں پیش کرنا دشوار ہے۔ صحیح البخاری میں ایک مستقل باب ہے۔

خوف المومن ان یحبط عمله وهو لا یشعر۔ باب مومن کے خوف کا کہ کہیں اس کے اعمال اس طرح ساقط نہ ہو جائیں کہ وہ سمجھ بھی نہ سکے۔

حضرت ابراہیم تیمی فرماتے ہیں۔ جب کبھی میں نے اپنے قول و عمل کا جائزہ لیا تو یہی ڈر ہوا کہ میں جھوٹ تو نہیں بول رہا ہوں۔

حضرت ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں۔ میں تیس صحابہ سے مل چکا ہوں جو کثرت خوف الٰہی کی وجہ سے اپنے متعلق نفاق سے ڈرتے تھے۔ ان تمام کا حال دیکھو۔ پھر بھی ان میں سے کوئی یہ نہیں کہتا تھا کہ میرا ایمان جبریلؑ اور میکائیلؑ کے ایمان کے برابر ہے۔

حضرت حسنؒ فرمایا کرتے تھے۔ "مومن ہی اللہ تعالےٰ سے ڈرتا ہے، منافق نہیں ڈرتا"۔

حضرت عمر بن الخطاب رضؓ حضرت حذیفہ رضؓ سے کہتے تھے۔ میں تمہیں خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے منافقوں میں میرا نام گنوایا تھا؟ وہ کہتے نہیں۔ لیکن تمہارے سوا کسی اور کی صفائی نہیں پیش کروں گا"۔

اس روایت کے متعلق حضرت استاذ شیخ ابن تیمیہؒ سے دریافت کیا گیا تو فرمانے لگے حضرت حذیفہ رضؓ کا یہ مقصد نہیں تھا کہ حضرت عمر رضؓ کے سوا نفاق سے کسی اور کی برأت نہیں پیش کروں گا۔ بلکہ یہ مقصد تھا کہ یہ دروازہ تمہارے سوا میں کسی اور کے لئے نہیں کھولوں گا کہ ہر شخص اپنی نسبت دریافت کرتا پھرے اور میں اس کی صفائی کر دیا کروں۔ اسی روایت کے قریب قریب آنحضرتؐ کی یہ حدیث بھی ہے۔ کسی نے آنحضرتؐ کی خدمت میں گزارش کی کہ میرے حق میں دعا فرمائیے کہ ستر ہزار آدمی جو بلا حساب و کتاب جنت میں داخل کئے جائیں ان میں میرا بھی نام ہو، آپؐ نے فرمایا عکاشہ تم سے سبقت کر گئے۔ اس سے آنحضرتؐ کا یہ مقصد نہیں ہے کہ اس کے حق میں صرف عکاشہ ہیں بلکہ یہ مقصد ہے کہ اگر اس کے لئے دعا کی جائے گی تو یکے بعد دیگرے بہت سے لوگ کھڑے ہو جائیں گے۔ اور

Marfat.com

کہیں گے ہمارے لئے بھی دعا فرمایئے۔ اور جب یہ دروازہ کھل جاتا ہے تو ہو سکتا ہے ایسے لوگ بھی کھڑے ہو جائیں جو اس کے مستحق نہ ہوں اور کہنے لگیں کہ ہمارے لئے بھی دعا فرمایئے۔ اس لئے یہاں اس سلسلہ کو روک دینا ہی اولےٰ اور بہتر تھا۔ واللہ اعلم۔

فصل

(دنیا اور آخرت کی تمام مصیبتوں کی جڑ گناہ ہیں)

(جتنی قومیں دنیا میں ہلاک ہوئیں شرائع الٰہیہ کی خلاف ورزی سے ہی ہلاک ہوئیں)

اب ہم اصل مقصد کی طرف مراجعت کرتے ہیں جس کا ہم نے آغاز کتاب میں ذکر کیا ہے یعنی وہ مرض کہ اگر اس کا سلسلہ جاری رہا تو انسان کی دنیا اور آخرت دونوں تباہ و برباد ہو جاتے ہیں۔ اسی مرض کا علاج ہم یہاں پیش کرنا چاہتے ہیں۔ سمجھ لینا چاہیئے کہ گناہ انسان کے حق میں نہایت مضرت رساں چیز ہے۔ اور یہ یقینی امر ہے۔ اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اور یہ بھی یقینی امر ہے کہ گناہ کا زہر قلب میں اس طرح سرایت کر جاتا ہے جس طرح انسان کے جسم میں زہر سرایت کر جاتا ہے اور جس درجہ کا زہر ہوتا ہے اسی درجہ کی اس کی تاثیر ہوا کرتی ہے۔ کیا دنیا اور آخرت کی کوئی مصیبت، کوئی خرابی، کوئی تباہی اور بربادی۔ اور بیماری ایسی ہے جس کی اصل وجہ اور اصل سبب معاصی نہ ہوں؟ حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ کو جنت سے کس چیز نے نکالا؟ اور کس چیز نے ان کو جنت اور جنت کی نعمتوں، لذتوں اور جنت کی مسرتوں سے محروم کیا؟ اور کس چیز نے ان کو جنت الخلد اور دار بہجت و سرور سے نکال کر دار محن اور دار مصائب و آلام میں ڈال دیا؟ اور کس چیز نے ان کو دنیا کے قید خانہ میں مقید کر دیا۔؟، ابلیس معلم الملکوت تھا اس کو ملکوت سماوات سے کس چیز نے اس کو ملعون، مطرود اور مردود بنا کر رکھ دیا؟ اور کس چیز نے اس کا ظاہر و باطن مسخ کر کے رکھ دیا؟ اور ایسا مسخ کر دیا گیا کہ اس کی بدترین صورت کے برابر کوئی صورت نہ رہی، اور اس کے بدترین باطن کے برابر کوئی باطن نہ رہا۔ ایک وقت تھا کہ وہ مقربین بارگاہ الٰہی میں بلند درجہ رکھتا تھا، لیکن سرکشی کی وجہ سے وہ سب سے بڑا ملعون اور مردود بارگاہ ٹھکرا دیا گیا۔ "رحمت" "لعنت" سے بدل گئی۔ خوبصورتی بدصورتی سے تبدیل ہو گئی۔ جنت کے بدلہ شعلہ فگن آگ کا ایندھن بن کر رہ گیا ایمان کفر سے بدل گیا۔ خدائے حمید کا دوست تھا لیکن وہ اس کا سب سے بڑا دشمن بن کر رہ گیا یا تو وہ تسبیح و تقدیس، تکبیر و تہلیل کے نعرے لگاتا تھا۔ یا اب وہ کفر و شرک، کذب و دروغ، فحش و یاوہ گوئی

Marfat.com

کا دل دادہ ہے۔ لباس ایمان، لباس کفر، لباس فسق وفجور، لباس عصیان سے تبدیل کر دیا گیا۔ اور نگاہِ خداوندی میں وہ انتہا درجہ ذلیل وخوار ہو کر رہ گیا۔ رحمت الٰہی کی بلندیوں سے بالکل تحت الثریٰ میں جا گرا۔ پروردگار عالم کا قہر وغضب اس پر ایسا ٹوٹا کہ وہ سب سے نیچے جا گرا، فجار، فساق بدکاروں اور جرائم پیشہ لوگوں کا بڑا سے بڑا قائد، اور سپہ سالار بن کر رہ گیا، یا تو وہ عبادات وطاعات میں سب سے پیش پیش تھا اور فرشتوں کی سیادت وقیادت کیا کرتا تھا، یا اب وہ خدا کی ساری مخلوق سے بدتر۔ اور سب سے بڑا منکر وکافر بن کر رہ گیا۔ اے خدائے قادر وتوانا تیری نافرمانی سے میں تیری پناہ چاہتا ہوں۔ آہ وہ کونسی چیز تھی جس نے ساری زمین کے بسنے والوں کو طوفان کے ایسے پانی سے غرق کر دیا جس نے پہاڑوں کی چوٹیوں پر رہنے والوں کو بھی نہ چھوڑا؟

وہ کونسی چیز ہے جس نے قوم عاد پر باد صرصر مسلط کر دی؟ یہ لوگ مرکھپ گئے۔ اور زمین پر ایسے مرے پڑے رہ گئے گویا درختوں کے بوسیدہ تنے زمین پر گرے پڑے ہیں۔ یہ ہوا ایسی چلی کہ جہاں سے گزری شہروں، آبادیوں، باغوں اور کھیتوں، چوپایوں، جانوروں کو تباہ وبرباد کرتی چلی گئی اور ایسی قیامت برپا کر دی کہ دنیا کی قوموں کے لئے عبرت کا سامان چھوڑ گئی۔

اور وہ کونسی چیز ہے جس نے قوم ثمود پر بادلوں کی گرج بھیجی کہ جس کی آواز سے لوگوں کے دل اور شکم شق ہو کر رہ گئے اور تمام کے تمام مرکھپ گئے؟

اور وہ کونسی چیز تھی جس نے قوم لوط کی آبادیوں کو اٹھا کر آسمان کے قریب تک پہنچا دیا۔ اور اس قدر آسمان کے قریب پہنچا دیا کہ کتوں کے بھونکنے کی آواز فرشتے سننے لگ گئے اور پھر اس طرح اس طبقہ کو پلٹ دیا کہ اوپر کو تلے اور تلے کو اوپر کر دیا۔ اس طرح تمام کو ہلاک کر کے مارا۔ اور پھر انہیں جہنم کے پکائے ہوئے پتھر آسمان سے گرائے گئے۔ اور انہیں ایسی سخت سزا دی گئی کہ دنیا میں ایسی سزا کسی قوم کو نہیں دی گئی، کیا ایسا عذاب ظالموں سے دور رہ سکتا ہے؟ اور ظالم اس سے بچ سکتے ہیں۔

اور وہ کونسی چیز تھی جس نے قوم شعیب پر بادلوں کا عذاب بھیجا؟ یہ بادل چھتری کی طرح چھا گئے اور جب ان کے سروں پر آ گئے تو ان پر آگ برسانے لگے۔

اور وہ کونسی چیز ہے جس نے فرعون کی قوم کو دریا برد کر دیا۔ اور انکی روحوں کو جہنم میں پہنچا دیا؟ حق اور واقعہ یہ ہے کہ ان کے جسم غرق ہونے ہی کے لئے اور ان کی روحیں جہنم میں جلنے ہی کے لئے تھیں۔

اور وہ کونسی چیز تھی جس نے قارون، قارون کا گھر، اس کا مال، اور اس کے اہل وعیال کو

Marfat.com

زمین میں دھنسا دیا؟

اور وہ کونسی چیز تھی جس نے حضرت نوحؑ کے بعد مختلف اوقات میں بے شمار قوموں کو انواع واقسام کے عذابوں سے دوچار کر دیا اور قومیں کی قومیں تباہ و برباد کر دی گئیں؟

اور وہ کونسی چیز تھی جس نے صاحب لئیںؑ کی قوم کو بجلی کی کڑک سے ہلاک کر مارا تا آنکہ ایک نفر بھی زندہ نہ بچ سکا؟

اور وہ کونسی چیز تھی جس نے بنی اسرائیل پر جابر وظالم لوگوں کو بھیج کر انہیں تاراج و برباد کرا دیا، اور ان کے سامان، گھر، مال و اسباب سب کا سب لوٹ لیا گیا۔ مرد قتل کئے گئے بچے اور عورتیں اسیر کر لی گئیں۔ شہر کے شہر جلا کر خاکستر کر دیئے گئے۔ اور مال و دولت، غارتگری کے نذر ہو گئے، بار بار جابر، ظالم لوگ ان پر بھیجے گئے اور بار بار تباہ و برباد کر دیئے گئے، کونسی چیز تھی جس نے ان کو انواع واقسام کے عذابوں میں مبتلا کر دیا؟ ان پر مصائب و آلام کے پہاڑ توڑے قتل و غارتگری کا نشانہ بنائے گئے۔ کبھی اسیر کئے گئے، کبھی ان کی آبادیاں کی آبادیاں تاراج کر دی گئیں۔ کبھی بادشاہوں کے جور وستم کے نشانہ بنے اور کبھی ان کی صورتیں مسخ کر دی گئیں۔ اور بندر اور خنزیر کی صورتیں بنا دی گئیں، اور آخری انجام یہ ہوا کہ خود پروردگار عالم نے قسم کھا کر ان کی قسمتوں پر مہر لگا دی۔

لیبعثن علیهم الیٰ یوم القیامة	قیامت تک ان لوگوں پر ایسے لوگوں کو خدا
من یسومهم سوء العذاب	مسلط کرتا رہے گا کہ ان کو برے عذاب کا مزہ
	چکھاتے رہیں۔

حضرت امام احمدؒ سے مروی ہے، حضرت عبدالرحمٰن بن جبیر بن نفیر اپنے والد جبیر سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں جب قبرص فتح ہوا، قبرص کے باشندے تباہ حال ہو کر تتر بتر ہو گئے۔ جگہ جگہ سے رونے دھونے، آہ و بکا کی آوازیں آ رہی تھیں۔ اس وقت میں نے ابوالدرداءؓ کو دیکھا کہ وہ علیحدہ ایک جگہ بیٹھے ہوئے رو رہے ہیں۔ میں ان کے قریب گیا اور کہا۔ ابوالدرداءؓ آج خدا نے اسلام اور مسلمانوں کو فتح و نصرت، عزت و عظمت بخشی ہے اور آپ رو رہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا۔ جبیر! خدا تیرا بھلا کرے۔ خدا کی نافرمانی کی وجہ سے آج اس مخلوق کا کیا حشر ہو رہا ہے؟ یہ لوگ کیسے ذلیل و خوار کر دیئے گئے؟ کل یہ قوم ایک قہار، زبردست طاقتور قوم تھی۔ بہت بڑا ملک ان کے قبضہ میں تھا لیکن اس نے احکام الٰہی کی خلاف ورزی تو آج اس کا حشر تمہارے سامنے ہے

Marfat.com

اور ایک حدیث میں مروی ہے۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

لن یھلک الناس حتیٰ یعذروا من انفسھم۔

لوگ اس وقت تک ہرگز ہلاک نہیں کئے جاتے جب تک کہ وہ اپنے گناہوں کے لئے کوئی عذر پیش کر لیں۔

اور مسند احمد میں حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے۔ وہ فرماتی ہیں آنحضرت سے میں نے سنا ہے

اذا ظھرت المعاصی فی امتی عمھم اللہ بعذاب من عندہ

جب میری امت میں گناہوں کی کثرت ہو جائے گی تو اللہ تعالےٰ خواص و عوام سب پر اپنا عذاب اُتار دے گا۔

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں یہ سن کر میں نے آنحضرتؐ سے پوچھا یا رسول اللہ! کیا اسوقت صالح اور نیک بندے نہیں ہوں گے؟ آپ نے جواب دیا بلی کیوں نہیں ہوں گے۔ میں نے کہا۔ پھر ان لوگوں کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا۔

یصیبھم ما اصاب الناس، ثم یصیرون الی مغفرۃ من اللہ ورضوان۔

اور جو لوگوں پر افتاد آئے گی ان پر بھی آئے گی پھر اللہ تعالےٰ کی جانب سے ان کی بخشش ہو گی اور ان کے لئے اللہ تعالےٰ کی رضامندی اتریگی

مراسیل حسن میں ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

لا تزال ھذہ الامۃ تحت ید اللہ وفی کنفہ مالم یمالئ قراؤھا امراؤھا ومالم یزک صلحاؤھا فجارھا ومالم یھن خیارھا شرارھا۔ فاذا فعلوا ذالک رفع اللہ یدہ عنھم ثم سلط علیھم جبابرتھم فیسومونھم سوء العذاب ثم ضربھم اللہ بالفاقہ والفقر

میری امت ہمیشہ اللہ تعالےٰ کے ہاتھ کے نیچے اور اس کی بغل میں رہے گی۔ جب تک کہ علما امت اور قاری امیروں کی بیجا حمایت نہیں کریں گے نیک لوگ فاسقوں، تاجروں کی بیجا صفائی نہیں کریں گے اور شریر لوگ نیک لوگوں کی توہین و بے عزتی نہیں کریں گے۔ جب لوگ ایسا کرنے لگیں گے تو اللہ تعالےٰ اپنا ہاتھ ان پر سے اٹھا لے گا۔ اور جابر۔ ظالم لوگوں کو ان پر مسلط کر دے گا جو ان پر سخت سے سخت عذاب کے پہاڑ توڑیں گے، اور پھر ان کو اللہ تعالےٰ فقر و

Marfat.com

فاقہ میں مبتلا کردے گا۔

اور مسند میں حضرت ثوبان رضؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

ان الرجل لیحرم الرزق بالذنب یصیبہ	آدمی اپنے گناہوں کی وجہ سے رزق سے محروم ہوجاتا ہے۔

اسی مسند کے اندر مروی ہے، آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا

یوشک ان تداعی علیکم الامم من کل افق، کما تداعی الاکلۃ علی قصعتھا	ڈر ہے کہ دنیا کی قومیں تم پر ہر طرف سے ٹوٹ پڑیں گی۔ جس طرح کہ بھوکے کھانے کے پیالے پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔

صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہؐ کیا اس وقت ہماری تعداد کم ہوگی؟۔ آپ نے فرمایا

انتم یومئذ کثیر ولکنکم غثاء کغثاء السیل۔ نزع المھابۃ من قلوب عدوکم و نجعل فی قلوبکم الوھن۔	اس وقت تمہاری کثرت ہوگی، لیکن تمہاری حالت اس وقت سیلاب کے خس و خاشاک جیسی ہوگی تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رعب اُٹھ جائے گا۔ اور تمہارے دلوں میں بزدلی پیدا ہوجائے گی۔

صحابہؓ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! بزدلی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا

حب الحیات وکراھیۃ الموت	زندگی سے محبت، اور موت کا ڈر

اسی مسند کے اندر حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا

لما عرج بی مررت بقوم لھم اظفار من نحاس یخمشون وجوھھم وصدورھم فقلت من ھا اولاء یا جبریل؟ فقال ھا اولاء الذین یاکلون لحوم الناس و یقعون فی اعراضھم	جب مجھے معراج کے لئے لے گئے تو مجھے ایسے لوگوں پر سے گزارا گیا جن کے ناخن تانبے کے تھے جن سے وہ اپنا منہ اور سینے نوچ رہے تھے۔ میں نے جبرئیلؑ سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو انسانوں کا گوشت کھایا کرتے تھے (غیبت کرتے تھے) اور ان کی آبروریزی کیا کرتے تھے

اور جامع ترمذی میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

Marfat.com

يخرج في آخر الزمان قوم يختزفون الدنيا بالدين ويلبسون للناس مسوك الضان من اللين الستهم احلى من السكر. وقلوبهم قلوب الذئاب يقول الله عز وجل أبي تغترون ام علي تجترؤن ؟ فبي حلفت لا بعثن على اولئك فتنة تدع الحليم منهم حيرانا

آخر زمانہ میں ایسے لوگ نکل کھڑے ہوں گے جو دین کو فریب کا ذریعہ بنا کر دنیا کمائیں گے، لوگوں کو دکھانے کی غرض سے بکریوں کی نرم کھال اوڑھ لیں گے ان کی زبانیں شکر سے بھی زیادہ شیریں ہوں گی۔ لیکن ان کے دل بھیڑیوں کے سے ہوں گے۔ اللہ تعالےٰ انہیں کہے گا کیا تم میرے نام پہ اکڑتے ہو؟ تم نے میرے خلاف جرأت کی؟ میں اپنی ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں ان لوگوں کو ایسے فتنہ اور عذاب میں ڈالونگا کہ بردبار لوگ بھی حیران ہو کر رہ جائیں گے۔

اور ابن ابی الدنیا حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں، حضرت علیؓ فرماتے تھے۔

یاتی علی الناس زمان لا یبقی من الاسلام الا اسمه ، ولا من القرآن الا رسمه مساجدهم یومئذ عامرة وهی خراب من الهدی علماءهم اشر من تحت اديم السماء منهم خرجت الفتنة وفيهم تعود

لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ اسلام کا صرف نام رہ جائے گا۔ اور قرآن کے صرف حرف رہ جائیں گے، اس وقت مسجدیں ان کی بڑی عالی شان ہوں گی، مگر ہدایت سے خالی۔ ان کے علماء آسمان کے نیچے بسنے والوں میں سب سے زیادہ برے لوگ ہوں گے انہی سے فتنے کھڑے ہوں گے اور ان ہی میں گھوم کر لوٹ آئیں گے۔

اور حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے

اذا ظهر الربا والزنا في قرية اذن الله عز وجل بهلاكها

جب کسی آبادی میں سود اور زنا پھیل جاتا ہے تو اللہ تعالےٰ اسے ہلاک کر دینے کا حکم صادر فرماتا ہے۔

اور مراسیل حسن میں ہے

اذا ظهر الناس العلم وضيعوا

جب علم کا مظاہرہ کرنے لگیں اور عمل کو چھوڑ

Marfat.com

العمل و تحابوا بالالسن و تباغضوا بالقلوب وتقاطعوا بالارحام لعنهم اللّٰہ عند ذالک فاصمھم و اعمی ابصارھم

بیٹھیں اور زبان سے تو محبت کا اظہار کریں اور دلوں میں بغض و کینہ رکھیں، اور رشتہ داریاں توڑ دیں تو اللہ تعالےٰ ان پر لعنت کرتا ہے اور ان کو بہرہ اندھا بنا دیتا ہے۔

اور سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے مروی ہے آنحضرتؐ کی خدمت میں دس آدمیوں کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی ان میں سے ایک میں بھی، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطاب کر کے فرمایا۔

یا معشر المھاجرین خمس خصال اعوذ باللّٰہ ان تدرکوھن. ما ظھرت الفاحشۃ فی قوم حتی اعلنوا بھا الا ابتلوا بالطواعین والاوجاع التی لم تکن فی اسلافھم الذین مضوا ولانقص قوم المکیال الا ابتلوا بالسنین وشدۃ المؤنۃ وجور السلطان وما منع قوم زکوۃ اموالھم الا منعوا القطر من السماء ولولا البھائم لم یمطروا ولا خفر قوم العھد الا سلط اللّٰہ علیھم عدواً من غیرھم فاخذوا بعض ما فی ایدیھم وما لم تعمل ائمتھم بما انزل اللّٰہ فی کتابہ الا جعل اللّٰہ باسھم بینھم۔

اے گروہ مہاجرین! پانچ چیزوں سے میں تمہارے حق میں بارگاہ الٰہی سے پناہ مانگتا ہوں ۱۔ جس قوم میں بدکاری پھیل جائے اور علانیہ بدکاری ہونے لگے تو اللہ تعالےٰ ان میں طاعون اور دوسری قسم کی بیماریاں بھیج دیتا ہے جو ان سے اگلوں میں نہیں تھیں ۲۔ جو لوگ ناپ تول میں خیانت کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان میں قحط سالی اور تنگی معاش کی مصیبت بھیج دیتا ہے، اور ظالم بادشاہ ان پر مسلط کر دیتا ہے۔ ۳۔ جو لوگ مال کی زکوٰۃ دینا بند کر دیتے ہیں تو اللہ تعالےٰ آسمان سے بارش روک دیتا ہے اور اگر چوپائے نہ ہوتے تو ان کے لئے پانی کبھی نہ برستا۔ ۴۔ جو لوگ عہد توڑ دیتے ہیں اللہ تعالےٰ ان پر باہر کا دشمن مسلط کر دیتا ہے جو ان کی مملوکہ چیزوں میں سے بعض کو چھین لیتا ہے ۵۔ ان کے آئمہ

Marfat.com

اللہ تعالےٰ کے دین اور اس کی کتاب پر عمل کرنا
چھوڑ دیتے ہیں تو اللہ تعالےٰ ان کو لڑا مارتا ہے

اور مسند اور سنن میں حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا "تم سے پہلے لوگ ایسے تھے کہ جب ان میں کوئی گناہ کرتا تو روکنے والے دوڑ پڑتے۔ اور اسے کہتے خدا سے ڈرو۔ لیکن دوسرے ہی دن وہ اسکے ساتھ خلا ملا کر لیتے اور ان کے ساتھ بیٹھ کر کھاتے پیتے۔ گویا گذشتہ کل اس کا گناہ انہوں نے دیکھا ہی نہیں تھا۔ اللہ تعالےٰ نے جب ان کی یہ حالت دیکھی تو ان کے دلوں میں باہم عداوت پیدا کر دی اور پھر ان کے پیغمبر حضرت داؤدؑ، اور حضرت عیسیٰؑ کی زبان سے ان پر لعنت کرائی اور یہ اس لئے کیا کہ انہوں نے اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کی اور حد سے تجاوز کر گئے تھے۔ قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض انجام دو۔ ظالموں اور حق کے خلاف اقدام کرنے والوں کو روکو، وگرنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں بھی عداوت پیدا کر دے گا۔ اور تم ایک دوسرے پر لعنت بھیجنے لگو گے جس طرح کہ تم سے اگلے لوگ کیا کرتے تھے۔"

اور ابن ابی الدنیا نے ایک روایت نقل کی ہے "اللہ تعالےٰ نے حضرت یوشع بن نونؑ کو بذریعہ وحی یہ خبر بھیجی تھی کہ تیری قوم میں سے چالیس ہزار اچھے لوگوں کو۔ اور ساٹھ ہزار شریر بدکاروں کو ہلاک کرنے والا ہوں۔ انہوں نے عرض کیا۔ پروردگار عالم شریروں کو ہلاک کرنا تو بجا ہے۔ لیکن بھلے لوگوں نے کیا خطا کی ہے؟ اللہ تعالےٰ نے جواب دیا۔ یہ اس لئے کہ جب میں ان شریروں پر خفا تھا تو یہ لوگ ان پر کیوں خفا نہ ہوئے۔ کیوں یہ لوگ ان کے ساتھ کھاتے پیتے رہے؟"

اور ابن عبدالبر نے ابو عمران سے ایک روایت نقل کی ہے کہ "کسی آبادی کیلئے اللہ تعالےٰ نے دو فرشتے بھیجے کہ اس آبادی کو تباہ و برباد کر دو۔ جب یہ فرشتے وہاں پہنچے تو دیکھا ایک شخص مسجد میں کھڑا نماز پڑھ رہا ہے۔ فرشتوں نے عرض کیا۔ اے پروردگار اس آبادی میں تیرا فلاں بندہ بھی تو ہے، جو نماز پڑھ رہا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ آبادی کو اور آبادی کے سب اس کو بھی ہلاک کر دو۔ میرے لئے اس کی پیشانی پر کبھی بل نہیں پڑے کبھی نافرمانوں پر ناراضگی کا اظہار نہیں کیا۔"

اور حمیدی نے حضرت مسعر کی روایت نقل کی ہے۔ "اللہ تعالےٰ نے کسی آبادی کو ہلاک

Marfat.com

کرنے کے لئے ایک فرشتہ بھیجا۔ فرشتہ نے کہا پروردگارِ عالم اس آبادی میں فلاں عابد موجود ہے۔ اللہ تعالےٰ نے وحی بھیجی کہ پہلے اس کو ہلاک کردو۔ پھر آبادی کو ہلاک کرو۔ کیونکہ میرے لئے کبھی اس کی پیشانی پر شکن نہیں پڑی۔"

اور ابن ابی الدنیا حضرت وہب ابن منبہ سے روایت کرتے ہیں" جب حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خطا ہو گئی تو بارگاہ الٰہی میں التجا کی۔ اے پروردگار عالم! میری مغفرت فرما۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا تیرا گناہ میں معاف کرتا ہوں لیکن اس کی عار کا بوجھ بنی اسرائیل پر ڈالتا ہوں۔ انہوں نے عرض کیا یہ کیسے ہو سکتا ہے، تو حاکم عادل ہے؟ تو کسی پر ظلم نہیں کیا کرتا، گناہ میں کروں اور سزا دوسرے بھگتیں۔ اللہ تعالےٰ نے وحی بھیجی کہ جب تم سے خطا ہوئی تو ان لوگوں نے جلد ہی اس سے انکار (مخالفت) کیوں نہ کی۔

اور ابن ابی الدنیا نے حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کی ہے کہ میں اور ایک اور شخص حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ ام المومنین! زلزلہ کے بارے میں کوئی حدیث تو بیان فرمائیے۔ انہوں نے فرمایا" لوگ جب زناکاری کو جائز قرار دے لیں، شراب خواری کرنے لگیں۔ اور گانے بجانے کے آلات استعمال کرنے شروع کر دیتے ہیں تو آسمان پر غیرت الٰہی جوش میں آجاتی ہے۔ پھر وہ زمین کو زلزلہ کا حکم دیتا ہے اگر لوگ جلد سے جلد توبہ کر لیں گے اور معاصی ترک کر دیں گے تو ٹھیک وگرنہ اللہ تعالےٰ ان کی آبادی کو منہدم اور مسمار کر دیتا ہے۔ حضرت انسؓ نے کہا۔ ام المومنین! کیا یہ ان کے حق میں عذاب ہوگا؟ انہوں نے فرمایا نہیں یہ ایمان والوں کے حق میں پند و موعظت اور رحمت ہے اور کافروں کے حق میں عذاب اور خدا کا قہر و غضب۔" حضرت انسؓ نے یہ سن کر کہا آنحضرتؐ کی وفات کے بعد میں نے ایسی خوش کن، فرحت آگیں حدیث کوئی نہیں سنی۔

اور ابن ابی الدنیا نے ایک مرسل حدیث روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ کے عہد میں زمین کا زلزلہ ہوا تو آنحضرتؐ نے زمین پر اپنا ہاتھ رکھا اور فرمایا۔ رک جا ابھی تیرے لئے اس کا وقت نہیں آیا۔ اس کے بعد آپؐ صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔

ان ربکم یستعتبکم فاعتبوہ — تمہارا پروردگار تم کو گناہوں سے تائب ہونے کا حکم دیتا ہے، توبہ کرو

عہد فاروقی میں ایک مرتبہ زلزلہ آیا تو حضرت فاروقؓ نے لوگوں کو خطاب کر کے فرمایا

Marfat.com

لوگو! یہ زلزلہ تمہاری کسی غلطی اور گناہ کی وجہ سے ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر دوبارہ یہ زلزلہ آیا تو میں تم میں ہرگز ہرگز نہیں رہوں گا۔

اور ابن ابی الدنیا نے مناقب فاروقی میں لکھا ہے۔ عہد فاروقی میں زلزلہ آیا تو حضرت فاروق رضؓ نے زمین پر اپنا ہاتھ مارا اور کہا۔ اے زمین تجھے کیا ہوا؟ تجھے کیا ہوا؟ اگر قیامت آنے والی ہے تو اپنے احوال بیان کرتی۔ میں نے آنحضرت سے سنا ہے۔

اذا کان یوم القیامۃ فلیس فیھا	جب قیامت آئے گی تو ایک ہاتھ بھر اور
ذراع ولا شبر الا وھو ینطق	ایک بالشت بھر زمین نہ ہوگی جو بول نہ اٹھے

اور امام احمدؒ نے حضرت صفیہ رضؓ سے روایت کی ہے کہ عہد فاروقی میں مدینہ منورہ میں زلزلہ آیا۔ تو حضرت فاروق رضؓ نے فرمایا۔ لوگو! یہ کیا ہے؟ تم نے اتنی جلدی کیا کام کئے جو یہ زلزلہ آگیا؟ اگر اس کے بعد کوئی زلزلہ آیا تو مجھے مدینہ میں نہیں پاؤ گے۔"

حضرت کعب رضؓ فرماتے ہیں "جب زمین پر گناہ ہونے لگتے ہیں تو زمین خوف الٰہی کے مارے لرزنے لگتی ہے اور زلزلہ آجاتا ہے اور زمین پر بسنے والوں کو تنبیہ کی جاتی ہے۔"

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضؒ کے عہد میں زلزلہ آیا تو انہوں نے ساری قلمرو میں یہ فرمان جاری کر دیا حمد و صلوٰۃ کے بعد لکھا۔ امابعد! یہ ایک ایسا عذاب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ اپنے بندوں کو عتاب فرماتا ہے۔ میں نے تمام شہروں اور آبادیوں میں یہ اعلان کر دیا ہے کہ فلاں فلاں مہینہ میں فلاں فلاں دن تم شہروں اور آبادیوں سے باہر نکلو، اور جس کے پاس کچھ ہے وہ صدقہ خیرات نکالے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

قد افلح من تزکیٰ و ذکر اسم ربہ	تحقیق جو پاک صاف رہا۔ اور اپنے پروردگار
فصلی۔	کا نام لیتا رہا، نماز پڑھتا رہا وہ اپنی مراد کو
(اعلیٰ)	پہنچ گیا۔

اور وہ پڑھا کرو جو حضرت آدمؑ پڑھا کرتے تھے۔

ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا	اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنی جانوں
وترحمنا لنکونن من الخاسرین	پر ظلم کیا اور اگر تو ہم کو معاف نہیں کرے گا اور
(اعراف)	ہم پر رحم نہیں کرے گا تو ہم یقیناً نامرادوں میں
	سے ہوں گے۔

اور وہ پڑھا کرو جو حضرت نوحؑ پڑھا کرتے تھے۔

والا تغفرلی و ترحمنی اکن من الخاسرین (ہود)	اگر تو میرا قصور معاف نہیں کرے گا اور مجھ پر رحم نہیں کرے گا تو میں نامرادوں میں سے ہونگا

اور وہ پڑھا کرو جو حضرت یونسؑ پڑھا کرتے تھے۔

لا الہ الا انت سبحانك انی کنت من الظالمین (انبیاء)	اے خدا تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ذات ہے میں ظلم کرنے والوں میں سے ہو گیا ہوں

اور حضرت امام احمدؒ حضرت ابن عمرؓ کی ایک روایت نقل کرتے ہیں حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں میں نے آنحضرتؐ سے سنا ہے۔ آپؐ فرمایا کرتے تھے۔

اذا ضن الناس بالدینار والدرھم وتبایعوا بالعینة واتبعوا اذناب البقر[2] وترکوا الجھاد فی سبیل اللہ انزل اللہ بھم بلاءً فلا یرفعه عنھم حتی یراجعوا دینھم	جب لوگ دینار و درہم میں بخل کرنے میں لگ جائیں گے اور عینہ[1] کے طریقوں پر بیع و فروخت کرنے لگیں گے اور بیلوں کی دموں کے پیچھے ہی لگے رہیں گے[2] اور جہاد ترک کر دیں گے تو اللہ تعالےٰ ان پر بلا اتارے گا اور جب تک وہ دین کی طرف رجوع نہیں کریں گے یہ بلا ان سے دور نہیں کی جائے گی

ابوداؤدؒ نے اس حدیث کو باسناد حسن روایت کیا ہے

حضرت حسنؒ کہتے ہیں قسم خدا کی بیع "عینة" لوگوں کے حق میں اللہ تعالےٰ کا عذاب ہے۔

بخت نصر کے عہد کے بعض پیغمبروں نے جب بخت نصر کا عذاب اور ظلم دیکھا تو فرمانے لگے "اے خدا! یہ ہمارے ہاتھوں کی کمائی ہے کہ تو نے ایسے شخص کو ہم پر مسلط کر دیا ہے جو تجھے پہچانتا

۱۔ "بیع عینہ" کے معنی یہ ہیں کہ کوئی چیز مقررہ قیمت سے میعاد مقررہ کے وعدے سے اس شرط کے ساتھ فروخت کیجائے کہ مقررہ میعاد کے بعد اس سے کم قیمت پر واپس خرید لے گا۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک قسم کا سود ہے، اور بیع عینہ سود سے بچنے کا حیلہ، یہود عموماً اس قسم کا کاروبار کیا کرتے تھے اور مقصد یہ تھا کہ محرمات الٰہیہ کو حیلوں کے ذریعہ حلال کر لیا جائے اور یہ سراسر بے ایمانی ہے، رضا الٰہی اور منشاء خداوندی کے خلاف ہے۔

۲۔ "بیلوں کی دموں کے پیچھے لگے رہنے" کے معنی ہیں کہ صرف کھیتی پر تکیہ کر لیا جائے، سستی، کاہلی اختیار کر لیں، اور جہاد کا سلسلہ بند کر دیں، یہ بات مصیبت کا موجب، اور سبب بن جاتی ہے۔

نہیں۔ اور ہم پر رحم نہیں کرتا۔"

بخت نصر نے ایک مرتبہ حضرت دانیالؑ نبی سے پوچھا وہ کونسی چیز ہے جس نے مجھ تمہاری قوم پر مسلط کر دیا؟ انہوں نے جواب دیا تیرے بڑے بڑے گناہوں نے اور میری قوم کے ظلم نے، جو خود انہوں نے اپنی جانوں پر کیا ہے۔

اور ابن ابی الدنیا نے حضرت عمار ابن یاسرؓ اور حضرت حذیفہؓ سے روایت کی ہے آنحضرتؐ نے فرمایا۔

اذا اراد الله بالعباد نقمة امات الاطفال واعقم ارحام النساء فتنزل النقمة ولیس فیهم مرحوم۔

جب اللہ تعالےٰ بندوں پر عذاب بھیجنا چاہتا ہے تو بچوں کو موت دے دیتا ہے اور عورتیں بانجھ ہو جاتی ہیں، اس وقت ان پر عذاب اترتا ہے، ان میں ایک شخص بھی رحم کے قابل نہیں ہوتا

اور مالک ابن دینار فرماتے ہیں میں نے حکمت کی کتابوں میں دیکھا ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے میں بادشاہوں کا بادشاہ ہوں، بادشاہوں کے دل میرے ہاتھ میں ہیں۔ جو لوگ میری اطاعت کریں گے ان پر بادشاہوں سے رحم کراؤں گا۔ اور جو لوگ میری نافرمانی کریں گے ان پر ان سے عذاب کراؤں گا۔ پس تم بادشاہوں کو گالیاں نہ دیا کرو، بلکہ خدا کی جناب میں توبہ کرو۔ تاکہ وہ بادشاہوں کو تم پر مہربان کر دے۔

مراسیل حسن کے اندر مروی ہے۔

اذا اراد الله بقوم خیرا جعل امرهم الی حلمائهم وفیئهم عند سمحائهم واذا اراد الله بقوم شرا جعل امرهم الی سفهائهم وفیئهم عند بخلائهم

اللہ تعالےٰ جب کسی قوم کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے تو اس کے اختیارات ان کے سمجھداروں کے ہاتھ میں دیدیتا ہے اور مال سخاوت کرنے والوں کو دیتا ہے۔ اور جب کسی قوم کے لئے برائی چاہتا ہے تو شریروں، احمقوں کو ان کا سردار بنا دیتا ہے، اور مال بخیلوں کو دیتا ہے۔

اور حضرت امام احمدؒ وغیرہ حضرت قتادہؓ سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت یونسؑ نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی کہ اے پروردگار! تو آسمان پر ہے اور ہم زمین پر، تیرے غضب اور تیری

Marfat.com

رضامندی کی نشانی کیا ہے؟ اللہ تعالےٰ نے جواب دیا جب میں تم پر اچھے لوگوں کو حاکم بناؤں سردار بناؤں تو یہ میری رضامندی کی علامت ہے اور جب شریر بدمعاشوں کو تم پر حاکم بناؤں تو یہ میری خفگی، اور ناراضگی کی نشانی ہے

اور ابن ابی الدنیا نے فضیل بن عیاض سے روایت کی ہے۔

اوحی اللہ الیٰ بعض الانبیاء اذا اعصانی من یعرفنی سلطت علیہ من لا یعرفنی	بعض پیغمبروں پر اللہ تعالےٰ نے یہ وحی نازل فرمائی ہے کہ مجھے پہچاننے والا جب میری نافرمانی کرتا ہے تو میں اس پر ایسے شخص کو مسلط کر دیتا ہوں جو مجھے نہیں پہچانتا۔

نیز حضرت ابن عمرؓ سے ایک مرفوع روایت بھی انہوں نے نقل کی ہے کہ "قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ اللہ تعالےٰ جھوٹے امیروں اور بدکار وزیروں، خائن اعوان و انصار و اہل کاروں اور قبیلوں، جماعتوں کے ظالم سرداروں، چودھریوں اور فاسق، بدکار قراء علماء کو جن کی پیشانیاں راہبوں کی سی ہونگی اور دل مردار جانوروں سے زیادہ متعفن و بدبودار، جس میں قسم کی خواہشات موجزن ہونگی، دنیا میں بھیج نہیں دے گا جب ایسے لوگ پیدا ہو جائیں گے اور ایسے حالات پیدا ہو جائیں گے تو اللہ تعالےٰ ان کے لئے خطرناک تاریک فتنے کھڑے کر دے گا۔ جن میں یہ لوگ ٹامک ٹوئیاں مارتے رہیں گے قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے اسلام کی زنجیر پارہ پارہ کر دی جائے گی تا آنکہ کوئی اللہ اللہ کہنے والا بھی باقی نہیں رہے گا۔ لوگو! امر بالمعروف، نہی عن المنکر کا فرض انجام دیتے رہو، ورنہ اللہ تعالےٰ تم پر اشرار کو مسلط کر دے گا، جو تمہیں بد سے بدتر عذاب میں مبتلا کر دیں گے، اس وقت جو اچھے لوگ ہوں گے تمہارے حق میں دعا کریں گے لیکن وہ مقبول نہ ہوگی۔ لوگو! امر بالمعروف نہی عن المنکر کرتے رہو۔ ورنہ وہ تم پر ایسے لوگوں کو بھیجے گا جو تمہارے چھوٹوں پر رحم نہیں کریں گے۔ تمہارے بڑوں کی توقیر و عزت نہیں کریں گے۔"

اور معجم طبرانی میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے آنحضرتؐ نے فرمایا: "لوگ جب ناپ تول میں کمی کرنے لگیں گے تو اللہ تعالےٰ بارش روک لے گا، جب زنا کی کثرت ہو جائے گی تو موت عام ہو جائے گی۔ جب سود خواری پھیل جائے گی تو ان پر جنون مسلط ہو جائے گا۔ جب قتل و غارتگری کی کثرت ہو جائے گی تو اللہ تعالےٰ دشمنوں کو ان پر مسلط کر دے گا۔ جب لواطت کی کثرت

Marfat.com

ہو جائے گی تو لوگ زمین میں دھنسا دیئے جائیں گے۔ جب امر بالمعروف نہی عن المنکر ترک کر دیں گے تو ان کے نیک اعمال اوپر کو نہیں جائیں گے اور ان کی دعاؤں کی شنوائی نہ ہو گی۔"

یہ حدیث ابن ابی الدنیا نے بھی حضرت سعید سے روایت کی ہے۔

اور مسند وغیرہ میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں ایک مرتبہ آنحضرتؐ اس حالت میں میرے یہاں تشریف لائے کہ آپ کی سانس پھولی ہوئی تھی۔ چہرے سے یہ معلوم ہو رہا تھا کہ آپ بہت ہی پریشان ہیں، آپؐ نے کسی سے بات چیت نہ کی اور وضو کر کے فوراً حجرے سے باہر تشریف لے گئے اور میں حجرے کے ایک کونے سے چمٹ کر کھڑی ہو گئی، آنحضرتؐ مسجد میں تشریف لے گئے اور منبر پر کھڑے ہو گئے۔ حمد و ثنا کے بعد فرمایا "لوگو! اپنے رب سے ڈرو، اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ تم امر بالمعروف نہی عن المنکر کیا کرو، قبل اس کے کہ تمہاری دعا قبول نہ کی جائے، تم نصرت و امداد چاہو اور تمہاری مدد نہ کی جائے، تم مانگو اور تمہارا سوال رد کر دیا جائے، اور تمہیں کچھ نہ دیا جائے۔"

اور حضرت عمری الزاہد کا قول ہے "تمہاری غفلت اور خدا سے روگردانی کی یہ دلیل ہے کہ تمہارے سامنے خدا کی مرضی کے خلاف کام ہو رہا ہو اور تم دیکھتے رہو۔ اور چشم پوشی کر جاؤ۔ اور مخلوق کے ڈر سے جو تمہیں کسی قسم کا نفع اور نقصان نہیں پہنچا سکتی امر بالمعروف نہی عن المنکر ترک کر دو۔"

اور ان ہی کا قول ہے "جو شخص مخلوق کے ڈر سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ترک کر دیتا ہے۔ اس سے طاعت کی قوت سلب کر لی جاتی ہے اور پھر اس کی اولاد، اس کے غلام اس کے حق پدری، اور حق آقائی کا پاس نہیں کرتے۔"

اور حضرت امام احمدؒ اپنی مسند میں حضرت قیس بن ابی حازم کی روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا۔ لوگو! تم ہمیشہ اس آیت کی تلاوت کرتے ہو۔ اور بے محل اس کا حکم چلاتے ہو۔

یا ایھا الذین ؟منوا علیکم انفسکم	ایمان والو! تم اپنی خبر رکھو۔ جب تم راہ راست
لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم۔	پر ہو تو کوئی بھی گمراہ ہوا کرے تم کو نقصان
(مائدہ)	نہیں پہنچائے گا۔

میں نے تو رسول اللہؐ کی زبان مبارک سے یہ سنا ہے۔

اذا رؤا الظالم۔ فلم یاخذوا	جب لوگ دیکھیں کہ ظالم ظلم کر رہا ہے، پھر بھی

علی یدیہ ۔ وفی لفظ ۔ اذا رؤا المنکر فلم یغیروہ او شک ان یعمھم بعقاب من عندہ

وہ اس کا ہاتھ نہیں پکڑتے ۔ دوسرے الفاظ یہ ہیں ۔ جب لوگ منکر امر کو دیکھیں ۔ اور اسے نہ روکیں تو ڈر ہے کہیں اللہ تعالےٰ اپنا عذاب سب پر عام نہ کر دے ۔

امام اوزاعی حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا

اذا اخفیت الخطیئۃ فلا تضر الا صاحبھا واذا ظھرت فلم تغیر تضر العامۃ ۔

گناہ جب چھپا رہتا ہے تو گناہ کرنے والے کے سوا کسی اور کو نقصان نہیں پہنچاتا اور جب ظاہر ہو جاتا ہے تو عام نقصان پہنچانے سے باز نہیں رہتا ۔

امام احمدؒ حضرت عمر بن الخطاب سے روایت کرتے ہیں ۔ فرمایا ۔ ڈر ہے آباد اور معمور بستیاں ویران ہو جائیں گی ۔ پھر فرمانے لگے یہ اس وقت ہوگا جبکہ فاسق و فاجر لوگ نیک لوگوں کے مقابلہ میں ابھر آئیں گے ۔ قوم کے سردار منافق لوگ ہوں گے ۔"

امام اوزاعی حضرت حسان بن عطیہ سے روایت کرتے ہیں ۔ آنحضرتؐ نے فرمایا "میری امت کے اشرار ، اخیار اور بھلے لوگوں کے مقابلہ میں ابھریں گے ۔ اور ایسے ابھریں گے کہ ایمان والے لوگ اس طرح چھپا کریں گے جس طرح آج منافق ہم سے چھپا کرتے ہیں ۔"

ابن ابی الدنیا حضرت ابن عباسؓ سے ایک مرفوع حدیث روایت کرتے ہیں ۔ "ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ مومن کا دل ایسا گھل کر رہ جائے گا ۔ جیسا پانی میں نمک گھل کر رہ جاتا ہے ۔" صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ایسا کیوں ہوگا ؟ فرمایا ۔

"منکرات دیکھیں گے لیکن روکنے کی ان میں طاقت نہ ہوگی ۔"

امام احمدؒ حضرت جریرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا "جس قوم میں گناہوں کا ارتکاب ہو ۔ اور بدکرداروں کے مقابلہ میں دوسرے لوگ غالب ہوں ، اور پھر بھی وہ ان کو نہ روکیں تو اللہ تعالےٰ تمام پر اپنا عذاب نازل فرمائے گا ۔"

صحیح بخاری میں حضرت اسامہ بن زیدؓ سے مروی ہے ، آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ۔

"قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا اور اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا ۔ جہنم میں اس کی آنتیں تک نکل پڑیں گی ۔ اور دیوانہ وار اس طرح جہنم میں چکر لگائے گا جس طرح چکی

Marfat.com

کے گرد گدھا چکر لگایا کرتا ہے یہ دیکھ کر دوسرے جہنمی اسکے ارد گرد جمع ہو جائیں گے۔ اور اس سے پوچھیں گے، تیرا یہ حال کیوں ہے ؟ تو تو ہمیں اچھے کاموں کا حکم دیا کرتا تھا اور برائیوں سے روکتا تھا، وہ جواب دے گا میں تمہیں اچھے کاموں کا حکم دیتا تھا لیکن میں خود عمل نہیں کیا کرتا تھا۔ بری چیزوں سے روکتا تھا لیکن میں بری چیزوں سے خود باز نہیں رہتا تھا۔"

اور امام احمد بن حنبلؒ حضرت مالک بن دینارؓ سے روایت کرتے ہیں۔ بنی اسرائیل میں ایک بڑا زبردست عالم تھا۔ اس کے مکان پر ہمیشہ مردوں، عورتوں کا ہجوم رہا کرتا تھا یہ انہیں وعظ و نصیحت کیا کرتا تھا، عبرت و نصیحت کے لئے تاریخی واقعات پیش کر کے نیکی کے لئے آمادہ کرتا رہتا تھا۔ ایک مرتبہ اس نے دیکھا کہ اس کا لڑکا کسی عورت کو آنکھیں مار رہا ہے۔ وہ بولا بیٹا یہ کیا ہو رہا ہے ؟ بیٹا یہ کیا ہو رہا ہے ؟ اس کے بعد وہ فوراً تخت سے نیچے آگرا۔ اور اس کا بھیجا پھٹ گیا۔ اس کی بی بی بھی گر پڑی۔ اور اس کے لڑکے قتل کر دیئے گئے، پھر اللہ تعالےٰ نے اس وقت کے پیغمبر کو وحی سے خبر دی کہ فلاں عالم کو خبر دیدو کہ تیری پشت میں اب کوئی صدیق پیدا نہیں ہوگا۔ میرے لئے تیرا غصہ بس صرف اسقدر تھا۔

اور امام احمدؒ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔ چھوٹے سے چھوٹے گناہ سے بھی اپنے کو بچاؤ۔ کیونکہ جب یہ گناہ بہت جمع ہو جاتے ہیں تو بندے کو ہلاک کر دیتے ہیں۔" اس کے بعد آنحضرتؐ نے اس کی مثال پیش فرمائی کہ لوگوں کا قافلہ جب جنگل میں کسی میدان میں منزل کرتا ہے۔ اور جب کھانا پکانے کا وقت آتا ہے تو کوئی ادھر ادھر سے لکڑی لے آتا ہے، کوئی اونٹ کی خشک مینگنیاں لے آتا ہے کوئی کیا اور کوئی کیا۔ تا آنکہ ایندھن کا ڈھیر لگ جاتا ہے۔ پھر جب اس میں آگ سلگائی جاتی ہے تو ہر اسوکھا سب اس میں جل جاتا ہے۔"

اور صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں "تم ایسے کام کیا کرتے ہو جو تمہاری نگاہوں میں بال سے باریک اور معمولی نظر آتے ہیں لیکن ہم ایسے کاموں کو عہد نبوی میں مہلکات میں شمار کرتے تھے۔"

اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ "ایک عورت کو اس لئے عذاب دیا گیا کہ اس نے بلی کو باندھ رکھا تھا۔

نہ تو وہ اسے کھلاتی پلاتی تھی۔ نہ اسے کھولتی تھی تاکہ وہ ادہر ادہر سے چن کر اپنا پیٹ بھر لیتی۔ اسی حالت میں وہ بلی مر گئی۔

ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت حذیفہ رضؓ کی ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت حذیفہؓ سے ایک دن پوچھا گیا کیا بنی اسرائیل نے اپنا دین ترک کر دیا تھا؟ انہوں نے کہا نہیں بلکہ یہ تھا کہ جب ان کو کسی بات کا حکم دیا جاتا تھا تو وہ اس پر عمل نہیں کرتے تھے کسی چیز سے روکا جاتا تھا تو وہ اسے ضرور کرتے تھے اور اس طرح انہوں نے اپنے دین کا چولہ اتار پھینکا تھا، جس طرح آدمی اپنا قمیص اتار پھینکتا ہے۔

بعض سلف کا قول ہے "معاصی کفر کے قاصد ہیں جس طرح کہ بوسہ جماع کا قاصد ہے اور نگاہ زنا کا، نگاہ عشق کا۔ بیماری موت کا قاصد ہے۔"

اسی حلیہ کے اندر حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں "اے گناہ کرنے والے تو نگاہ کے فتنہ اور اس کے انجام بد سے بے خوف نہ رہنا کیونکہ یہ اس گناہ سے بھی بڑا گناہ ہے اپنے داہنے اور بائیں دو فرشتے ہیں، ان سے شرم وحیا نہ کرنا اس گناہ سے بھی بڑا گناہ ہے تمہارا ہنسنا اور اس کا اندازہ نہ کرنا کہ اس کے بدلہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوگا، یہ اس ہنسی سے بھی بڑا گناہ ہے، گناہ پر تمہارا خوش ہونا، اس گناہ سے بھی بڑا گناہ ہے، گناہ کرنا اور اس پر نادم نہ ہونا گناہ سے بھی بڑا گناہ ہے۔ ہوا تمہارے دروازے کے پردہ کو حرکت دے پھر بھی تم گناہ میں مشغول ہو اور دل میں یہ خوف پیدا نہ ہو کہ اللہ تعالےٰ تمہیں دیکھ رہا ہے تو یہ اس گناہ سے بھی بڑا گناہ ہے، خدا تمہارا بھلا کرے۔" حضرت ایوبؑ نے کیا گناہ کیا تھا جو اللہ تعالےٰ نے ان کو ایک سخت ترین بیماری میں مبتلا کر دیا۔ اور ان کا سارا مال چھین لیا؟ گناہ تو صرف اتنا ہی تھا کہ ایک غریب مسکین نے ایک ظالم کے ہاتھ سے چھڑانے کی ان سے درخواست کی اور انہوں نے اس کی فریاد نہ سنی اور ظالم کو نہ روکا۔

امام احمدؒ روایت کرتے ہیں حضرت ہلال بن سعد کہا کرتے تھے "نہ دیکھو کہ گناہ چھوٹا ہے یہ دیکھو کہ تم کس کی نافرمانی کر رہے ہو؟"

حضرت فضیل بن عیاض فرماتے ہیں "گناہ کو تم جس قدر چھوٹا سمجھو گے اسی قدر وہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک بڑا ہو جائیگا، اور گناہ کو تم جس قدر تم بڑا سمجھو گے اسی قدر وہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک چھوٹا ہو جائیگا"

کتابوں میں یہ روایت ہے کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰؑ کو وحی کے ذریعہ یہ فرمایا کہ "اے موسیٰ!

Marfat.com

میری مخلوق میں سے سب سے پہلے جس کو موت نے گھیرا وہ ابلیس ہے۔ میری نافرمانی سب سے پہلے اسی نے کی۔ جو لوگ میری نافرمانی کرتے ہیں ان کو میں مردہ ہی سمجھتا ہوں۔"

اور مسند اور جامع ترمذی کے اندر حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔ "مومن جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پہ ایک سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے۔ اگر وہ توبہ کر لیتا ہے اور گناہ چھوڑ دیتا ہے تو وہ سیاہ نقطہ صاف ہو جاتا ہے۔ اگر وہ زیادہ گناہ کرتا ہے تو زیادہ سیاہ نقطے پڑ جاتے ہیں تا آنکہ اس کا سارا دل سیاہ ہو جاتا ہے اور یہی وہ سیاہی ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

کلا بل ران علیٰ قلوبھم ما کانوا یکسبون۔ (المطففین)

نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ ان کے دلوں پر انہی کے اعمال کے زنگ بیٹھ گئے ہیں۔

امام ترمذی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں ھذا حدیث صحیح (یہ صحیح حدیث ہے)

اور حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں "جب بندہ گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے اور گناہ کرتے کرتے اس کا سارا دل گرد آلود بکری کی مانند ہو جاتا ہے۔"

امام احمدؒ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں، آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

"اما بعد! اے قریش! اس حکومت کے حقدار تم ہی ہو، لیکن اس وقت تک کہ تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرو گے۔ جب تم اس کی نافرمانی کرو گے تو وہ تم پر ایسے لوگوں کو مسلط کر دیگا جو تمہیں چھیل ڈالیں گے۔ اور اس طرح تمہاری کھال اتاریں گے جس طرح یہ لکڑی چھیل دی گئی۔ یہ کہہ کر آپنے اس لکڑی کی طرف اشارہ فرمایا جو آپ کے ہاتھ میں تھی۔ اور آپنے لکڑی کی چھال اتار دی اور سفید چکنی لکڑی اندر سے نکل آئی۔

امام احمدؒ حضرت وہب سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں "بنی اسرائیل کو اللہ رب العالمین نے فرمایا تھا۔ میری اطاعت و پیروی کی جاتی ہے تو میں خوش ہوتا ہوں۔ اور جب میں خوش ہوتا ہوں تو برکت دیتا ہوں۔ اور میری برکت کی کوئی حد نہیں ہوتی۔ اور جب میری نافرمانی کی جاتی ہے تو میرا غضب نازل ہوتا ہے۔ اور جب میرا غضب نازل ہوتا ہے تو میری لعنت نافرمانی کرنیوالے کی ساتویں اولاد تک پہنچتی ہے۔"

نیز امام احمدؒ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حضرت معاویہؓ کو ایک مراسلہ بھیجا جس میں انہوں نے لکھا۔

اما بعد ! فان العبد اذا عمل بمعصیۃ اللہ عاد حامدہ ذاما۔

اما بعد ! جب بندہ خدا کی نافرمانی کرتا ہے تو اس کی تعریف کرنیوالے بھی اسکی مذمت کرنے لگتے ہیں

ابو نعیم حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ "آدمی کو چاہیئے کہ ایمان والوں کی لعنت سے اپنے کو بچائے۔ کیونکہ وہ اس طرح نازل ہوتی ہے کہ اس کا پتہ بھی نہیں چلتا۔ اسکے بعد فرمایا جانتے ہو یہ کس طرح ؟ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا جب بندہ گناہ کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ ایمان والوں کے دلوں میں اس کی جانب سے اس طرح نفرت پیدا کر دیتا ہے کہ اس کی سمجھ میں نہیں آتا۔"

عبداللہ بن امام احمدؒ کتاب الزہد میں روایت کرتے ہیں کہ امام محمد بن سیرین کچھ قرض دار ہو گئے تھے۔ اور قرض کے غم میں بہت پریشان رہتے۔ ایک دن فرمانے لگے اس غم اور پریشانی کا سبب مجھے اچھی طرح معلوم ہے، یہ اس گناہ کا نتیجہ ہے جو اس سے چالیس سال پیشتر مجھ سے سرزد ہوا تھا۔"

یہاں ایک باریک نکتہ ہے، جس کے سمجھنے میں عموماً لوگوں نے غلطی کی ہے۔ اور وہ یہ کہ گناہ کی تاثیر فوری طور پر نظر نہیں آتی اور بندہ گناہوں کو بھول جاتا ہے اور پھر خیال کرنے لگتا ہے کہ گناہ کا کچھ اثر باقی نہیں رہا۔ اور اس شعر کے مطابق اس کے خیالات ہو جاتے ہیں۔

اذا لم یغبر حائطا فی وقوعہ　　فلیس لہ بعد الوقوع غبار

جب دیوار کے گرتے وقت غبار نہ اڑی　　تو گر جانے کے بعد کیا غبار اٹھے گی

اللہ۔ اللہ ! اس دقیق نکتہ سے بے خبری کی وجہ سے خدا کی کتنی مخلوق ہلاک و برباد ہو گئی۔ اور خدا کی بڑی بڑی نعمتوں سے خدا کے بندے محروم ہو گئے ؟ اور کیسے کیسے عذاب اپنے سروں پر اٹھا لئے۔ بڑے بڑے علماء فضلاء دھوکہ کھا گئے۔ جہاں اور احمقوں کا تو پوچھنا ہی کیا۔ یہ فریب خوردہ لوگ یہ نہیں جانتے کہ عرصہ کے بعد بھی گناہوں کا پھوڑا پھوٹے بغیر نہیں رہے گا، تلوار اور نیزے کا زخم بھر جاتا ہے مگر معمولی سی بے اعتدالی اور بدپرہیزی اسے تازہ کر دیتی ہے۔

اور امام احمدؒ حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت کرتے ہیں" اللہ تعالےٰ کی عبادت تم اس طرح کرو کہ گویا تم اللہ تعالےٰ کو اپنے سامنے دیکھ رہے ہو۔ اور اپنے کو مردہ سمجھو اور یہ سمجھ لو کہ تھوڑا سا جو تمہیں کافی ہو جائے، غفلت میں ڈالنے والے کثیر سے بہتر ہے۔ اور سمجھ لو نیکی پرانی نہیں ہوتی، اور گناہ کو کبھی بھولنا نہیں چاہیئے۔"

ایک بزرگ نے ایک خوبصورت لڑکے کو دیکھا۔ اور اس کی خوبصورتی پر کچھ دیر غور کرتے رہے جب رات کو وہ سو گئے تو خواب میں وہ لڑکا ان کے سامنے آیا۔ اور کہنے لگا۔ اس کا انجام

Marfat.com

تم چالیس سال کے بعد دیکھو گے"۔ گناہوں کا اثر گو بدیر ظاہر ہوتا ہے لیکن اس کا کچھ نہ کچھ اثر فوری طور پر ضرور ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت سلیمان تیمی کہتے ہیں" انسان رات کو مخفی طور پر گناہ کرتا ہے۔ لیکن صبح کو وہ اس حالت میں اٹھتا ہے کہ اس کی ذلت اس کے سر پر سوار ہوتی ہے۔"

حضرت یحییٰ بن معاذ الرازی کہتے ہیں مجھے اس عقلمند پر تعجب ہوتا ہے جو یہ دعا مانگتا ہے اللّٰھم لا تشمت بی الاعداء (اے اللہ دشمنوں کو مجھ پر نہ ہنسا) لیکن افسوس وہ خود دشمنوں کو اپنے اوپر ہنساتا ہے۔ کسی نے پوچھا یہ کیونکر؟ فرمایا اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کرتا ہے جس سے قیامت کے دن یقیناً اس کی ہنسی اڑائی جائے گی۔

حضرت ذوالنون فرماتے ہیں جو شخص چھپ چھپا کر اللہ تعالےٰ کے ساتھ خیانت کرے گا۔ اللہ تعالےٰ اس کی مخفی چیز کو ظاہر کر دے گا اور اس کا راز فاش کر دے گا۔

فصل

(گناہوں کے بیشمار قبیح و مذموم اثرات ہیں جو قلب و جسم، دنیا و آخرت دونوں کے حق میں مضر ہیں جس کی تفصیلات کا علم اللہ تعالےٰ ہی کو ہے)

گناہوں کے بے شمار اثرات ہیں، چنانچہ گناہوں کے اثرات میں سے ایک یہ ہے کہ گنہگار علم سے محروم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ علم ایک نور الٰہی ہے، جسے اللہ تعالےٰ انسانوں کے قلوب میں القا فرماتا ہے، اور گناہوں کی یہ شان ہے کہ وہ اس نور کو بجھا دیتے ہیں۔ چنانچہ جب حضرت امام شافعیؒ نے حضرت امام مالکؒ کے سامنے زانوے شاگردی بچھایا۔ اور ان سے درس لینے لگے تو ان کی فطانت، ذہانت، فہم و بصیرت کی بے پناہ کثرت و فراوانی نے حضرت امام مالکؒ کو انتہائی حیرت میں ڈال دیا اور فرمانے لگے "میں دیکھ رہا ہوں کہ اللہ تعالےٰ نے تمہارے قلب میں نور القا فرما دیا ہے، کہیں تم اس نور کو گناہوں کی ظلمت سے بجھا نہ دینا۔" اور اسی معنی میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ شعر ہیں۔

شکوت الی وکیع سوء حفظی — فارشدنی الی ترک المعاصی

امام وکیع کے سامنے میں نے اپنے حافظہ کی کمزوری کی شکایت کی تو انہوں نے مجھے گناہوں سے بچنے کی ہدایت فرمائی

فان العلم فضل من الٰہ — وفضل اللہ لا یوتا العاصی

اور فرمایا سمجھ لو کہ علم اللہ تعالےٰ کا فضل و انعام ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کا فضل و انعام نافرمانوں کو نہیں ملا کرتا

Marfat.com

ایک اثر یہ بھی ہے کہ انسان کی روزی اور رزق میں تنگی ہو جاتی ہے اور وہ فسق و معاصی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

مسند احمد میں مروی ہے۔

ان العبد لیحرم الرزق بالذنب یصیبہ۔ بندہ اپنے ارتکاب گناہ سے روزی و رزق سے محروم ہو جاتا ہے۔

پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ جس طرح تقویٰ و پرہیز گاری روزی کو کھینچتی ہے انحراف و اعراض فقر و افلاس کو جلب کرتا ہے۔ حصول رزق اور فراخی معاش کے لئے ترک گناہ سے بہتر کوئی چیز نہیں۔

گناہوں کا ایک اثر یہ بھی ہے کہ گنہگار کے قلب اور خدا کے درمیان ایک خطرناک نامانوسیت پیدا ہو جاتی ہے اور یہ وحشت اس قدر خطرناک ہوتی ہے کہ دنیا و ما فیہا کی ساری لذتیں بھی اسے میسر آجائیں تو وہ بے کیف ہی رہتا ہے۔ اس وحشت کی وجہ سے کوئی لذت و سرور اسے مسرور نہیں کر سکتا۔ لیکن یہ حقیقت خدا کا بندہ ہی سمجھ سکتا ہے جو زندہ دل ہو۔ اور اس کا قلب بیدار ہو۔ مردے کو تو کوئی سا بھی زخم لگایا جائے اسے تکلیف نہیں پہنچتی۔ پس اگر اس وحشت سے بچنے کے لئے اور وحشت کے گڑھے سے محفوظ رہنے کے لئے ہی گناہوں کا ترک کرنا مفید اور اثر انداز ہے۔ تو صاحب عقل و بصیرت کے لئے گناہوں سے بچنے کے لئے صرف یہ ایک سبب کافی وافی ہے۔

کسی شخص نے بعض عارفین کے سامنے اپنی وحشت قلبی کی شکایت کی تو انہوں نے کہا جب گناہوں کی وجہ سے تم وحشت میں مبتلا ہو تو تم گناہ کیوں ترک نہیں کر دیتے؟ گناہ ترک کر دوگے تو تمہیں اللہ تعالےٰ سے اُنس پیدا ہو جائے گا اور تمہیں سکون و اطمینان حاصل ہو جائیگا خوب سمجھ لینا چاہئے کہ پے در پے گناہ کرنے سے قلب پر وحشت کا بوجھ بڑھتا چلا جاتا ہے اور یہ ایسا خطرناک بار ہوتا ہے کہ اس سے بدتر اور خطرناک بار کوئی دوسرا ہو ہی نہیں سکتا۔ واللہ المستعان

ایک اثر گناہوں کا یہ بھی ہے کہ گنہگار کو لوگوں سے وحشت ہو جاتی ہے خصوصاً ارباب خیر و صلاح سے اس کو کچھ ایسی نفرت ہو جاتی ہے کہ وہ ان سے دُور بھاگتا ہے۔ اور جس قدر یہ وحشت اس کے اندر ترقی کرتی جاتی ہے اسی قدر وہ ایسے لوگوں سے دُور بھاگتا رہتا ہے۔ اور ان کے ساتھ بیٹھنے اٹھنے سے گریز کرتا ہے۔ جس کا نتیجہ

یہ ہوتا ہے کہ وہ ایسے لوگوں سے استفادہ کرنے سے ہی محروم ہو جاتا ہے اور اس طرح وہ جس قدر رحمانی گروہ سے دُور ہوتا جاتا ہے، شیطانی گروہ سے قریب تر ہوتا جاتا ہے۔ اور یہ وحشت شدہ شدہ اس قدر ترقی کر جاتی ہے کہ اس کو اپنی بی بی، بچوں، اقربا، اعزہ بلکہ اپنی جان تک سے وحشت و نفرت ہونے لگتی ہے۔ چنانچہ سلف صالحین میں سے بعض کا قول ہے کہ جب کبھی مجھ سے اللہ تعالےٰ کی نافرمانی ہو جاتی ہے تو اس کا اثر میں اپنی سواری کے جانور اور اپنی بیوی کے برتاؤ میں بھی محسوس کرتا ہوں

گناہوں کا ایک اثر یہ بھی ہے کہ گنہگار کے معاملات میں طرح طرح کی مشکلات اور دشواریاں پیدا ہو جاتی ہیں جس کام کا بھی وہ عزم و ارادہ کرتا ہے اسے اس کا دروازہ بند نظر آتا ہے۔ یا وہ اسے سخت دشوار پاتا ہے بخلاف اس کے کہ جو آدمی اللہ تعالےٰ سے ڈرتا ہے اس کے تمام کام آسان ہو جاتے ہیں۔ پس جو شخص تقویٰ، پرہیزگاری کو چھوڑ دیتا ہے۔ اس کے سارے کام مشکل اور دشوار ہو جاتے ہیں۔ حسرت ہے کہ جب کوئی اپنے سامنے خیر و فلاح کے دروازے کو بند پاتا ہے یا راہ کو دشوار گزار دیکھتا ہے تو اسے یہ کیوں نہیں معلوم ہو جاتا کہ یہ خیر و صلاح کہاں سے آتے ہیں۔

گناہ کا ایک اثر یہ بھی ہے کہ نافرمان آدمی اپنے قلب کے اندر ایک خطرناک ظلمت و تاریکی دیکھتا ہے اور وہ اس ظلمت و تاریکی کو اسی طرح محسوس کرتا ہے جس طرح آدمی تاریک رات کی ظلمت اور تاریکی کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ طاعت و عبادت ایک نور ہے، اور معصیۃ تاریکی ہے، جب معصیۃ بڑھ جاتی ہے تو گنہگار کی حیرانی و پریشانی بھی بڑھ جاتی ہے۔ اور رفتہ رفتہ وہ ہمہ قسم کی بدعات اور گمراہیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے، مہلک اور خطرناک امور میں پھنس کر اس کی جان وبال میں پڑ جاتی ہے۔ اور پھر طرفہ تماشہ یہ کہ اسے اپنی اس حالت کا شعور و احساس تک نہیں ہوتا اور اس کی حالت ایک ایسے اندھے کی سی ہو جاتی ہے جو اندھیری رات میں نکل کھڑا ہو۔ اور اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارتا پھرے۔

اور پھر یہ ظلمت و تاریکی رفتہ رفتہ اسقدر ترقی کر جاتی ہے کہ اس کی آنکھوں سے ظاہر ہونے لگتی ہے۔ اور پھر شدہ شدہ اسکے منہ اور چہرے پر بھی چھا جاتی ہے۔ اور یہ سیاہی ایسی نمودار ہو جاتی ہے کہ ہر شخص اسے دیکھتا اور محسوس کرتا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ

Marfat.com

بن عباسؓ فرماتے ہیں

ان للحسنة ضیاء فی الوجہ ونور فی القلب، وسعة فی الرزق، وقوة للبدن، ومحبة فی قلوب الخلق۔ وان للسیئة سوادًا فی الوجہ، وظلمة فی القبر و القلب، ووھنا فی البدن ونقصاً فی الرزق، وبغضة فی قلوب الخلق۔

نیکی سے چہرہ پر روشنی ہوتی ہے۔ قلب میں نور پیدا ہوتا ہے، رزق سے فراخی ہوتی ہے بدن میں قوت پیدا ہوتی ہے۔ اور مخلوق کے دلوں میں محبت پیدا ہوتی ہے۔ اور گناہ سے چہرہ پر سیاہی آجاتی ہے، قبر اور دل میں ظلمت اور تاریکی پیدا ہوجاتی ہے جسم میں کمزوری پیدا ہوجاتی ہے اور روزی میں تنگی ہوجاتی ہے، اور مخلوق کے دلوں میں بغض و نفرت پیدا ہوجاتی ہے۔

گناہوں کا ایک اثر یہ بھی ہے کہ معاصی سے قلب اور بدن کمزور اور بزدل ہوجاتا ہے۔ قلب کی کمزوری تو بالکل ظاہر ہے، قلب کی کمزوری بڑھتے بڑھتے یہاں تک بڑھ جاتی ہے کہ بالآخر اس کی زندگی ختم ہوجاتی ہے۔

جسم اور کمزوری کی حقیقت یہ ہے کہ مومن کی قوت کا دار و مدار اسکے قلب کی قوت پر ہے جب مومن کا قلب قوی اور مضبوط ہے تو اس کا جسم خواہ مخواہ بھی قوی اور مضبوط ہوتا ہے۔ بخلاف فاسق و فاجر کے کہ اس کا حال بالکل اس کے برعکس ہوتا ہے اگرچہ وہ جسم و بدن کے لحاظ سے کتنا ہی قوی اور مضبوط کیوں نہ ہو لیکن بزدل و کمزور ہوتا ہے اور وقت ضرورت اس کی جسمانی طاقت بالکل بے کار ثابت ہوتی ہے اور جان بچانے کے موقع پر اس کی ساری قوتیں اس سے بیوفائی کر جاتی ہیں۔ چنانچہ اہل فارس و روم کے بہادروں پر غور کرو کہ یہ لوگ کس قدر قوی اور مضبوط تھے لیکن عین تحفظ و دفاع کے موقع پر ان کی قوتوں اور طاقتوں نے ان کے ساتھ کیسی خیانت اور بے وفائی کی۔ اور اہل ایمان اپنی ایمانی قوت اور جسم و قلب کی طاقت سے ان پر کس طرح غالب اور مسلط ہوگئے۔ ؟

گناہوں کا ایک اثر یہ بھی ہوتا ہے کہ یہ انسان کو اطاعت خداوندی سے روک دیتی ہیں اور صرف یہی ایک سزا ہوتی تو بھی ایک عقوبت و سزا بندے کے لئے بہت ہی سخت تھی۔ یہ سزا اس کے لئے طاعت و عبادت کا دوسرا راستہ بند کر دیتی ہے اور پھر اس سے اس

Marfat.com

کے لئے تیسرا راستہ بھی منقطع ہو جاتا ہے۔ اور پھر اس سے چوتھا اور اس طرح یہ سلسلہ یکے بعد دیگرے طویل ہوتا جاتا ہے۔ اس طرح بندہ کیلئے بہت سی طاعتوں کی راہیں بند ہو جاتی ہیں حالانکہ اس کے حق میں ہر طاعت و عبادت دنیا و مافیہا سے بہتر اور قیمتی۔ اور موجب خیر و برکت تھی۔ اور اس کی مثال یوں سمجھ لو کہ ایک آدمی کسی ایسی چیز کا ایک لقمہ کھا لیتا ہے جو اسے ایک طویل مرض میں مبتلا کر دیتا ہے اور پھر وہ اس کی وجہ سے طویل عرصہ تک لذیذ غذاؤں سے محروم ہو جاتا ہے جن کا ہر لقمہ کہیں زیادہ لذیذ اور بہتر تھا۔ واللہ المستعان۔

گناہوں کی ایک تاثیر یہ ہے کہ گناہ عمر کو تباہ کر دیتے ہیں۔ اور عمر کی ساری برکتیں اس سے چھن جاتی ہیں اور یہ لازمی امر ہے کہ نیکی جس طرح عمر کو بڑھاتی ہے، فسق و فجور سے عمر کوتاہ ہوتی ہے۔

اس مقام پر علماء کرام میں کچھ اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ ایک گروہ کا یہ خیال ہے کہ گناہ سے عمر کی کوتاہی کا یہ مطلب ہے کہ عمر کی برکتیں کم ہو جاتی ہیں۔ اور عمر اس کے حق میں موجب زحمت و وبال بن جاتی ہے اور ہمارے نزدیک یہی معنی حق اور صحیح ہیں۔ کیونکہ یہ یقینی امر ہے کہ گناہوں کی تاثیر یہ ہے کہ اس سے عمر کی برکتیں سلب ہو جاتی ہیں۔

دوسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ نہیں بلکہ گناہ حقیقتاً عمر کو کم کر دیتے ہیں جس طرح کہ روزی کم ہو جاتی ہے حق سبحانہ و تعالیٰ نے رزق و روزی میں خیر و برکت عطا کرنے کے بہت سے اسباب رکھے ہیں جن کے ذریعہ رزق و روزی میں برکت و فراوانی عطا کرتا ہے۔ اسی طرح اس نے عمر میں برکت عطا کرنے کیلئے بھی بہت سے اسباب رکھے ہیں جن کے ذریعہ عمر بڑھتی ہے۔ ان علماء کا یہ کہنا ہے کہ ہمارے اس مسلک پر کہ اسباب کے ذریعہ عمر بڑھتی ہے اور گھٹتی ہے کوئی اعتراض اور استحالہ لازم نہیں آتا جبکہ روزی، عمر، اجل، سعادت، شقاوت، صحت و مرض، غنا و فقر وغیرہ تمام امور قضاء الٰہی سے وابستہ ہیں باوجود اس کے حق سبحانہ و تعالیٰ ان اسباب کے ذریعہ جو اپنے مسببات کے مقتضی ہیں اپنی مشیت و ارادہ ہی سے فیصلہ اور حکم فرماتا ہے (اسی پر عمر کے مسئلہ کو بھی قیاس کر لیجئے۔)

ایک تیسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ عمر کم ہونے کے یہ معنی ہیں کہ گناہوں کی وجہ سے حقیقی عمر فوت ہو جاتی ہے۔ کیونکہ حقیقی اور اصلی زندگی یہ ہے کہ انسان کا قلب زندہ ہو، چنانچہ اسی معنی کی رو سے اللہ تعالیٰ نے کافر کو مردہ کہا ہے جیسا کہ سورہ نحل کے اندر ارشاد ہے۔

اموات غیر احیاء (نحل) کافر مردے ہیں جن میں جان نہیں۔

Marfat.com

پس حقیقی زندگی قلب کی زندگی ہے اور انسان کی عمر اس کی اسی زندگی کے زمانہ کا نام ہے۔ انسان کی عمر اس کے وہی اوقات زندگی ہیں جو اللہ تعالےٰ کے ساتھ گزاریں اور یہی اوقات اس کی عمر کی حقیقی ساعتیں ہیں۔ ظاہر ہے کہ تقویٰ و پرہیزگاری۔ طاعت و عبادات ان اوقات میں اضافہ کرتی ہیں اور خیر و برکت پیدا کرتی ہیں جو انسان کی حقیقی عمر ہے جس کے بغیر عمر کی کوئی حقیقت نہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ بندہ جب اللہ تعالےٰ کی جناب سے گریز کرتا ہے اور معاصی کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کی وہ حقیقی زندگی فنا ہو جاتی ہے جس کے فنا ہو جانے کا افسوس اس کو اس دن ہوگا جس دن اس کی زبان سے بے ساختہ نکلنے لگے گا۔

یا لیتنی قدمت لحیاتی (سورۂ فجر) کاش کہ میں اپنی آخرت کی اس زندگی کے لئے پہلے سے کچھ حاصل کر چکا ہوتا۔

یہاں یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ بندے کی کئی حالتیں ہیں۔ یا تو بندہ اپنی دنیوی اور اخروی مصالح سے بے خبر ہے یا باخبر۔ اگر اس سے بالکل بے خبر ہے تو اس کی ساری عمر رائیگاں گئی۔ اور اگر وہ ان مصالح سے بے خبر ہے اور پھر بھی وہ معاصی میں گرفتار ہے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ راہ کے عوائق و مشکلات کی وجہ سے اصل راہ اس کے لئے طول و طویل ہو گئی اور خیر و صلاح کے اسباب اس کے لئے دشوار ہو گئے۔ اور اسی قدر دشوار ہو گئے جس قدر خیر و صلاح کی اضداد، اور مخالف امور میں اس کی مشغولیت رہی۔ اور بندے کی یہ حالت بھی اس کی حقیقی عمر کا عظیم الشان نقصان ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ مسئلہ کا حقیقی راز یہ ہے کہ حقیقتاً انسان کی عمر اس کی زندگی کی مدت کا نام ہے اور یہ بالکل واضح ہے کہ انسان کی زندگی یہی ہے کہ وہ اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرے اسکی محبت و ذکر سے لذت اندوز ہو۔ اور اس کی رضامندی و رضاجوئی کو سب سے مقدم سمجھے۔

فصل

(ایک گناہ دوسرے گناہ کا سبب ہو جاتا ہے)

گناہوں کا خاصہ ہے کہ ایک گناہ دوسرے گناہ کیلئے بیج کا کام کرتا ہے، اور ایک سے دوسرا اور دوسرے سے تیسرا گناہ پیدا ہوتا رہتا ہے، یہاں تک کہ آدمی کیلئے گناہ کو چھوڑنا اور اس جھنور سے نکلنا مشکل ہو جاتا ہے جیسا کہ بعض سلف صالحین کا ارشاد ہے۔ گناہ کی سزا دوسرے گناہ کی شکل میں ملتی ہے اور

Marfat.com

نیکی کا صلہ ما بعد کی نیکی کے صلہ میں حاصل ہوتا ہے۔ جب ایک بندہ کوئی نیکی کرتا ہے تو دوسری نیکی جو اس کے قریب ہوتی ہے کہتی ہے کہ مجھے بھی انجام دیتے چلو۔ جب وہ اس کو انجام دے لیتا ہے تو ایک اور نیکی اسے یہی دعوت دیتی ہے اور اس طرح نیکیوں کا یہ سلسلہ بڑھتا ہی چلا جاتا ہے جس سے بندے کو بے حساب نفع حاصل ہوتا ہے۔ اور نیکیاں بڑھتی ہی چلی جاتی ہیں۔ اور جو شکل نیکیوں کی ہے۔ وہی گناہوں کی بھی ہے۔ طاعات اور معاصی بندے کے حق میں نہ مٹنے والی تصویریں لازم غیر منفک صفات اور ثابت و لازم ملکہ بنکر رہ جاتی ہیں۔ جس وقت کسی نیکوکار آدمی سے کوئی نیکی چھٹ جاتی ہے تو وہ اپنے لئے تنگی اور تکلیف محسوس کرتا ہے اور اس غفلت کی وجہ سے اس پر زمین تنگ ہو جاتی ہے اور وہ اپنے کو اس مچھلی کی طرح پاتا ہے جو پانی سے الگ کر لی گئی ہو اور وہ پانی میں جانے کے لئے بیتاب ہو۔ مچھلی کو اس وقت سکون ملتا ہے جبکہ وہ پھر پانی میں جا گرے، پانی ہی سے اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں۔

اسی طرح جب ایک عاصی گنہگار کسی معصیت و گناہ کو چھوڑتا ہے اور نیکی کی طرف توجہ کرتا ہے تو اس پر بھی زمین تنگ ہو جاتی ہے اور سینہ میں تنگی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور جبتک کہ وہ دوبارہ یہ گناہ نہ کر لیوے زندگی کی ساری راہیں اس پر تنگ ہو جاتی ہیں تا آنکہ بعض فاسق فاجر لوگوں کا تو یہ حال ہوتا ہے کہ بلا کسی لذت، بلا کسی لطف، بلا کسی داعیہ اور خواہش کے بھی ارتکاب گناہ کرتے رہتے ہیں۔ اور بات صرف یہی ہوتی ہے کہ گناہوں کی مفارقت سے ان کو تکلیف ہوا کرتی ہے چنانچہ اس گروہ کے شیخ حسن بن ہانی (مشہور شاعر ابو نواس) کا شعر ہے۔

وکأس شربت علی لذۃ ... و اخری تداویت منها بها

ایک جام شراب میں نے لذت سے نوش کیا ... اور دوسرے جام سے پیدا شدہ مرض کا علاج کیا

اور کسی دوسرے شاعر نے کہا ہے۔

وکانت دوائی وھی دائی بعینہ ... کما یتداوی شارب الخمر بالخمر

میری دوا بعینہ میرے لئے بیماری تھی ... جسطرح کہ شرابی آدمی شراب ہی سے اپنا علاج کرتا ہے

جب اللہ تعالےٰ کا کوئی بندہ طاعت الٰہی کا اہتمام و التزام کرتا ہے اور طاعت و عبادت سے اس کو خاص قسم کا انس اور الفت و محبت ہو جاتی ہے تو اس کو ہر چیز سے مقدم سمجھتا ہے۔ جب اس بندے کی حالت یہ ہو جاتی ہے تو حق سبحانہ و تعالےٰ اس کے لئے اپنی رحمت کے فرشتے بھیجتا ہے جو ہر طرح اس کی امداد کرتے ہیں اسے اطاعت الٰہی اور عبادت کا شوق دلاتے

Marfat.com

ہیں۔ اسکے جذبات ایمانی کو ابھارتے ہیں، بستر تک چھڑا دیتے ہیں کسی حالت اور کسی ہی مجلس میں بیٹھا ہوا ہو اسے اٹھا کر طاعت وعبادت میں لگا دیتے ہیں۔

اسی طرح جب کوئی بندہ معاصی اور گناہوں سے الفت کرنے لگتا ہے، گناہوں کو محبوب رکھتا ہے اور خیر و نیکی کے مقابلہ میں گناہوں کو ترجیح دیتا ہے تو اللہ تعالےٰ شیاطین کو اس پر مسلط کر دیتا ہے جو معاصی اور گناہوں میں اسکی امداد و معاونت کرتے ہیں۔ اور اس کے جذبات شیطانی و نفسانی کو ابھارتے ہیں۔

پس پہلا بندہ وہ ہے جس کی اعانت و امداد کے لئے طاعت و عبادت کا پورا لشکر موجود ہوتا ہے جو اس کی پشت پر رہ کر اس کی پوری امداد کرتا ہے اور اس لشکر کی امداد سے بندہ نہایت قوی اور مضبوط ہو جاتا ہے اور دوسرا بندہ وہ ہے جس کی پشت پر معصیت و گناہوں کا لشکر ہوتا ہے جو معصیت و گناہوں میں اس کی اعانت و امداد کرتا ہے اور یہ شیطانی لشکر اسے معصیت و گناہ میں قوی اور مضبوط بنا دیتا ہے۔

فصل

(گناہ قلب کو کمزور کر دیتے ہیں اور بندے کو توبہ و انابت سے بھٹکا دیتے ہیں)

آثار معاصی میں سے ایک خطرناک اور مہلک امر یہ بھی ہے کہ گناہ بندے کے قلب کو کمزور اور پست ہمت بنا دیتے ہیں، توبہ کے ارادہ کو آہستہ آہستہ کمزور کرتے رہتے ہیں اور معصیت و گناہ کے جذبات و ارادے کو قوی و مستحکم کر دیتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ رفتہ رفتہ بندے سے توبہ و انابت کی توفیق ہی مفقود ہو جاتی ہے۔ اور شدہ شدہ اس کے قلب سے توبہ و انابت کا مقصد و ارادہ کلیتاً ختم ہو جاتا ہے۔ پس جس بندے کا آدھا قلب مر چکا ہے تو اگر وہ اللہ تعالےٰ کی جناب میں توبہ و استغفار کے لئے جھکتا بھی ہے تو اس کی توبہ اور استغفار جھوٹی ہوتی ہے۔ زبان سے بہت کچھ کہتا ہے لیکن قلب معصیت سے آلودہ ہوتا ہے اور باوجود توبہ و استغفار کی رٹ کے وہ گناہوں پر اصرار ہی کرتا رہتا ہے اس کا عزم و ارادہ گناہوں کے موقعوں کی تلاش ہی میں رہتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ یہ حالت انسان کے لئے بڑا ہی شدید مرض ہے اور ہلاکت سے قریب تر ہونے کی حالت ہے۔

Marfat.com

فصل

(بار بار گناہ کرنے سے اسکی بُرائی کا تصور ختم ہو جاتا ہے اور انسان گناہوں پر فخر کرنے لگتا ہے)

آثار معاصی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انسان گناہ کرتے کرتے اس کا عادی بن جاتا ہے اور جب عادی ہو جاتا ہے تو دل سے گناہ کی قباحت و برائی ختم ہو جاتی ہے جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ گناہوں کو بُرا ہی نہیں سمجھتا اور بے محابا نڈر ہو کر برملا لوگوں کی موجودگی میں گناہ کرتا چلا جاتا ہے کسی کی پروا نہیں کرتا ارباب فسق و فجور کے نزدیک تو یہ بات ایک دل بہلانے کی دلچسپ چیز ہو ہے۔ اس میں ان کو انتہا درجہ کی لذت محسوس ہوتی ہے بلکہ اس قسم کے لوگ تو معصیت پر بر فخر کیا کرتے ہیں اور لوگوں میں بیٹھ کر اپنے گناہوں کو بڑے فخر و غرور کے ساتھ جھوم جھوم کر بیا کرتے ہیں۔ اور جنہیں ان کے اعمال اور کردار کی خبر تک نہیں ہوئی انہیں انتہائی دلچسپ طریقے سناتے ہیں کہ ارے او فلاں میں نے تو یہ یہ اور ایسے ایسے کام کئے ہیں کچھ تمہیں خبر بھی ہے؟

جو لوگ اس درجہ کے جرائم پیشہ بن جاتے ہیں ان کے لئے عافیت و خیر کے دروازے بالکل مسدود ہو جاتے ہیں۔ توبہ و انابت اور استغفار کی راہیں قطعاً منقطع ہو جاتی ہیں۔ اور یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اس قسم کے لوگوں کے لئے اکثر و بیشتر توبہ و انابت کے دروازے ہمیشہ ہی کے لئے بند ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے۔

کل امتی معافی الا المجاھرون، وان من الاجھار ان یستر اللہ علی العبد ثم یصبح یفضح نفسہ ویقول یا فلان عملت یوم کذا وکذا وقد بات یستر ربہ۔	میری ساری امت کو معافی حاصل ہے مگر خود ہونیوالوں کیلئے معافی نہیں۔ اور یہ رسوائی کہ اللہ تعالیٰ تو ستر پوشی فرماتا ہے لیکن خود بندہ ہوتے ہی اپنے کو رسوا اور ذلیل کر لیتا ہے لوگوں سے کہتا ہے کہ اے فلاں میں نے فلاں فلاں اور یہ یہ ایسا ایسا کیا ہے۔ اسطرح وہ اپنے کو ذلیل و کر لیتا ہے، حالانکہ پروردگار نے اسکی ستر پوشی فرمائی تھی

آثار معاصی میں سے یہ بھی ہے کہ دنیا کے سارے گناہ دنیا کی اگلی امتوں میں سے جن کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کیا ہے کسی نہ کسی امت کا ترکہ اور میراث ہے چنانچہ لواطت، قوم لوط کا ترکہ ہے۔ لیعنی

Marfat.com

میں لیتے وقت حق سے زیادہ لینا اور تولنا اور دیتے وقت حق سے کم دینا اور تولنا قوم شعیب کا ترکہ ہے زمین پر اکڑنا اور فساد کرنا فرعون اور قوم فرعون کا ترکہ ہے، تکبر و غرور جبر و زیادتی قوم ہود کا ترکہ ہے پس گنہگار و نافرمان آدمی ان میں سے جس امت کا گناہ کرے گا اسی میں اس کا شمار ہوگا حالانکہ یہ امتیں اللہ تعالےٰ کی دشمن تھیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن احمد اپنی تصنیف کتاب الزہد کے اندر اپنے والد سے اور وہ حضرت مالک بن دینار سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا۔

اوحی اللہ الی نبی من انبیاء بنی اسرائیل ان قل لقومك لا تدخلوا مداخل اعدائی، ولا تلبسوا ملابس اعدائی ولا تركبوا مراكب اعدائی ولا تطعموا مطاعم اعدائی فتكونوا اعدائی كماهم اعدائی۔

انبیاء بنی اسرائیل میں سے کسی پیغمبر پر اللہ تعالےٰ نے یہ وحی نازل فرمائی کہ تم اپنی قوم سے کہدو کہ میرے دشمن جہاں داخل ہوں وہاں تم داخل نہ ہونا میرے دشمنوں نے جو لباس پہنا تھا تم نہ پہننا۔ میرے دشمن جس سواری پر سوار ہوئے تھے تم سوار نہ ہونا میرے دشمن جو کھانا کھاتے تھے تم نہ کھانا اگر تم ایسا کروگے تو جیسے وہ میرے دشمن ہیں تم بھی میرے دشمن ہو۔

اور مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

بعثت بالسيف بين يدى الساعة حتى يعبد الله وحده لا شريك له وجعل رزقى تحت ظل رمحى وجعل الذلة والصغار على من خالف امرى ومن تشبه بقوم فهو منهم۔

میں قیامت کے قریب تلوار کے ساتھ بھیجا گیا ہوں تاکہ دنیا میں صرف اللہ وحدہ لاشریک کی پرستش کی جائے میرا رزق اللہ تعالےٰ نے میرے نیزے کے سایہ تلے کر رکھا ہے اور میری مخالفت کرنے والوں کیلئے اللہ تعالےٰ نے ذلت و رسوائی لازم کردی ہے اور جو شخص بہ تکلف کسی دوسری قوم سے تشبہ اختیار کرے گا وہ ان ہی میں سے شمار ہوگا۔

فصل

(معصیت بندے کو پروردگار کی نظر میں ذلیل کر دیتی ہے)

معاصی کا ایک اثر یہ بھی ہے کہ بندہ گناہ کرنے سے پروردگا عالم کے نزدیک بے وقعت ہو جاتا ہے۔ اسکی نگاہ سے گر جاتا ہے چنانچہ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں جو لوگ اللہ تعالےٰ کے نزدیک باعزت ہوتے ہیں

Marfat.com

اللہ تعالےٰ ان کو گناہوں سے بچا لیتا ہے اور جو اللہ تعالےٰ کے نزدیک ذلیل ہوتا ہے تو پھر دنیا میں کوئی بھی اسکی عزت نہیں کرتا۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

ومن یھن اللہ فما لہ من مکرم (الحج) جسکو خدا ذلیل کرے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں

اگرچہ لوگ اس قسم کے لوگوں کی ان کے خوف وڈر کے مارے اور ان کے شر سے بچنے کے لئے بظاہر عزت کرتے ہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ ان کے دلوں میں وہ انتہائی ذلیل اور حقیر ہوا کرتے ہیں۔

یہ بھی معاصی کا اثر ہے کہ جب بندہ بکثرت پے در پے گناہ کرنے لگ جاتا ہے تو پھر بڑے سے بڑا گناہ بھی اس کی نگاہ میں چھوٹا ہو جاتا ہے اور یہی اس کی ہلاکت کی علامت ہے۔ کیونکہ بندے کی نگاہ میں جو گناہ چھوٹا ہوتا ہے اللہ کے نزدیک بہت بڑا بن جاتا ہے۔ امام بخاریؒ اپنی کتاب صحیح بخاری میں حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

ان المومن یری ذنوبہ کانھا فی اصل الجبل یخاف ان یقع علیہ ، وان الفاجر یری ذنوبہ کذباب وقع علیٰ انفہ فقال بہ ھکذا فطار

صاحب ایمان گناہوں کو پہاڑ سمجھتا ہے اور ڈرتا ہے کہ کہیں یہ پہاڑ اس کے سر پہ نہ آگرے اور فاجر آدمی اپنے گناہ کو ایسا سمجھتا ہے گویا ناک پر مکھی بیٹھی ہے۔ ہاتھ اٹھایا اور مکھی اڑ گئی۔

فصل

(گناہ گار پر جانور، چوپائے، پرندے، کیڑے مکوڑے بھی لعنت بھیجتے ہیں۔)

یہ بھی معاصی کے اثرات میں سے ہے کہ گناہ گار کے گناہوں کی نحوست بے گناہ انسانوں اور جانوروں تک کو تباہ و برباد کر دیتی ہے۔ اسکے ظلم و گناہ کی وجہ سے خود وہ تو جل مرتا ہی ہے لیکن دوسرے بے گناہ انسان اور جانور بھی جل مرتے ہیں۔ چنانچہ ابوہریرہؓ فرماتے ہیں "ظالم کے ظلم کی وجہ سے چڑیاں اپنے گھونسلوں میں مر جاتی ہیں۔"

امام مجاہد کا قول ہے "جب قحط سالی ہو جاتی ہے تو جانور چوپائے ظالم انسانوں پر لعنت بھیجتے ہیں۔ کہ ان کی وجہ سے برسات رک گئی ہے۔"

امام عکرمہ فرماتے ہیں "زمین کے جانور، کیڑے مکوڑے، چھپکلیاں اور بچھو تک چلا اٹھتے ہیں بنی آدم کے گناہوں کی وجہ سے ہم پر برسات رک گئی۔"

Marfat.com

پس گنہگار کو صرف اس کے گناہوں کی سزا ہی بس نہیں کرتی۔ بلکہ یہ گناہ بھی لعنت و پھٹکار بھی اس پر مسلط ہو جاتی ہے۔

فصل

(معصیت سے انسان ذلیل ہو جاتا ہے)
(اور طاعت سے عزت بڑھتی ہے)

آثار معاصی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ معصیت انسان کو ذلیل و حقیر کر دیتی ہے اور یہ یقینی حقیقت ہے کیونکہ دنیا جہان کی ساری عزتیں طاعت الٰہی سے وابستہ ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

من کان یرید العزۃ فللہ العزۃ جمیعاً (سورۂ فاطر)	جو آدمی عزت کا طلبگار ہے تو عزت ساری کی ساری خدا کی ہے

پس بندے کو چاہیئے کہ وہ طاعت الٰہی کے ذریعہ خواستگار عزت ہو، عزت صرف طاعت الٰہی سے میسر آسکتی ہے اور بس۔ چنانچہ بعض صالحین سلف کی یہ دعا تھی۔

اللھم! اعزنی بطاعتک، ولا تذلنی بمعصیتک	اے خدا، اپنی طاعت سے مجھے عزت عطا فرما۔ نافرمانی سے مجھے ذلیل نہ کر۔

حضرت حسن بصری" کا ارشاد ہے" یہ لوگ اگرچہ قوی و خوبصورت خچروں پر سوار ہو کر دوڑتے پھریں اور گھر بجاتے پھریں۔ اور ان کی تیز رفتاری پر فخر و نخوت کے ڈھول پیٹتے رہیں لیکن گناہوں کی ذلت جو ان کے لئے لازم ہو چکی ہے وہ کبھی دور نہیں ہو سکتی۔"

حضرت عبداللہ بن مبارک" کے یہ اشعار مشہور ہیں۔

رأیت الذنوب تمیت القلو ب وقد یورث الذل ادمانھا	میں نے دیکھا کہ گناہ دلوں کو مردہ کر دیتے ہیں اور گناہوں کی مداومت ذلت کا موجب ہوتی ہے
وترک الذنوب حیات القلو ب وخیر لنفسک عصیانھا	گناہ سے بچنا دلوں کی زندگی ہے اور تمہارے لئے خیر یہ ہے کہ تم گناہوں کی مخالفت کرو
وھل افسد الدین الا الملو ک واحبار سوء و رھبانھا	اور دین کے بادشاہوں اور شائخ سوء اور جھوٹے تارک الدنیا کے سوا کسی نے خراب نہیں کیا۔

Marfat.com

فصل

(معصیت سے نور عقل فنا ہو جاتا ہے)

آثار معاصی میں سے یہ بھی ہے کہ معاصی سے عقلمند کی عقل خراب ہو جاتی ہے۔ عقل ایک نور ہے معصیت اس نور کو یقیناً بجھا دیتی ہے۔ اور جب یہ نور بجھ جاتا ہے تو عقل کمزور ہو جاتی ہے چنانچہ بعض صالحین سلف کا مقولہ ہے کہ "جو آدمی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے اسکی عقل ہو جاتی ہے۔" عقل کا غائب ہونا بالکل واضح ہے۔ اگر عقل موجود ہوتی تو اسے معصیت سے کیوں باز نہ رکھتی؟ وہ یہ کیوں نہ سمجھتا کہ اس کی جان اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے؟ اس کے قہر و غلبہ کے ماتحت ہے اور اس کے کردار سے ظاہر طرح باخبر ہے۔ خدا ہی کے گھر میں اسی کے فرش پر بیٹھا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کے فرشتے اس کے ساتھ گئے ہوئے ہیں جو کچھ کرتا ہے وہ دیکھ رہے ہیں۔ قرآن مجید کا واعظ گناہوں سے احتراز کرنے کی اسے ہدایت دیتا ہے۔ ایمان کا واعظ گناہ سے روکتا ہے۔ موت کا واعظ اور جہنم کا واعظ اسے معصیت سے منع کر رہے ہیں۔ نیز یہ کہ معصیت سے اس کی دنیا و آخرت کی خیر و فلاح جو ضائع ہو رہی ہے وہ اسکے اس عارضی سرور اور ناپائیدار وقتی لذت سے بدرجہا قیمتی ہے تو کوئی صاحب عقل و بصیرت ان تمام امور کی ناقدری کر سکتا ہے؟ اور کیا کوئی عقل سلیم اسے گوارا کر سکتی ہے؟

فصل

(معصیت اور گناہوں سے قلب پر مہر لگ جاتی ہے)

آثار معاصی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب گناہوں کی کثرت ہو جاتی ہے تو گنہگار کے قلب پر مہر لگ جاتی ہے اور وہ غافل اور بے خبر ہو کر رہ جاتا ہے جیسا کہ بعض سلف صالحین نے آیت

کلا بل ران علیٰ قلوبھم ما کانوا یکسبون (سورۃ المطففین)

کی تفسیر میں کہا ہے کہ اس کے معنی پے در پے گناہ کرنے کے ہیں۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ پے در پے گناہ کرتا رہتا ہے

نہیں۔ بلکہ ان کے دلوں پر ان ہی کے کرتوتوں نے زنگ بیٹھ گئے ہیں۔

Marfat.com

قلب اندھا ہوکر رہ گیا۔

بعض دوسرے علماء یہ کہتے ہیں کہ جب گناہوں کی کثرت ہوجاتی ہے تو وہ دلوں کو گھیر لیتے ہیں۔ اور اس بارے میں اصل بات یہ ہے کہ معاصی سے قلب زنگ آلود ہوجاتا ہے۔ اور معاصی کی کثرت ہوجاتی ہے۔ زنگ غالب آجاتا ہے تا آنکہ دل کا بڑا حصہ زنگ گرفتہ ہوجاتا ہے۔ پھر جب معاصی اور بڑھ جاتے ہیں تو یہ انسان کی طبیعت بن جاتی ہے، ہر قلب پر قفل لگ جاتا ہے۔ اور پھر مہر لگ جاتی ہے اور رفتہ رفتہ اس کا قلب غلافوں اور پردوں میں مستور ہوجاتا ہے اور اگر معصیت و گناہوں کی یہ کیفیت ہدایت و بصیرت کے بعد ہوتی ہے تو معاملہ ہی بالکل ہی درہم برہم ہوجاتا ہے قلب کا بالائی حصہ نیچے ہوجاتا ہے اور نیچے کا اوپر اور پھر اس کا دشمن پوری قوت سے اس پر غالب آجاتا ہے اور یہ دشمن جہاں چاہتا ہے اسے ہنکائے پھرتا ہے۔

فصل

(معاصی پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی ہے)
(معاصی کی وجہ سے بندہ اس لعنت کے ماتحت آجاتا ہے)

آثار معاصی میں سے یہ بھی ہے کہ بندہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی لعنت کی زد میں آجاتا ہے۔ آنحضرت صلعم نے بہت سے گناہوں پر لعنت بھیجی ہے۔ پس جو شخص ان معاصی کا ارتکاب کرے گا وہ بدجہ اوئے اس لعنت کا مستحق ہوگا۔ چنانچہ آنحضرت صلعم نے ان عورتوں پر لعنت بھیجی ہے جو بدن پر گودے لگوا کر اس میں رنگ بھریں اور بالوں کے ساتھ دوسرے بال جوڑ کر بالوں کو لمبے کریں اور جو ایسا کرنے کا پیشہ اختیار کریں اور چہرے سے بال اکھاڑیں اور اپنے دانتوں کو گھس کر تیز کریں اور اس کا پیشہ کریں۔ آپ نے سود لینے والے، دینے والے، اس کے لکھنے والے اور اس کے گواہوں پر لعنت بھیجی ہے۔ آپ نے حلالہ کرنے والے اور جس کے لئے حلالہ کیا جائے دونوں پر لعنت کی ہے۔ آپ نے چور پر، شراب پینے والے پر، پلانے والے پر، بنانے والے پر اور اس پر جس کے لئے بنائی جائے، اور اس کے بیچنے والے پر، خریدنے والے پر، اس کی قیمت لینے والے پر اس کے اٹھانے والے پر اور جس کے لئے اٹھائی جائے اس پر لعنت بھیجی ہے۔ اور ان پر لعنت بھیجی ہے جو حد بندی کے نشانات ادھر ادھر مٹا دیں، والدین پر لعنت بھیجنے والوں پر، غیر اللہ کے لئے ذبح کرنے والوں پر، منحنث

Marfat.com

پر۔ اور ان عورتوں پر جو مرد کی وضع بنائیں لعنت بھیجی ہے۔ دین میں بدعت جاری کرنیوالے پر اور اس پر عمل کرنیوالے پر۔ تصویر بنانے والے پر، نوحہ کرنیوالے پر۔ ماں باپ کو گالی دینے والے پر۔ اندھے کو راستہ سے بھٹکا دینے والے پر۔ اور کسی چوپائے کے ساتھ بدفعلی کرنے اور اس پر جو کسی جانور کے چہرے پر داغ دے یا اس کی شکل بگاڑے، مسلمانوں کو ضرر پہنچانے والے اور ان کو دھوکہ دینے والے پر، قبروں کی زیارت کرنیوالی عورتوں پر، قبروں کو سجدہ گاہ بنانیوالے پر، اور قبروں پر چراغ جلانے والوں پر، عورت کو اس کے شوہر کے خلاف اور غلام کو اس کے آقا کے خلاف ورغلانے والے پر۔ بی بی کے ساتھ دبر میں جماع کرنیوالے پر ان سب پر آپ نے لعنت بھیجی ہے۔

آنحضرت صلعم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو عورت اپنے شوہر سے سرکش ہو کر علیحدہ سوئے گی صبح تک فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ جو شخص اپنے کو اپنے باپ کے سوا دوسرے کا بیٹا گردانے اس پر لعنت بھیجی ہے۔

آنحضرت صلعم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو آدمی کسی مسلمان بھائی کو کسی ہتھیار سے ڈرائے گا اس پر فرشتے لعنت بھیجتے ہیں، صحابہؓ کو گالی دینے والے پر بھی آپ نے لعنت بھیجی ہے۔ لوگوں میں فساد کرانے والے پر، قطع رحمی کرنے والے پر۔ اللہ اور اللہ کے رسول کو ایذا پہنچانے والے پر۔ اللہ تعالیٰ کی آیات و ہدایت کو چھپانے والوں پر۔ ایماندار و پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانے والوں پر۔ اور اس آدمی پر جو کافروں کی راہ کو مسلمانوں کی راہ سے بہتر کہیں لعنت بھیجی ہے۔ جو مرد عورت کے کپڑے پہنے، اور جو عورت مرد کے کپڑے پہنے۔ اس پر بھی آنحضرت صلعم نے لعنت بھیجی ہے ان امور کے علاوہ دوسرے بہت سے امور پر آنحضرت صلعم نے لعنت بھیجی ہے۔ اگر کوئی شخص صرف یہی سمجھ لے کہ یہ گناہ ایسے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسولؐ اور اس کے فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں تو اس کی تنبیہ کے لئے کافی ہے۔ اس کا صرف یہ سمجھنا ہی اسکو ان معاصی سے بچنے کا تقاضہ کرے گا۔

فصل

(معصیت کرنیوالا آنحضرت صلعم اور فرشتوں کی دعا سے محروم ہو جاتا ہے)

آثار معاصی یہ بھی ہے کہ معصیت کرنے والا آنحضرت صلعم اور فرشتوں کی دعا سے محروم ہو جاتا ہے۔ خدائے قدوس نے آنحضرت صلعم کو یہ حکم فرمایا ہے کہ ایمان والے مردوں اور عورتوں کے حق میں آپ استغفار کرتے رہیں۔ چنانچہ سورہ غافر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

الذین یحملون العرش ومن حولہ یسبحون جو فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو عرش

Marfat.com

بحمد ربهم ويومنون به ويستغفرون للذين آمنوا - ربنا وسعت كل شيئ رحمة وعلما - فاغفر للذين تابوا واتبعوا سبيلك وقهم عذاب الجحيم، ربنا وادخلهم جنات عدن التي وعدتهم ومن صلح من ابائهم وازواجهم وذرياتهم انك انت العزيز الحكيم وقهم السيأت -

(سورہ غافر)

کے اردگرد ہیں، اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ اسکی تسبیح وتقدیس کرتے رہتے ہیں۔ اور ایمان والوں کے لئے مغفرت مانگا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! تیری رحمت اور تیرا علم سب چیزوں پر حاوی ہے، تو جو لوگ توبہ کرتے ہیں اور تیرے راستے پر چلتے ہیں ان کو بخش دے اور ان کو دوزخ کے عذاب سے بچا۔ اور اے ہمارے پروردگار! انکو بہشت کے ہمیشہ کے رہنے کے باغوں میں بھی پہنچا کر داخل کر جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور ان کے باپ دادوں اور ان کی بیبیوں اور ان کی اولاد میں سے جو نیک ہوں ان کو بھی بیشک تو ہی زبردست ہے اور حکمت والا ہے اور ان کو ہر طرح کی خرابیوں سے محفوظ رکھ۔

فرشتوں کی یہ دعا ان ایمان والوں کے لئے ہے جو مذکورہ صفات سے متصف ہوں اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی اتباع کریں پس جو لوگ مذکورہ صفات سے متصف نہیں ہیں اس دعا میں شمولیت کی ہرگز ہرگز توقع نہ رکھیں

فصل

(گنہگاران امت کو آنحضرتؐ نے خواب میں دیکھا)

معاصی کی کچھ سزائیں وہ ہیں جو امام بخاریؒ نے اپنی صحیح بخاری کے اندر حضرت سمرہ بن جندبؓ سے روایت بیان کی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کے بعد صحابہؓ سے اکثر دریافت فرماتے کہ آج رات تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ صحابہؓ میں سے جن جن لوگوں نے خواب دیکھا ہوتا، وہ اپنا اپنا خواب بیان کرتے۔ ایکدن صبح کو خود آنحضرتؐ نے بیان فرمایا "آج میرے پاس دو آدمی آئے اور مجھے اٹھایا اور کہا آپؐ ہمارے ہمراہ تشریف لے چلیں۔ میں انکے ہمراہ ہولیا۔ جب ہم آگے چلے تو دیکھا ایک آدمی چت لیٹا ہوا ہے۔ اور اسکے پاس ایک شخص پتھر لیکر کھڑا ہے۔ اور اسکے سر پر زور زور سے مار رہا ہے۔ جس سے اس

Marfat.com

کا بھیجا نکل پڑتا ہے۔ وہ ہر چند اپنے سر کو بچاتا ہے لیکن بچا نہیں سکتا۔ پھر وہ آدمی پتھر کو اٹھاتا ہے۔ اتنے عرصہ میں اس کا سر اصلی حالت میں آجاتا ہے۔ پھر وہ اسے مارتا ہے اور اسکا وہی حال ہو جاتا ہے جو پہلی مرتبہ ہوا تھا۔ یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہتا ہے۔ یہ دیکھ کر میں نے کہا سبحان اللہ۔ اور پوچھا یہ کون ہیں؟۔ انہوں نے کہا آگے تشریف لے چلئے۔ ہم آگے بڑھے تو دیکھا ایک آدمی اوندھے منہ لیٹا ہوا ہے۔ اور ایک آدمی اس کے پاس لوہے کے کانٹے لے کر کھڑا ہے اور سوئے ہوئے کے گالوں میں اور منہ پر وہ اس طرح مارتا ہے کہ اس کے گال اور باچھیں چر جاتی ہیں۔ گال، آنکھیں ناک، گردن کی طرف کھنچ آتے ہیں۔ پھر وہ دوسری طرف مارتا ہے۔ اس سے بھی اس کا وہی حال ہو جاتا ہے۔ اس عرصہ میں اس کی دوسری جانب اپنی اصلی حالت پر آجاتی ہے۔ پھر اس کا وہی حال ہوتا ہے جو پہلے ہوا تھا اور یہ سلسلہ برابر جاری رہتا ہے۔ میں نے کہا۔ سبحان اللہ! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا۔ آگے تشریف لے چلئے۔ ہم آگے بڑھے۔ ایک بہت بڑا تنور دیکھا جس کے اندر سے چیخ، پکار کی آوازیں آرہی تھیں۔ ہم نے جا کر دیکھا تو اس کے اندر ننگے مرد، ننگی عورتیں نظر آئیں جن کے نیچے شعلے بھڑک رہے تھے اور وہ لوگ چیخ چیخ کر روتے چلاتے تھے اور اس آگ سے پناہ مانگ رہے تھے۔ میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا آگے تشریف لے چلئے۔ ہم آگے بڑھے۔ اور ایک نہر پر پہنچے جس کا پانی خون کی طرح سرخ تھا۔ ایک آدمی اس کے اندر تیر رہا تھا۔ نہر کے کنارے ایک آدمی بے شمار پتھروں کا ڈھیر لگائے کھڑا تھا۔ تیرنے والا تیرتے تیرتے تھک کر نہر کے کنارے آیا۔ اور کنارے پر کھڑے ہوئے آدمی کے سامنے آکر اپنا منہ کھولا۔ اس نے اسکے منہ میں ایک پتھر ڈال دیا۔ وہ پھر پانی میں تیرنے لگا۔ یہ حالت اس کی جاری رہی۔ میں نے اسکے متعلق پوچھا۔ تو کہنے لگے آگے تشریف لے چلئے۔ ہم آگے بڑھے تو ایک دہشت ناک کریہہ المنظر آدمی دیکھا۔ جو آگ کے کنارے کھڑا ہے اور آگ کو دھونک رہا ہے۔ اور آگ کے گرد چکر لگا رہا ہے۔ میں نے کہا یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا آگے تشریف لے چلئے۔ ہم آگے بڑھے۔ اور ایک خوبصورت عمدہ وسیع خیمہ دیکھا۔ جو ریشمی طرح سجایا گیا ہے۔ اس کے نیچے ایک طویل، لمبا تڑنگا آدمی کھڑا تھا جس کی لمبائی اس قدر تھی کہ اس کا سر آسمان کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ اس کے ارد گرد بے شمار خوبصورت لڑکے کھڑے ہوئے تھے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے۔ انہوں نے کہا آگے تشریف لے چلئے۔ ہم آگے بڑھے تو ہم نے ایک عظیم الشان خوبصورت درخت دیکھا۔ ایسا کہ اس قسم کا درخت ہم نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ انہوں نے کہا اس پر چڑھ

Marfat.com

جایئے ہم اس پر چڑھ گئے تو ایک ایسے شہر میں پہنچ گئے جس کی عمارتیں سونے اور چاندی کی اینٹوں سے بنی تھیں۔ ہم شہر کے دروازے پر پہنچے اور دروازہ کھلوایا۔ اور اندر گئے۔ یہاں ہمیں بے شمار آدمی ملے جن کا آدھا جسم نہایت خوبصورت تھا اور آدھا بدصورت۔ میرے ساتھیوں نے ان سے کہا جاؤ اس نہر میں غوطہ لگاؤ۔ یہ نہر نہایت عمدہ اور چوڑی تھی اور اس کا پانی دودھ جیسا سفید و شفاف تھا۔ یہ لوگ نہر میں نہا کر ہمارے پاس آئے۔ انکی ساری سیاہی دھل چکی تھی اور بدصورتی خوبصورتی سے تبدیل ہوگئی تھی۔ میرے ساتھیوں نے مجھ سے کہا یہ "جنت عدن" ہے۔ اور یہ آپکا مقام ہے۔ میں نے نیچے سے اوپر تک اس عمارت پر نظر ڈالی یہ محل نہایت خوبصورت سفید تھا۔ انہوں نے کہا یہ آپ ہی کا مقام ہے۔ میں نے ان سے کہا بارک اللہ، مجھے اندر جانے دو، انہوں نے کہا ابھی نہیں، آپ تو اس کے اندر جائیں گے ہی۔ میں نے ان ساتھیوں سے کہا آج رات کو عجیب و غریب چیزیں میں نے دیکھی ہیں۔ یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا ہم آپ کو مطلع کئے دیتے ہیں۔ وہ آدمی جس کا سر کچلا جا رہا تھا۔ وہ آدمی ہے جس نے قرآن یاد کیا تھا۔ لیکن پھر بھول گیا تھا۔ اور فرض نماز ترک کر کے سو جایا کرتا تھا اور وہ آدمی جس کا منہ اور باچھیں لوہے کے کانٹوں سے چیری جاتی تھیں۔ وہ وہ آدمی ہے جو اپنے گھر سے نکل کر لوگوں کی غیبت کیا کرتا تھا۔ اور لوگوں کی جھوٹی باتیں اڑایا کرتا تھا۔ اور تنور میں جو ننگے مرد۔ اور عورتیں جل رہی تھیں۔ وہ زانی مرد اور عورتیں تھیں۔ اور نہر کے اندر جو آدمی تیر رہا تھا اور پتھر نگل رہا تھا وہ سود خوار آدمی تھا۔ اور آگ کے کنارے جو دہشت ناک کریہہ المنظر آدمی کھڑا تھا۔ اور آگ دھونک رہا تھا۔ وہ خازن جہنم تھا۔ اور وہ آدمی جس کا سر آسمان سے لگا ہوا تھا وہ حضرت ابراہیمؑ تھے اور انکے گرد جو لڑکے جمع تھے وہ وہ لڑکے تھے جو فطرت پر مرے تھے۔ اور البرقانی کی روایت میں ہے کہ جو فطرت پر پیدا ہوئے تھے۔ کچھ لوگوں نے اس موقع پر آنحضرتؐ سے دریافت کیا یا رسول اللہ، کیا یہ مشرکوں کی اولاد تھی؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ یہ مشرکوں کی اولاد تھی۔ اور وہ لوگ جن کے آدھے جسم خوبصورت اور آدھے بدصورت تھے یہ وہ لوگ تھے جن لوگوں نے دنیا میں نیک اعمال کئے تھے لیکن ساتھ ہی ساتھ گناہ بھی کئے تھے، اللہ تعالیٰ انہیں درگزر فرمائے۔

فصل

(معاصی سے پانی، ہوا، زراعت، پھلوں اور گھروں پر آفت اترتی)
(ہے، زمین کی پیداوار کم ہو جاتی ہے، انسانوں کی پیدائش اور عمر میں کمی ہو جاتی ہے)

Marfat.com

آثار معاصی میں سے یہ بھی ہے کہ زمین پر مختلف قسم کی آفتیں نازل ہوتی ہیں۔ پانی، ہوا، اناج اور پھلوں اور گھروں پر تباہیاں آجاتی ہیں اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

ظهر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس لیذیقهم بعض الذی عملوا۔ لعلهم یرجعون۔ (سورہ روم)

خشکی اور تری میں ہر جگہ لوگوں کے کرتوتوں کی وجہ سے خرابیاں ہو چکی ہیں تاکہ خدا انکے بعض اعمال کا مزہ چکھائے، ہو سکتا ہے کہ وہ ایسی حرکتوں سے باز آجائیں۔

امام مجاہد فرماتے ہیں "ظالم حاکم جب ظلم و فساد شروع کر دیتا ہے تو برسات روک دی جاتی ہے کھیتیاں اور نسلیں برباد ہو جاتی ہیں کیونکہ اللہ تعالےٰ کو ظلم و فساد پسند نہیں۔" استدلال میں انہوں نے یہی مذکورہ بالا آیت پڑھی اس کے بعد فرمایا آیت کے اندر لفظ "بحر" وارد ہے اس سے یہ دریا مراد نہیں بلکہ ہر وہ آبادی مراد ہے جو جاری اور بہنے والے پانی کے کناروں پر واقع ہو۔ اسی جاری پانی کو "بحر" کہا گیا ہے۔

عکرمہ کہتے ہیں "بحر" سے مراد یہ دریا نہیں ہیں بلکہ اس سے مراد پانی کے کناروں کی آبادیاں ہیں

قتادہ کہتے ہیں آیت کے اندر "بر" واقع ہے اس سے مراد جنگل، ڈیرے لگانے والے لوگ مراد ہیں۔ اور "بحر" سے مراد اہل دیہات اور صحرا کے لوگ ہیں۔

میں کہتا ہوں شیریں پانی کو بھی اللہ تعالےٰ نے "بحر" فرمایا ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم کے اندر ہے۔

وما یستوی البحران۔ هذا عذب فرات سائغ وهذا ملح اجاج۔

دونوں دریا ایک طرح کے نہیں ہیں۔ ایک ایسا ہے کہ اس کا پانی میٹھا، خوش ذائقہ، خوشگوار ہے۔ اور ایک کا پانی کھاری، کڑوا ہے۔

ظاہر ہے دنیا میں کوئی رکا ہوا دریا میٹھا نہیں ہے۔ بلکہ ندیوں اور نہروں ہی کا پانی میٹھا ہوا کرتا ہے، سمندر کا پانی کھاری ہی ہوا کرتا ہے اور وہ آبادیاں جو ندیوں اور نہروں کے کناروں پر واقع ہوتی ہیں۔ انہی کو اس پانی سے موسوم کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

ابن زید کہتے ہیں "ظہر الفساد فی البر والبحر" کے اندر جو فساد کا لفظ ہے اس سے مراد گناہ ہیں۔ میں کہتا ہوں اس کا مطلب یہ ہے کہ گناہ فساد و بربادی کا سبب ہیں۔ اور اگر فساد سے مراد عین معصیت ہے۔ تو لیذیقھم بعض الذی عملوا میں جو لام وارد ہے وہ لام تعلیل ہوگا۔ پہلے معنی کی رو سے فساد سے مراد نقصان۔ خرابیاں۔ مصائب و آلام ہیں۔ جو بندوں کے گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ زمین پر بھیجتا ہے۔ جب بندے گناہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ مصائب و آلام اور آفتیں بھیج دیتا ہے۔ جیسا کہ بعض سلف کا قول ہے "تم جب گناہ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اپنی فرمانروائی میں عقوبتیں اور سزائیں بھیج دیتا ہے۔ اور ظاہر یہی ہے کہ فساد سے مراد گناہ اور گناہ کے موجبات ہیں اور اس معنی پر آیت کا یہ حصہ دلالت کرتا ہے

لیذیقھم بعض الذی عملوا — خدا ان کے بعض اعمال کا ان کو مزہ چکھائے

غرض یہ تو دنیا کے عذاب کا حال ہے جو بندوں کے گناہوں اور بداعمالیوں کے مقابلہ میں بہت ہی کم ہے۔ اگر تمام اعمال و گناہوں کی سزا دی جائے تو زمین پر کوئی جاندار چیز زندہ باقی نہیں رہ سکتی۔

آثار معاصی میں سے یہ بھی ہے کہ زمین شق ہونے لگتی ہے۔ آبادیاں زمین کے اندر دھنس جاتی ہیں۔ زلزلے آنے لگتے ہیں۔ زمین کی برکتیں۔ اور اس کی روئیدگی کم ہو جاتی ہے۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے قوم ثمود کی آبادیوں سے گزرنے والوں کو حکم دیا تھا۔ کہ یہاں سے روتے ہوئے جلد سے جلد نکل جاؤ اور ان آبادیوں کا پانی نہ پیو۔ تا آنکہ حکم فرمایا کہ اس پانی سے جو آٹا گوندھ لیا گیا ہے۔ پھینک دو۔ اپنے اونٹوں کو بھی نہ کھلاؤ۔ اور یہ حکم آپ نے اس لئے فرمایا تھا کہ قوم ثمود کے گناہوں کی نحوست اس پانی میں بھی سرایت کر گئی تھی۔ غرض گناہوں کی شومی پھلوں۔ اور دیگر اشیاء میں بھی آتی ہے۔ امام احمد بن حنبل ایک حدیث کے ضمن میں فرماتے ہیں "بنی امیہ کے خزانے میں میں نے ایک تھیلی دیکھی جس کے اندر کھجور کی گٹھلی کے برابر گیہوں کے دانے بھرے ہوئے تھے اور تھیلی پر یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے۔ "عدل و انصاف کے زمانے میں ایسے گیہوں پیدا ہوا کرتے تھے"۔ یہ تمام آفتیں اللہ تعالیٰ نے بندوں کے گناہ اور نافرمانیوں کی وجہ سے بھیجی ہیں۔ نیز بعض۔ بدوی اور دیہاتیوں نے مجھ سے بیان کیا کہ آج کل جو پھل یہاں پیدا ہو رہے ہیں۔ اس سے بہت بڑے پھل یہاں پیدا ہوتے تھے۔ جو آفتیں آج کل آ رہی ہیں۔ پہلے نہ تھیں۔ کچھ تھوڑے ہی زمانہ سے یہ آفتیں آ رہی ہیں۔

صورتوں۔ اور خلقتوں پر بھی گناہوں کا اثر پڑتا ہے۔ جامع ترمذی میں وارد ہے۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا "اللہ تعالیٰ نے جس وقت آدم کو پیدا کیا۔ انسان کا قد ساٹھ ذراع کا تھا۔ یہ قد کم ہوتے ہوتے وہ رہ گیا جو تم آج دیکھتے ہو۔ جب اللہ تعالیٰ ظلم و جور و خیانت و فسق و فجور سے

Marfat.com

زمین کو پاک کرنے کا ارادہ فرمائے گا۔ تو اہل بیت نبوت میں سے اپنے ایک بندے کو بھیجے گا ۔ یہ آکر زمی
کو عدل و انصاف سے پُر کر دے گا۔ اور جس طرح آج یہ زمین ظلم و جور سے پُر ہو گئی ہے۔ اس وقت
عدل و انصاف سے پُر ہو جائے گی۔ یہ مسیح آکر یہود و نصاریٰ کو قتل کرے گا اور وہ دین جسے
لے کر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بھیجا ہے پھر قائم اور مضبوط ہو جائے گا۔ زمین اپنی برکتیں اگلنے لگے
جس طرح کہ وہ پہلے اگلتی تھی اور اس قدر برکت ہو گی کہ ایک انار سے ایک پوری جماعت سیر ہو جائے گی۔ انار اس
بڑا ہو گا کہ اس کے چھلکے تلے ایک جماعت سایہ لے سکے گی "انگور" کا ایک خوشہ اس قدر بڑا ہو گا کہ
وہ ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر ہو گا۔ اور ایک بکری کا دودھ ایک جماعت کو سیراب کر دے گا۔"

یہ برکت اس لئے ہو گی کہ زمین جب گناہوں سے پاک ہو جائے گی۔ تو اللہ تعالیٰ کی ان برکتوں
کے آثار نمایاں ہوں گے۔ جو گناہوں کی وجہ سے سلب کر لی گئی تھیں! اس میں شک کی گنجائش نہیں
جو عقوبتیں اور سزائیں کہ اگلی امتوں پر نازل ہوئی تھیں۔ ان کے اثرات آج بھی زمین پر موجود ہیں۔ اسی قسم
گناہ ان اثرات کو باقی رکھتے ہیں اور جس طرح یہ معاصی اور گناہ اگلی سزا یافتہ امتوں کے آثار معاصی ہیں۔ ان
سزاؤں کے آثار بھی موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے احکام اور عالم کون و فساد اور اس کے فیصلہ سے یہ با
اولاً و آخراً متناسب ہے جس قسم کا گناہ ہوتا ہے۔ اسی قسم کی سزا ہوتی ہے۔ بڑے گناہ کی بڑی
سزا ہوتی ہے اور چھوٹے گناہ کی چھوٹی۔ اور اسی طریقہ پر اللہ تعالیٰ عالم برزخ میں بھی لوگوں کے
فیصلے کرے گا۔ اور دار الجزاء میں بھی۔

غور کرو کہ شیطان سے رشتہ جوڑنے۔ اور بندوں پر اس کے مسلط ہونے سے عمر، عمل، قول و فعل
روزی اور رزق کی برکتیں سلب ہو جاتی ہیں اور جب زمین پر شیطان کی اتباع و پیروی عام ہو جاتی
تو ساری زمین سے برکتیں سلب کر لی جاتی ہیں۔ تو پھر آخرت میں بھی تو یہی ہونا چاہیئے چنانچہ ارباب معا
کے لئے آخرت میں بھی کوئی سکون و اطمینان کا ٹھکانہ نہیں ہو گا۔ جہنم کے اندر روح۔ راحت۔ برکت
سکون و اطمینان کا نام تک نہیں ہو گا۔

فصل

معاصی سے غیرت کا نور بجھ جاتا ہے۔ اللہ اور اللہ کا رسول
سب سے زیادہ غیور ہیں۔ غیرت محمودہ اور غیرت مذمومہ
معاصی کی سزا یہ بھی ہے کہ انسان کے دل سے وہ غیرت فنا ہو جاتی ہے جس سے قلب کی حیات

Marfat.com

اصلاح وابستہ ہے۔ قلب کی زندگی کے لئے غیرت وہی حکم رکھتی ہے۔ جو جسم کی زندگی کے لئے حرارت عزیزیہ رکھتی ہے۔ جس طرح جسم بغیر حرارت عزیزیہ کے زندہ نہیں رہ سکتا۔ قلب بغیر غیرت کے زندہ نہیں رہ سکتا۔ غیرت کی حرارت ہی قلب کی خباثت اور ناپاکی۔ مذموم صفات۔ ذلیل وخسیس اوصاف کو جلا دیتی ہے۔ جس طرح کہ آگ کی بھٹی سونا۔ چاندی۔ لوہے کا زنگ جلا دیتی ہے۔ اور دنیا میں سب سے زیادہ شریف۔ بلند رتبہ۔ بلند حوصلہ۔ بلند مرتبہ۔ عالی قدر۔ عالی ہمت شخص وہ ہوتا ہے جو اپنے اندر اپنے لئے اپنے خواص کے لئے اور بندگان خدا کے لئے انتہا درجہ کی غیرت رکھتا ہو۔ اور یہی وجہ ہے جو آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے حق میں ساری دنیا سے زیادہ غیور تھے اور اللہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ آنحضرتؐ سے بھی زیادہ غیور ہے جیسا کہ صحیح بخاری کے اندر مروی ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔

أتعجبون من غيرة سعد؟ لأنا أغير منه۔ والله أغير مني (۱)

کیا سعد بن عبادہ کی غیرت پر تمہیں تعجب ہو رہا ہے یقین کرو میں ان سے زیادہ غیور ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی زیادہ غیور ہے۔ (۱)

اور صحیح بخاری میں مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے ایک مرتبہ سورج گرہن کے موقع پر فرمایا۔

یا امة محمد! ما احد اغير من الله۔ ان يزنى عبده۔ او تزنى امته۔

اے امت محمدؐ! اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی غیور نہیں کہ اس کا کوئی بندہ یا بندی زنا کرے۔

نیز اسی صحیح بخاری میں مروی ہے۔

لا احد اغير من الله۔ من اجل ذالك حرم الفواحش ما ظهر منها وما بطن ولا احد احب اليه العذر من الله۔ من اجل ذالك ارسل الرسل مبشرين۔

خدا سے زیادہ کوئی غیور نہیں، اور اسی وجہ سے اس نے ظاہری، باطنی فواحش کو حرام قرار دیا ہے اور خدا سے زیادہ کوئی معذرت کو پسند کرنیوالا نہیں۔ اور اسی لئے اس نے اپنے پیغمبروں کو جنت

---

(۱) حضرت سعد بن عبادہؓ سے لوگوں نے ایک دن کہا۔ یا ابا ثابت! اب تو اللہ تعالیٰ نے حدود کا حکم فرما دیا مگر یہ تو فرمائیے کہ اگر ہم کسی کو بی بی اپنی کے ساتھ حرام کاری کرتے دیکھو تو کیا کروگے؟ حضرت سعدؓ نے جواب دیا میں تو اسی وقت دونوں کو قتل کر دوں گا۔ کیا میں اس حالت میں دیکھ کر چار گواہ تلاش کرنے کو نکلوں گا؟ اتنی دیر میں تو وہ اپنا کام کر کے چلتا بنے گا۔ حضرت کا یہ قصہ صحابہؓ نے آنحضرتؐ کے حضور میں پیش کیا۔ تو آپؐ نے وہ کلمات فرمائے جو صحیح بخاری کی روایت میں مروی ہیں۔

Marfat.com

ومنذرین ، وما احد احب الیہ المدح من اللہ ۔ من اجل ذالک اثنی علیٰ نفسہ

کی بشارت اور دوزخ سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور خدا سے زیادہ مدح و تعریف کا پسند کرنے والا کوئی نہیں۔ اور اسی لئے اس نے خود اپنی تعریف کی ہے۔

اس حدیث میں آنحضرتؐ نے غیرت کو کہ جس کی اصل قبائح ۔ ذمائم اور جرائم سے کراہت و بعض اور معذرت کو کہ جس کی اصل کمال عدل ۔ کمال رحمت اور کمال احسان ہے ۔ ایک جگہ جمع فرما دیا۔ حق سبحانہ و تعالیٰ انتہا درجہ کا غیور ہے لیکن پھر بھی وہ اس بات کو محبوب رکھتا ہے کہ بندہ اس کی بارگاہ میں معذرت خواہ ہو کر آئے ۔ اور یہ اس کی معذرت قبول فرمائے ۔ نیز یہ کہ جن امور سے غیرت و حمیت بھڑک اٹھتی ہے ۔ ان کے ارتکاب پر خدا فوراً مواخذہ اور باز پرس نہیں کرتا ۔ تاکہ بندہ اس کی بارگاہ میں معذرت پیش کرے ۔ اسی غرض سے اس نے پیغمبروں کو بھیجا ۔ اور بندوں کی طرف اپنی کتابیں بھیجیں تاکہ پیغمبر ان کو بارگاہ خداوندی میں معذرت خواہی ۔ اور اس سے ڈرنے کی تلقین فرمائیں ۔ خدا یہ انعام و احسان اس انتہائی عظمت و جلالت کی اور انتہائی احسان ۔ اور انتہائی کمال کی دلیل ہے کیونکہ عموماً دیکھا گیا ہے کہ جن لوگوں میں بافراط غیرت ہوا کرتی ہے ۔ وہ شدت غیرت کی وجہ سے بہت جلد مشتعل ہو جاتے ہیں اور فوراً عقوبت و سزا کا ہاتھ بڑھا دیتے ہیں ۔ نہ ملزم کو معذرت کا موقع دیتے ہیں ۔ نہ ہی اس کی معذرت قبول کرتے ہیں ۔ بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بات فی الواقع معذرت کی ہوتی ہے ۔ اور نفس الامر میں وہاں جرم نہیں پایا جاتا اور بات عذر پذیری کی ہوتی ہے لیکن شدت غیرت کی وجہ سے عذر قطعاً قبول نہیں کیا جاتا ۔ اور بہت سے لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں ۔ جن کے اندر غیرت کا مادہ ہی سرے سے کم ہوتا ہے ۔ اور وہ معذرت قبول کرنے اور عذر پذیری ہی کو بہترین کام سمجھتے ہیں ۔ تا آنکہ اس قسم کے لوگوں کے یہاں معذرتوں اور عذر پذیرائیوں کی راہیں بہت وسیع اور کشادہ ہو جاتی ہیں ۔ اور ان امور کو بھی عذر سمجھا جاتا ہے جو فی الواقع عذر نہیں ہوا کرتے ۔ اور بے شمار انسانوں کو بلا عذر خواہی کے معذور قرار دے کر درگزر کر دیتے ہیں ۔ اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ غیرت اور معذرت علی الاطلاق پسندیدہ نہیں ہے ۔ بلکہ قابلِ تعریف اور قابلِ ستائش یہ ہے کہ یہ ہر دو اپنے اپنے درجہ اور مرتبہ میں نمایاں ہوں ۔ افراط و تفریط کسی طرح بھی قابلِ ستائش نہیں ہے ۔ چنانچہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ۔

ان من الغیرۃ مایحبھا اللہ ۔ و منھا مایبغضھا اللہ۔ فالتی یبغضھا اللہ الغیرۃ من غیر ریبۃ ۔

غیرت کی بعض صورتیں اللہ تعالیٰ کو پسندیدہ ہیں اور بعض ناپسندیدہ۔ ناپسندیدہ غیرت وہ ہے جو خواہ مخواہ شک وشبہ کی بنا پر کی جائے

حقیقت امر قابل ستائش یہ ہے کہ غیرت اور معذرت پذیری دونوں ہمدوش و ہمرکاب رہیں۔ غیرت کی جگہ غیرت سے کام لیا جائے اور عذر پذیری کی جگہ عذر پذیری سے کام لیا جائے اور ہر دو شخص جو ان دونوں کے مواقع اور مواقع کی رعایت کو اچھی طرح سمجھے۔ وہ مدح وثنا تعریف وستائش کا زیادہ مستحق ہے اور چونکہ حق سبحانہ وتعالیٰ کے اندر تمام صفات کمالیہ بدرجۂ اتم موجود اور مجتمع ہیں۔ اس لئے وہ سب سے زیادہ مستحق مدح وستائش ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اسی مدح وستائش کا مستحق وسزاوار ہے جو اس نے خود اپنے لئے کی ہے۔ اور جس مدح وستائش کا وہ مستحق ہے۔ کوئی دوسرا اتنی مدح وستائش نہیں کر سکتا۔

پس اللہ تعالیٰ کا کوئی غیور بندہ اللہ تعالیٰ کی صفات کمالیہ میں سے کسی ایک صفت میں بھی اس کی موافقت کر لیتا ہے۔ تو یہ صفت اس کی قیادت وراہبری کرتی ہے اور اس کی باگ پکڑ کر اسے بارگاہ رب العالمین میں پہونچا دیتی ہے۔ اور پروردگار کی رحمت کے قریب لے کر اسے کھڑا کر دیتی ہے۔ اور بالآخر اسے اللہ تعالیٰ کا محبوب ترین بندہ بنا دیتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ رحیم ہے۔ رحم کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔ کریم ہے۔ کرم کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے علیم ہے۔ علماء کو محبوب رکھتا ہے۔ قوی ہے۔ مومن قوی الایمان کو محبوب رکھتا ہے ضعیف الایمان مومن کے مقابلہ میں قوی الایمان مومن خدا کو زیادہ محبوب ہے۔ اللہ تعالیٰ "حی" ہے۔ اہل حیاء کو زیادہ محبوب رکھتا ہے جمیل ہے اہل جمال کو محبوب رکھتا ہے وتر۔ یعنی طاق ہے۔ ارباب وتر وطاق کو زیادہ محبوب رکھتا ہے۔

پس اگر گناہ کا کوئی دوسرا اثر نہ بھی ہو تو صرف یہی بہت بڑی سزا ہے کہ گنہگار انسان ان مقدس اور پاکیزہ صفات کی اضداد سے متصف ہو جاتا ہے اور یہ اضداد اس کو ان مقدس صفات سے متصف ہونے سے روک دیتی ہے۔ کیوں کہ قلب کے اندر جو خطرہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ بالآخر وسوسہ کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اور پھر یہ وسوسہ ارادہ کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اور ارادہ عمل کی شکل میں نمودار ہوتا ہے۔ اس کے بعد یہ چیز ایک صفت لازمہ۔ ثابتہ اور ہیئت راسخہ بن کر رہ جاتی ہے۔ اور جب نوبت اس درجہ تک پہونچ جاتی ہے۔ تو بندے کے لئے اس سے رستگاری

اور نجات مشکل ہو جاتی ہے۔ جس طرح کہ صفات کاملہ سے عاری ہونا اور ان کو ترک کرنا مشکل اور متعذر ہو جاتا ہے۔

مقصود یہ ہے کہ انسان کے اندر جس قدر گناہوں کی شدت اور کثرت ہوتی چلی جائے گی. اسی قدر اس کے قلب سے غیرت وحمیت کا جوہر کم ہوتا چلا جائے گا۔ اور پھر اسے نہ اپنے حق میں غیرت آئے گی نہ اپنے اہل وعیال کے حق میں۔ نہ عام لوگوں کے حق میں۔ غیرت کا مادہ یکسر ختم ہو جائے گا۔ انجام یہ ہوگا کہ وہ کسی قباحت وگناہ کو قباحت وگناہ ہی نہیں سمجھے گا۔ جب انسان اس درجہ تک پہنچ جاتا ہے تو سمجھ لو وہ ہلاکت وتباہی کے دروازے میں داخل ہو گیا۔ اس قسم کے لوگوں میں اکثر کا یہ حال ہو جاتا ہے کہ کسی قباحت وگناہ کو قباحت وگناہ ہی نہیں سمجھتے۔ بلکہ گناہوں اور ظلم و جور۔ فسق وفجور کو ایک پسندیدہ مشغلہ بنا لیتے ہیں۔ اور دوسروں کو بھی ظلم کرنے کی ترغیب دیتے ہیں اور ظلم کو مستحسن کام بنا کر لوگوں کو اس پر آمادہ اور برانگیختہ کرتے ہیں اور ظالموں کی امداد کرتے ہیں. اور یہی وہ راز ہے جس کی وجہ سے۔ دیوث کو خبیث ترین مخلوق کہا گیا ہے۔ غور کرو غیرت کی کمی نے دیوث کو کس درجہ تک پہونچا دیا۔ اس سے تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ غیرت اصل دین ہے جس کے اندر غیرت نہیں اس کے اندر دین نہیں ہے۔ غیرت۔ قلب کے اندر حرارت اور گرمی پیدا کرتی ہے جب قلب گرم ہو جاتا ہے تو سارے جسم میں گرمی پیدا ہو جاتی ہے اور اسی حرارت وگرمی کے زور سے وہ برائیوں۔ اور فسق وفجور کی مدافعت کرتا ہے۔ جب غیرت نہیں ہوتی تو قلب مر جاتا ہے اور جب قلب مر جاتا ہے تو جسم اور اعضا بھی مر جاتے ہیں اور پھر اس کے اندر جرائم کی مدافعت کی طاقت ہی باقی نہیں رہتی۔ قلب کے اندر غیرت کا ہونا ایسا ہی ہے جیسا انسان کے اندر امراض کی مدافعت کے لئے قوت کا ہونا۔ کہ جس قوت کی وجہ سے وہ ہمیشہ مرض کی مدافعت اور مقابلہ کرتا رہتا ہے۔ جب قوت ختم ہو جاتی ہے تو مرض پوری شدت سے اس پر قابو پا لیتا ہے۔ اور آخری انجام یہ ہوتا ہے کہ مرض اس کو موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے۔ غیرت انسان کے لئے وہی درجہ رکھتی ہے۔ جو بھینس اور بیل وغیرہ کے لئے سینگ کا درجہ ہے۔ ان ہی سینگوں کے زور سے وہ اپنی اور بچوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ اور دشمن سے بچاؤ کرتے ہیں جب سینگ کٹ گئے تو پھر ہر دشمن اس پر حملہ آور ہونے لگتا ہے۔

فصل

Marfat.com

معاصی اور گناہوں سے حیاء و شرم کا جوہر فنا ہو جاتا ہے
حالانکہ قلب کی حیات ۔ حیاء سے وابستہ ہے

معاصی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ حیاء جو قلب کا اصلی جوہر حیات ہے فنا ہو جاتی ہے اور حالانکہ ہر خیر و فلاح کی اصل جڑ شرم و حیاء ہی ہے ۔ جب یہی فنا ہو جائے تو خیر و فلاح کی امید ہی نہیں قائم کی جا سکتی ۔ صحیح بخاری کے اندر آنحضرت صلعم سے مروی ہے ۔

الحیاء خیر کلہ : حیاء سراسر خیر و بھلائی ہے

اور آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے ۔

ان مما ادرک الناس من کلام النبوۃ الاولی ۔ اذا لم تستح فاصنع ما شئت : لوگوں نے پچھلی نبوت کے کلام میں سے جو کچھ پایا ہے ان میں سے ایک یہ ہے ۔ کہ حیاء نہ کرو تو پھر جو جی چاہے کر گزرو ۔

اس کلام کی دو تفسیریں کی گئی ہیں ۔

ایک یہ کہ یہ تنبیہہ ۔ وعید کے طور پر کہا گیا ہے ۔ اور معنی یہ ہیں کہ جب تم نے شرم و حیاء چھوڑ دی تو پھر جو چاہو کرو ۔ جو برائیاں بھی چاہو کر گزرو ۔ کیونکہ برائیوں سے باز رکھنے والی چیز صرف شرم و حیاء ہی ہے ۔ اور جب یہی ختم ہو گئی تو پھر کونسی چیز برائیوں سے انسان کو روک سکتی ہے ۔ اس کلام کی یہ تفسیر حضرت ابو عبیدؒ نے کی ہے ۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ جس کام کے کرنے میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے حیاء دامنگیر نہ ہو سکے وہ تم کر سکتے ہو ۔ کیونکہ جس کام میں اس سے حیاء دامنگیر ہو وہ قابل ترک ہے ۔ یہ تفسیر بروایت امام ہانیؒ امام احمدؒ نے کی ہے ۔ پہلی تفسیر کی رو سے یہ کلام وعید ۔ تہدید اور تنبیہہ ہے ۔ جیسا کہ سورۃ "حم سجدہ" کے اندر وارد ہے ۔

اعملوا ما شئتم الخ (حم سجدہ) جو چاہو سو کرو (خدا تم کو دیکھ رہا ہے)

دوسری تفسیر کی رو سے یہ کلام ایک قسم کی رخصت و اباحت پیش کر رہا ہے یعنی جس کام میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے حیاء دامنگیر نہ ہو اس کے کرنے میں کوئی حرج نہیں ۔

اگر کہا جائے کہ کیا اس کلام کو ہر دو معنی پر ایک ساتھ محمول کر سکتے ہیں ؟ تو میں کہوں گا ہرگز نہیں ۔ اس شخص کے قول کے مطابق کہ "لفظ" مشترک اپنے تمام معانی پر مستعمل ہو سکتا ہے ۔ یہ کلام اپنے ہر دو معانی پر محمول نہیں ہو سکتا ۔ کیوں کہ ایک معنی کی رو سے یہ ایک وعید ۔ تہدید

Marfat.com

اور تنبیہہ ہے۔ اور دوسرے معنی کی رو سے اباحت و رخصت اور ظاہر ہے کہ وعید و تہدید اور اباحت و رخصت میں منافات ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ جب ایک معنی کا اعتبار کیا جائے گا تو دوسرے معنی کا بھی اعتبار لازم و ضروری ہے۔

"مقصود" یہ ہے گناہوں سے جوہر حیا ضعیف و کمزور ہو جاتا ہے۔ بلکہ بسا اوقات ختم ہو جاتا ہے۔ تا آنکہ وہ اس قدر بے حیا اور بے شرم بن جاتا ہے کہ لوگوں کے دیکھنے سننے سے بھی وہ متاثر نہیں ہوتا۔ بلکہ لوگ جب اس کے بُرے حالات کی طرف متوجہ کرتے ہیں اس کی برائیوں اور اعمال بد کے بُرے نتائج سے باخبر کرتے ہیں پھر بھی اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا ہے۔ اور یہ صرف اس لئے ہوتا ہے کہ حیا کا اصل جوہر اس کے اندر سے بالکل فنا ہو جاتا ہے جب کسی انسان کی حالت اس درجہ تک پہنچ جاتی ہے تو پھر اس کی اصلاح ناممکن ہو جاتی ہے ایسے شخص کی حالت ابلیس دیکھتا ہے۔ تو بہت خوش ہوتا ہے اور اسے شاباشی دیتا ہے اور کہتا ہے۔ اے فلاح و خیر سے محروم میں تجھ پر قربان تو میرا سچا رفیق ہے۔

لفظ "حیاء" "حیات" سے مشتق ہے۔ برسات کو حیات کہا جاتا ہے۔ کیونکہ زمین کی روئیدگی درختوں۔ کھیتوں۔ گھاس۔ اور ہر جاندار کی زندگی اس سے وابستہ ہے اسی طرح "حیاء" کو بھی دنیا اور آخرت کی حیات کہا گیا ہے۔ جس آدمی کے اندر حیاء نہ ہو وہ ایک مردہ انسان ہے۔ اور ایسا انسان آخرت میں سب سے بڑا شقی و بدبخت ہوگا گناہ اور بے حیائی میں۔ گناہ اور بے غیرتی میں باہم تلازم ہے۔ جہاں بے حیائی اور بے غیرتی پائی جائے گی۔ گناہ ضرور پائے جائیں گے۔

جو آدمی اللہ تعالیٰ سے حیا و شرم کرتا ہے۔ اور گناہوں سے احتراز کرتا ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بھی اسے سزا دینے میں شرم و حیا برتے گا۔ اور جو اس سے شرم و حیا نہیں رکھے گا۔ اور گناہ کرے گا تو وہ بھی قیامت کے دن سزا دینے میں کسی قسم کا حیا نہیں برتے گا۔

فصل

معاصی سے بندے کے دل میں پروردگار عالم کی عظمت و جلالت کم ہو جاتی ہے۔

معاصی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ بندہ کے دل میں پروردگار عالم کی عظمت و جلالت کم ہو جاتی

Marfat.com

ہے۔ اقتدار کی عظمت و جلال ۔ ستاروں کی ہیبت جو چلتے ہوئے کو روک دیتی ہے ۔ سمندر کی
تہہ میں پائی جانے والی عظمت ہیبت جو بڑے بڑے جہازوں کو غرق کر دیتی ہے ۔ آسمان کی
بے حد بے پایاں وسعتیں جو دیکھنے والے کو مرعوب کر دیتی ہیں ۔ یہ سب کی سب ایک
مخلوق ۔ ایک ذرہ ہے ۔ جو خود اپنے خالق کی قدر و عظمت و جلال ۔ اس کی محبت
کی اہمیت نہ سمجھے تو ان کا کیا وجود ہے ؟ ان کی عظمت و جلال اس کی محبت کا
کیا حاصل ہو سکتا ہے ۔ اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو ہر شخص کو ہر وقت
پیش نظر رکھنی چاہیئے ۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ساری عظمت و جلال
لوگ خدا کی محبت نہ ہونے کی وجہ سے قدر نہیں کرتے ۔ خدا کی قدر نہ کرنے
کی وجہ سے ہی عظمت و جلال پیدا ہوتا ہے ۔ یہ ایک ایسے حال اور ایسی
واقعہ ہے کہ ہمیں اپنے بندوں کے حق میں ضرور اس کی ضرورت ہوتی ہے کہ
کے قلب میں اللہ جل شانہ کی قدر و عظمت ضرور پیدا کرے اور اس کے محروم کی اہمیت و
رہتی ۔ اس کے قلب سے محبوب ہی کی محبت و قدر منفقود ہو جاتی ہے جب کسی بندے کو یہ سزا
دی جاتی ہے تو پھر اس سزا سے ایک دوسری سزا اس پر تجویز کی جاتی ہے ۔ اور وہ یہ کہ لوگوں
کے دلوں سے اللہ تعالیٰ اس کی عظمت و ہیبت نکال دیتا ہے ۔ اور پھر جس نے اللہ کی
کو بے وقعت بنا دیا ہے ۔ وہ خود بھی لوگوں کی نظروں میں بے وقعت بنا دیا جاتا ہے

حقیقت یہ ہے کہ بندے کے دل میں جس قدر خدا کی محبت ہوگی ۔ اسی قدر لوگ اس سے
محبت کریں گے ۔ جس قدر اس کے اندر خدا کا خوف ہوگا ۔ اسی قدر لوگ اس سے ڈریں گے ۔ جس
جس قدر وہ حرمات الٰہی کی عظمت و تعظیم کرے گا ۔ اسی قدر لوگ اس کی عظمت و تعظیم کریں گے ۔
یہ کیوں کر ممکن ہے کہ یہ تو حرمات الٰہی کی حرمت توڑ دے ۔ اور لوگ اس کی حرمات کو
نہ توڑیں ؟ کیا نافرمان بندہ اس کی امید و توقع رکھ سکتا ہے ؟ حقوق خداوندی کی
بے قدری کرنے کے بعد یہ کہاں ممکن ہے کہ خدا لوگوں کی نظروں میں اسے بے قدر اور
ذلیل نہیں کرے گا ۔ کیا معاصی و گناہ کو بے قدر و بے وقعت سمجھنے کے بعد یہ ممکن ہے کہ
مخلوق اسے بے قدر و بے وقعت نہ سمجھے ؟ خدا کے قدر نے قرآن حکیم کے اندر ارشاد فرمایا

Marfat.com

کا تذکرہ کیا ہے، وہاں اس حقیقت کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے کہ ارباب معاصی کے قلوب ان
بداعمالیوں و بدکرداریوں کی وجہ سے الٹ دیئے گئے۔ ان کے قلوب پر پردے ڈال دیے
گناہوں کی وجہ سے ان کے قلوب پر مہریں لگا دی گئیں اور انھیں اللہ تعالیٰ نے اسی طرح بھ
دیا ہے۔ جس طرح انہوں نے خدا کو بھلا دیا۔ ان کو اس نے اس طرح ذلیل و رسوا کر دیا جس طرح
انہوں نے اس کے دین کو ذلیل و رسوا کیا۔ ان کو اسی طرح تباہ و برباد کیا جس طرح لوگوں نے اس
کے احکام و اوامر کو تباہ و برباد کر دیا۔ اور واقعہ یہ ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ ذلیل و خوار کر
اسے کوئی عزت نہیں دے سکتا۔ جیسا کہ سورۂ حج کے اندر وارد ہے:۔

ومن یھن اللہ فما لہ من مکرم — اور اللہ جسے ذلیل کرتا ہے۔ تو اسے کوئی
عزت نہیں دے سکتا۔

جب لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ کرنے کے حکم کی بے قدری، اور بے وقعتی کریں
اور سجدہ سے جان چرائیں۔ تو اللہ تعالیٰ بھی ان کو ذلیل کر دیتا ہے اور جسے اللہ تعالیٰ ذلیل
کرے اس کا اکرام و احترام کون کر سکتا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ جس کی قدر و عظمت کرے
اسے کون ذلیل کر سکتا ہے؟

فصل

بندہ نافرمانی کرتا ہے۔ تو پروردگار عالم اسے بھلا دیتا ہے اور اس کو نفس شیطان کے حوالے کر دیتا ہے

معاصی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ گنہگار بندے کو بھلا دیتا ہے اور اسے
کے نفس اور شیطان کے حوالہ کر دیتا ہے اور نوبت یہاں تک پہونچ جاتی ہے تو بندہ ہلاکت
عمیق غار میں جا گرتا ہے۔ اور اس کی نجات کی کوئی امید ہی نہیں رہتی اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ ولتنظر نفس ما قدمت لغد۔ واتقوا اللہ ان اللہ خبیر بما تعملون۔ ولا تکونوا کالذین نسوا اللہ فانساھم انفسھم اولئک ھم

اے ایمان والو! خدا سے ڈرتے رہو اور ہر
کو یہ دیکھنا چاہیئے کہ کل قیامت کے لئے
نے کیا عمل کر کے رکھا ہے اور خدا سے ڈر
رہو کیونکہ جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ کو اس
پوری خبر ہے۔ اور ان لوگوں جیسے نہ ہو جنہ

Marfat.com

الفاسقون :۔ نے خدا کو بھلا دیا تو خدا نے ان کی ایسی مت ماری کہ اپنے آپ کو بھی بھول گئے یہی لوگ تو بڑے نافرمان ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ تقویٰ و پرہیزگاری کا حکم فرماتا ہے اور اپنے مومن بندوں کو ان بندوں کی مشابہت سے روکتا ہے۔ جو تقویٰ کی راہ سے منہ موڑ کر اللہ تعالیٰ کو بھلا بیٹھے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ یہ خبر دیتا ہے کہ اگلے لوگوں میں کچھ لوگ ایسے تھے جو تقویٰ کی راہ چھوڑ بیٹھے تھے۔ اور اپنی مصالح کو عذاب سے نجات دینے والے۔ دائمی حیات بخش اور کو اور کمال لذت و سرور۔ کمال انعام کی موجب چیزوں کو بھلا بیٹھے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو بھلا دیا۔ جب یہ لوگ عظمت الٰہی۔ خوف خداوندی اور احکام ربانی کو فراموش کر بیٹھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ سزا دی۔ عاصی اور نافرمان بندہ جب اپنی بھلائی کو فراموش کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اپنے ذکر سے اس کے قلب کو غافل و بے خبر بنا دیتا ہے اور بندہ ہوائے نفسانی کا پیرو بن جاتا ہے۔ جب خود بندہ اپنی بھلائی کو برباد کرنے میں اعتدال کی حدود کو توڑ کر افراط و تفریط کے دلدل میں پھنس جاتا ہے۔ تو لازمی طور پر اس کی ساری دنیا و آخرت کی بھلائیاں اس افراط و تفریط کی نذر ہو جاتی ہیں۔ حالانکہ دنیا کی لذتیں اور مسرتیں اس قدر بے وقعت ہیں کہ اس کی حیثیت گرمی کے بادلوں یا وہم و خیال کے انبار سے زیادہ نہیں ہے۔ کیا خوب کہا ہے کسی شاعر نے ؎

احلام نوم او کظل زائل ان اللبیب بمثلہا لا یخدع

خواب کی باتیں ہیں یا چلتی پھرتی چھاؤں عقلمند انسان کو ایسے امور سے دھوکہ نہیں دیا جا سکتا

اور عظیم ترین سزا یہ ہے کہ بندہ خود اپنی جان کو بھلا دیتا ہے اور اپنے اس حصہ کو ٹھکرا دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ اسے عطا کرنے والا تھا۔ اور اپنے اس حصہ کو وہ کھوٹے داموں رذلیل و ذلیل امور کے عوض فروخت کر دیتا ہے۔ اور ایسی چیز کو ضائع کر دیتا ہے جس کے بغیر اسے چارہ نہیں اور جس کے عوض کوئی دوسری چیز ہو ہی نہیں سکتی۔ اور ایسی چیز کے عوض ضائع اور برباد کر دیتا ہے۔ جس سے انسان بالکل مستغنی ہے۔ جو اس کے معاوضہ کے پلہ میں آ ہی نہیں سکتی۔ کسی شاعر کا قول ہے۔

Marfat.com

من کل شیئ اذا ضیعتہ عوض
ہر چیز کا اگر تم اسے ضائع کر دو تو عوض ممکن ہے

ولیس فی اللہ ان ضیعتہ عوض
لیکن اللہ کو چھوڑ دو، اس کا عوض ممکن نہیں ہے

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر شے سے مستغنی ہے۔ لیکن کوئی شے اس سے مستغنی نہیں ہر شے سے وہ بندے کو محروم کر سکتا ہے۔ لیکن بندے کو کوئی شے خدا سے بے نیاز نہیں کر سکتی ہر چیز کو اس کی جناب میں پناہ حاصل ہے۔ لیکن کوئی چیز بندہ کو خدا سے پناہ نہیں دے سکتی جس خدا کی شان یہ ہو اس سے بندہ ایک لمحہ کے لیے بھی کیوں کر مستغنی اور بے پرواہ ہو سکتا ہے؟ بندہ اگر بندہ ہے تو اس کے ذکر سے کبھی غافل نہیں رہ سکتا۔ اس کے احکام کی خلاف ورزی ہرگز نہیں کر سکتا کیونکہ اس میں خود بندہ ہی کا نقصان ہے۔ اس طرح بندہ خود اپنی جان کو بھلا دیتا ہے اور اپنے کو سخت ترین خسارے میں ڈال دیتا ہے۔ اپنی جان پر سخت سے سخت ظلم کرتا ہے۔ پروردگار تو اپنے کسی بندے پر ظلم نہیں کرتا۔ بلکہ خود بندہ ہی اپنی جان پر ظلم کرتا ہے۔ پروردگار عالم نے اپنے بندوں پر کبھی ظلم نہیں کیا۔ بلکہ بندے خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے ہیں۔

فصل

عاصی و نافرمان بندہ خود اپنی جان کو بھول جاتا ہے
اور اپنے کو دائرہ احسان سے خارج کر دیتا ہے

معاصی اور گناہوں کی ایک یہ سزا بھی ہے کہ بندے کو اس کے گناہ دائرہ احسان سے خارج کر دیتے ہیں۔ اور محسنین کے اجر و ثواب سے اسے محروم بنا دیتے ہیں۔ جب بندے کے قلب میں احسان جاگزیں ہو جاتا ہے تو وہ بندے کو معاصی سے روکتا ہے۔ ایسا بندہ جب عبادت انجام دیتا ہے تو اس طرح انجام دیتا ہے گویا خدا اس کے سامنے موجود ہے۔ اور یہ حالت اسی وقت ہوتی ہے جب کہ بندہ کے قلب میں ذکر الٰہی۔ اس کی محبت اور اس سے خوف و ڈر کا اس پر غلبہ ہو اور غلبہ ایسا ہو کہ گویا بندہ اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے اور یہی وہ کیفیت ہے جو بندے کو معاصی کے ارتکاب سے باز رکھتی ہے۔ اور باز رکھتی ہے ارتکاب معاصی کے ارادہ تک سے اسے دور رکھتی ہے۔ یہی کیفیت و حالت معاصی اور بندے کے درمیان حائل ہو جاتی ہے۔ اور جب کوئی بندہ دائرہ احسان سے خارج ہو جاتا ہے تو اپنے رفقا خصوصی اور خوشگوار حیات اور خدا کے کامل ترین بندوں کی رفاقت و تائید سے محروم ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

باوجود اس کے اگر اللہ تعالیٰ اس قسم کے کسی بندے کے لئے بھلائی چاہتا ہے تو اُسے عام مومنین۔ عام اہلِ ایمان کے دائرہ میں برقرار رکھتا ہے۔ پھر بھی اگر وہ معاصی اور گناہوں سے احتراز نہیں کرتا تو بالآخر اللہ تعالیٰ اسے عام اہلِ ایمان کے دائرہ سے بھی خارج کر دیتا ہے۔ جیسا کہ حدیث نبوی میں آیا ہے کہ :۔

لایزنی الزانی حین یزنی وھو مومن	زانی زنا کے وقت مومن نہیں رہتا۔
ولایشرب الخمر حین یشرب وھو مؤمن	اور شراب خور شراب نوشی کے وقت مومن نہیں رہتا۔
ولایسرق السارق حین یسرق وھو مومن	اور چور چوری کے وقت مومن نہیں رہتا۔
ولاینتھب نھبۃ ذات شرف یرفع الیہ الناس فیھا ابصارھم حین ینتھبھا وھو مومن۔	اور لٹیرا ڈاکو جب کہ ایسی چیز لوٹتا ہے جس پر لوگوں کی نگاہیں اٹھتی ہیں تو اس وقت وہ مومن نہیں رہتا۔

پس اے خدا کے بندو! اپنے کو معاصی۔ اور گناہوں سے بچاؤ۔ اور اچھی طرح بچاؤ۔ توبہ کرو۔ کہ توبہ کا دروازہ اب بھی کھلا ہوا ہے۔

فضل

جب کوئی بندہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے اور اہل ایمان
کی رفاقت سے محروم ہو جاتا ہے تو ایمان کے ساتھ جو بھلائیاں
وابستہ ہیں۔ ان سب سے بھی محروم ہو جاتا ہے

جو بندہ کہ مومنین کی رفاقت سے محروم ہو جاتا ہے اور دائرہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اہل ایمان کی جانب سے جو بہترین مدافعت کرتا رہتا ہے اس سے بھی یہ بندہ محروم ہو جاتا ہے۔ کیوں کہ خدا تو اہل ایمان کی جانب سے مدافعت کرتا ہے۔ اور یہ اپنے کو دائرہ ایمان سے خارج کر چکا ہے۔ اور اس لئے وہ اس خیر و فلاح سے بھی محروم کر دیا جاتا ہے۔ جس کو اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب میں ایمان سے وابستہ قرار دیا ہے اور جن قیمتی خصوصیات کو اللہ تعالیٰ نے ایمان سے وابستہ قرار دیا ہے۔ وہ تقریباً ایک سو ہیں۔ ان میں سے ہر خصوصیت سے دنیا و مافیہا کی خیر و فلاح وابستہ ہے۔

۱۔ ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ اجر عظیم سے نوازتا ہے۔ ارشاد ہے :۔

Marfat.com

وسوف یوتی اللہ المومنین اجراً عظیماً (نساء) اور اللہ ایمان والوں کو بڑے بڑے اجر دے گا۔

۲۔ دنیا اور آخرت کے شر اور برائیوں سے خدا انہیں بچاتا اور ان کی مدافعت کرتا ہے۔ ارشاد ہے

ان اللہ یدافع عن الذین آمنو (حج) خدا ایمان والوں سے ان کے دشمنوں کے شر کو ہٹاتا رہتا ہے۔

۳۔ عرش کے اٹھانے والے فرشتے ایمان والوں کے حق میں دعائے خیر کرتے ہیں۔ ارشاد ہے۔

الذین یحملون العرش ومن حولہ یسبحون بحمد ربھم ویومنون بہ وتستغفرون للذین آمنوا:۔ (مومن) جو فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو فرشتے عرش کے ارد گرد تعینات ہیں۔ اپنے پروردگار کی تسبیح کے ساتھ اس کی حمد و ثنا کرتے اور اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور ایمان والوں کے لئے مغفرت مانگا کرتے ہیں۔

۴:۔ ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے۔ اور جسے اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے اسے کوئی ذلیل نہیں کر سکتا۔ ارشاد ہوتا ہے:۔

اللہ ولی الذین آمنو (بقرۃ) اللہ ان لوگوں کا جو ایمان لائے ہیں ولی و مددگار ہے

۵:۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ ایمان والوں کو ہمیشہ ثابت قدم رکھیں اور ان کی امداد و اعانت کرتے رہیں۔ ارشاد ہے:۔

اذ یوحی ربک الی الملائکۃ انی معکم فثبتوا الذین آمنوا (انفال) اے پیغمبر! یہ وہ وقت تھا کہ تمہارے پروردگار نے فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں اور تم ایمان والوں کو ثابت قدم رکھو۔

۶۔ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو عزت و توقیر عطا فرماتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:۔

وللہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین: (منافقون) اور عزت صرف اللہ کے لئے اور اس کے رسول کے لئے اور ایمان والوں کے لئے ہے۔

۷:۔ ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل ہوتی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:۔

وان اللہ مع المومنین (انفال) اور بے شک اللہ ایمان والوں کے ساتھ ہے۔

۸:۔ دنیا و آخرت میں ایمان والوں کے مراتب بلند ہوتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے:۔

یرفع اللہ الذین آمنوا منکم تم لوگوں میں سے جو ایمان لائے ہیں اور جن کو

Marfat.com

اولوالعلم درجات : (مجادلہ) علم دیا گیا ہے۔ اللہ ان کے درجے بلند کریگا۔

۹:۔ ایمان والوں کو خدا دہری رحمت عطا فرماتا ہے۔ اور ایسا نور عطا فرماتا ہے جس کی روشنی میں ایمان والے چلتے پھرتے ہیں۔ نیز خدا ان کے گناہ معاف فرماتا ہے۔

۱۰:۔ ایمان والوں کے لئے اللہ تعالےٰ محبت کو عام کر دیتا ہے اور یہ اس طرح کہ وہ خود ان کو محبوب رکھتا ہے۔ پھر اپنے فرشتوں میں ان کو محبوب کر دیتا ہے اور پھر اپنے پیغمبروں اور صالح بندوں میں ان کو محبوب بنا دیتا ہے۔

۱۱:۔ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو شدید ترین خوف وہراس کے وقت بھی امن و اطمینان عطا فرماتا ہے۔ ارشاد ہے:۔

فمن آمن واصلح فلا خوف علیھم ولاھم یحزنون (انعام)

جو ایمان لایا اور اس نے اپنی حالت کی اصلاح کری۔ تو ایسے لوگوں پر نہ کسی طرح کا خوف طاری ہوگا اور نہ وہ آزردہ خاطر ہوں گے۔

۱۲:۔ ایمان والے ان لوگوں میں شامل کر لئے جاتے ہیں۔ جن پر اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے انعامات کئے ہیں۔ جن کی راہ دن رات میں سترہ مرتبہ طلب کرنے کے لئے ہمیں حکم دیا گیا ہے [1]۔

۱۳:۔ ایمان والوں کے لئے قرآن حکیم ہدایت اور شفا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:۔

قل ھو للذین آمنوا ھدی وشفاء والذین لا یؤمنون فی اذانھم وقر وھو علیھم عمی۔ اولائک ینادون من مکان بعید :

اے پیغمبر ان لوگوں سے کہو کہ جو لوگ ایمان رکھتے ہیں کہ ان کے لئے یہ قرآن ہدایت اور شفا ہے اور جو ایمان نہیں رکھتے ان کے کانوں میں گرانی ہے۔ اور یہ قرآن ان کے لئے نابینائی ہے۔ گویا وہ دور سے پکارے جا رہے ہیں۔

مقصد یہ ہے کہ ایمان ہر خیر و برکت کو جلب کرتا ہے۔ اور دنیا و آخرت کی تمام

---

[1] شب و روز میں سترہ رکعت نماز فرض ہے۔ ان میں سے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا فرض ہے جس کے اندر اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم پڑھا جاتا ہے ۱۲

Marfat.com

بھلائیوں کا سبب ہے۔ جب حقیقت یہ ہے تو پھر بندہ اس اہم ترین چیز کو معمولی، اور بے قدر کیسے سمجھ سکتا ہے؟ اور وہ کام جو اُسے دائرہ ایمان سے خارج کر دے۔ اور بندے اور خدا کے درمیان حائل ہو جائے۔ اس کا ارتکاب وہ کیوں کر کر سکتا ہے؟ اگرچہ مومن دائرہ ایمان سے خارج نہ ہو۔ لیکن اگر گناہوں پر بندہ اصرار ہی کرتا رہا تو خوف ہے کہ اس کا پورا قلب زنگ آلود ہو جائے۔ اور بالآخر اس بندے کو اسلام سے خارج ہی کر دے۔ اعاذنا اللہ من ھذا۔ اور یہی وہ مقام خوف ہے۔ جس سے سلف صالحین ہمیشہ ڈرتے رہے اور بہت زیادہ ڈرتے رہے۔ جیسا کہ بعض سلف کا قول ہے۔

انتم تخافون الذنوب۔ وانا اخاف الکفر۔ تم گناہوں سے ڈرتے ہو۔ مگر میں تو کفر سے ڈرتا ہوں۔

فصل

معاصی سیر الی اللہ۔ اور سلوک آخرت کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کر دیتے ہیں۔

معاصی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ انسان کا قلب سیر الی اللہ۔ سلوک آخرت میں افتادہ پا۔ کاہل، سست اور پست ہمت ہو جاتا ہے۔ یا پھر فلاح و نجات کی راہ میں حجاب بن جاتے ہیں۔ اقدام سفر میں کاہلی اور سستی پیدا کر دیتے ہیں۔ اس کی ہمت اس قدر پست ہو جاتی ہے کہ خدا کی طرف اس کا قدم اٹھنا ہی دشوار ہو جاتا ہے۔ اور یہ بھی اس وقت جب کہ معاصی اور گناہ اسے دوسری جانب نہ موڑ دیں۔ اس صورت میں گناہ منزل تک پہنچنے میں حجاب بن جاتے ہیں اور سیر الی اللہ میں رکاوٹیں ڈال دیتے ہیں پھر اسے گمراہ کر کے دوسری طرف لے جاتے ہیں۔ انسانی قلب کا یہ حال ہے کہ وہ اپنی قوت طاقت ہی کے بل پر خدا کی طرف بڑھتا ہے۔ اور جب معاصی اور گناہ اسے بیمار کر دیتے ہیں تو قلب کمزور ہو جاتا ہے اور اس کی قوت اقدام اور طاقت سیر بھی کمزور ہو جاتی ہے، اگر خدانخواستہ قلب کی یہ قوت طاقت بالکلیہ ختم ہو گئی تو سمجھ لو وہ خدا سے بالکل ہی منقطع ہو جاتا ہے اور اس کا تدارک ناممکن ہو جاتا ہے۔ فاللہ المستعان۔

پس معلوم ہوا گناہ یا تو قلب کو مردہ کر دیتے ہیں یا پھر خطرناک مرض میں مبتلا کر دیتے ہیں۔

Marfat.com

یا قلب کی قوتوں کو کمزور کر دیتے ہیں اور ایسا ہونا لابدی اور ضروری ہے اور پھر قلب کی یہ کمزوری ان آٹھ صفات پر جا کر منتہی ہوتی ہے۔ جس سے آنحضرتؐ پناہ مانگا کرتے تھے اور وہ یہ ہیں:۔

اللھم انی اعوذبک من الھم والحزن والعجز والکسل۔ والجبن والبخل وضلع الدین وغلبۃ الرجال۔	اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں فکر اور غم سے اور ناتوانی اور سستی سے اور بزدلی اور بخل سے۔ اور قرض کے بوجھ سے اور لوگوں کے غلبے سے

ان آٹھ میں سے ہر دو دو چیزیں قریب المعنی ہیں۔ ہم۔ اور حزن قریب المعنی ہیں۔ اگر رنج و غم جو قلب پر وارد ہوتا ہے۔ مستقبل کی متوقع مصیبت کے متعلق ہے تو وہ ہم ہے اور اگر ماضی کی وجہ سے ہے تو حزن ہے عجز و کسل۔ قریب المعنی ہیں۔ اگر بندہ بوجہ عدم قدرت کے اسباب خیر و فلاح سے محروم ہے۔ تو یہ عجز ہے۔ اور اگر ارادہ کی کمزوری کی وجہ سے محروم ہے تو کسل ہے۔ جبن اور بخل قریب المعنی ہیں اگر جسم و بدن اور قلب کی کاہلی کی وجہ سے انتفاع سے محروم ہے تو جبن ہے اگر حب مال کی وجہ سے اس کے انتفاع سے محروم ہے تو بخل ہے ضلع الدین اور قہر الرجال قریب المعنی ہیں اگر کسی حق کی بناء پر دوسرا اس پر غالب آجائے تو یہ ضلع الدین ہے اور اگر باطل طریقہ پر دوسرا اس پر غالب آجائے تو وہ قہر الرجال ہے۔

مقصود یہ ہے کہ گناہ ان آٹھ چیزوں کے جلب کرنے کے قوی ترین اسباب میں سے ہیں۔ اور گناہ ان چیزوں کو اسی طرح جلب کرتے ہیں۔ جس طرح دوسری حدیث کی رو سے۔

جھد البلاء۔ ودرک الشقا وسوء القضا وشماتۃ الاعداء	بلاء کی سختی، بدبختی کی گرفت، فیصلہ کے برے نتائج اور دشمنوں کی ہنسی۔

کو جلب کرتے ہیں۔ انعامات الٰہیہ۔ اور خیر و عافیت کو خدا کی نعمت و خفگی سے تبدیل کر دیتے ہیں۔ نیز امور خدا کی خفگی و ناراضگی کے قوی ترین اسباب میں سے ہیں۔

فصل

گناہ بندے کو انعامات الٰہیہ سے محروم کر دیتے ہیں۔ خدا کی ناراضی کا موجب ہیں۔

گناہ کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ بندہ خدا کے انعامات سے محروم ہو جاتا ہے اور خدا کی ناراضی و خفگی میں مبتلا ہو جاتا ہے جب کسی بندے سے کوئی نعمت سلب کر لی جاتی ہے۔ یا وہ کسی نکبت و عذاب میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ تو اس کا سبب اس کی نافرمانی اور عصیاں ہی ہوتے ہیں۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں:

ماانزل بلاء الا بذنب ولا رفع بلاء الا بتوبۃ	جو مصیبت نازل ہوتی ہے۔ گناہوں کی وجہ سے

Marfat.com

نازل ہوتی ہے اور جو مصیبت رفع ہوتی ہے توبہ کی وجہ سے رفع ہوتی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :۔

وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ویعفو عن کثیر

(سورہ شوریٰ)

اور تم پر جو مصیبت پڑتی ہے۔ خود تمہارے اپنی کرتوتوں کی وجہ سے پڑتی ہے اور بہت سی تو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے۔

اور ارشاد ہے :۔

ذلک بان اللہ لم یکن مغیرا نعمۃ انعمھا علی قوم حتی یغیروا ما بانفسھم

(انفال)

یہ اس وجہ سے کہ جو نعمت خدا نے کسی قوم کو دی ہو جب تک وہ لوگ خود اپنے اندر تغیر نہ پیدا کر لیں خدا کی عادت نہیں کہ ان نعمتوں میں کوئی رد و بدل کر دے۔

اس آیت میں خدا یہ خبر دیتا ہے کہ خدا جس قوم یا جس شخص پر انعام فرماتا ہے اور اپنے لطف و کرم سے نوازتا ہے۔ اس کو اس وقت تک اس نعمت سے محروم نہیں فرماتا جبتک کہ وہ خود اپنے کو محرومی کا حقدار اور مستحق نہ بنا لیں۔ جب بندہ غلط راہ پر چل پڑتا ہے اور خدا کی اطاعت و عبادت کی جگہ معصیت و گناہ۔ اور شکر گزاری کی جگہ کفران نعمت کرنے لگتا ہے اسباب رضا مندی کی جگہ اسباب خشم و ناراضی پیدا کر لیتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ بھی اپنی نعمتیں اس سے چھین لیتا ہے۔ اور عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اور بداعمالی کی سزا ٹھیک ٹھیک دی جاتی۔ جیسا عمل ویسی سزا۔ وما ربک بظلام للعبید، تمہارا پروردگار بندوں کے حق میں ظالم نہیں ہے اگر بندہ طاعت و عبادت کو معصیت و گناہ سے تبدیل کر دیتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ بھی خیر و عافیت کو شر و عذاب سے اور عزت کو ذلت سے بدل دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :۔

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم۔ واذا اراد اللہ بقوم سوءً فلا مرد لہ وما لھم من دونہ من وال۔

(سورہ رعد)

اللہ تعالیٰ کسی قوم کے ساتھ اپنے سلوک میں ہرگز کوئی تغیر تبدل نہیں کرتا۔ جبتک وہ قوم خود اپنے اندر کوئی تغیر تبدل نہ کر لیجئے۔ اور جب خدا کسی قوم کے حق میں برائی کا ارادہ فرماتا ہے تو کوئی اسے روک نہیں سکتا نہ ان لوگوں کا خدا کے مقابلہ میں کوئی حامی و ناصر بن سکتا ہے

Marfat.com

بعض آثار الٰہیہ ۔ یعنی احادیث قدسیہ میں وارد ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ۔

وعزتی وجلالی لا یکون عبد من عبیدی علی ما احب ۔ ثم ینتقل من الی ما اکرہ الا انتقلت لہ مما یحب الی ما یکرہ ولا یکون عبد من عبیدی علی ما اکرہ فینتقل عنہا الی ما احب الا انتقلت لہ مما یکرہ الی ما یحب ۔

قسم میری عزت و جلال کی جب میرا کوئی بندہ وہ کام کرتا ہے جو مجھے محبوب ہے اور پھر وہ اسے چھوڑ کر وہ کام کرنے لگتا ہے جو مجھے ناپسندیدہ ہے تو میں بھی اسے اس کی محبوب چیز سے محروم کر دیتا ہوں اور جو اسے مکروہ اور ناپسند ہے اس کی طرف منتقل کر دیتا ہوں اور جب میرا کوئی بندہ مکروہ ناپسندیدہ کام کرتا ہے اور پھر وہ اسے ترک کر کے وہ کام کرنے لگتا ہے جو مجھے محبوب ہے تو میں اسے اس کی ناپسندیدہ چیز سے الگ کر کے اس کی محبوب و پسندیدہ چیز کی طرف لے جاتا ہوں

اور کسی شاعر نے کیا اچھا کہا ہے :-

اذا کنت فی نعمۃ فارعہا
فان الذنوب تزیل النعم

جب تمہیں کوئی نعمت حاصل ہو تو تم اس کی حفاظت کرو کیونکہ گناہ نعمت کو زائل کر دیتے ہیں

وحطہا لطاعۃ رب العباد
فتوب العباد سریع النقم

رب العباد کی طاعت سے گناہوں کو جھاڑ دو کیونکہ رب العباد بہت جلد انتقام لیا کرتا ہے

وایاک والظلم مہما استطعت
فظلم العباد شدید الوخم

جہاں تک ہو سکے بندوں پر ظلم کرنے سے احتراز کرو کیونکہ ظلم کرنا بہت بھاری بوجھ ہے

وطاوع بقلبک بین الوری
لتبصر آثار من قد ظلم

اپنے قلب سے دنیا کا سفر کرو تاکہ ظلم کرنے والوں کے آثار کا تمہیں پتہ چلے

فتلک مساکنہم بعدہم
شہود علیہم ولا تنطہم

ظالموں کے یہ مکانات ان کے مرنے کے بعد ان کے خلاف شہادت دیتے ہیں ۔ اور ہم ان کو جھٹلا نہیں سکتے ۔

وما کان شیء علیہا اضر
من الظلم ہدا الذی قد قصم

ان کے حق میں ظلم سے زیادہ کوئی مضر چیز نہ تھی ۔ اسی نے ان کو توڑ کر رکھ دیا ۔

Marfat.com

فکم ترکوا من جنات ومن — قصور واخری علیھم الھم
ان لوگوں نے کتنے ہی باغ اور کتنے ہی محل چھوڑے — اور خود ان پر ملبوں کے ڈھیر لگ گئے
صلوا بالجحیم وفاتھم النعم — وکان الذی نالھم کالحلم
لیکن مرنے کے بعد سیدھے جہنم رسید ہوئے اور ساری نعمتیں ختم ہوگئیں اور جو کچھ دنیا میں ان کو ملا تھا خواب سا بن کر رہ گیا۔

فصل

معاصی قلب کے اندر خوف وہراس دہشت اور وحشت پیدا کر دیتے ہیں
اور دل ہمیشہ خوف زدہ اور ہراساں رہتا ہے

معاصی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نافرمان بندے کے دل میں مرعوبیت اور خوف پیدا کر دیتا ہے۔ گنہگار آدمی کو تم ہمیشہ مرعوب و خوف زدہ پاؤ گے۔ کیوں کہ طاعت ایک ایسی چیز ہے جو دنیا اور آخرت کی عقوبتوں سے بندے کو محفوظ رکھتی ہے۔ طاعت عبادت اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری ہی اللہ تعالیٰ کا ایک مضبوط قلعہ ہے۔ جو آدمی بھی اس میں داخل ہو جائے گا۔ دنیا و آخرت کی تکالیف سے محفوظ ہو جائے گا۔ اور جو بھی اس قلعہ سے باہر نکلے گا خوف وہراس۔ مصائب و آلام کا شکار ہو جائے گا جو بندہ طاعت الٰہی کو اپنا شیوہ بنائے گا۔ ہر قسم کا خوف وہراس اس کے لئے امن وسکون۔ اطمینان و تسکین سے تبدیل ہو جائے گا معاصی و نافرمان کا حال ہمیشہ تم ایسا پاؤ گے گویا اس کا دل کسی پرندے کے پروں میں جوڑ دیا گیا ہے۔ ذرا سا کھٹکا سمجھا شکاری آگیا۔ قدم کی آہٹ سنی سمجھا عزرائیل آگیا۔ کہیں سے کوئی آواز آئی سمجھا اسی کو کچھ کہہ رہا ہے اور ہر ناگوار چیز گویا اسی کی تلاش میں پھر رہی ہے پس حقیقت یہ ہے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہر خوف سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اور جو اس سے نہیں ڈرتا ہر چیز اسے ڈراتی ہے کسی شاعر نے کیا اچھی بات کہی ہے۔

لما قضاء اللہ بین الخلق ما خلقوا — ان المخاوف والاجرام فی قرن
جب سے مخلوق پیدا ہوئی اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ رہا — کہ مخاوف اور جرائم ہمیشہ ہم قرین رہے

معاصی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ قلوب کے اندر خطرناک قسم کی وحشت پیدا کر دیتے ہیں گنہگار انسان ہمیشہ متوحش رہے گا۔ اپنی جان سے متوحش۔ پروردگار سے متوحش، اللہ تعالیٰ کی مخلوق

Marfat.com

سے متوحش۔ جس قدر گناہ زیادہ کرے گا اس کی وحشت میں اضافہ ہی ہوتا رہے گا اور یہ بالکل واضح ہے کہ وحشت و خوف کی زندگی تلخ ترین زندگی ہوا کرتی ہے اور بہترین زندگی وہ ہوتی ہے جو سکون و مانوسیت کی زندگی ہو۔ ایک عقلمند انسان لذت گناہ اور وحشت گناہ کا موازنہ کرے تو معلوم ہو جائے گا کہ اس کی حالت کس قدر خراب ہے۔ وہ کس قدر گھاٹے۔ اور خسارے میں ہے۔ اور افسوس کرے گا کہ اس نے طاعت کی مانوسیت۔ طاعت کے امن و سکون۔ طاعت کے حلاوۃ و شیرینی کو معصیۃ کی وحشت و معصیۃ کے خوف و ہراس کے عوض کیوں فروخت کر دیا؟ کسی شاعر نے خوب کہا ہے۔

اذا کنتے قد اوحشتك الذنوب　　فدعها اذا شئتے واستانس.

جب گناہ تجھے وحشت میں مبتلا کر دیں　　تو گناہ کو ترک کر دے اور مانوسیت حاصل کرے

مسئلہ کا اصل راز یہ ہے کہ طاعت و عبادت تقرب الٰہی کا موجب ہے اور یہ تقرب جس قدر زیادہ ہوگا مانوسیت۔ طمانیت اور سکون زیادہ ہوگا۔ گناہ پروردگار سے دور کرتے ہیں اور جس قدر گناہ زیادہ ہوں گے۔ وحشت زیادہ ہوگی۔ مانوسیت و وحشت کا اصل راز یہی ہے۔ دشمن کتنا ہی قریب ہو لیکن اس سے وحشت ہی ہوگی۔ اور محبوب کتنا ہی دور رہے مگر اس سے محبت اور انس ہی ہوگا۔ وحشت کا اصل سبب حجاب قلب ہے۔ یہ حجاب جس قدر غلیظ ہوگا اسی قدر وحشت زیادہ ہوگی وحشت کا موجب گو غفلت ہے لیکن معصیت و گناہ کی وحشت غفلت کی وحشت سے بھی زیادہ ہوتی ہے اور پھر معصیت کی وحشت سے زیادہ وحشت کفر ہے۔ اہل معاصی کو تم دیکھو گے کہ وہ جس درجہ کے معاصی کے مرتکب ہوں گے۔ اسی قسم کی اور اسی درجہ کی ان کو وحشت ہوگی۔ بڑے معاصی کی وحشت بڑی ہوگی اور چھوٹے کی چھوٹی۔ جس قدر معاصی بڑے ہوں گے وحشت بڑی ہوگی۔ اور جس قدر زیادہ ہوں گے وحشت زیادہ ہوگی۔ اور پھر وحشت کا یہ حال ہو جائے گا کہ اس کا قلب وحشتوں سے لبریز ہو جائے گا۔ اور پھر اس کے چہرے سے وحشت برسنے لگے گی۔ اور ساری مخلوق سے وہ متوحش ہو جائے گا۔ اور مخلوق اس سے متوحش ہو جائے گی۔

فصل

معاصی سے قلب مریض ہو جاتا ہے اور معاصی سے
اجتناب، دنیا و آخرت کی نعمتوں سے بہرہ اندوز کرتا ہے

معاصی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ قلب کی صحت و تندرستی بگڑ جاتی ہے اور وہ بیمار ہو جاتا ہے اور

Marfat.com

بیماری رفتہ رفتہ لاعلاج ولادوا ہوجاتی ہے۔ اور بالآخر کوئی دوا۔ اور کوئی خوراک اسے نفع نہیں دیتی۔ امراض جس طرح جسم پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ گناہ قلوب پر اثر انداز ہوتے ہیں بلکہ قلوب کے حق میں گناہ ایسی خطرناک بیماری ہے جس کی کوئی دوا ہی نہیں ہے اس کی دوا اور اس کا علاج صرف ایک ہی ہے کہ انسان گناہ کرنا چھوڑ دیوے۔

ارباب سیر وسلوک کا اس پر اتفاق ہے کہ قلب اپنے مقصد میں صرف اسی وقت کامیاب ہوتا ہے جب کہ وہ اپنے مولیٰ کو پاجائے اور اس کو تقرب حاصل ہوجائے۔ یہ تقرب اسی وقت حاصل ہوتا ہے جبکہ قلب صحیح وسالم ہو۔ قلب اسی وقت صحیح وسالم ہوتا ہے جب کہ مرض دور ہوجائے۔ جب مرض دور ہوگیا تو صحت یقینی ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب کہ نفسانی خواہشوں کی پیروی چھوڑ دی جائے۔ کیونکہ قلب کی بیماری یہی خواہشات ہیں۔ خواہشات کی خلاف ورزی قلب کی اصل شفا اور تندرستی ہے۔ لیکن اگر مرض مزمن ہوگیا تو پھر مریض یا تو موت کا لقمہ بن جائے گا یا قریب المرگ ہوکر رہ جائے گا۔ خواہشات سے کنارہ کشی کرنے والے کے لئے تو مرنے کے بعد جنت ہی ٹھکانہ ہے لیکن اس کے قلب کو دنیا ہی میں جنت حاصل ہوجاتی ہے۔ جو لذت وسرور کی زندگی اسے حاصل ہوتی ہے۔ بڑی بڑی نعمتوں۔ اور ثروتوں کے مالکوں کو بھی حاصل نہیں ہوتی۔ اس کی اور دنیا داروں کی لذتوں اور مسرتوں میں اتنا ہی فرق ہوتا ہے جتنا دنیا وآخرت کی لذتوں اور مسرتوں میں فرق ہے اور اس حقیقت کی تصدیق ہر وہ شخص کرسکتا ہے جس نے ان لذتوں کا تجربہ کیا ہو۔ اور قرآن حکیم میں ہے:

ان الابرار لفی نعیم۔ وان الفجار لفی جحیم	بے شک نیکوکار لوگ مزے میں ہوں گے۔ اور بے شک بدکار لوگ دوزخ میں ہوں گے۔ (الانفطار)

اسے ہم صرف آخرت ہی کی نعمت۔ اور آخرت ہی کی جہنم میں محصور نہ سمجھنا۔ بلکہ یہ انسان کے ہر دور اور ہر سہ مقامات کے لئے وارد ہے۔ مقام دنیا۔ مقام آخرت۔ مقام برزخ ہر سہ مقامات پر یہ مشتمل ہے۔ ان تینوں مقامات میں "ابرار" نعیم میں ہوں گے۔ اور "فجار" جہنم میں یہ سرتاسر حقیقت وہی ہے جو قلب کو حاصل ہو اور عذاب بھی وہی ہے جو قلب کو محسوس ہو۔ اور ظاہر ہے کہ خوف وہراس۔ حزن وملال۔ ضیق صدر۔ اعراض عن اللہ۔ اور تعلق غیر اللہ اور جدا ہے کٹ جانے سے زیادہ کونسا عذاب ہوسکتا ہے؟ یہ ضروری ہے کہ ان میں سے ہر وادی ایک جداگانہ شعبہ رکھتی ہے۔ بندہ اللہ تعالیٰ کے سوا جس چیز سے بھی تعلق اور رشتہ جوڑتا ہے۔ جس سے بھی محبت والفت کا رشتہ قائم کرتا ہے۔ اس سے اس کو کلیتہً ہاتھ دھونا لازمی ہے۔ جو آدمی خدا کے سوا دوسری چیز سے محبت

Marfat.com

کرتا ہے۔ اسے تین مرتبہ عذاب و تکلیف لازمی ہے۔ سب سے پہلے تحصیل کی تکلیف۔ تحصیل کے بعد اس کے سلب اور فوت کے خوف کی تکلیف۔ اور وہ تکالیف مزید جو اس کی تحصیل و تحفظ میں اور مخالف اسباب کے مقابلہ اور توڑ میں ہوتی ہیں۔ اور طرح طرح کی مشقتوں کا بار اٹھانا پڑتا ہے تیسری مرتبہ وہ عذاب ہے جب اللہ تعالیٰ اس چیز کو اس سے سلب کر لیتا ہے۔ یہ تین قسم کا عذاب تو اسے اس دنیا ہی میں ملتا ہے۔

عالم برزخ میں بھی تین ہی قسم کا عذاب اور تکلیف ہوتی ہے۔ "الم فراق" کہ اب دوبارہ اسے وہ چیز نہیں مل سکتی۔ "فوت۔ نعیم۔ عظیم" مسرت عظیمہ کے فوت کا الم و رنج۔ اور تکلیف۔ کہ دنیا میں وہ ایسے کام کرتا رہا جو اس "نعیم عظیم" کے سراسر خلاف تھے۔ اور جس نعمت و مسرت کے لئے اس نے خلاف ورزی کی تھی۔ اب وہ بھی فوت ہو گئی۔

دوسرا "الم حجاب"۔ "الم حسرت" کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ایک زبردست حجاب حائل ہو جاتا ہے اور وہ حجاب کہ جس کے تصور سے بھی دل کے ٹکڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ غم و ہم۔ حسرت و حزن۔ رنج و الم ان لوگوں کے اندر وہ کام کرتے ہیں۔ جو جسم انسانی کے اندر جراثیم اور کیڑے کیا کرتے ہیں۔ جسم کے جراثیم کے کام کا تو خاتمہ بھی ہو جاتا ہے۔ لیکن ان ہموم و غموم کا کام تو ہمیشہ کے لئے جاری رہتا ہے۔ تا آنکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انہیں دوبارہ زندہ کرے گا۔

تیسرا الم و عذاب قیامت کے دن کا عذاب ہے جب کہ لوگ دوبارہ زندہ کئے جائیں گے۔ اس دن کا عذاب خدا کی پناہ۔ بڑا ہی سخت۔ بڑا ہی خطرناک اور بڑا ہی دردناک ہے۔ بھلا کہاں یہ عذاب۔ اور کہاں وہ نعمتیں۔ اور مسرتیں۔ پروردگار عالم سے انس اور اس سے محبت۔ اس کے دیدار کا اشتیاق۔ اس کے ذکر کی حلاوتیں اور لذتیں اور ان تمام برکتوں کو سامنے رکھ کر قلوب کی مسرتیں؟ اور یہ خوشیاں اور مسرتیں کیسی اور کس قسم کی ہوتی ہیں۔ اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ حالت نزع میں بعض مخصوص بندوں کی زبان سے مارے خوشی کے یہ نکل جاتا ہے واطربا (رب کی ملاقات۔ کس قدر مسرت آگیں ہے!)

اور بعض اللہ والوں کی زبان سے نزع کے وقت یہ کلمات نکل گئے۔ جو حالت اور کیفیت اس وقت مجھے حاصل ہے۔ اگر اہل جنت کو میسر آجائے تو ان کی عیش و زندگی

Marfat.com

خوشگوار تر ہو جائے۔

بعض کی زبان سے یہ نکل گیا یہ مساکین اہل دنیا۔ دُنیا چھوڑ کے چلتے بنے۔ لیکن افسوس انہوں نے زندگی کی لذتیں نہیں چکھیں۔ افسوس وہ ان لذتوں سے محروم گئے۔ جو ان کی لذتوں سے کہیں زیادہ قیمتی اور بہتر تھیں۔

بعض خدا کے بندے اس حالت میں یہ کہتے نظر آئے کہ ہمیں جو چیز میسّر ہے اگر بادشاہوں اور بادشاہ زادوں کو معلوم ہو جائے تو وہ ہماری گردنیں اڑا دیں۔

بعض یہ کہہ اٹھے۔ دنیا میں بھی ایک جنّت ہے اور جو شخص اس جنّت میں داخل نہیں ہوا وہ آخرت کی جنت میں کبھی داخل نہیں ہوگا۔

اے وہ انسان کہ جس نے ایک قیمتی چیز کو کھوٹے سکوں کے عوض فروخت کر ڈالا۔ افسوس تو نے بڑے سے بڑا خسارہ اٹھایا۔ اور اس سے زیادہ افسوس یہ ہے کہ تو اس خسارے کو سمجھ بھی نہ سکا۔ افسوس۔ اگر اس متاع گراں بہا کی قیمت تو نہیں جانتا تھا۔ تو تو نے ان لوگوں سے کیوں نہ پوچھ لیا جو اُسے خوب جانتے پہچانتے اور سمجھتے تھے۔ یا للہ العجب! تیرے پاس جو متاع اور سامان تھا۔ اس کا خریدار خود اللہ تعالیٰ تھا جس کی قیمت جنت الماویٰ کے چمن تھے۔ جس کے ہاتھ بیع و شراء۔ خرید و فروخت کا سودا ہو رہا تھا۔ اور جو خدا کی جانب سے قیمت کی ذمہ داری لے رہا تھا۔ وہ خود سفیرِ الٰہی۔ رسولوں، پیغمبروں کا امام حضرت محمد رسول اللہ صلعم تھے۔ افسوس پھر بھی تو نے اپنا مال و اسباب کم اور گھٹیا داموں فروخت کر دیا۔ ولنعم ما قال۔

اذا کان ھذا فعل عبد بنفسہ	فمن ذا الذی من بعد ذالک یکرم
جب بندہ خود اپنی جان کے ساتھ یہ سلوک کر رہا ہے۔	تو پھر کون ہے جو ایسا کرنے کے بعد اس کی تکریم کرے گا۔

ومن یھن اللہ فمالہ من مکرم ان اللہ یفعل ما یشاء :

فصل

معاصی سے قلب کی بصارت اور نور فنا ہو جاتا ہے
اور علم و ہدایت کی راہیں مسدود ہو جاتی ہیں

گناہوں کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ گناہوں سے قلب کی بصارت اور نور فنا ہو جاتا ہے۔ علم و ہدایت کی راہیں مسدود ہو جاتی ہیں۔ گناہ علم و ہدایت کی راہ میں حجاب بن جاتے ہیں چنانچہ امام مالکؒ نے جب امام شافعیؒ کے اندر غیر معمولی ذہانت، علم و فضل کی صلاحیت دیکھی تو فرمایا:۔

انی اری اللہ تعالےٰ القی علی قلبک نوراً فلا تطفہٗ بظلمۃ المعصیۃ

میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے قلب میں اللہ تعالیٰ نے نور ڈال دیا ہے۔ معصیت کی ظلمت سے تم اسے بجھا نہ دینا۔

گناہوں سے نور قلب مضمحل اور کمزور ہو جاتا ہے اور ظلمت و تاریکی قوی تر ہو جاتی ہے اور مسلسل گناہوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ تو دل اندھیری رات کی طرح تاریک ہو جاتا ہے۔ اور اندھے کی طرح اندھیری رات میں بھٹکتا پھرتا ہے۔

اللہ اللہ کجا یہ تقوی و پرہیزگاری کی عافیت و سلامتی؟ اور کجا یہ مشقتوں کی گراں باریاں؟ اور پھر گناہوں کی سیاہی قلب سے جسم اور اعضاء کی طرف آتی ہے۔ اور جس قدر معاصی ہوتے ہیں۔ اسی قدر منہ اور چہرے کو سیاہ اور بے نور کر دیتے ہیں۔ پھر جب انسان مرکر عالم برزخ میں پہونچتا ہے۔ تو اس کی قبر تاریک ہوتی ہے۔ جیسا کہ حضرتؐ کا ارشاد ہے:۔

ان ھذہ القبور مملتلئۃ علی اھلھا ظلمۃ۔ وان اللہ ینورھا بصلاتی علیھم۔

گنہگاروں کے لئے یہ قبریں ظلمت سے پر ہو جاتی ہیں۔ میری صلاۃ و دعا سے اللہ تعالیٰ ان کو منور کر دیتا ہے

پھر جب قیامت و حشر کا دن آئے گا تو یہ ظلمت پوری قوت سے اس کے منہ پر چھا جائیگی اور چہرہ کوئلہ کی مانند سیاہ ہو جائے گا۔ جسے لوگ دیکھیں گے۔ اللہ۔ اللہ! یہ کیسی عقوبت اور سزا ہوگی کہ دنیا و مافیہا کی تمام اگلی پچھلی لذتیں بھی اس کے مقابلہ میں رکھی جائیں۔ تو اس عقوبت و سزا کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ پس اے تلخ عیش۔ تنگ دل۔ درماندہ انسان تو کس دن کب اور کس طرح انصاف کرے گا؟

حالانکہ دنیا کی اس زندگی کی حیثیت ایک خواب سے زیادہ نہیں ہے۔ واللہ المستعان

فصل

(گناہ نفس کو ذلیل۔ نجس۔ تنگ اور حقیر کر دیتے ہیں)

Marfat.com

گناہوں کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ گناہوں سے نفس ذلیل حقیر ناپاک ہو جاتا ہے۔ تا آنکہ ہر چیز ہر بات میں وہ بے حقیر و بے توقیر ہو کر رہ جاتا ہے۔ اور طاعت و عبادت نفس میں نمو پیدا کرتی ہے اسے پاک کرتی ہے۔ آدمی کو باوقار و پر عظمت بنا دیتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

قد افلح من زکاہا ۔ وقد خاب من دسّاہا۔

جس نے اپنی روح کو پاک کیا وہ اپنی مراد کو پہنچا اور جس نے اس کو دبا دیا وہ ضرور گھاٹے میں رہا۔

معنی یہ ہیں کہ جس نے نفس کو بڑھایا اور طاعت الٰہی کے ذریعے سے بلند کیا اس نے فلاح پالی۔ اور جس نے اسے پست کیا حقیر کیا مصیبتوں میں مبتلا کر کے چھوٹا کر دیا۔ وہ خسارہ میں ہے آیت کے اندر لفظ "دس" وارد ہے۔ یہ "تدسیہ" سے ماخوذ ہے۔ اور "تدسیہ" کے معنی اخفا کے ہیں۔ اس معنی میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:۔

یدسہ فی التواب

اس کو مٹی میں دبا دیتا ہے۔

عاصی گنہگار اپنے نفس کو معصیت میں چھپاتا ہے اور اس معصیت کو بھی مخلوق سے پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ تاکہ رسوائی نہ ہو۔ حالانکہ وہ خود اپنی نگاہوں میں گر چکا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک گر چکا۔ خدا کی دوسری مخلوق کے نزدیک گر چکا۔ پس حقیقت یہ ہے کہ طاعت و عبادت۔ نیکی بندے کو بڑا بناتی ہے عزت بخشتی ہے۔ بلند مرتبہ بنا دیتی ہے۔ تا آنکہ اسے ہر چیز سے اشرف۔ بزرگ۔ پاک اور رفیع المرتبہ بنا دیتی ہے اور یا وجود ان ہمہ قسم کی عزتوں سربلندیوں کے بھی جب وہ اپنے خدا کے سامنے جھکا دیتا ہے اور حقیر و ذلیل بنا لیتا ہے تو اسی ذلت و حقارت کی وجہ سے اسے عزت و شرافت اور سربلندی حاصل ہو جاتی ہے پس حقیقت یہ ہے کہ معصیت و گناہ سے زیادہ بندے کو ذلیل و حقیر کر دینے والی کوئی چیز نہیں۔ اور طاعت و عبادت سے زیادہ شرافت اور سربلندی عطا کرنے والی کوئی چیز نہیں

فصل

عاصی شیطان کا اسیر ہے اور شہوات و خواہشات کے جیل خانہ میں مقید ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

گنہگار کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ وہ ہمیشہ شیطان کا اسیر۔ اور شہوات و خواہشات کا قیدی رہتا ہے۔ گویا وہ ایک دائمی قیدی ہے اور اس سے بدحال قیدی کون ہو سکتا ہے کہ اپنے سب سے بڑے عدو۔ سخت سے سخت دشمن کا اسیر بن جائے۔ خواہشات کے جیل خانہ سے زیادہ کوئی تنگ و تاریک جیل خانہ نہیں ہو سکتا۔ اور شہوات کی قید سے زیادہ کوئی قید نہیں ہو سکتی۔ پس جو آدمی کہ اسیر ہو جیل خانہ میں ہو۔ مقید ہو۔ وہ خدا کو کیونکر پہچان سکتا ہے؟ اور کیوں کر اس کی جانب جھک سکتا ہے؟ جب کسی انسان کا قلب اسیر و قیدی بن جاتا ہے تو پھر ہر جانب سے اس کے لئے آفتیں ہی آفتیں ہیں۔ اور جس قسم کی اسیری ہوگی۔ اسی قسم کی آفتیں اتریں گی۔ قلب کا حال پرندے کا سا ہے۔ پرندہ جس قدر اونچی پرواز کرے گا اسی قدر وہ آفات سے محفوظ رہے گا۔ اور جس قدر اس کی پرواز نیچی رہے گی آفات کا نشانہ بن جائیگا

ایک حدیث میں ہے :-

الشیطان ذئب الانسان : شیطان انسان کے حق میں بھیڑیا ہے۔

وہ بکری کہ جس کا کوئی چرواہا یا رکھوالا نہ ہو، وہ بہت جلد بھیڑیئے کے منہ میں چلی جاتی ہے یہی حال انسان کا ہے۔ جب خدا اس کا چرواہا یا رکھوالا نہیں ہوگا۔ تو لازمی ہے کہ وہ بھیڑیئے کا شکار بن جائے گا۔ اور خدا کی جانب سے اسے محافظ نگہبان اسی وقت میسر ہوگا جب کہ وہ تقویٰ و پرہیزگاری کو اپنا شعار بنالے۔ تقویٰ ایک دیوار ہے اور بھیڑیوں سے بچنے کے لئے ایک مضبوط قلعہ ہے۔ جس طرح کہ تقویٰ اور پرہیزگاری دنیا اور آخرت کی مصیبتوں اور آفتوں مصیبتوں سے محفوظ رکھنے کی زبردست دیوار اور قلعہ ہے۔ بکری جب اور جس قدر اپنے چرواہے سے قریب ہوگی اسی قدر وہ بھیڑیوں سے محفوظ ہوگی اور جس قدر دور ہوگی بھیڑیوں سے قریب ہوگی۔

اور اصل حقیقت یہ ہے کہ جو قلب اللہ تعالیٰ سے قریب ہوگا مصائب آلام اور آفات و ابتلاآت سے دور رہے گا۔ اور مصائب و آلام اس سے دور بھاگیں گے۔

اور اللہ تعالیٰ سے دوری کے بے شمار درجات ہیں بعض درجے معمولی ہیں۔ اور بعض بہت سخت خطرناک۔ غفلت بندے کو اللہ تعالیٰ سے دور کر دیتی ہے لیکن معصیت و گناہ کی وجہ سے کہیں زیادہ خطرناک ہوتی ہے۔ اور بدعت کی دوری اس سے بھی زیادہ خطرناک ہوتی ہے اور نفاق۔ کفر۔ اور شرک کی دوری سب سے زیادہ خطرناک اور سب سے زیادہ مہلک ہوتی ہے

فصل

معاصی سے بندہ خدا اور مخلوق اور بندوں کی نگاہ سے گر جاتا ہے جاہ و منزلت۔ کرامت و بزرگی ختم ہو جاتی ہے۔ طاعت و عبادت سے جاہ و منزلت۔ کرامت و بزرگی میں ترقی ہوتی ہے

معاصی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ خدا اور بندوں کی نگاہ میں گنہگار کی جاہ و منزلت عزت و کرامت ختم ہو جاتی ہے اور قدر و منزلت اسی کی بڑھتی ہے جو خدا کی زیادہ اطاعت و فرمانبرداری کرتا ہے۔ جس بندے کی جیسی طاعت و عبادت ہوگی۔ ویسی ہی اس کی قدر و منزلت ہوگی۔ جو بندہ خدا کی نافرمانی کرتا ہے۔ خدا کی نگاہوں سے گر جاتا ہے اور بندوں کی نگاہوں سے بھی وہ گر جاتا ہے۔ اور جس کی قدر و منزلت مخلوق اور بندوں میں نہ رہی اور ان کی نگاہوں میں بے قدر اور بے عزت ہو گیا تو مخلوق اس کے ساتھ برتاؤ اور سلوک بھی ویسا ہی کرے گی۔ جو اس کی قدر و منزلت کے خلاف ہے۔ خستہ حال۔ بے عزت۔ بے آبرو۔ بے وقعت۔ بے دست و پا بے یار و مددگار ہو کر رہ جائے گا۔ اور پھر یہ ہمہ قسم کی مسرتوں سے محروم ہو جائے گا۔ اس کے ذکر خیر کا خاتمہ ہو جائے گا۔ قدر و منزلت کا خاتمہ ہو جائے گا۔ جاہ و عزت کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اور اب سرتاپا رنج و غم۔ حزن و ہم بنا رہے گا۔ اس کی زندگی کی تمام ساعتیں اور سارے لمحے فرح و مسرت سے خالی ہوں گے۔ پس اگر شہوت کا نشہ اسے بدمست نہ کر دیتا تو اسے پتہ چلتا کہ شہوت رانی اور شہوت کی لذت اندوزی کے مقابلے میں معصیت و نافرمانی کے یہ مصائب و آلام کس قدر دلدوز اور دردناک ہیں؟۔

خدائے ذوالجلال و ذوالجبروت کی یہ بہت بڑی نعمت اور اس کا زبردست انعام ہے کہ وہ اپنے کسی بندے کا ذکر خیر عام کر دے اور دنیا میں اس کے نام کو بلند کر دے اور اس کی جاہ و منزلت۔ قدر و عظمت۔ عزت و مقبولیت۔ اس کا ذکر جمیل اور شہرت اس قدر بڑھا دیوے کہ دوسرے کسی کو حاصل نہ ہو سکے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

واذکر عبادنا ابراھیم و اسحاق و یعقوب اولی الایدی والابصار انا اخلصناھم بخالصۃ ذکری الدار (سورہ ص)	اور اے پیغمبر! ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو یاد کرو وہ ہاتھوں اور آنکھوں والے تھے ہم نے ان کو خاص بات یاد آخرت کے لئے

منتخب فرمایا تھا۔

یعنی ان پیغمبروں کو ہم نے ایک مخصوص خصوصیت سے نوازا۔ اور ان کے ذکر جمیل کو ہم نے جہان میں عام کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بارگاہ خداوندی میں لسان صدق سے ذکر جمیل کی دعا کی تھی۔ اور اس دعا کی مقبولیت کا یہ ثمر تھا۔ کہ آپ کا ذکر جمیل رہتی دنیا تک ہر خاص و عام میں جاری رہا۔ اور رہے گا۔ قرآن حکیم کے اندر یہ دعا اس طرح منقول ہے۔

واجعل لی لسان صدق فی الآخرین : آنے والی نسلوں میں میرا ذکر خیر جاری رکھ۔ (شعراء)

اور آنحضرتؐ کے ذکر جمیل کے متعلق قرآن حکیم ناطق ہے :-

ورفعنا لک ذکرک : (الشراح) اور ہم نے تمہارے ذکر خیر کا آوازہ بلند کر دیا۔

پس وہ لوگ جو رسولوں کی اتباع و پیروی کرتے رہے۔ ان کو بھی ان کی طاعت و پیروی۔ متابعت و فرمانبرداری کے مطابق ذکر جمیل۔ اور ذکر خیر۔ جاہ و منزلت کا حصہ حاصل ہوگا۔ اور جو اُن کی مخالفت کریں گے معصیت و گناہوں سے اپنے کو آلودہ کریں گے۔ وہ بقدر مخالفت۔ اور معصیت پیغمبروں کی اس میراث و ترکہ سے محروم رہیں گے۔

فصل

گنہگار کی نیک نامی اور شہرت و شرافت بدنامی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

گناہوں کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ مدح و ستائش۔ شرافت و بزرگی کے جس قدر بھی نام ہوتے ہیں۔ وہ گنہگار سے سلب کر لئے جاتے ہیں اور ان کی بجائے تحقیر و مذمت سے اُسے یاد کیا جاتا ہے۔ بالفرض مومن محسن۔ نیک۔ متقی۔ پرہیزگار۔ اطاعت گزار۔ منیب ولی۔ متورع۔ صلیح۔ عابد۔ خائف من اللہ۔ کثیر التوبہ۔ طیب۔ خدا کا پسندیدہ بندہ وغیرہ سے یاد کیا جاتا تھا۔ اور اب اسے فاسق۔ فاجر۔ بدکار۔ نافرمان۔ دشمن دین۔ بدعمل۔ بدکردار۔ مفسد۔ خبیث۔ مردود۔ زانی۔ چور۔ قاتل۔ کذاب۔ خائن لوطی۔ عہد شکن۔ قاطع رحم۔ وغیرہ ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ یہ تمام نام فسق و فجور کے نام ہیں۔ اور فسق و فجور کے نام بہت ہی بُرے نام ہیں۔

Marfat.com

قرآن حکیم کے اندر رہے :۔

بئس الاسم الفسوق بعد الایمان: (حجرات)

اور ایمان لانے کے بعد فاسق کا نام بہت ہی برا ہے۔

اور یہ ظاہر ہے کہ یہ اسماء ایمان سے محرومی۔ خدائے منتقم کے قہر و غضب۔ اور دخول جہنم۔ اور رسوائی و ذلت کے موجب ہیں۔ اور پہلے نام ایمان۔ رضامندی رحمٰن۔ دخول جنت اور اس شرافت و بزرگی کے موجب ہیں۔ جو بندے کو دوسرے انسانوں کے مقابلہ میں شرافت و بزرگی اور برتری بخشتے ہیں۔

اگر معصیت و گناہ کی کوئی اور سزا نہ دی جائے اور صرف اُن بُرے ناموں ہی کا مستحق بنا دیا جائے تب بھی عقل سلیم معصیت سے باز رہے گی۔ اور طاعت و عبادت کا یہی صلہ کافی ہے کہ نیک نامی حاصل ہوتی ہے۔ اور نیکی کے ان مقدس ناموں سے بندہ کیا جاتا ہے جو پسندیدہ ہیں۔ تو عقل سلیم طاعت و عبادت سے وابستگی و گرویدگی کا حکم دے گی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جسے خیر و فلاح سے نوازے۔ وہ کامیاب اور اسے کوئی چھین نہیں سکتا۔ اور جس پر وہ اپنی خیر و فلاح کے دروازے بند کر دے اسے کوئی کھولنے والا نہیں۔ جسے وہ اپنی بارگاہ سے دور کر دے اسے کوئی پوچھنے والا نہیں اور جسے وہ اپنا مقرب بنا لے اسے کوئی دھتکارنے والا نہیں :۔

ومن یھن اللہ فما لہ من مکرم — اور جس کو خدا ذلیل کرے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں۔ خدا جو چاہتا ہے سو کرتا ہے

ان اللہ یفعل ما یشاء

فصل

(معاصی عقل کو غارت کر دیتے ہیں)

معاصی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ عقل انسانی کو خراب کر دیتے ہیں۔ تم ایسے دو آدمیوں کا موازنہ کرو جو عقلمند کہے جاتے ہوں۔ جن میں سے ایک اللہ تعالیٰ کا مطیع و فرمانبردار ہے اور دوسرا عاصی و نافرمان۔ یقیناً مطیع و فرمانبردار آدمی کی عقل و خرد وافر اور مکمل پاؤ گے اس کی فکر و رائے صحیح اور سلجھی ہوئی ہوگی۔ اصابت رائے سے وہ زیادہ قریب ہوگا۔ اور

Marfat.com

سبب ہے کہ قرآن حکیم کا زیادہ تر خطاب اولی الالباب۔ اولی العقل سے
ہے۔ مثلاً

تقون یا اولی الالباب (بقرہ) اے عقلمندو تم مجھ سے ڈرتے رہو۔

اور

تواللہ یا اولی الالباب (مائدہ) اے عقلمندو تم اللہ سے ڈرتے رہو

اور

یتذکر اولوالالباب (زمر) نصیحت عقلمند لوگ ہی حاصل کرتے ہیں۔

اس قسم کی آیتیں قرآن حکیم کے اندر بے شمار موجود ہیں۔ اس شخص کو کون عقلمند کہے
اس ذات کی نافرمانی کرے جس کے قبضۂ قدرت میں اس کی جان ہے؟ جس کے گھر
یہ رہتا ہے؟ اور اچھی طرح جانتا ہے کہ صاحب خانہ اسے دیکھ رہا ہے۔ اس کی تمام
ات و سکنات کا وہ مشاہدہ کر رہا ہے۔ کوئی چیز اور اس کی کوئی بات اس سے مخفی نہیں اور
وکہ یہ اس کی ناراضگی بھی پسند نہیں کرتا۔ اور اس کی نعمتوں سے مستفید بھی ہونا چاہتا ہے۔
وان تمام باتوں کے ہمراہ اوقات یہ وہی کام کرتا رہتا ہے جس پر خدا کا غضب۔ قہر۔ اور
ت پڑتی رہتی ہے۔ وہی کام کرتا رہتا ہے۔ جو اسے اس کی رحمت سے دور پھینکدے اور اسے
دروازے سے نکال دے۔ اور جو اس کے لئے موجب ذلت و رسوائی ہیں اور اسے اس
شمن نفس اور شیطان کے حوالے کر دیتے ہیں۔ جو اس کے سخت ترین دشمن ہیں۔ اور خدا کی
ہوں سے اسے گرا دیتے ہیں۔ اور اس کی رضامندی و محبت سے دور پھینک دیتے ہیں۔ اور
ایہ ہے کہ بندوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک۔ خدا کی نزدیکی اور تقرب ہی میں ہے اور اسی کے
رب میں فوز و فلاح کی برکتیں میسر آسکتی ہیں۔ اور اسی کے تقرب سے اولیاء اللہ میں اسے
ولیت نصیب ہو سکتی ہے۔ اور خدا کا دیدار نصیب ہو سکتا ہے۔ یہ اور اس قسم کی بے شمار و
غداد نعمتیں۔ کرامتیں اور عزتیں اہل طاعت کے لئے موجود ہیں۔ اور جو عقوبتیں اور جو
زائیں اوپر بیان کی گئیں۔ ان سے بھی کہیں زیادہ سزائیں اہل معصیت کو دی جائیں گی
ا اس عقل کو عقل کون کہے گا۔ جو گھڑی بھر کی۔ یا ایک دن کی۔ یا چند دنوں کی لذت و
رت کو کہ جس کی حیثیت ایک خواب سے زیادہ نہیں۔ آخرت کی دائمی نعمت۔ دائمی فوز و
ظیم ترین کامیابی و کامرانی کے مقابلہ میں ترجیح دے؟ آخرت کی فوز و فلاح تو

Marfat.com

وہ چیز ہے کہ دنیا و عقبیٰ کی تمام تر سعادتیں بھی اسی سے وابستہ ہیں۔ اگر کسی کے پاس وہ عقل نہیں ہے جو اس کے حق میں حجت کا کام نہ دے سکے تو وہ یقیناً مجنون اور دیوانہ ہے بلکہ مجنون و دیوانہ تو اس سے اچھا ہے۔ کہ اسے انجام کی سلامتی۔ اور آخرت کی عافیت و نجات تو میسر آئے گی۔ یہ تو عقل کی کوتاہی پر اس حیثیت سے روشنی ڈالی گئی ..... اب عقل عیسیٰ اور عقل معاشرتی کی کوتاہی پر بھی غور کرو۔ اگر مذکورہ نقصانات میں عقل عیسیٰ کے نقصانات کا اشتراک نہ بھی سمجھا جائے تو ایک موٹی سی بات عقل عیسیٰ کی کوتاہی و خرابی کی جانچ کی یہ ہے کہ ہم ایسے دو آدمیوں کو سامنے رکھیں جن میں سے ایک ہمارا مطیع و فرمانبردار ہے اور دوسرا نافرمان اور سرکش صاف واضح ہو جائے گا کہ دونوں میں سے کون عقلمند ہے ؟ لیکن افسوس تو یہ ہے کہ کوتاہ عقلی کی مصیبت تو عام ہو چکی ہے۔ اور درجۂ جنون تک پہنچ چکی ہے۔ اور ظاہر ہے للمجنون فنون۔ جنون کی بہت سی قسمیں ہیں۔ لیکن یہ ایک ایسا جنون ہے کہ بجز خدا کے مخصوص بندوں کے ہر چھوٹا بڑا اس میں مبتلا ہے۔ یا للعجب ! یہ کیسی عقلیں۔ اور کیسی عقلمندیاں ہیں ؟ اگر عقلیں صحیح ہوتیں تو یہ بات نہایت آسانی سے سمجھ لیتیں کہ حقیقی لذت و فرحت حقیقی سرور اور خوشگوار عیش و زندگانی تو وہی ہے جس میں منعم حقیقی داد ار۔ و داتار کی رضامندیاں موجود ہوں۔ کیونکہ ہمہ قسم کی نعمتیں اسی کی رضامندی سے وابستہ ہیں۔ اور اس کی خفگی اور ناراضی سے ہمہ قسم کے مصائب و آلام ہی وابستہ ہیں۔ پس واقعہ یہ ہے کہ آنکھوں کی ٹھنڈک تسکین قلب۔ سرور نفس۔ حیات قلب۔ لذت روح لذت آگین عیش۔ خوشگوار زندگی تو وہی ہے جس میں منعم حقیقی کی رضامندیاں شامل ہوں۔ جو قیمتی۔ انمول نعمتیں اسے منعم حقیقی کی رضامندی سے حاصل ہوں گی۔ وہ اس قدر بیش بہا ہوں گی کہ اگر اس کا شمہ برابر بھی دنیا و مافیہا کی نعمتوں کے مقابلہ میں رکھا جائے تو دنیا کی نعمتیں اس کے مقابلہ میں ہیچ ہوں۔ اگر کسی انسان کو اس نعمت میں سے ادنیٰ سے ادنیٰ معمولی سے معمولی حصہ بھی مل جائے تو وہ دنیا و مافیہا کو بھی اس کے عوض میں منظور نہیں کر سکتا۔ کیونکہ یہ معمولی سا حصہ بھی اس قدر قیمتی ہوگا۔ کہ دنیا کی بڑی سے بڑی نعمت سے بھی زیادہ ہوگا۔ آخرت کی مختصر سے مختصر نعمت بھی ایسی ہوگی کہ وہ ان تمام مشقتوں اور انواع و اقسام کے ہموم و غموم سے پاک ہوگی۔ جو دنیا داروں کو دنیوی نعمتوں کی تحصیل میں برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ آخرت کی نعمتوں کا تو یہ حال ہے کہ ابھی دو نعمتیں۔ بلا کسی مشقت و تکلیف کے مل گئیں اور دوسری دو نعمتوں کا انتظار ہے۔ اور اگر وہ بھی بلا مشقت و محنت کے حاصل ہو گئیں۔ تو دوسری کا انتظار

کردے۔ پس حقیقت وہی ہے جو اللہ تعالیٰ بیان فرمائی ہے۔

ان تکونوا تألمون ۔ فانھم یألمون کما تألمون ۔ وترجون من اللہ مالا یرجون : (النساء)

اگر تم کو تکلیف پہنچتی ہے تو جیسے تم کو تکلیف پہنچتی ہے ان کو بھی تکلیف پہنچتی ہے۔ اور تم کو خدا سے وہ امیدیں ہیں جو آن کو نہیں۔

لا الہ الا اللہ ! وہ آدمی کس قدر کوتاہ عقل و کم سمجھ کہا جائے گا؟ جو موتی کو مینگنی کے عوض مشک کو گوبر کے عوض فروخت کر ڈالتا ہے۔ انبیاء۔ صدیقین۔ شہداء صالحین کی رفاقت کے مقابلہ میں ان لوگوں کی رفاقت کو ترجیح دیتا ہے۔ جن پر خدا کا غضب اتر چکا ہے۔ اور جن پر اس نے لعنت بھیجی ہے۔ اور جن کے لئے جہنم تیار کر رکھی ہے۔ جو بہت ہی برا مقام ہے۔

فصل

معاصی اور گناہوں کے سبب پروردگار عالم سے رشتہ ٹوٹ جاتا ہے خیر و فلاح کے اسباب منقطع ہو جاتے ہیں۔

معاصی کی ایک بڑی سزا یہ بھی ہے کہ بندے اور پروردگار عالم میں جو رشتہ ہے۔ وہ گناہوں کی وجہ سے ٹوٹ جاتا ہے اور جب یہ رشتہ ٹوٹ جاتا ہے تو خیر و فلاح کے تمام اسباب و ذرائع اس سے منقطع ہو جاتے ہیں۔ اور فساد و شر کے اسباب اس کے لئے پیدا ہو جاتے ہیں اور یہ بالکل واضح ہے کہ جس کے لئے خیر و فلاح کے دروازے بند ہو جائیں اور صلاح و نجات کے اسباب و ذرائع منقطع ہو جائیں اور اپنے مالک اور پروردگار سے۔ اپنے مولیٰ و آقا سے اس کا رشتہ کٹ جائے۔ اور ایسے مالک۔ پروردگار۔ اور مولیٰ سے کہ جس سے بندہ ایک لمحہ کے لئے بھی مستغنی نہیں ہو سکتا۔ اور جس کے بغیر بندے کو چارہ نہیں۔ جس کے رشتہ کا کوئی بدل ممکن نہیں۔ اس ذات سے رشتہ توڑنے کے بعد بندے کو کونسی فلاح و نجات میسر آسکتی ہے؟ اور وہ کونسی امیدیں اور کس سے امیدیں قائم کر سکتا ہے؟ اور کونسی خوشگوار زندگی اسے حاصل ہو سکتی ہے؟ اس رشتہ کے ٹوٹنے کے بعد فساد و شر کے تمام اسباب و ذرائع اس سے وابستہ ہو جاتے ہیں۔ جو بندے کو اس کے دشمنوں کے پھندوں میں جکڑ دیتے ہیں۔ اور اس پر دشمن کی حکومت قائم ہو جاتی ہے اور اسے اپنے حقیقی مولیٰ کی اطاعت سے دور پھینک دیتے ہیں اور کون سمجھ سکتا ہے کہ پروردگار عالم سے

Marfat.com

رشتہ کٹ جانے اور خدا کے دشمنوں سے رشتہ وابستہ ہونے کے بعد کس کس قسم کے آلام و مصائب اور کس کس قسم کے عذاب اس کے لئے مقدر ہیں؟ بعض سلف صالحین کا قول ہے۔ "میں بندے کو اللہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ اور شیطان کے درمیان لیٹا ہوا پاتا ہوں۔ اگر اللہ تعالیٰ اس بندے سے اعراض کرتا ہے۔ تو شیطان اس پر مسلط ہو جاتا ہے۔ اور اس کی ولایت و حکومت قائم ہو جاتی ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے اور اس پر اس کی نگرانی رہتی ہے تو شیطان اس پر کسی طرح غالب نہیں پا سکتا۔"

چنانچہ سورہ کہف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

واذ قلنا للملائکۃ اسجدوا لآدم	جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے آگے
فسجدوا الا ابلیس۔ کان من الجن	سجدہ کرو۔ تو ابلیس کے سوا سبھی نے تو سجدہ
ففسق عن امر ربہ۔ افتتخذونہ	کیا۔ یہ جنات کی قسم میں سے تھا۔ اپنے پروردگار
وذریتہ اولیاء من دونی وھم	کے حکم سے نکل بھاگا۔ تو لوگو! کیا ہم کو چھوڑ
لکم عدو۔ بئس للظالمین بدلا:	کر ابلیس اور اس کی نسل کو تم اپنا دوست بناتے
(سورہ الکہف)	ہو۔ حالانکہ وہ تمہارے قدیمی دشمن ہیں ظالموں
	کے حق میں یہ بدلہ بہت ہی برا ہے۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ اس آیت میں اپنے بندوں کو خطاب کرتا ہے کہ تمہارے دادا آدم کو میں نے کرامت بعزت اور بزرگی بخشی۔ دوسروں کے مقابلہ میں اس کی قدر و منزلت کو اونچا کیا اور اس قدر فضیلت و برتری عطا کی کہ اپنے فرشتوں کو میں نے حکم دیا کہ آدم کی تکریم و عزت کرو۔ اور اس کے سامنے تم تکریمی سجدہ بجالاؤ۔ فرشتوں نے میرے حکم کی تعمیل کی لیکن میرے۔ اور آدم کے دشمن شیطان نے میرے حکم کو نہیں مانا میری مخالفت کی۔ میری اطاعت سے روگردانی کی۔ اے بندو پھر کیا تمہیں یہ زیب دیتا ہے کہ میرے۔ اور اپنے دشمن۔ اور اسی دشمن کی ذریات کو اپنا دوست اور مددگار بناؤ۔ اور مجھے چھوڑ دو؟ اور میری نافرمانی کرو۔ اور اس کی اطاعت کرو؟ میری مرضی اور رضامندی کے خلاف اس سے موالات دوستی کرو؟ حالانکہ یہ تمہارے سخت ترین دشمن ہیں۔ تم میرے دشمنوں سے رشتہ قائم کر رہے ہو؟ حالانکہ میں نے تم کو حکم دیا کہ تم اس دشمن کو اپنا دشمن سمجھو۔

ظاہر ہے کہ بادشاہ کے دشمنوں سے جو شخص دوستی کرتا ہے۔ وہ بھی بادشاہ کا دشمن ہے

اور ویسا ہی دشمن ہے۔ جیسا کہ پہلا دشمن ہوتا ہے۔ محبت۔ طاعت۔ فرمانبرداری کی تکمیل تو جبھی ہوتی ہے۔ جب کہ اپنے مطاع اور مولیٰ کے دشمنوں کو بھی اپنا دشمن سمجھے اور مولیٰ کے دوستوں سے محبت اور دوستی رکھے۔ اور یہ بھی اس وقت ہے۔ جبکہ بادشاہ کا دشمن تمہارا دشمن نہ ہو لیکن وہ حقیقی معنوں میں تمہارا بھی سخت ترین دشمن ہے اور تمہارے اور اس کے درمیان بکری، اور بھیڑیئے کی عداوت و دشمنی سے زیادہ عداوت ہے۔ تو پھر تم اس سے دوستی کا رشتہ کیسے قائم کر سکتے ہو؟ عقلمند آدمی کے لئے کس طرح یہ سزاوار ہے کہ وہ اپنے اور اپنے مولیٰ کے دشمنوں سے دوستی کا رشتہ جوڑے۔ خصوصاً جب کہ وہ ایسا مولیٰ۔ اور ایسا مددگار ہے کہ حقیقی معنی میں اس کے سوا کوئی مولا اور مددگار ہے ہی نہیں۔ خدائے قدوس نے اس دشمن سے موالات و دوستی رکھنے کو نہایت ہی برا بتلایا ہے۔ صاف صاف فرمادیا:۔

ھم لکم عدو: یہ تمہارے سخت ترین دشمن ہیں۔

اور پھر اس موالات کو ویسا ہی برا قرار دیا ہے۔ جیسا کہ اس دشمن کو برا قرار دیا ہے۔ فرماتا ہے:۔

ففسق عن امر ربہ اس نے اپنے پروردگار کے حکم کی نافرمانی کی۔

ان دو آیتوں سے یہ بات واضح ہو گئی کہ شیطان پروردگار عالم کا بھی دشمن ہے۔ اور ہمارا بھی۔ اور ان میں سے ہر دشمنی کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے سخت ترین عداوت و دشمنی رکھی جائے۔ پس ہمیں بتلاؤ کہ شیطان سے یہ موالات و دوستی کیسی؟ اور یہ کہاں کی عقلمندی ہے کہ خیر و فلاح کو شر اور برائی کے بدلہ فروخت کر دیا جائے؟ یقین کرو کہ یہ ظلم ہے اور بہت بڑا ظلم ہے۔ اور ظلم کرنے والوں کا بدلہ بہت ہی سخت اور برا ہے۔

خدا کے اس ارشاد میں ایک لطیف قسم کا عتابی خطاب بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ شیطان میرا دشمن اس لئے ہے کہ تمہارے دادا آدم کو اس نے سجدہ نہیں کیا۔ میرے حکم کو اس نے ٹھکرا دیا۔ میرے دوست فرشتوں نے میرے حکم کو مانتے ہوئے آدم کو سجدہ کیا تو شیطان سے میری دشمنی صرف تمہاری ہی وجہ سے ہے۔ اور اب اس عداوت اور دشمنی کا یہ نتیجہ؟ کہ تم اس سے مصالحت و دوستی کا رشتہ جوڑ رہے ہو۔

فصل

معاصی اور گناہوں سے عمر، رزق، علم بلکہ دین و دنیا کی ساری برکتیں سلب ہو جاتی ہیں۔

معاصی اور گناہوں کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ عمر۔ رزق۔ علم و عمل۔ طاعت و عبادت کی برکتیں چھن جاتی ہیں۔ دین و دنیا کی خیر و برکت اس سے سلب کر لی جاتی ہے چنانچہ نافرمان بندے کو تم سب سے زیادہ بے خیر و برکت پاؤ گے۔ نہ اس کی عمر میں برکت ہوگی نہ اس کے دین و دنیا کے کسی کام میں برکت ہوگی۔

واقعہ تو یہ ہے کہ مخلوق کے گناہوں کی وجہ سے زمین کی برکتیں سلب کر لی جاتی ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

ولو ان اھل القری آمنوا واتقوا لفتحنا علیھم برکات من السماء والارض (سورہ الاعراف)

اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لاتے اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو ہم آسمان و زمین کی برکتوں کا دروازہ ان کے لئے کھول دیتے۔

اور ارشاد ہے :-

وان لو استقاموا علی الطریقۃ لاسقیناھم ماء غدقا۔ لنفتنھم فیہ (جن)

اور اگر یہ لوگ سیدھے رستے پر قائم رہتے تو ہم ان کو پانی کی ریل پیل سے سیراب کرتے تاکہ برسات کی نعمت میں ہم ان کا امتحان کریں۔

گناہوں کے ارتکاب سے بندہ رزق و روزی سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ حدیث شریف کے اندر ہے :-

ان روح القدس نفث فی روعی۔ انہ لن تموت نفس حتی تستکمل رزقھا فاتقوا اللہ۔ واجملوا فی الطلب فانہ لاینال ما عند اللہ الا بطاعتہ وان اللہ جعل الروح والفرح فی الرضاء والیقین۔ وجعل الھم والحزن فی الشک والسخط۔

روح القدس نے میرے قلب میں یہ بات القا فرمائی ہے کہ کوئی انسان اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک کہ وہ اپنا رزق پورا نہ کر لیوے پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ اور اچھے طریقے سے اس سے طلب کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ سے جو کچھ مل سکتا ہے اس کی طاعت ہی سے مل سکتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے رحمت اور فرحت اپنی رضامندی اور یقین ہی میں رکھی ہے

Marfat.com

شک اسکی اور خفگی میں ہم وحزن کے سوا
کچھ نہیں۔

اور وہ حدیث قدسی جو امام احمد نے کتاب الزہد کے اندر بیان کی ہے۔ جسے تم اوپر پڑھ چکے ہو کہ:۔

انا اللہ۔ اذا رضیت بارکت۔ ولیس ببرکتی منتھی۔ واذا غضبت لعنت ولعنتی تدرک السابع من الولد

میں اللہ ہوں۔ میں راضی ہو جاؤں تو برکت دیتا ہوں۔ اور میری برکت کی کوئی انتہا نہیں ہے اور جب میں خفا ہوتا ہوں تو لعنت بھیجتا ہوں۔ اور میری لعنت اس کی ساتویں اولاد تک پہونچتی ہے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ رزق وعمل کی وسعتیں اس کی کثرت وفراوانی کی وجہ سے نہیں ہیں عمر کی زیادتی مہینوں۔ اور برسوں کی کثرت کی وجہ سے نہیں ہے۔ بلکہ رزق وعمر کی کثرت ووسعت یہ ہے کہ اس میں برکت پیدا ہو۔ اور تم اوپر پڑھ چکے ہو کہ بندے کی عمر وہی ہے جس میں اسے زندگی ملے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی دوسری جانب مشغول ہو جائے۔ اس کی زندگی کہاں؟ اس زندگی سے تو چوپایوں کی زندگی اچھی! انسان کی زندگی تو اسی وقت ہے جب کہ اس کا قلب اور روح زندہ ہو۔ اور قلب کی زندگی اسی وقت ہے جب کہ وہ اپنی خاطر۔ خالق کی معرفت حاصل کرے۔ اس سے محبت کرے اور اس کی عبادت کرے۔ اور اسی کی بارگاہ میں رجوع کرے۔ اسی کی چوکھٹ پر سر جھکائے۔ اسی کے ذکر سے طمانیت وسکون۔ اور اس کے تقرب سے انس حاصل کرے۔ جس نے یہ زندگی کھوئی اس نے ہر قسم کی خیر وفلاح کھوئی۔ اگرچہ اسے کچھ دنیا بھی مل گئی ہو۔ لیکن اس زندگی کے عوض تو ساری دنیا بھی مل جائے۔ تو ہیچ ہے۔ بندہ جس چیز کو بھی کھو بیٹھے۔ اس کا عوض اور بدل ممکن ہے۔ لیکن خدا کو کھو بیٹھنے کا کوئی عوض اور بدل ہی نہیں ہے۔ فقیر ومحتاج بالذات غنی بالذات کا بدل عاجز بالذات۔ قادر بالذات کا عوض مردہ زندے کے برابر کیوں کر ہو سکتا ہے؟ مخلوق خالق کا بدل کس طرح ہو سکتا ہے؟ وہ مخلوق کہ جس کا وجود بالذات نہیں۔ جس کی کوئی چیز بالذات نہیں اس ذات کے عوض وبدلے میں کیوں کر لی جا سکتی ہے۔ جس کا غنا بالذات۔ جس کی حیات وزندگی کمال وجود۔ رحمت۔ یہ کچھ بالذات اور لوازمات ذات میں سے ہیں۔ جو شخص ایک ذرہ کا بھی

Marfat.com

مالک نہیں۔ اس ذات کے بدلہ میں کیونکر لایا جا سکتا ہے جو آسمانوں اور زمینوں کا مالک اور مختار ہے؟

معصیت سے رزق و عمر کی برکتیں اس لئے سلب ہو جاتی ہیں کہ معصیت اور ارباب معصیت پر شیطان مسلّط ہو جاتا ہے۔ اور ان پر اُس کی حکومت قائم ہو جاتی ہے۔ اور اہل عصیاں کے تمام دفاتر اس کے پاس ہوتے ہیں۔ اور ظاہر ہے شیطان کا قرب جسے بھی ہوگا برکت اس سے سلب کر لی جائے گی۔ اور یہی وجہ ہے کہ کھانے۔ پینے۔ کپڑا پہننے سواری جماع وغیرہ مواقع میں۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہنا شارع نے مشروع فرمایا ہے۔ اس لئے کہ ذکر الٰہی خیر و برکت کا موجب ہے۔ اور ذکر خداوندی سے شیطان بھاگتا ہے۔ اور اس سے حصول برکت کی راہیں کھل جاتی ہیں۔ خدا کی برکت کو کوئی چیز روک نہیں سکتی۔ اور ہر وہ چیز جو خدا کے سوا کسی اور کے لئے ہو۔ اس سے برکت چھین لی جاتی ہے۔ کیوں کہ برکت تو پروردگار عالم ہی کی بارگاہ سے اترتی ہے۔ اور ساری برکتیں وہیں سے آتی ہیں۔ اور ہر وہ چیز جو اس کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ مبارک ہوتی ہے۔ اس کا نام مبارک ہے۔ اس کا رسول مبارک ہے۔ اس کا وہ بندہ مبارک ہے۔ جو ایمان رکھتا ہے۔ اور خدا کی مخلوق کو نفع پہونچاتا ہے۔ بیت اللہ الحرام مبارک ہے۔ ملک شام مبارک ہے۔ سرزمین شام کی برکتوں کا ذکر قرآن حکیم کے اندر چھ آیتوں میں کیا گیا ہے۔ پس دنیا میں اس کی ذات کے سوا کوئی مبارک نہیں۔ پس ہر وہ چیز جو اس سے نسبت نہیں رکھتی۔ یعنی اس کی محبت اور رضائے سے نسبت نہیں رکھتی۔ اس میں کسی قسم کی برکت نہیں ہوتی۔ پس تو ساری کائنات اس کی ربوبیت و خالقیت سے نسبت رکھتی ہے۔ لیکن اس کی ربوبیت و رضامندی کی نسبت نہ ہو تو وہ بے برکت ہے۔ دنیا کی ہر وہ چیز۔ خواہ وہ عیان و اشخاص ہوں۔ خواہ اقوال گفتار۔ یا اعمال و کردار جو بھی خدا سے بعید اور دور ہے۔ اس میں خیر و برکت نہیں جو چیز اس سے قریب ہوگی۔ بقدر قربت اس میں خیر و برکت ہوگی اور برکت لعنت کی ضد ہے پس وہ زمین کہ جس پر خدا نے لعنت کی یا وہ آدمی کہ جس پر اس کی لعنت ہو یا وہ مقام کہ جس پر خدا کی لعنت ہو خیر و برکت سے دور اور بہت ہی دور ہوگا۔ اور وہ چیزیں بھی خیر و برکت سے محروم ہوں گی جن کا ان ملعون چیزوں سے کسی قسم کا تعلق ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے دشمن ابلیس پر لعنت بھیجی اور اپنی ساری مخلوق سے اسے دور تر پھینک دیا ہے۔ اور اس لئے ہر وہ چیز جس کو ابلیس سے کسی قسم

کی بھی نسبت، اور تعلق ہوگا۔ اس پر بقدر نسبت و تعلق لعنت ہوگی۔ ظاہر ہے کہ عمر۔ رزق۔ علم۔ عمل وغیرہ سے برکتوں کے سلب ہونے میں گناہوں کو بڑا دخل ہے۔ اور معاصی کے اثرات بہت دور رس ہیں۔ پس وہ وقت جس کے اندر تم خدا کی نافرمانی کرو۔ یا وہ مال جس کے ذریعہ خدا کی نافرمانی ہو یا وہ جسم اور مال۔ قوت۔ جاہ و منزلت اور علم و عمل جس کے ذریعہ خدا کی نافرمانی ہوتی ہو۔ وہ خدا کے یہاں نافرمانی کرنے والے کے خلاف حجت ہے اور یہ اس کے حق میں قطعاً مفید نہیں ہے صرف وہی چیز کارآمد ہوگی جو طاعت الٰہی میں صرف کی جائے اور یہی وجہ ہے کہ بعض لوگ سو سو برس زندہ رہتے ہیں۔ لیکن ان کو بمشکل بیس سال کی عمر نصیب ہوتی ہوگی۔ بعض کے پاس سونے چاندی کے انبار ہوتے ہیں۔ اور مال و دولت سے ان کے خزانے پُر ہوتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں اس میں سے ایک ہزار درہم بھی اس کی قسمت میں نہیں ہوتے۔ یہی حال جاہ و منزلت۔ اور علم کا ہے۔ ترمذی شریف میں ہے :۔

الدنیا ملعونۃ۔ ملعون ما فیھا الا ذکر اللہ عزوجل۔ وما والاہ او عالم۔ او متعلم :

دنیا ملعون ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے ملعون ہے۔ سوائے ذکر خداوندی کے یا جو اس سے تعلق رکھے۔ یا عالم یا متعلم۔

ایک دوسری حدیث میں ہے :۔

ملعونۃ۔ ملعون ما فیھا الا ما کان للہ :

دنیا ملعون ہے۔ اور دنیا میں جو کچھ ہے ملعون ہے۔ سوا اس کے کہ جو اللہ تعالیٰ کے لئے ہو۔

جو چیز اللہ تعالیٰ کے لئے ہو۔ اسی میں اللہ تعالیٰ کی خیر و برکت ہوا کرتی ہے۔ واللہ المستعان۔

فصل

انسان رفعت و بلندی کی پوری پوری صلاحیت رکھتا ہے

مگر معاصی اسے سفلہ اور پست کر دیتے ہیں :۔

معاصی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ گناہ انسان کو سفلہ اور پست کر دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ علو و رفعت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق دو قسم کی پیدا کی ہے علیہ (رفیع المرتبہ)

Marfat.com

سفلہ (پست) پہلی قسم کا مقام علیین ہے۔ اور دوسری کا اسفل السافلین۔ اہل طاعت کو وہ دنیا اور آخرت دونوں میں علو و رفعت عطا فرماتا ہے۔ اور اہلِ معصیت کو دنیا و آخرت دونوں میں ذلیل و پست کر دیتا ہے۔ اہل طاعت کو خدا نے ہمیشہ اپنی عزیز ترین مخلوق بنایا۔ اور ساری مخلوق سے ان کو عزیز رکھا ہے معصیت کو اس نے ذلیل ترین چیز قرار دیا۔ اہل طاعت کو اس نے ہمیشہ عزت دی۔ اور نافرمانوں کو ذلیل و خوار کیا۔ چنانچہ مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے۔ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا:۔

جعلت الذلۃ۔ والصغار علی من خالف امری۔

میرے حکم کی مخالفت کرنے والے کے لئے ذلت و خواری لازم کر دی گئی ہے۔

انسان جب گناہ، اور خدا کی نافرمانی کرتا ہے اپنے درجات سے نیچے گرتا چلا جاتا ہے۔ اور جوں جوں گناہ کرتا رہے گا نیچے گرتا چلا جائے گا۔ تا آنکہ وہ اسفل ترین درجہ میں جا گرے گا۔ اور جب وہ طاعت و عبادت سے اپنے کو مزین و آراستہ کرے گا۔ درجہ بدرجہ بلند ہوتا چلا جائے گا۔ تا آنکہ وہ اعلیٰ علیین تک پہونچ جائے گا۔

کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ ایک انسان اپنی زندگی میں ترقی و رفعت کے کام بھی انجام دیتا ہے۔ اور تنزل و انحطاط کے بھی۔ اسی صورت میں اس کی شخصیت اسی جانب ہوگی جو جانب غالب ہوگی۔ ایک آدمی سو درجے ترقی کرتا ہے۔ اور ایک درجہ نیچے گرتا ہے۔ اس کا حال وہ نہیں ہے۔ جو اس کے برعکس عمل کرنے والے کا ہے کہ سو درجے نیچے گرتا ہے اور صرف ایک درجہ ترقی کرتا ہے۔

اس موقعہ پر بعض لوگوں کو سخت مغالطہ ہو جاتا ہے اور وہ یہ کہ انسان کبھی کسی بڑے گناہ کی وجہ سے اس قدر نیچے گر جاتا ہے کہ مقام رفعت سے بہت دور جا پڑتا ہے اتنا دور کہ جیسے مشرق و مغرب یا زمین و آسمان۔ اب اس تنزل کے مقابلہ میں وہ ہزار درجہ بھی ترقی کر جائے تو اس کی تلافی ناممکن ہوتی ہے۔ جیسا کہ بخاری کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے:۔

ان العبد لیتکلم بالکلمۃ الواحدۃ لایلقی لھا بالا یھوی بھا فی النار ابعد مابین المشرق والمغرب

بندہ کبھی لاپرواہی کی وجہ سے کوئی ایک بات ایسی کہہ جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ جہنم کے ایسے گڑھے میں پھینک دیا جاتا ہے جس کی گہرائی مشرق و مغرب کے فاصلہ سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔

Marfat.com

اس قسم کے تنزل و انحطاط کی تلافی کس بلندی اور کونسی ترقی سے ہو سکتی ہے ؟

حقیقت یہ ہے کہ تنزل و انحطاط تو انسان کے لئے لابدی چیز ہے۔ لیکن اس کی شکلیں مختلف ہیں۔ بعض لوگ غفلت کی وجہ سے نیچے گر جاتے ہیں۔ ایسے لوگ جب بیدار ہوتے ہیں۔ اپنے اصل درجہ بلکہ اس سے بھی بلند ہو جاتے ہیں۔ جس قدر بیداری ہو گی۔ اسی قدر بلندی و رفعت بھی ہو گی۔

بعض لوگ کسی مباح چیز میں الجھ جانے کی وجہ سے نیچے گر جاتے ہیں۔ طاعت و عبادت کا ارادہ ہی ان میں بیدار نہیں ہوتا۔ اس قسم کے لوگوں کی حالت مختلف ہوا کرتی ہے۔ جب اس قسم کے لوگ طاعت کی طرف رجوع کرتے ہیں تو کبھی وہ اپنے ترقی و بلندی کے اصل درجہ تک پہنچ جاتے ہیں۔ کبھی اس سے بھی بلند مقام تک پہنچ جاتے ہیں اور کبھی اس سے پیچھے رہ جاتے ہیں اور کبھی ایسے لوگوں میں ایسی ہمت پیدا ہو جاتی ہے کہ پہلے جو ہمت تھی اس سے کہیں زیادہ ہمت آجاتی ہے اور کبھی یہ ہمت پست بھی ہو جاتی ہے اور کبھی ویسی ہی ہمت آجاتی ہے جو پہلے تھی۔

بعض لوگ معصیت اور صغیرہ یا کبیرہ گناہوں کی وجہ سے اصل درجہ سے نیچے گر جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے اپنے اصل درجہ تک پہنچنے کے لئے توبۂ نصوح۔ انابت صادقہ ضروری ہے۔ یہاں اس بارے میں علماء میں اختلاف ہے اور وہ یہ کہ کیا توبہ کرنے سے گنہگار آدمی اپنے اصل مقام اور اصل درجہ تک پہنچ سکتا ہے ؟ اور اس طور پر کہ گناہ کا اثر بالکل محو ہو جائے اور کسی قسم کا بھی اثر باقی نہ رہے۔ یا وہ اپنے اصل مقام اور اصل درجہ تک پہنچ ہی نہیں سکتا اور توبہ کا اثر صرف اسقدر ہے کہ عقوبت و سزا اس پر سے ساقط ہو جائے گی۔ تقرب کا درجہ جو اس نے کھو دیا ہے۔ وہ حاصل ہی نہیں ہو سکتا۔ علماء اس بارے میں مختلف رائیں رکھتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں۔ انسان جن اوقات میں گناہ کرتا ہے ان اوقات میں وہ طاعت و عبادت میں مشغول رہ کر ترقی کے چند مدارج اور طے کر سکتا تھا۔ اس کے اندر ترقی مدارج کی استعداد و قابلیت موجود تھی۔ اس لئے وہ اپنے سابقہ اعمال صالحہ اور نیکیوں کے ساتھ ترقی کر سکتا تھا اور آگے بڑھ سکتا تھا۔ اس کی مثال یوں سمجھو کہ ایک انسان روزانہ اپنے مال کے ذریعہ تجارت کرتا ہے۔ جس قدر مال زیادہ ہوتا ہے زیادہ منفعت حاصل کرتا ہے۔ معصیت یا تعطل کے زمانہ میں یہ ترقی اور منفعت اپنے اعمال صالحہ اور اصل راس المال کے ساتھ رک جاتی ہے۔ جب وہ دوبارہ عمل شروع کرے گا تو نئے سرے سے وہ نیچے سے اوپر کی طرف سعود و ترقی کرے گا۔ لیکن اس سے پیشتر وہ مسلسل ترقی ہی کر رہا تھا۔ اگر نہ رکتا تو کتنی ترقی کرتا۔

Marfat.com

ترقی دوبارہ عمل شروع کرنے پر ہوئی۔ مگر ظاہر ہے۔ ان ہر دو ترقیوں میں زمین اور آسمان کا فرق ہے۔

بعض علماء اس کی تمثیل اس طرح پیش کرتے ہیں۔ دو آدمی دو الگ الگ زینوں پر چڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ ان میں سے ایک کچھ نیچے اتر گیا اور پھر چڑھنا شروع کیا۔ ظاہر ہے کہ جو اترا نہیں وہ آگے ہی ہوگا اور جو اترا وہ ہمیشہ نیچے ہی رہے گا۔ بات بالکل صاف ہے۔

شیخ الاسلام حضرت امام ابن تیمیہؒ نے اس بارے میں ایک نہایت ہی عمدہ فیصلہ کیا ہے۔ جسے تسلیم کئے بغیر چارہ ہی نہیں ہے۔ فرماتے ہیں کہ مسئلہ کی تحقیق یہ ہے کہ بعض لوگوں کی توبہ اس قدر وزنی ہوتی ہے کہ اس کا نیکی کا پلہ بہت ہی جھک جاتا ہے اور اس کی ترقی کا درجہ جو پہلے تھا اس سے بھی بلند ہو جاتا ہے اور بعض اپنے سابقہ درجہ کے برابر کوئی درجہ پا لیتے ہیں بعض اپنے سابقہ درجہ تک نہیں پہنچ پاتے اور بعض اپنے سابقہ درجہ تک ہی پہنچ کر رہ جاتے ہیں۔

میں کہتا ہوں یہ کمی و بیشی اور اختلاف مدارج ہر ایک کی توبۂ انابت اور استغفار کی کیفیت کی بنا پر ہے۔ گنہگار بندہ جب اپنے معاصی کی وجہ سے شرمندہ اور شرمسار ہو جاتا ہے اور اس کے اندر ذلت و خواری۔ عاجزی و انکساری۔ خاکساری و فروتنی۔ خضوع و خشوع۔ رجعت الی اللہ۔ اجتناب معاصی۔ خوف و خشیۃ۔ تضرع و زاری کی خاص کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ چیزیں کبھی کسی کے اندر پوری قوت سے نمود کرتی ہیں۔ جس سے توبہ کرنے والا اس درجہ سے بھی آگے نکل جاتا ہے۔ جہاں وہ گناہ کرنے سے پہلے تھا اور گناہ کرنے سے پیشتر وہ جس درجہ کا نیک تھا۔ اس سے کہیں زیادہ نیک بن جاتا ہے۔ ایسے آدمی کے حق میں گناہ ایک رحمت بن جاتی ہے۔ گناہ سے قبل اس کا قلب غرور آشنا تھا۔ عجب و نخوت اس کے اندر بھری ہوئی تھی۔ اسے اپنے نفس پر اعتماد تھا۔ اپنے اعمال پر تکیہ اور بھروسہ تھا۔ گناہ کی وجہ سے یہ تمام برائیاں ختم ہو جاتی ہیں اور اب وہ اپنے مولیٰ۔ سید۔ آقا کی چوکھٹ پر اپنی پیشانی ٹیک دیتا ہے اور عاجزی۔ انکساری۔ فروتنی اور خاکساری کے ساتھ اپنے رخسار اس کی دہلیز پر گڑنے لگتا ہے اور خدا کی قدر و منزلت پہچاننے لگتا ہے۔ اپنی محتاجی اور بے کسی و بے بسی کا اعتراف اپنے قلب کی گہرائیوں سے کرنے لگتا ہے۔ اپنی حفاظت اور عفو و ترحم۔ مغفرت و نجات کے لئے اپنے کو اپنے سید۔ مولیٰ اور خالق کا سراسر محتاج سمجھنے لگتا ہے۔ قلب سے صولت و تمکنت اور عبادت و طاعت کا غرور جو پہلے تھا ختم ہو جاتا ہے۔ طاعت و عبادت کی

شیخیاں اور کبر و نخوت نکل جاتے ہیں۔ خود بینی و خود ستائی کا بت پاش پاش ہو جاتا ہے اور خطاکاروں۔ گنہگاروں کی صف میں آکر اپنے رب کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے اور شرم و ندامت۔ خوف و رجا کے ساتھ اس کے آگے سر جھکا دیتا ہے۔ لرزتے ہوئے۔ کانپتے ہوئے۔ اپنے کو حقیر و ہیچ اور اپنی طاعتوں اور عبادتوں کو لاشئ محض۔ اور اپنے گناہوں کو بھاری۔ ذنی جرم سمجھ کر اس کے سامنے سر خم کر کے کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور اپنی جان کو سراسر ناقص ناچیز۔ ناپاک۔ ناکارہ اور بدترین خلائق سمجھنے لگتا ہے اور اپنے رب کو ہمہ قسم کے کمالات اور حمد و ثنا کا واحد مستحق سمجھتا ہے اور اسی کو اپنا حاجت روا ماننے لگتا ہے۔

فصل

اگر خدائے تعالیٰ کا حلم نہ ہوتا تو بندوں کے گناہوں
کی وجہ سے آسمان و زمین تہ و بالا ہو جاتے۔

ایسے آدمی کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو کچھ بھی مل جاتا ہے اور جو نعمت بھی اسے عطا کی جاتی ہے۔ چھوٹی ہو یا بڑی اسے بہت زیادہ اور بہت بڑی نعمت تصور کرتا ہے اور اپنی ذات کو وہ اس سے کمتر سمجھتا ہے اور حقیر سے حقیر نعمت کا بھی وہ اپنے کو مستحق نہیں سمجھتا اور ہر ابتلاء و مصیبت کا اپنے آپ کو اہل اور مستحق سمجھتا ہے۔ بلکہ بڑی سے بڑی مصیبت کا وہ اپنی ذات کو مستوجب سمجھتا ہے۔ بلکہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ احسان ہی کیا ہے۔ کہ گناہ و جرم کی مقدار کے مقابلہ میں اسے کچھ بھی سزا نہیں دی۔ کیونکہ جرم کے مقابلہ میں جس سزا کے وہ لائق تھا۔ وہ ایسی تھی کہ بڑے بڑے پہاڑ بھی اسے برداشت نہیں کر سکتے۔ چہ جائیکہ ایک عاجز و کمزور بندہ ہے کیونکہ گناہ اگرچہ چھوٹے سے چھوٹا بھی کیوں نہ ہو۔ مگر اس عظیم ترین ذات کے مقابلہ میں ہے۔ جس سے کوئی بھی بڑا نہیں۔ جس سے کوئی جلیل و بزرگ اور کبیر و برتر نہیں۔ چھوٹی بڑی تمام نعمتوں کا دینے والا وہی ایک اکیلا ہے۔ دوسرا کوئی نہیں۔ اس کا مقابلہ کس قدر قبیح۔ شنیع اور ناجائز ہو سکتا ہے۔ دنیا کی ہر قوم مومن اور کافر اپنے عظماء۔ اجلاء اور سرداروں کا مقابلہ ایک قبیح ترین حرکت سمجھتی ہے۔ اس قسم کے لوگوں کا مقابلہ وہی آدمی کرتا ہے۔ جو سب سے زیادہ رذیل ہوتا ہے۔ جس کے اندر جوہر مروت نام کو نہیں ہوتا۔ جب اس قسم کے لوگوں کا مقابلہ

Marfat.com

ذلیل ترین حرکت ہے تو پھر اس ذات کا مقابلہ کس قدر رزیل و ذلیل حرکت ہوگی۔ جو سب سے بڑا۔ سب سے زیادہ با اختیار۔ اور زمینوں آسمانوں کا مالک۔ حاکم اور سلطان اور معبود ہے؟ اگر اس کی رحمت اس کے غضب پر۔ اس کی مغفرت اس کی عقوبت پر غالب نہ آتی تو ساری زمین زلزلوں سے پاش پاش ہو جاتی۔ اگر حلم و بردباری۔ مغفرت و بخشش نہ ہوتی تو بندوں کے گناہوں کی وجہ سے آسمان و زمین اپنی اپنی جگہ سے ہٹ جاتے اور دنیا تباہ ہو جاتی۔ چنانچہ سورۂ فاطر کے اندر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ان اللہ یمسک السماوات والارض ان تزولا۔ ولئن زالتا ان امسکھما من احد من بعدہ انہ کان حلیما غفورا ۔ (فاطر)

بے شک اللہ تعالیٰ آسمانوں کو اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو اپنی جگہ سے ٹل جائیں۔ تو پھر اس کے سوا کوئی بھی ایسا نہیں جو ان کو تھام سکے۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑا تحمل والا اور بخشنے والا ہے۔

آیت کے آخر میں خدا کے دو نام آئے ہیں۔ ان پر غور کرو۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام اسماء میں سے ان دو ناموں کا ذکر فرمایا ہے اور آیت کو ان ہی دو ناموں پر ختم کیا ہے کہ وہ "حلیم" و "غفور" ہے۔ غور کرو خدا کے کیا کیا راز اس میں مضمر اور پوشیدہ ہیں؟ اگر اللہ تعالیٰ مجرموں اور گنہگاروں کے ساتھ حلم و بردباری اور مغفرت و درگزر سے کام نہ لیتا تو آسمان و زمین اپنی جگہ سے ٹل جاتے اور دنیا تباہ ہو جاتی۔ چنانچہ سورۂ مریم کے اندر کافروں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

تکاد السماوات یتفطرن منہ وتنشق الارض۔ وتخر الجبال ھدا ۔ (مریم)

جس کی وجہ سے عجب نہیں آسمان پھٹ پڑیں۔ اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزے ریزے ہو کر گر پڑیں۔

اور یہ تو معلوم ہے کہ صرف ایک گناہ کی پاداش میں خدا نے ہمارے والدین آدمؑ و حواؑ کو جنت سے باہر کر دیا۔ اور صرف ایک ہی گناہ اور ایک ہی بات کی خلاف ورزی کی پاداش میں ابلیس کو راندۂ درگاہ کر دیا۔ اسے عالم ملکوت سے خارج کر دیا اور آسمانوں سے نکال باہر کیا۔ لیکن پھر بھی ہم احمقوں کا حال وہی ہے۔ جو کسی شاعر نے کہا ہے۔

فضل الذنوب الی الذنوب وترتجی درج الجنات لدی النعیم الخالد

ہم گناہوں پر گناہ کرتے چلے جاتے ہیں ۔ اور امید یہ رکھتے ہیں کہ نعمت لازوال کے ساتھ جنت ملے گی۔

ولقد علمنا انخرج الا بوین من حالانکہ ہم یہ جانتے ہیں کہ ہمارے والدین (آدمؑ و حواؑ) کو ملکوتھا الاعلی بذنب واحد خدا نے صرف ایک گناہ کی بنا پر اپنے عالم ملکوت سے باہر نکال دیا تھا۔

مقصد یہ ہے کہ بندہ توبہ کرنے کے بعد قبل گناہ سے بھی بہتر ہو جاتا ہے۔ جو درجہ اسے پہلے حاصل تھا۔ اس سے بلند تر مقام پر جا پہنچتا ہے۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ گناہ اس کی ہمت توڑ دیتا ہے۔ جس سے اس کے تمام عزائم دارادے پست ہو جاتے ہیں۔ اور قلب کی صحت اس قدر خراب ہو جاتی ہے کہ توبہ بھی اگلی صحت تک پہنچنے میں اس کی امداد نہیں کرتی۔ اس لئے وہ اپنے فوت شدہ درجہ کو پھر حاصل ہی نہیں کر سکتا۔

اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مرض زائل ہو جاتا ہے اور اسے وہی صحت حاصل ہو جاتی ہے۔ جو اسے پہلے حاصل تھی اور اب وہ اسی کے مثل عمل کرنے لگتا ہے اور اپنے اصل درجہ کو پالیتا ہے۔ لیکن یہ تمام باتیں اسی وقت ہوتی ہیں کہ انسان کا تنزل و انحطاط گناہ و معصیت کی وجہ سے ہوا ہو۔ اگر یہ تنزل و انحطاط کسی ایسے امر کی وجہ سے ہے جو اصل ایمان میں خلل انداز ہے۔ مثلاً شکوک و شبہات ریب و تردد۔ اور نفاق وغیرہ کی وجہ سے ہے تو اس کا تدارک پھر نئے سرے سے ایمان لائے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔ ایسے آدمی کی ترقی کی کوئی امید نہیں۔

فصل

(معاصی سے ہر چیز انسان کی دشمن بن جاتی ہے)

معاصی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ خدا کی ہر مخلوق گنہگار کے خلاف جری اور دلیر ہو جاتی ہے۔ شیاطین بھی جری اور دلیر ہو جاتے ہیں اور اسے ایذا اور تکلیفوں میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ ورغلاتے۔ بہکاتے اور وسوسے ڈالتے ہیں۔ خوف و ہراس میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ دھوکہ دیتے ہیں اور وہ چیزیں اور ان باتوں سے اسے غافل کر دیتے ہیں۔ جن سے اس کی مصلحتیں وابستہ ہوتی ہیں۔ اور جنہیں فراموش کرنے سے اسکو سخت سے سخت نقصان

پہنچتا ہے ۔ شیاطین اس پر اس قدر غالب آجاتے ہیں کہ خدا کی نافرمانی کی طرف اسے زبردستی دھکیل کر لے جاتے ہیں ۔ نیز انسانی شیاطین بھی اس کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور اس کی موجودگی اور عدم موجودگی میں ہر ممکن ایذا دیتے اور تکلیفیں اسے پہنچانے لگتے ہیں ۔ اس کے گھر کے لوگ ۔ خدام ۔ نوکر چاکر ۔ اس کی اولاد ۔ پڑوسی ۔ سب کے سب اس کے خلاف ہو جاتے ہیں ۔ اور اسے ستانے کی کوششیں کرتے ہیں ۔ حیوانات ۔ چوپائے بھی اس کے خلاف جری اور دلیر ہو جاتے ہیں ۔ اسلاف میں سے بعض بزرگوں نے کہا ہے ۔

انی لاعصی اللہ ۔ فاعرف ذالک فی خلق امرءتی ۔ ودابتی ۔۔

جب کبھی مجھ سے خدا کی کوئی نافرمانی ہو جاتی ہے تو اس کا اثر مجھے اپنی بی بی اور سواری کے جانوروں تک میں محسوس ہوتا ہے ۔

اسی طرح حکام اس کے خلاف اقدام کرتے ہیں ۔ اور عدل و انصاف کی مسند پر بیٹھ جاتے ہیں ۔ تو اس پر پوری پوری حدود جاری کرتے ہیں اور سخت ترین سزائیں دیتے ہیں ۔ اور خود اس کا نفس ہی اس کے خلاف جری ہو جاتا ہے ۔ کہ شیر کی طرح اس پر حملہ آور ہوتا ہے اور اسے مشکلات اور دشواریوں میں مبتلا کر دیتا ہے اور اسے اس قدر مجبور اور بے دست و پا کر دیتا ہے کہ اگر کبھی وہ نیکی کا ارادہ بھی کرتا ہے تو نفس سرکشی کرتا ہے اور اتباع نہیں کرتا ۔ اسے خواہ مخواہ گھسیٹ کر اسی طرف لے جاتا ہے ۔ جہاں اس کی ہلاکت و تباہی کے سارے سامان جمع ہوتے ہیں اور ایسا کیوں اور کس لئے ہوتا ہے ؟ اس لئے ہوتا ہے کہ طاعت الٰہی ۔ عبادت خداوندی ۔ رب العالمین کا ایک مستحکم و مضبوط قلعہ ہے اور اس میں جو بھی داخل ہو جاتا ہے ۔ اسے کامل امن مل جاتا ہے اور جو اس سے باہر نکل آتا ہے ۔ اس پر ڈاکو اور راہ زن وغیرہ حملہ کر دیتے ہیں ۔

معاصی اور گناہ جس قسم کے اور جس درجہ کے ہوں گے ۔ اس قسم کی اور اسی درجہ کی آفتیں ۔ اس پر حملہ آور ہوں گی ۔ جنہیں کوئی روک ہی نہیں سکتا ۔

ذکر الٰہی ۔ طاعت خداوندی ۔ صدقہ ۔ خیرات ۔ جہلاء کو ہدایت و تلقین ۔ امر بالمعروف نہی عن المنکر ایسی زبردست اور مقدس چیزیں ہیں کہ وہ بندے کی حفاظت اسی طرح کرتی ہیں ۔ جس طرح انسان کی قوت ۔ آنے والے یا آئے ہوئے مرض کی مقاومت و مدافعت کرتی رہتی ہے ۔ اگر یہ قوت ختم ہو جاتی ہے ۔ تو مرض پوری قوت سے حملہ کر دیتا ہے ۔ اور

Marfat.com

بالآخر اسے ہلاک کر ڈالتا ہے۔ آدمی کے لئے وہ قوت ضروری ہے جو دفاع کر سکے۔ کیونکہ نیکیوں اور گناہوں کے نتائج ایک دوسرے کی مدافعت کرتے ہیں۔ جو غالب آجاتا ہے۔ اسی کا حکم چلتا ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔

اہل ایمان کی جانب سے اللہ تعالیٰ ہمیشہ مدافعت کرتا رہتا ہے۔ اور ایمان نام ہے قول و عمل کا تو جس قدر قوت ایمانی زیادہ ہوگی۔ قوت مدافعت بھی زیادہ ہوگی۔ واللہ المستعان۔

فصل

معاصی کی زد۔ انسان کی معاد و معاش۔ دنیا و آخرت دونوں پر پڑتی ہے۔ خاتمہ بالخیر خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ توکل علی اللہ۔ اور انابت ختم ہو جاتی ہے اور جمعیت خاطر سے محرومی ہو جاتی ہے۔

معاصی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ معاصی بندے کی معاد و معاش کی ضروریات میں خلل اور رخنے پیدا کر دیتے ہیں ہر انسان اس امر کا محتاج اور سخت محتاج ہے کہ وہ اپنے معاد و معاش۔ آخرت اور دنیا کے مفادات و نقصانات کو زیادہ سے زیادہ سمجھنے کی کوشش کرے اور معاصی و گناہ اس معرفت و سمجھ سے انسان کو قطعاً محروم کر دیتے ہیں اور ان امور کی تفصیل سب سے زیادہ وہی جان سکتا ہے۔ جو معاد و معاش کی معرفت زیادہ رکھتا ہو اور سب سے زیادہ قوی عقل مند و زیرک وہی ہے۔ جو اپنے نفس و ارادہ پر غالب اور حاوی ہو۔ اور اپنے ارادہ کو اسی جگہ استعمال کرے جہاں اسے نفع مل سکے اور ان چیزوں سے باز رہے۔ جن سے اس کو نقصان پہنچتا ہو اور اس بارے میں لوگوں کی ہمتیں۔ معرفت و ادراک۔ مقامات و منزلیں مختلف اور متفاوت ہیں۔ سب سے بڑا عارف وہ ہے جو سعادت و شقاوت کے اسباب کی پوری پوری معرفت رکھتا ہو اور سب سے بڑا دانشمند و زیرک۔ اور راز آگاہ وہ ہے۔ جو شقاوت کے مقابلہ میں سعادت کو ترجیح دے اور وہ شخص بڑا ہی بے وقوف اور احمق ہے جو سعادت کے مقابلہ میں شقاوت کو ترجیح دے۔

انسان کو اس علم کی تحصیل میں جن امور کی ضرورت ہے۔ ان میں معاصی اور گناہ اس کے ساتھ خیانت کرتے ہیں اور انسان اپنی آخرت کے اعلیٰ و اشرف۔ اور دائمی حصہ

Marfat.com

کو دنیا کے خسیس۔ ادنیٰ۔ فانی۔ منقطع ہونے والے حصہ کے عوض ضائع کر دیتا ہے۔
معاصی اس علم کی تحصیل و تکمیل کی راہ میں حجاب بن جاتے ہیں اور دنیا و آخرت میں جو امور انسان کے لئے مفید۔ بہتر اور نفع بخش ہوتے ہیں۔ ان کی مشغولیت سے باز رکھتے ہیں۔
انسان جب کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے اور اس سے گلو خلاصی کی ضرورت پیش آتی ہے تو گنہگار انسان کا قلب اس کا نفس۔ اس کے جوارح اس کے ساتھ غداری کرتے ہیں اور اس کی حالت اس شخص کی سی ہو جاتی ہے۔ جس کے پاس تلوار موجود ہے۔ لیکن نیام میں پڑی پڑی زنگ خوردہ ہو چکی ہے۔ مالک اس سے کام لینا چاہتا ہے۔ لیکن زنگ نے ایسا پکڑ لیا ہے کہ نیام سے نکل ہی نہیں سکتی۔ ایسی حالت میں اس کا دشمن اس کے سر پر آجاتا ہے اور اسے قتل کر دینا چاہتا ہے۔ اس وقت وہ اپنی تلوار کے قبضہ پر ہاتھ ڈالتا ہے اور تلوار کو کھینچتا ہے لیکن وہ نکلنے کا نام نہیں لیتی اور دشمن وار کر کے اس کا کام تمام کر دیتا ہے۔ انسان کے قلب کی بھی یہی حالت ہے۔ گناہوں سے زنگ آلود ہو جاتا ہے۔ معاصی سے وہ اپاہج جیسا ہو جاتا ہے جب اسے دشمن سے لڑنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ تو مقابلہ کے لئے اس کے پاس کوئی چیز نہیں ہوتی۔
انسان جب کسی سے جنگ کرتا ہے۔ قلب اور قلب کی طاقت ہی کے ذریعہ جنگ کرتا ہے۔ قلب کی قوت ہی سے حملہ کرتا ہے۔ قلب ہی کی طاقت سے اقدام کرتا ہے۔ جسم اور جسم کے اعضاء تو قلب کے تابع ہوتے ہیں اور جب قلب کے پاس جو جسم و جوارح کا بادشاہ ہے۔ قوت و طاقت نہ ہو تو وہ مدافعت ہی کیا کر سکتا ہے؟ اور کیسے کر سکتا ہے اور پھر جب کہ بادشاہ ہی سرے سے نہ ہو تو بتاؤ کیا انجام ہوگا؟
جو حال قلب کا ہے وہی حال نفس کا ہے۔ نفس شہوات و خواہشات۔ معاصی اور گناہوں کی وجہ سے خبیث و ناپاک ہو جاتا ہے اور اس کے تمام قویٰ ختم ہو جاتے ہیں۔ یہاں نفس سے میری مراد نفس مطمئنہ ہے۔ اس لئے کہ نفس امارہ تو شہوات و خواہشات۔ اور گناہوں سے اور زیادہ قوی۔ مضبوط۔ دلیر اور درندہ صفت بن جاتا ہے۔ اور یہ مانی ہوئی بات ہے کہ نفس امارہ قوی و طاقتور ہو جاتا ہے تو نفس مطمئنہ کمزور ہو جاتا ہے اور اس صورت میں صرف نفس امارہ کی فرمانروائی قائم ہو جاتی ہے اور نفس مطمئنہ جب اس طرح موت کے گھاٹ اتر جاتا ہے تو اس کے بعد اس کی زندگی کی کوئی توقع نہیں رہتی۔ سمجھ لو کہ وہ دنیا میں بھی مر چکا اور برزخ میں بھی مر چکا ہے اور اب اسے آخرت میں بھی کوئی زندگی نصیب نہیں ہو سکے گی۔ اب اس

Marfat.com

کی قسمت ۔ اور نصیب میں ۔ صرف آلام و مصائب ۔ تکالیف و اذیات ہی کی زندگی ہے اور بس۔
مقصد یہ ہے کہ ایک گنہگار آدمی جب کسی مصیبت اور آفت میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اس کا قلب اس کی زبان اس کے ہاتھ پیر اس سے بے وفائی کرتے ہیں۔ اور ان امور میں جو اس کے حق میں مفید اور نفع بخش ہوتے ہیں۔ خیانت کرتے ہیں۔ توکل علی اللہ سے اس کا قلب گریز کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے سے بھاگتا ہے۔ کسی طرح اسے جمعیت خاطر حاصل نہیں ہوتی۔ وہ بارگاہ الٰہی میں تضرع و زاری نہیں کر سکتا۔ اس کے حضور میں جو تذلل و انکساری کرنی چاہیئے۔ وہ نہیں کر سکتا ذکر الٰہی میں اس کی زبان۔ اس کی مطاوعت سے گریز کرتی ہے۔ اور اگر وہ زبان سے خدا کو یاد بھی کر لیتا ہے تو قلب کی جمعیت مفقود ہوتی ہے۔ قلب و زبان یکسو نہیں ہوتے کہ ذکر لسانی قلب پر اثر انداز ہو اور وہ کلمہ جو اس کے ذکر و ورد میں زبان پر جاری ہوتا ہے۔ اس میں بھی قلب و زبان یکسو نہیں ہوتے بلکہ جیسے زبان ذکر الٰہی۔ یا دعا میں مصروف ہوتی ہے۔ تو اس کا قلب یکسر اس سے غافل اور بے خبر ہوتا ہے۔ اور اس سے اِدھر اُدھر بھٹکتا رہتا ہے اگر اعضائے جوارح کے ذریعہ وہ قلب کی اعانت کرنا چاہتا ہے۔ تاکہ اس کی مصیبتیں دور ہوں تو قلب اس کی اطاعت نہیں کرتا۔ اس قسم کی تمام باتیں معاصی اور گناہوں کی وجہ سے پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس کی تمثیل یوں سمجھئے کہ ایک بادشاہ ہے جس کے پاس بہت بڑا لشکر ہے۔ اس لشکر سے وہ دشمنوں کی پوری طرح مدافعت کر سکتا ہے۔ لیکن اس نے اسے بیکار کر رکھا ہے۔ خوراک۔ پوشاک۔ ضروریات پوری نہ کر کے اسے کمزور بنا رکھا ہے اور عین اس وقت جبکہ دشمن حملہ آور ہوتا ہے۔ اس فوج سے وہ دشمن کی مدافعت چاہتا ہے۔ بتلاؤ یہ کمزور فوج کس طرح دشمن کی مدافعت کرے گی ؟

یہ تو معاصی اور گناہوں کا ایک پہلو ہے۔ لیکن اس سے زیادہ خوفناک، دردانگیز، تلخ ترین، ایک اور پہلو ہے۔ اور وہ یہ کہ انسان جب اس دنیا سے رخصت ہو کر بارگاہ الٰہی کی طرف جانے کی تیاری کرتا ہے۔ اور حالت نزع اس پر طاری ہوتی ہے۔ تو اس کا قلب اور زبان دونوں اس سے بیوفائی کرتے ہیں۔ اور بسا اوقات اس کے منہ پر کلمہ شہادت تک جاری نہیں ہوتا۔ اور اس کا مشاہدہ اکثر لوگ کر چکے ہیں۔ بعض لوگوں کو حالت نزع میں کہا گیا کہ لاالہ الا اللہ کہو۔ ان کی زبان سے نکل گیا۔ آہ۔ آہ۔ مجھ میں یہ کہنے کی قدرت نہیں ہے۔ کسی سے کہا گیا "لاالہ الا اللہ" کہو تو اس کے منہ سے نکلا۔ شاہ۔ اور رخ تم سے بازی لے گیا۔ کسی سے کہا گیا۔ کہو لاالہ الا اللہ تو اس کی زبان پر یہ شعر جاری ہو گیا

(۱) شاہ اور رخ شطرنج کے دو مہروں کے نام ہیں۔ کہنے والا شطرنج کا عادی تھا۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ پر)

یارب تائلۃ یوما وقد تعبت　　این الطریق الی حمام منجاب [1]

اور یہ شعر پڑھتے ہوئے اس نے جان چھوڑ دی۔

کسی سے کہا گیا لا الہ الا اللہ کہو تو اس نے کہنا شروع کر دیا۔ تا دھنا دھنا یعنی گانے کا ساز درست کرنے لگا۔ اور پھر کہنے لگا۔ تم مجھے کیا تلقین کر رہے ہو؟ اس سے مجھے کچھ فائدہ نہیں ہوگا اور دنیا کا تو کوئی گناہ میں ترک نہیں کروں گا۔ اس کے بعد اس کی جان نکل گئی۔

کسی دوسرے سے کہا گیا تو اس نے جواب دیا۔ اس سے مجھے کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میں نے کبھی نماز پڑھی ہو۔ اس کے بعد اس نے جان دے دی۔

ایک اور آدمی سے یہی کہا گیا۔ تو اس نے کہا تو کہتا ہے۔ اس سے میں انکار کرتا ہوں میں ہرگز نہیں کہوں گا۔ اس کے بعد اس کی روح نکل گئی۔

کسی دوسرے سے کہا گیا۔ تو اس نے جواب دیا۔ میں یہ کہنے کا ارادہ کرتا ہوں لیکن زبان رُک جاتی ہے۔

ایک شخص نے بعض پیشہ ور گداگروں کا حال مجھ سے بیان کیا کہ فلاں کی موت کے وقت میں اس کے پاس تھا۔ عین نزع کے وقت اس کے منہ سے یہ کلمات نکلنے لگے۔ اللہ کے نام ایک پیسہ۔ اللہ کے نام کا ایک پیسہ۔ اور اسی حالت میں وہ مر گیا۔

ایک تاجر نے اپنے ایک قرابتدار کی حالت بیان کی کہ لوگوں نے اسے کہا لا الہ الا اللہ کہو تو اس کے منہ سے یہ کلمات نکلنے لگے۔ یہ ٹکڑا سب سے ارزاں ہے۔ یہ خریدو۔ بہت اچھا ہے۔ اور اسی حالت میں وہ مر گیا۔

سبحان اللہ! ذات الٰہی بڑی پاک ذات ہے۔ اس قسم کے واقعات تو لوگوں نے بے شمار اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔ رہے وہ حالات مرنے والوں کے جو ہم سے پوشیدہ ہیں۔ ان واقعات سے کہیں زیادہ دردناک ہیں۔

جب انسان حضور ذہن۔ قوت دماغ اور قوت ادراک کے زمانہ میں شیطان کو اپنے اوپر قابض اور مسلط کر لیتا ہے اور شیطان جدھر چاہتا ہے۔ اسے گھسیٹ کر لے جاتا ہے۔ ذرا

(بقیہ حاشیہ) نزع کے وقت کلمہ شہادت کی تلقین کی گئی تھی اس کے منہ سے بجائے کلمہ شہادت کے شاہ۔ رخ کا نام جاری ہو گیا۔

[1] ترجمہ: اے وہ کہ ایک دن تکان سے چور چور تھی اور کہہ رہی تھی کہ حمام منجاب کا راستہ کدھر ہے۔

ے غافل اور بے خبر کر دیتا ہے۔ اس کی زبان کو اس کے ذکر سے معطل کر دیتا ہے۔ اور خود اسی کے
اعضاء کو اس کے خلاف استعمال کرتا ہے۔ تو اس وقت جبکہ اس کی ساری قوتیں ختم ہو جاتی ہیں۔
ع کی تکالیف میں وہ مبتلا ہوتا ہے۔ شیطان پوری قوت سے اس پر حملہ آور ہوتا ہے اور اپنی ساری طاقتیں
ع کر کے آ دھمکتا ہے۔ تاکہ اس سے انتقام لے۔ کیونکہ یہ بندے کا آخری عمل ہوتا ہے۔ اس وقت شیطان پوری
ت سے آراستہ ہوتا ہے اور یہ خود اس وقت کمزور ضعیف۔ نحیف۔ اور ہر قسم کی طاقتوں سے محروم ہو
اتا ہے۔ بتلاؤ اس وقت اس کو کون بچا سکتا ہے؟ اس حالت میں صرف اللہ تعالیٰ ہی ایمان والوں
ی حفاظت کرتا ہے۔ اور وہی ایمان قائم اور ثابت رکھتا ہے۔ اور بس۔

یثبت اللہ الذی آمنو بالقول الثابت فی الحیاۃ الدنیا و فی الاخرۃ۔ و یضل اللہ الظالمین: یفعل ما یشاء:
(ابراہیم)

جو لوگ ایمان لائے ہیں۔ ان کو پکی بات پر (یعنی کلمہ توحید کی برکت سے) اللہ دنیا میں ایمان پر ثابت قدم رکھتا ہے اور آخرت میں بھی۔ اور اللہ نافرمان لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ اور جو وہ چاہتا ہے کر گزرتا ہے۔

وہ شخص جس کا قلب ذکر الٰہی سے ہمیشہ غافل رہا۔ خواہشات کے پیچھے مارا مارا پھرا۔ خدا کے
حکام کو ہمیشہ ٹھکراتا رہا۔ اسے خاتمۂ بالخیر کی توفیق کیونکر میسر آ سکتی ہے؟ جو قلب خدا سے دور۔
خدا سے غافل۔ خواہشات کا پیرو۔ شہوات کا پرستار۔ زبان ذکر الٰہی سے ناآشنا۔ ہاتھ پیر
طاعت الٰہی سے معطل اور جس کا سارا وقت معصیت الٰہی میں صرف ہوا ہو۔ اسے حسن
خاتمہ کی توفیق کیونکر حاصل ہو گی؟

اللہ اکبر! سوء خاتمہ کے خوف سے تو بڑے بڑے متقی۔ پرہیزگار لرز اٹھتے ہیں اور
یہاں یہ حال ہے کہ گنہگار۔ ظالم۔ ستمگار اور جفا پیشہ لوگ خدا کی قسمیں کھا کھا کر امیدیں
باندھ رہے ہیں۔

ام لکم ایمان علینا بالغۃ الی یوم القیامۃ؟ — ان لکم لما تحکمون ملھم بذالک زعیم؟
(قلم)

یا تم نے قسمیں لے رکھی ہیں۔ جو روز قیامت تک چلی جائیں گی۔ کہ تم جس چیز کی فرمائش کرو گے۔ وہی تمہارے لئے موجود کر دی جائے گی؟

اے پیغمبر! ان لوگوں سے پوچھو کہ ان میں سے

Marfat.com

کون اس کا ذمہ لیتا ہے ؟

کسی شاعر نے اس حقیقت کو کس قدر واضح کیا ہے۔

یا آمنا من قبیح الفعل یصنعہ
اے اپنی بدکرداریوں پر مامون ہو کے بیٹھنے والے

ھل اتاک تواقیع ام انت تملکہ
کیا تیرے پاس حکم آچکا ہے یا خود تجھے خدائی قوت حاصل ہے۔

جمعت شیئین أمنا۔ واتباع ھوی
تو نے دو چیزیں جمع کر رکھی ہیں۔ بے خوفی اور اتباع خواہشات۔

ھذا واحد اھما فی المرء تھلکہ
اور حال یہ ہے کہ ان میں سے ایک چیز بھی ہو تو انسان کی ہلاکت کے لئے کافی ہے۔

والمحسنون علی درب المخاوف قد
نیکیاں کرنے والے تو خوف الٰہی کے کوچہ میں چلتے رہے ہیں۔

سباروا وذالک درب لست تسلکہ
اور یہ کوچہ وہ ہے جس میں تو نے قدم ہی نہیں رکھا ہے۔

فرطت فی الذرع وقت البذر من سفہ
تو نے بیج ڈالنے کے وقت کھیتی میں اپنی حماقت سے کوتاہی کی۔

فکیف عند حصار الناس تدرکہ
لوگ کھیتی کاٹیں گے۔ اس وقت تو کیا پائے گا۔

ھذا۔ واعجب شئی منک زھدک فی
یہ تو تیری عجیب حرکت ہے کہ

دار البقاء لعیش سوف تترکہ
دنیا کی فانی زندگی کے عوض دار البقاء چھوڑ بیٹھا ہے۔

من السفیہ اذا ؟ باللہ۔ انت ام المغبون
اس وقت بے وقوف کون ہے ؟ قسم خدا کی تو

فی البیع غبناً سوف تدرکہ
یا پھر تو اپنے سودے میں ایسا دھوکہ کھا رہا ہے کہ عنقریب تو دیکھے گا۔

فصل

معاصی سے قلب کی بصیرۃ ختم ہو جاتی ہے۔ حق و باطل کا امتیاز نابود ہو جاتا ہے۔ اور انسانی کمال کا مدار صرف دو ہی اصول پر ہے۔ حق و باطل کا امتیاز

Marfat.com

اور باطل کے مقابلہ میں حق کی اتباع

معاصی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ اس سے قلب اندھا ہو جاتا ہے۔ گناہ اگر قلب کو بالکل اندھا نہیں بھی کرتا۔ تو بصیرت قلبی کو ضرور کمزور کر دیتا ہے۔ یہ بات پہلے بیان کی جا چکی ہے کہ گناہ سے قلب ضرور کمزور ہو جاتا ہے۔ جب قلب اندھا اور کمزور ہو جاتا ہے تو ہدایت کی معرفت حاصل نہیں ہوتی اور ایسا شخص نہ اپنی ذات پر حق کا نفاذ کر سکتا ہے اور کسی دوسرے پر نفاذ حق کی قوت بالکل کمزور ہو جاتی ہے۔ اس لئے قوت بصیرت کمزور ہو جاتی ہے۔

انسانی کمال کا مدار دو بنیادی امور پر ہے۔

اوّل۔ حق و باطل کی معرفت۔ دوم۔ باطل کے مقابلہ میں حق کے اختیار کرنے کی قوت۔ دنیا و آخرت میں مخلوق خدا کی منزلوں میں فرق و تفاوت اسی قدر ہوتا ہے۔ جس قدر ان میں دو امور میں تفاوت ہوتا ہے۔ اور انہیں دو امور کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کی تعریف و توصیف فرمائی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

واذکر عبادنا ابراھیم و اسحاق و یعقوب اولی الایدی۔ والابصار۔ (ص)	اور اے پیغمبر! ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو یاد کرو۔ وہ ہاتھوں اور آنکھوں والے تھے۔

اولی الایدی (قوت) سے مراد یہی تنفیذِ حق کی قوت ہے اور الابصار سے دینی بصیرت مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کی مدح و توصیف۔ ادراک حق۔ اور تنفیذ حق کے کمال کی وجہ سے کی ہے۔

ان دو امور کے لحاظ سے لوگوں کی چار قسمیں ہیں۔ انبیائے کرام ان میں سے اعلیٰ ترین و اشرف ترین قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔

دوسری قسم کے لوگ وہ ہیں۔ جو بالکل ان لوگوں کے برعکس۔ اور ان کی ضد ہیں۔ نہ انہیں دین کی بصیرت حاصل ہوتی ہے۔ نہ تنفیذ حق کی قوت۔ اور دنیا میں۔ زیادہ تر مخلوق اسی قسم کی ہے۔ ایسے لوگوں کو دیکھنے سے آنکھوں میں چبھن ہوتا ہے۔ روح کو بخار۔ اور قلب کو بیماری لاحق ہو جاتی ہے۔ ایسے لوگ بستیوں کو تنگ کر دیتے ہیں۔ بازاروں میں نرخ بڑھا دیتے ہیں۔ ان کی صحبت سے ذلت و رسوائی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔

تیسری قسم کے لوگ وہ ہیں جو رشد و ہدایت کی بصیرت و معرفت تو رکھتے ہیں لیکن کچھ

Marfat.com

ایسے کمزور واقع ہوئے ہیں کہ تنقید حق۔ اور دعوت الی الحق کی قوت نہیں رکھتے۔ ایسے لوگ ضعیف قسم کے مومن ہوتے ہیں۔ اور قوی مومن اللہ تعالیٰ کے نزدیک ضعیف سے زیادہ بہتر اور زیادہ محبوب ہوتا ہے۔

چوتھی قسم کے لوگ وہ ہیں۔ جو قوی۔ صاحب قوت۔ صاحب عزیمت و ہمت تو ہیں۔ لیکن دینی بصیرت میں کمزور ہوتے ہیں۔ ان میں اس کی تمیز ہی نہیں ہوتی۔ کہ وہ پہچان سکیں کہ اولیاء الرحمٰن کون ہیں ؟ اور اولیاء الشیطان کون ہیں ؟ بلکہ ہر کالی چیز ان کے نزدیک کھجور ہوتی ہے۔ ہر سفید چیز چربی۔ یہ لوگ ورم کو چربی کا اضافہ۔ اور اگر کوئی نفع بخش دوا پیش کی جاتی ہے تو اسے زہر سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگوں میں امامت فی الدین کی صلاحیت قطعاً نہیں ہوتی۔ اور واقعہ یہ ہے کہ سوائے پہلی قسم کے لوگوں کے کسی میں بھی امامت فی الدین کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ چنانچہ سورۃ الم سجدہ کے اندر ارشاد ہے۔

و جعلنا منهم ائمة يهدون بامرنا لما صبروا و كانوا بآياتنا يوقنون ۔

(الم سجدہ)

اور ہم نے بنی اسرائیل میں سے پیشوا بنائے تھے۔ جو ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے۔ جبکہ وہ ایذاؤں پر صبر کرتے رہے۔ اور ہماری آیتوں کا یقین بھی رکھتے تھے۔

اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ ان حضرات نے صبر و یقین کے ذریعہ امامت فی الدین کا درجہ حاصل کیا ہے۔ اور خاسرین کی جماعت سے صرف انہی حضرات کو اللہ تعالیٰ نے مستثنیٰ فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ پہلے اس زمانے کی قسم کھاتا ہے۔ جس میں خاسرین اپنے خسران اور گھاٹے کی کوششیں کرتے ہیں۔ اور رابحین اپنے ربح اور منافع کی تحصیل کی کوششیں کرتے ہیں۔ اور قسم کے بعد فرماتا ہے۔ ان لوگوں کے سوا تمام خسران و لوٹے میں ہیں۔ چنانچہ فرماتا ہے۔

و العصر ان الانسان لفی خسر الا الذين آمنوا و عملوا الصالحات و تواصوا بالحق و تواصوا بالصبر ۔

(العصر)

قسم ہے زمانے کی۔ آدمی گھاٹے میں ہیں۔ مگر وہ جو ایمان لائے۔ اور انہوں نے نیک عمل کئے۔ ایک دوسرے کو حق کی ہدایت کرتے رہے۔ اور ایک دوسرے کو صبر کی ہدایت کرتے رہے وہ البتہ گھاٹے میں نہیں ہیں۔

یہاں اللہ تعالیٰ صرف ایمان و معرفت۔ اور صبر علی الحق پر اکتفا نہیں فرماتا۔ بلکہ فرماتا

ہے۔ایک دوسرے کو حق و صبر کی وصیت و تلقین کریں۔ اور ایک دوسرے کی ہدایت و راہ نمائی کرتے رہیں۔ اور ان کو حق و صبر پر آمادہ کریں۔

جب یہ معلوم ہو گیا کہ ایسے لوگوں کے سوا تمام خسران و ٹوٹے میں ہیں۔ یہ تو معلوم ہی ہے۔ کہ معاصی اور گناہ بصیرۃ قلب کو ضائع کر دیتے ہیں۔ گناہ کرنے والے جیسا چاہیئے ادراک حق سے بھی محروم ہو جاتے ہیں۔ گناہ کرنے والوں کی تمام قوتیں۔ عزیمتیں۔ ہمتیں پست اور کمزور ہو جاتی ہیں۔ اور اس لئے وہ حق کے لئے صبر و ثبات کی طاقت ہی اپنے اندر نہیں رکھتے۔ بلکہ معاصی کا حملہ اور وار قلوب پر ہر وقت جاری رہتا ہے۔ تا آنکہ اس کی قوت مدرکہ بالکل دوسری راہ اختیار کر لیتی ہے۔ اور جس طرح اس کے اعمال و افعال کی راہ دوسری سمت جاتی ہے۔ اس کی راہ بھی غلط اور کج ہوتی جاتی ہے۔ اور پھر اس کی یہ حالت ہو جاتی ہے۔ کہ باطل کو حق سمجھتا ہے۔ اور حق کو باطل۔ معروف کو منکر سمجھنے لگتا ہے۔ اور منکر کو معروف۔ اور جب وہ غلط راہ پر بلا کسی رکاوٹ کے چل کھڑا ہوا تو اب وہ سفر الی اللہ۔ سفر الی دار الآخرت سے بالکل ٹھیک جاتا ہے۔ اور حزب باطل پرست۔ رذی الاخلاق اور رذی الاعمال لوگوں کے مستقر کی طرف سرپٹ دوڑا چلا جاتا ہے۔ جو صرف دنیا کی زندگی پر قناعت کئے ہوئے ہیں۔ اور اسی پر مطمئن ہیں اور جو اللہ تعالیٰ۔ اور اس کی آیات سے بالکل غافل۔ بے خبر اور لقائے الٰہی سے بالکل محروم ہو چکے ہیں۔

اگر معاصی و گناہوں کی سزا۔ اور کچھ نہ ہو۔ اور صرف اتنی ہی ہو تو کافی وافی ہے۔ اتنی ہی عقوبت کا تصور دعوت دیتا ہے کہ انسان معاصی اور گناہوں سے پوری طرح اجتناب کرے۔ اور خدا کی نافرمانی قطعاً ترک کر دے۔ واللہ المستعان۔

طاعت و عبادت قلب کو روشن کرتی ہے۔ قلب کو جلا دیتی ہے۔ غبار قلب منقل کر کے منور و چمکدار۔ قوی اور مضبوط کرتی ہے۔ جب طاعت و عبادت کی کثرت سے قلب صاف و شفاف۔ نورانی چمکدار۔ اور آئینہ کی طرح عکس ریز ہو جاتا ہے۔ تو اس کے اثرات عجیب و غریب ظاہر ہوا کرتے ہیں۔ اس قسم کے قلب والے آدمی کے پاس اگر کبھی شیطان پہنچ جاتا ہے تو اس کا نور اور اس کے قلب کی روشنی کا پرتو شیاطین پر اس طرح اثر انداز ہوتا ہے۔ جس طرح آسمان کے فرشتوں کی باتیں چرانے والے شیاطین پر شہاب ثاقب ٹوٹنے سے ہوتا ہے۔ اس قسم کے قلوب سے شیاطین اس قدر ڈرتے ہیں۔ جس قدر شیر سے بھیڑیا ڈرتا ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ

Marfat.com

لیسا اوقات روشن قلب انسان شیاطین کو پچھاڑ دیتا ہے۔ دوسرے شیاطین ہمدردی کے لئے دوڑ پڑتے ہیں۔ اور ایک دوسرے سے اس کی وجہ دریافت کرنے لگ جاتے ہیں کہ کیا ہوا ؟ جواب ملتا ہے کہ کسی انسان نے اسے پچھاڑ دیا ہے۔ اسے کسی انسان کی نظر لگ گئی ہے۔

فیا نظرۃ من قلب حر منور — یکاد لها الشیطان بالنور یحرق

کیا کہنا ہے۔ نورانی قلب کی نظر و نگاہ کا — کہ اس کے نور سے شیطان بھی جلنے لگتا ہے۔

کیا یہ روشن۔ نورانی قلب۔ اور وہ تاریک و سیاہ قلب برابر ہو سکتے ہیں ؟ کہ جس کی امیدیں تاریک۔ جس کی خواہشات خبیثہ بے شمار۔ جس کو شیطان اپنا ٹھکانا اور گھر بنا چکا ہے۔ اور ہر صبح کو اٹھتے ہی اسے یہ مبارک باد پیش کرتا ہے۔ کہ اے خانہ خراب جس کی دنیا اور آخرت دونوں خراب گئیں۔ مری جان تجھ پہ فدا۔

انا قرنیك فی الدنیا و فی الحشر بعد — ها فانت قرین لی بکل مکان

میں دنیا۔ اور اس کے بعد حشر میں بھی تیرا ساتھی — ہوں۔ اور تو ہر جگہ میرا ساتھی ہے۔

فان کنت فی دار الشقاء فانی — وانت جمیعا فی شقاو هوان

اگر تو شقاوت و بدبختی کے گھر میں جائے تو — ہیں اور تو دونوں شقاوت۔ اور رسوائی

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ — کے شریک حال ہیں۔

ومن یعش عن ذکر الرحمٰن — اور جو شخص رحمٰن کی یاد سے غافل ہو کر

نقیض له شیطانا فهو له قرین — زندگی بسر کرتا ہے۔ ہم اس پر ایک

وانهم لیصدونهم عن — شیطان تعینات کر دیا کرتے ہیں۔ اور وہ

السبیل و یحسبون انهم — اس کے ساتھ رہتا ہے۔ اور باوجودیکہ

مهتدون حتی اذا جائنا — شیاطین گنہگاروں کو راہ سے بھٹکا دیتے

قال یا لیت بینی و بینك — ہیں۔ تاہم گنہگار اپنے تئیں خیال کرتے

بعد المشرقین — ہیں۔ کہ وہ راہ راست پر ہیں۔ یہاں تک

فبئس القرین — کہ جب گنہگار ہمارے حضور میں حاضر

ولن ینفعکم الیوم — ہوگا۔ تو شیطان کو دیکھ کر کہے گا۔ اے کاش

اذ ظلمتم انکم فی العذاب — مجھ میں اور تجھ میں پورب اور پچھم کا فاصلہ ہوتا۔ تو

مشترکون : (زخرف) — برا ساتھی ہے۔ چونکہ تم نے (دنیا میں)

Marfat.com

نافرمانی کی ہے (اس لئے) عذاب میں بھی تم
دونوں ایک دوسرے کے شریک حال ہو۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ یہ خبر دیتا ہے کہ رحمٰن کے ذکر کو یعنی قرآن حکیم کو کہ جو اس کے رسول صلعم پر نازل فرمایا ہے اور جس میں برکتیں ہی برکتیں ہیں۔ جس نے بھلا دیا۔ اور اعراض کیا۔ اس کے پڑھنے سے آنکھیں بند کر لیں۔ اس کی فہم و بصیرۃ۔ اور اس پر غور و تدبر کرنے سے اور اس سے مراد الٰہی کے سمجھنے سے آنکھیں پھیر لیں۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی سزا یہ دیتا ہے کہ اس پر اس کے شیطان کو مسلط کر دیتا ہے۔ اور وہ اس کا ایسا رفیق و ساتھی بن جاتا ہے کہ نہ حضر میں اس کا ساتھ چھوڑتا ہے۔ نہ سفر میں۔ نہ گھر میں۔ نہ باہر۔ یہی اس کا مولیٰ۔ دوست۔ رفیق۔ ساتھی اور کنبہ دار بن جاتا ہے۔ فبئس المولیٰ۔ و بئس العشیر۔

وضیعا لبان ثدی ام تقاسما بأسحم داج عوض لا یتفرق

ایک ہی ماں کی چھاتیوں سے دودھ پینے والے مستقبل میں کبھی متفرق نہیں ہو سکتے۔

پھر خدا یہ خبر دیتا ہے کہ جو راہ کہ خدا اور خدا کی جنت کی طرف جاتی ہے شیطان اپنے رفیق کو اس سے بھٹکا دیتا ہے۔ اور دور پھینک دیتا ہے۔ اور اس پر بھی یہ گمراہ اپنے کو رشد و ہدایت کا علمبردار سمجھتا ہے۔ تا آنکہ جب یہ دونوں کے دونوں قیامت کے دن پروردگار عالم کے حضور میں حاضر ہوں گے۔ یہ اپنے شیطان کو دیکھ کر کہے گا۔

یالیتنی بینی و بینک بعد المشرقین کاش میرے اور تیرے درمیان مشرق و مغرب کی دوری ہوتی۔

ارے او شیطان تو نے دنیا میں بھی میرا ساتھ نہ چھوڑا۔ اور مجھے راہ حق سے بھٹکا دیا۔ ہدایت و رشد سے دور کر دیا۔ تا آنکہ مجھے ہلاک کر دیا۔ اور آج بھی تو میرا ساتھ نہیں چھوڑتا؟

یہ قاعدہ ہے کہ کوئی مصیبت زدہ آدمی کسی دوسرے کو اس مصیبت میں پھنسا دیکھتا ہے۔ تو ایک گونہ اسے تسلی ہو جاتی ہے کہ یہ بھی اسی بلاء میں مبتلا ہے۔ جس میں میں مبتلا ہوں۔ لیکن اللہ تعالیٰ اس آیت میں یہ خبر دیتا ہے۔ کہ یہاں اس کو اس قسم کی تسلی بھی میسر نہیں ہو گی۔

ایک ساتھی اپنے ساتھی کو اپنی مصیبت میں شریک پاتا ہے۔ تو اسے ایک گونہ راحت۔ فرحت اور تسلی ہوتی ہے۔ جیسا کہ حضرت خنساءؓ نے اپنے بھائی صخر کی موت

Marfat.com

پر کہا ہے۔

ولولا کثرۃ الباکین حولی — علی اخوانھم لقتلت نفسی

اگر میرے اردگرد اپنے بھائیوں پر رونے والوں کی کثرت نہ ہوتی تو میں اپنی جان کو ہلاک کر لیتی۔

وما یبکون مثل اخی و لکن — اعزی النفس عنہ بالتأسی

اور گو وہ لوگ میرے بھائی جیسے لوگوں پر نہیں روتے۔ لیکن پھر بھی نفس کو کچھ نہ کچھ تسلی ضرور ہو جاتی ہے۔

الا یا صخر لا انساک حتی — افارق عیشتی و رود رمسی

اے صخر! میں تمہیں اس وقت تک نہیں بھولوں گی۔ جب تک کہ میں زندہ ہوں۔ اور میری لاش قبر میں نہ جائے گی۔

ذیل کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے صاف صاف فرما دیا ہے۔ کہ اہل دوزخ کو اس قسم کی تسلی بھی نصیب نہیں ہوگی

ولن ینفعکم الیوم اذ ظلمتم انکم فی العذاب مشترکون۔

فصل

معاصی شیطان کے اسلحہ ہیں۔ گنہگار آدمی اپنے دشمن کو یہ اسلحہ خود مہیا کر دیتا ہے معاصی شیطان کی فوج ہے جس کے ذریعہ وہ انسان کے مقابلہ میں جنگ کرنے میں کامیاب ہوتا ہے۔ قلب انسانی حزب اللہ اور حزب الشیطان کی آماجگاہ ہے۔

معاصی کی یہ بھی ایک سزا ہے۔ کہ انسان خود اپنے دشمن شیطان کو اپنے خلاف اسلحہ مہیا کر دیتا ہے۔ جن کے ذریعہ وہ اس پر ظفریاب ہوتا ہے۔ گناہ شیطان کا ایسا لشکر ہے کہ وہ اس کے ذریعہ انسان کے خلاف لڑتا اور اس پر غالب آتا ہے۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ انسان کا اللہ تعالےٰ نے کچھ ایسے دشمن سے پالا ڈالا ہے! جو چشم زدن کے لئے بھی اس سے علیحدہ نہیں ہوتا۔ سوتا ہے تو وہ اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور جاگتا ہے تو اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ انسان سو جاتا ہے لیکن شیطان نہیں سوتا۔ انسان غافل اور بے خبر ہو جاتا ہے۔ لیکن شیطان غافل اور بے خبر نہیں ہوتا۔ انسان

Marfat.com

شیطان کے کنبے کو نہیں دیکھتا۔ لیکن شیطان اسے اور اس کے سارے کنبہ کو دیکھتا ہے۔ اور تاک میں لگا رہتا ہے۔ اور ہر حالت میں وہ اپنی عداوت کا کام کرتا رہتا ہے۔ مکر۔ فریب۔ دھوکا بازی۔ دھوکا دہی میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتا۔ اور جہاں کہیں شیطان اسے لے جانا چاہتا ہے۔ گھسیٹ لے جاتا ہے۔ اور مقررہ جگہ پر پہنچا ہی دیتا ہے۔ اور انسان پر غلبہ پانے کے لئے وہ اپنے ابناء جنس شیاطین انس و جن کی پوری پوری مدد حاصل کر لیتا ہے۔ شیطان نے انسان کو گمراہ کرنے کے لئے غوائل و ضلالت کے پھندے ہر جانب ڈال رکھے ہیں۔ اور شرک باللہ کی نہایت ترکیب سے نشر و اشاعت کرتے رہتے ہیں۔ ہر زمین پر ہر گلی کوچہ میں دام تزویر بچھائے بیٹھے رہتے ہیں۔ سب سے بڑا شیطان اپنے اعوان و انصار اور دیگر شیاطین کو ہر طرح ورغلاتا ہے۔ کہ دیکھنا یہ انسان تمہارا اور تمہارے باپ دادا کا ازلی دشمن ہے۔ کسی طرح بھی یہ تمہارے داؤ سے بچنے نہ پائے۔ کسی طرح بھی ایسا نہ ہونے پائے کہ یہ تو جنت میں جائے۔ اور تم دوزخ کا ایندھن بنو۔ رحمت اس کے حصہ میں جائے اور تمہارے حصہ میں لعنت ہو۔ تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ میں نے اور تم نے اس کی وجہ سے کیسی کیسی ذلتیں برداشت کی ہیں۔ ہمارے لئے لعنت۔ پھٹکار اور رحمت خداوندی سے بُعد کا اصل سبب یہی انسان ہے۔ پوری پوری کوشش کرو تاکہ اس مصیبت و ابتلاء میں انسان بھی تمہارا شریک و ساتھی بن کر رہے۔ انسانوں کے نیک اور صالح بندوں نے جنت میں ہم کو اپنا شریک و ساتھی نہیں رہنے دیا۔ تو تم بھی اسے جنت میں چین سے کیوں رہنے دو؟ جہنم کا ساتھی بنا چھوڑو۔

اللہ تعالےٰ کو یہ علم تھا کہ آدم اور آدم کی اولاد اس سخت ترین دشمن سے دوچار ہے۔ اور شیطان ان پر پوری طرح مسلط ہے۔ اس نے انسان کی امداد و اعانت فرمائی۔ اور بڑی بڑی فوجیں اس کے زیر کمان دیدیں۔ تاکہ وہ اپنے اس ازلی دشمن کا پوری قوت سے مقابلہ کرے۔ ساتھ ہی ساتھ انسان کے دشمن شیطان کی بھی بڑے بڑے لشکر دے کر مدد کی۔ تاکہ اولاد آدم کے ساتھ پورا پورا مقابلہ کرے۔ اور اس دنیا کو جو آخرت کے مقابلہ میں ایک سانس۔ اور ایک لمحہ کی سی حیثیت رکھتی ہے۔ جہاد کا میدان قرار دیا۔ تاکہ اولاد آدم زندگی بھر اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں جہاد کرتا رہے۔

Marfat.com

ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ۔ یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون ویقتلون : (توبہ)

اللہ نے ایمان والوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لئے ہیں کہ ان کے بدلے ان کو جنت دے گا۔ یہ لوگ (جان و مال کی پرواہ نہ کر کے) اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں۔ تو دشمن کو مارتے اور خود مارے جاتے ہیں۔

اور پھر اس نے یہ بھی خبر پہنچا دی کہ جنت کا وعدہ بالکل پختہ وعدہ ہے۔ کبھی اس کے خلاف نہ ہوگا۔ اپنی بڑی بڑی کتابوں میں "تورات" "انجیل" "قرآن حکیم" میں اس وعدے کو پوری پختگی کے ساتھ خدا نے دہرایا۔ اور پھر اس نے یہ بھی فرما دیا کہ وعدے کا ایفاء کرنے والا خدا کی ذات سے بڑھ کر کوئی ہو نہیں سکتا۔

اور پھر اللہ تعالیٰ نے فرما دیا کہ جو لوگ اس سودے کی قدر کریں گے۔ ان کو میں جنت کی خوش خبری سناتا ہوں۔

اب یہ بندوں کا فرض ہے کہ وہ سوچیں۔ اور غور کریں۔ کہ سودا کون کر رہا ہے؟ خریدار کون ہے؟ اور اس بیش بہا سامان کی قیمت کیا مل رہی ہے؟ سودا کس کے ہاتھ کیا جا رہا ہے؟ ان تمام باتوں پر غور کریں۔ اور سوچیں۔ کہ اس سے بڑھ کر کونسی فلاح اسے میسر آسکتی ہے۔ اور کونسی تجارت اس سے زیادہ سود مند اسے مل سکتی ہے؟

اور پھر اللہ تعالیٰ نے پورے وثوق کے ساتھ مومن بندوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

یاایھا الذین آمنوا۔ ھل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم:؟ تؤمنون باللہ ورسولہ۔ وتجاھدون فی سبیل اللہ باموالکم وانفسکم ذالکم خیرلکم ان کنتم تعلمون۔ یغفرلکم ذنوبکم ویدخلکم جنات تجری من تحتھا الانھار ومساکن

اے ایمان والو! میں تم کو ایسی سوداگری بتاؤں؟ جو تم کو عذاب دردناک سے بچالے۔ خدا اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ خدا کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جانیں لڑا دو۔ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ بشرطیکہ تم کو سمجھ ہو۔ خدا تمہارے گناہ معاف کرے گا۔ اور تم کو بہشت کے باغوں میں لے

Marfat.com

طیبۃ فی جنات عدن ذالک الفوز العظیم : و اخری تحبونھا۔ نصر من اللہ و فتح قریب ۔ و بشر المؤمنین ۔

(الصف)

جاداخل کرے گا۔ جن کے تلے نہریں بہ رہی ہوں گی۔ اور عمدہ مکانات ہمیشہ باقی رہنے کے باغوں میں ہوں گے۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور ایک اور نعمتیں بھی ہیں۔ جن کو تم پسند کرتے ہو۔ خدا کی جانب سے تمہیں مدد ملے گی۔ اور تم عنقریب ملک فتح کروگے۔ مسلمانوں کو خوشخبری سنا دو۔

اللہ تعالیٰ کی یہ مخصوص عنایت ہے۔ کہ وہ اپنے مومن بندوں پر شیطان کو مسلط نہیں ہونے دیتا۔ مومن بندہ ساری مخلوق سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے۔ اور اس لئے محبوب ترین عمل یعنی "جہاد" اس پر لازم کر دیا۔ اور اس محبوب ترین عمل کا انجام دینے والا ساری مخلوق سے زیادہ بلند مرتبہ۔ ارفع و اعلیٰ شان کا مالک گردانا گیا۔ جہاد تقرب الٰہی کا سب سے بڑا وسیلہ اور ذریعہ ہے۔ اور اس لئے جہاد و جنگ کا مقدس علم اس نے اسی کے ہاتھ میں دے دیا۔ جو ساری مخلوق میں مخصوص و ممتاز درجہ کا حامل ہے۔ اور وہ انسان کا قلب ہے۔ قلب ہی معرفت الٰہی۔ محبت خداوندی۔ عبودیت و اخلاص۔ توکل و انابت کا محل اور مقام ہے۔ اور اس لئے اسی کے ہاتھ میں اس جنگ کی باگ ڈور دے دی۔ اور قیادت سپرد کی گئی۔ اور پھر فرشتوں کا لشکر اس کے ساتھ کر دیا۔ کہ کسی حال میں بھی وہ مومن بندے سے علیحدہ نہ ہوں۔

لہ معقبات من بین یدیہ و من خلفہ یحفظونہ من امر اللہ ۔

(رعد)

اس کے آگے۔ اور اس کے پیچھے باری باری سے موکل لگے رہتے ہیں۔ جو بامر الٰہی اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

یعنی ایک کے پیچھے ایک لشکر کے فوجی دستے چلے آتے ہیں۔ ایک لشکر آیا۔ اور یہ گیا تو دوسرا آیا۔ وہ گیا تو اس کی جگہ تیسرا آیا۔ ایک طرف لشکروں کا ورود ہو رہا ہے۔ دوسری طرف میدان جہاد میں اسے ثابت قدمی کی برکتیں عطا فرماتا ہے۔ اور خیر و فلاح کی بشارتیں بھیجتا ہے۔ اور انعامات و اکرامات کے بڑے بڑے وعدے فرماتا ہے۔ صبر و ثبات کی تاکید کرتا ہے۔ اور بار بار اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے کہتے ہیں۔ گھڑی بھر صبر کر لو۔ اور ابدی

دائمی استراحت۔ اور الغامات لم یزلی کے مالک بن جاؤ۔

اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی امداد کے لئے ایک اور لشکر بھیج دیا۔ یعنی وحی۔ کلام کا لشکر بھیجا۔ اور اپنا رسول بھیجا۔ اس رسول پر اپنی کتاب بھیجی۔ ایک طاقت کے بعد دوسری طاقت ایک مدد کے بعد دوسری مدد۔ ایک اعانت کے بعد دوسری اعانت کا سلسلہ اس نے جاری رکھا۔ ان اعانتوں کے بعد یہ انعام کیا۔ کہ عقل کو اس کا وزیر اور مدبر۔ معرفت حق کے لئے اس کا مشیر و ناصح مقرر کر دیا۔ ایمان دیا کہ ثابت قدم رہ کر عملی اقدام کرے۔ اور ہمیشہ اس کا مؤید و ناصر بنا رہے۔ یقین عطا فرمایا۔ تاکہ حقیقت امر پوری طرح اس پر واضح ہو جائے۔ اور اس طرح واضح ہو جائے کہ دشمنوں کے مقابلہ میں جہاد کرنے پر جو خدا نے وعدے کئے ہیں۔ ان پر ایسا یقین رکھے کہ گویا موعودہ چیزوں کو وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔

عقل بندے کی عسکری تنظیم کا قائد ہے۔ اور معرفت۔ امور جنگ۔ اسباب حرب۔ اور مواقع جنگ کا ناظم۔ اور ایمان ثابت قدمی کے شعبہ کا محافظ۔ کہ ہمہ وقت اس کے اندر صبر و ثبات کی روح پھونکتا رہتا ہے۔ اور یقین۔ جذبات جہاد کو برافروختہ اور بیدار کرنے والا واعظ ہے۔ تاکہ پوری قوت سے دشمنوں پر ٹوٹ پڑے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے دوسری ظاہری۔ باطنی امداد سے بھی اسے نوازا۔ تاکہ پوری پوری استعداد کا بلیت سے جہاد کا فرض انجام دیوے۔ آنکھ کو مقدمۃ الجیش گردانا۔ کانوں کو خبر رساں دستہ قرار دیا۔ اور زبان کو اس دستہ کا ترجمان۔ اور ہاتھوں اور پاؤں کو اعوان و انصار گردانا۔ اور پھر فرشتوں۔ اور حاملین عرش کو ان کی پشت پر کھڑا کر دیا کہ اس کے حق میں دعاء و استغفار کرتے رہیں۔ کہ گناہوں لغزشوں سے اعلیٰ تعالیٰ اسے محفوظ رکھے۔ اسے جنت کا حقدار گردانے اور پھر حقیقی مدافعت و دفاع کا کام اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ہاتھ میں رکھا۔ فرمایا

اولائک حزب اللہ۔ الا ان حزب اللہ ھم المفلحون: (مجادلہ)	یہ خدائی گروہ ہے۔ سنو جی! خدائی گروہ ہی آخر کار فلاح پائے گا۔

اور یہی گروہ حزب اللہ کہا جاتا ہے۔ جو ہمیشہ غالب و منصور رہتا ہے۔

وان جندنا لھم الغالبون (صافات) اور بے شک ہمارا لشکر ضرور غالب آکر رہے گا۔

اور پھر خدا نے اپنے بندوں کو جہاد کی کیفیت اور طریقہ سکھلایا کہ کس طرح بندے جہاد کریں؟

Marfat.com

اور چار ہی کلمات میں کیفیت جہاد کو واضح کر دیا۔ فرمایا

یاایھا الذین آمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون :

مسلمانو! خدا کی راہ میں جو تکلیفیں پیش آئیں۔ برداشت کرو۔ اور ایکدوسرے کو صبر کی تعلیم دو۔ اور آپس میں بھی مل جل کر رہو۔ اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم مراد کو پہنچو۔

یہ وہ چار چیزیں ہیں۔ جن کے بغیر جہاد انجام ہی نہیں پا سکتا۔ صبر دشمن کے مقابلہ میں صبر و ثبات۔ اور استقلال سے حاصل ہوتا ہے۔ دشمن سے مقابلہ کرنے کی صورت یہی ہے کہ پوری ہمت و صبر سے اس کی مقاومت اور مقابلہ کیا جائے اور ہر ممکن طریقہ سے اسے پسپا کر دیا جائے۔

جب صبر و ثبات کے ذریعہ دشمن کے مقابلہ میں کامیاب ہو جائے۔ تو پھر اسے ایک دوسری چیز کی ضرورت رہتی ہے اور وہ یہ کہ آئندہ کے لئے دشمن سے اپنا تحفظ کر لیا جائے۔ اور اس لئے سرحدوں کا تحفظ لازمی چیز ہے اور اسکی شکل یہ ہے کہ قلب کے مورچوں اور ناکوں کی پوری پوری نگرانی کی جائے۔ تاکہ دشمن ان مورچوں کے ذریعہ اندر گھس نہ آئے۔ آنکھ۔ کان۔ زبان۔ شکم۔ ہاتھ۔ پاؤں یہ تمام ناکے ہیں۔ ان کی پوری پوری حفاظت کی جائے۔ دشمن ان ناکوں کی تاک میں لگا رہتا ہے۔ اور پوری ہوشیاری سے حالات کا تجسس کرتا رہتا ہے اور نہایت خاموشی سے اندر گھس آتا ہے اور جو کچھ شہروں اور آبادیوں میں پاتا ہے۔ تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ ان مورچوں اور ناکوں کی حفاظت اور عسکری نگرانی کی صورت یہ ہے کہ مورچوں اور ناکوں کا پوری طرح ہوشیاری سے التزام کیا جائے اور کسی طرح بھی انہیں خالی نہ چھوڑا جائے۔ دشمن ان ناکوں کے قریب بھی نہ پہنچنے پائے۔ ناکوں سے ذرا بھی غفلت برتی جائے گی۔ دشمن اندر گھس پڑے گا۔

غور کرو۔ آنحضرت صلعم کے صحابہ جو کہ انبیاء کرام۔ اور مرسلین عظام کے بعد سب سے اعلیٰ۔ افضل مرتبہ کے حامل تھے۔ اور شیطان رجیم سے بالکل محفوظ تھے۔ جن کی حفاظت و حراست اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ کر رہا تھا۔ لیکن جنگ احد کے موقع پر اس مورچہ اور ناکہ سے غفلت برتی گئی۔ جس کی حفاظت کا آنحضرت صلعم نے حکم دیا تھا۔ اور تاکید فرمائی تھی کہ کسی حال میں بھی اس مورچہ سے نہ ہٹنا۔ جس کا انجام یہ نکلا کہ دشمن وہاں سے گھس پڑا۔ اور جو کچھ ہونا تھا ہوا۔

اور ان تین چیزوں کی اصل و اساس تقویٰ ہے۔ دشمن کے مقابلہ میں صبر و ثبات۔ اور مورچوں کا تحفظ اسی وقت ممکن ہے۔ جب کہ تقویٰ موجود ہو۔

اب تم ہر دو متقابل لشکر کے تصادم پر غور کرو۔ تم دشمن پر کس طرح غالب آتے

ہو؟ اور پھر دشمن کس طرح تم پر غالب آتا ہے ؟ کفر و الحاد کا بادشاہ اپنا لاؤ۔ لشکر لے کر تم پر حملے کی تیاریاں کرتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ انسان کا قلب اپنی کرسی مملکت پر ایک محفوظ قلعے میں بیٹھا ہوا ہے۔ اس کے اعوان و انصار پوری طرح اس کے احکام کی تعمیل کر رہے ہیں۔ اس کا لشکر پوری دیانت داری کے ساتھ اس کی حفاظت کر رہا ہے اور اس کے دشمنوں سے نہایت فراخ حوصلگی کے ساتھ لڑ رہا ہے۔ اس کی عزت و حرمت اور دشمنوں کی مدافعت میں پوری سرگرمی دکھا رہا ہے۔ اب وہ یہ دیکھتا ہے۔ کہ جب تک قلب کے امراء۔ رؤساء۔ لشکر اور لشکر کے سرداروں کو فریب و دھوکہ نہیں دیا جائے گا۔ اس کا مقابلہ ناممکن ہے۔ وہ دریافت کرتا ہے کہ قلب کے خواص اور لشکر کے خصوصی سردار کون کون ہیں ؟ اور اس کے مقرب بارگاہ کون کون ہیں ؟ اسے جواب ملتا ہے کہ نفس اس کا خاص الخاص معتمد علیہ ہے۔ یہ معلوم کر کے وہ اپنے اعوان و انصار کو حکم دیتا ہے۔ کہ اس کے نفس کو تم اپنے قابو میں لے آؤ۔ مختلف قسم کی خواہشات لے کر اس کے پاس پہنچو۔ اور اس کی محبت کے موقعے تلاش کرو۔ اور اسے جو چیزیں محبوب ہیں ان کی تلاش و جستجو کرو۔ اور اس سے بڑے بڑے وعدے کرو۔ اور بڑی بڑی امیدیں دلاؤ۔ اور اس کے محبوب کی صورت مختلف انداز میں اس کے اندر منقش کرو۔ اس کی بیداری کے وقت بھی اور سو جائے اس وقت بھی۔ جب نفس کو تمہارے وعدوں پر پورا پورا اطمینان ہو جائے۔ اور پوری طرح تمہاری باتوں پر مطمئن ہو جائے۔ تو پھر اس کے سامنے شہوات و خواہشات کی رسیاں اور کانٹے پھینکو۔ جب وہ پھنس جائے اور کانٹے کو پکڑ لے تو رسی اور ڈور کو کھینچو۔ جب نفس تمہارے فریب میں آ جائے۔ تو پھر آنکھیں۔ کان۔ زبان۔ منہ۔ ہاتھ پاؤں کے مورچوں پر قبضہ جمانے کی کوشش کرو۔ بہت جلد یہ مورچے تمہارے قبضہ میں آ جائیں گے۔ اس کے بعد پوری قوت سے تم ان مورچوں پر اپنی طاقت جما لو۔ اور پھر ان مورچوں کی راہ سے قلب تک پہنچ جاؤ۔ جب تم قلب تک پہنچ گئے۔ تو سمجھ لینا تم نے اسے مار لیا۔ تم اسے اپنا اسیر بنا لو یا پھر وہ تمہارے وار جھیل جھیل کر زخمی اور نیم جان ہو کر رہ جائے گا۔ یاد رکھو ان مورچوں کو تم کسی حال میں بھی نہ چھوڑنا۔ نہ انہیں خالی چھوڑنا۔ دشمن کی فوج یا اس کے کسی فوجی دستے کو ان مورچوں تک نہ پہنچنے دینا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ قلب تک پہنچ جائیں۔

۔ اور قلب پھر ان مورچوں کے ذریعہ تمہیں پیچھے دھکیل دیوے۔ اور مورچوں سے بے دخل کر دے۔ پھر جب تم ظفریاب ہو جاؤ تو دشمن کی فوجوں اور فوجی

Marfat.com

دستوں کو توڑ دو۔ کمزور کر دو۔ اور ان کی ہمتیں پست کر دو۔ تاکہ یہ یہاں سے اپنے فرمانروا یعنی قلب تک پہنچ نہ سکیں۔ اور اگر پہنچیں تو بے حیثیت ہو کر پہنچیں۔ ان مورچوں پر جب تم غلبہ پالو تو آنکھ کا مورچہ تاکو۔ اور اس پر قبضہ جما لو۔ نگاہ کو تم غور و فکر کا موقع نہ دو۔ بلکہ اسے لہو و لعب۔ تفریح۔ ظاہری خوبصورتی اور نمائشی مظاہر۔ اور کھیل کود میں لگا لو۔ اور اگر کبھی عبرت و تدبر کی جھلک اس تک پہنچ جائے۔ تو فوراً اسے غفلت۔ ظاہر پرستی اور شہوات کے جھمیلوں میں پھنسا دو۔ کیونکہ یہ چیزیں قلب کے قریب ہوتی ہیں۔ اور اس کا نفس ان چیزوں سے زیادہ وابستہ ہوتا ہے۔ اور یہ چیزیں بظاہر اسے زیادہ گراں بھی نہیں گزرتیں۔ دیکھو نگاہ کا مورچہ پوری طرح سنبھال لینا۔ تمہاری تمام آرزوئیں اس سے پوری ہو جائیں گی۔ میں نے گناہ ہی کے ذریعے آدم کی اولاد کو ہمیشہ خراب و تباہ کیا ہے نگاہ ہی کے ذریعہ اس کے قلب میں شہوت کے بیج ڈالتا ہوں۔ اور پھر تمناؤں اور آرزوؤں کا پانی دیتا ہوں اور طرح طرح کے وعدے کرتا ہوں اور طرح طرح کی تمناؤں کے میدان اس کے سامنے دھر دیتا ہوں۔ تاآنکہ اس کے اندر عزم و ارادے پیدا کر دیتا ہوں۔ اور پھر شہوات کی لگام چڑھا کر اسے عصمت کے تخت سے نیچے گرا دیتا ہوں۔ دیکھو اس مورچہ کو بھی کبھی نہ چھوڑنا۔ تا امکان اس مورچہ کو دشمن کے حق میں تباہ و برباد کر دو۔ اس کی اہمیت اس کے دل سے نکال دو۔ اور اسے یہ کہو کہ ارے او نظر اور نگاہ! تو یہ حسین و جمیل صورتیں دیکھ۔ یہ تو اپنے خالق و رازق کی یاد تازہ کر دیتی ہے۔ اس سے تو خدا۔ اور خدا کی صفات پر غور و تدبر کرنے کی راہیں کھلتی ہیں۔ خدا نے یہ صورتیں ہی اس لئے بنائی ہیں کہ انہیں ہم دیکھیں۔ اس لئے تو نہیں بنائیں کہ یہ ہم سے چھپائی جائیں۔ اور اگر کسی احمق بے وقوف سے پالا پڑ جائے تو اسے اس طرح فریب دو کہ ارے یہ صورتیں تو حق تعالیٰ کے مظاہر ہیں۔ اس کا جمال و خوبصورتی انہی مظاہر میں نمایاں ہوتی ہے۔ اس کے بعد اسے خالق و مخلوق کے لئے اتحاد و وحدت کی دعوت دو۔ اگر اتحاد و وحدت کی دعوت میں تمہیں کامیابی حاصل نہ ہو سکے تو حلول عام اور حلول خاص[1] کی وادیوں میں بھٹکا دو اور پوری کوشش کرو۔ اور کم از کم اس منزل

---

[1] مذہب اتحاد اور مذہب حلول میں فرق یہ ہے کہ اتحاد اس عقیدے کا نام ہے کہ خالق اور مخلوق اصلاً متحد ہو گئے کہ دونوں مل کر ایک ہو گئے۔ مخلوق کی حیثیت صرف اتنی ہی ہے کہ خالق کے ظاہر ہونے کے مظاہر ہیں۔ اور حلول کا یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں حلول کر آیا۔ اور حلول کی بھی دو قسمیں ہیں۔ حلول عام اور حلول خاص حلول عام یہ ہے کہ تمام مخلوق میں خدا حلول کر آیا۔ اور حلول خاص کے یہ معنی ہیں کہ کسی خاص مخلوق میں حلول کر آیا۔ غرض اتحاد و حلول دونوں مذہب غلط اور خلاف شرع ہیں۔

Marfat.com

تک تُرا سے تم ضرور پہنچا دو۔ اس سے وہ کم از کم نصاریٰ کا بھائی تو ضرور ہو جائے گا۔ جب وہ اس منزل تک پہنچ جائے۔ تو پھر تم اسے عفت و عصمت۔ اجتناب معاصی۔ عبادت زہد فی الدنیا کی تلقین کرو۔ اور جاہلوں کو ان کے پھندوں میں پھنسا دو۔ اور جب جاہل لوگ اس کا شکار بن جائیں گے تو پھر یہ میرا مقرب خلیفہ۔ اور میری فوج کا سردار بن جائے گا۔ بلکہ میں خود بھی اس کے لشکر کا ایک سپاہی بن جاؤں گا اور اس کے معاونین میں شریک ہو جاؤں گا۔

فصل

شیطان اور اس کا کنبہ کس طرح حق کو باطل اور باطل کو حق بنا کر پیش کرتا ہے؟ اور کس طرح انسان کو گمراہ کرتا ہے؟

پھر بڑا شیطان اپنے متبعین سے کہتا ہے۔ پھر تم کان کا مورچہ سنبھال لو جو تمہارے کاموں کو خراب کرے۔ ایسی کوئی بات اور کوئی چیز کانوں کے اندر گھسنے نہ پائے۔ پوری کوشش کرو۔ کہ باطل۔ فاسد۔ اور خراب باتوں کے سوا کوئی چیز اس مورچہ سے اندر جانے نہ پائے۔ باطل اور فاسد باتوں کو مزین۔ آراستہ۔ پیراستہ۔ ملیح و مقبول بنا کر نفس کے سامنے پیش کرنا کوئی بڑی مشکل بات نہیں۔ شیریں الفاظ۔ نرم کلامی اختیار کرو۔ اگر کچھ سمجھدار لوگوں سے پالا پڑ جائے تو سحر آفریں کلام اختیار کرو۔ اور گفتگو میں ایسی باتوں کی آمیزش کرو کہ نفس فوراً اسے قبول کر لیوے۔ پہلے تم ایک کلمہ۔ ایک جملہ پیش کرو۔ اور دیکھو وہ کان دھرتا ہے۔ تو دوسرا کلمہ۔ دوسرا جملہ پیش کرو۔ جب تم دیکھو کہ اس نے ایک بات اچھی سمجھ کر قبول کر لی۔ تو اس بات کو بار بار دہراؤ۔ اور دہراتے چلے جاؤ۔ اور پوری پوری نگرانی رکھو کہ اس مورچے سے اس کے پاس اللہ تعالیٰ کا کلام، رسول کی باتیں، یا ناصحین دین کی کوئی بات پہنچنے نہ پائے۔ اور اگر تم کبھی مغلوب ہی ہو جاؤ۔ اور اس تک کوئی نصیحت کی چیز پہنچ ہی جائے۔ تو تم دوسرا پینترا چلو۔ اس کے فہم و تدبر۔ غور و تفکر۔ نصیحت و موعظمت کے راستہ میں رکاوٹیں ڈالو۔ جو چیزیں اس کے خلاف ہوں۔ شاندار پیرایہ میں اس کے سامنے پیش کرو۔ اگر ایسی چیزیں تم نے اس کے سامنے قرینہ سے پیش کر دیں۔ تو فہم و تدبر کی راہ میں وہ حائل ہو جائیں گی۔ اور نفس فوراً اثر قبول کر لے گا۔ اور سمجھنے لگے گا کہ اللہ اور رسول کی باتیں تو بڑی بوجھل ہیں۔ ہم کس طرح اٹھا سکیں گے... ؟ یا نفس کو اس طرح ورغلاؤ کہ بہت معمولی بات

ہے۔ یا یہ سمجھاؤ کہ اس پر عمل کرنا تو ان لوگوں کا کام ہے۔ جو بڑے درجہ کے لوگ ہیں۔ اور لوگوں میں امتیازی درجہ رکھتے ہوں۔ معزز اور مقبول ہوں۔ ان مخلص بندوں کا کام ہے جو مقبولیت کے بلند مرتب کے حامل ہوں۔ اور ان مخصوص بندوں کے اوصاف کچھ ایسے بیان کئے جائیں کہ دنیا میں ان صفات کا آدمی میسر ہی نہ آسکے۔ اور یا پھر یہ کہو کہ بھائی! حق تو آج کل بالکل مہجور و متروک ہو چکا ہے۔ حق بات کہنے سے تو ساری دنیا دشمن بن جاتی ہے۔ اب تو کسی نہ کسی طرح لوگوں سے اپنا مطلب نکال لو۔ یہ اور اس قسم کی باتیں پیش کر کے اسے حق بات سے بھٹکا دو۔

غرض! یہ کہ شیاطین باطل کو مختلف قالبوں میں ڈھال کر نفس کے نزدیک مرغوب اور مقبول بنا دیتے ہیں۔ اور حق کو مکروہ قالب میں ڈھال کر ناقابل عمل بنا کر دور پھینک دیتے ہیں۔

اور اگر تمہیں شیاطین کے کارناموں کا کچھ اندازہ لگانا ہو تو تم ان شیاطین کے بھائی۔ انسانی شیاطین کے کارناموں پر غور کرو۔ کہ وہ امر بالمعروف۔ اور نہی عن المنکر کے عظیم الشان فریضے کو کس طرح لوگوں کی لغزشیں تلاش کر کے فضول باتوں میں الجھا دیتے ہیں۔ اور ناقابل برداشت مصائب کھڑے کر دیتے ہیں۔ اور کیا کیا فتنے پیدا کر دیتے ہیں۔ کس طرح اتباع سنت سے۔ اور صفات الٰہیہ سے جو خود خدا نے اپنے لئے بیان کی ہیں ہٹا کر تشبیہ۔ تجسیم اور تکییف وغیرہ قالبوں میں ڈھال دیتے ہیں؟ اور کہتے ہیں کہ علو اور استوی علی العرش کا مطلب یہ ہے کہ خدا بہ اعتبار تحیز اپنی مخلوقات سے متباین ہے۔ آسمان دنیا پر خدا کے نزول۔ اور من یسئلنی فاعطیہ (جو مجھ سے سوال کرتا ہے۔ میں اسے دیتا ہوں) کے معنی یہ کرتے ہیں۔ کہ خدا حرکت کرتا ہے۔ اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتا ہے۔ اور خدا نے اپنی ذات کے لئے جو ید (ہاتھ) اور وجہ (منہ) کہا ہے۔ اسے ویسا ہی منہ کہتے ہیں۔ جو انسان کا ہوا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے افعال کو حوادث اور اس کی صفات کو اعراض کہا کرتے ہیں۔ اور کچھ کلیات گھڑ لینے کے بعد اس سے غلط استدلال کرتے ہیں۔ اور اس غلط استدلال کے ذریعہ خدا نے جو اوصاف اپنی ذات کے لئے ثابت کئے ہیں۔ ان کی نفی کرتے ہیں۔ اور نا تجربہ کار، بے علم جہلاء کو تو ہم اور شکوک میں مبتلا کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں۔ کتاب اللہ اور سنت رسول نے جن صفات کا خدا کی ذات کے لئے اثبات کیا ہے۔ اس سے یہ سب باتیں لازم آتی ہیں۔ اور اس لئے بعینہٖ یہ صفات مراد نہیں۔ بلکہ کچھ اور مراد ہے۔ اس طرح وہ صفات الٰہیہ کو بالکل معطل کر کے اس تعطیل کو تنزیہہ۔ تقدیس اور تعظیم کے قالب میں ڈھال کر پیش کرتے ہیں۔

Marfat.com

اور یہ ظاہر ہے کہ دنیا میں اکثریت بے عقل لوگوں کی ہے۔ اور یہ کسی ایک چیز کو ایک لفظ کے ساتھ مان لیتے ہیں۔ اور دوسرے لفظ سے اس کی تردید کر دیتے ہیں۔ نہ ان کی عقل کا کوئی معیار ہے۔ نہ ان کی فہم و دانش کا۔ اس قسم کے لوگوں کے متعلق خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وکذالک جعلنا لکل نبی عدوًا۔ شیاطین الانس والجن۔ یوحی بعضھم الی بعض زخرف القول غرورا۔ (انعام)

اور اسی طرح ہم نے شریر آدمیوں اور جنوں کو ہر ایک نبی کا دشمن بنا دیا تھا کہ دھوکا دینے کی غرض سے ایک دوسرے کے کان میں چکنی چپڑی باتیں پھونکتے رہتے تھے۔

اس آیت میں اس قسم کی باتوں کو "زخرف" کہا گیا ہے۔ اور "زخرف" قول باطل کو کہتے ہیں۔ کیونکہ اس قسم کی باتیں کرنے والے اپنی باطل باتوں کو مزین۔ آراستہ کر کے پیش کرتے ہیں۔ اور باطل کی تزئین میں اپنا پورا زور خرچ کر ڈالتے ہیں۔ باطل کو عمدہ لباس پہنا کر فریب خوردہ لوگوں کے سامنے کچھ اس طرح پیش کرتے ہیں۔ کہ وہ دھوکہ کھائے بغیر نہیں رہتے۔

مقصود یہ ہے کہ شیطان پورے التزام سے کانوں کے ناکہ کی مورچہ بندی کرتا ہے۔ کہ کسی طرح بھی کوئی مفید اور نفع بخش بات انسان کے کانوں تک پہنچنے نہ پائے۔ حق بات کو کسی طرح بھی اس کے کانوں میں جانے نہ دیا جائے۔ اور وہی باتیں پہنچائی جائیں۔ جو انسان کے حق میں ضرر رساں ہوں۔ اگر کبھی بلا مقصد و ارادہ کوئی حق بات اور مفید چیز پہنچ بھی جائے تو بہ ہزار فریب باطل۔ فاسد باتیں القاء کر کے حق کو ناحق بنا دیا جائے۔

فصل

شیطان انسان پر ہر راستہ کو روک کر بیٹھا رہتا ہے۔

پھر یہ بڑا شیطان اپنے متبعین سے کہتا ہے۔ اب تم انسان کی زبان کے مورچہ پر قبضہ جما لو۔ کیونکہ زبان انسان کا ایک اہم۔ اور زبردست ناکہ ہے۔ یہ ایسا مورچہ ہے کہ بادشاہ (قلب) کے بالکل سامنے ہے۔ اس کی زبان سے تم ایسے الفاظ اور کلمات نکلواؤ کہ اس کے حق میں سراسر مضرت رساں ہوں۔ کسی حال میں بھی اس کے حق میں مفید نہ ہوں۔ ذکر الٰہی۔ استغفار۔ توبہ۔ انابت۔ تلاوت قرآن۔ نصائح۔ پند و موعظمت۔ تعلیم دین وغیرہ جو اس کے حق میں مفید ہوں۔

Marfat.com

اس کی زبان پر مت آنے دو۔ اگر تم اس مورچہ پر قابو پا لوگے۔ اور اس کی حفاظت کرو گے۔ تو تمہیں دو اہم عظیم الشان چیزیں مل جائیں گی۔ اور اگر دو میں سے ایک بھی حاصل ہو گئی تو بہت کچھ کامیابی حاصل ہو گی۔ اس لئے اس کی تحصیل کے لئے پوری پوری کوشش کرو۔

پہلی چیز یہ ہے کہ زبان پر باطل الفاظ اور فاسد کلمات کے سوا کوئی بات جاری نہ ہونے دو۔ بدزبانی اور بدگفتاری کرنے والا تمہارا بھائی ہے۔ تمہاری فوج کا سردار اور سرغنہ ہے۔ تمہارا بہت بڑا معاون اور مددگار ہے۔ اس کی پوری پوری قدر کرنا۔

دوسری چیز یہ ہے کہ تم اس کی زبان پر قابو پا لو گے تو وہ حق بات کہنے سے رک جائے گا۔ اور جو آدمی حق سے اپنی زبان روک لے۔ وہ تمہارا گونگا بھائی ہے۔ پہلی قسم کا آدمی تمہارا بدگفتار بھائی ہے۔ اور یہ تمہارا گونگا بھائی ہے۔ اور بسا اوقات بدگفتار بھائی کے مقابلہ میں گونگا بھائی تمہارے حق میں زیادہ مفید ہوتا ہے۔ کیا تم نے کسی واعظ ناصح کا مقولہ نہیں سنا؟

المتکلم بالباطل شیطان ناطق۔ والساکت عن الحق شیطان اخرس ۔

بدگفتار آدمی بولنے والا شیطان ہے۔ اور حق سے خاموش رہنے والا گونگا شیطان ہے۔

دیکھو میرے بیٹو! اس مورچہ پر اپنے گھوڑے باندھے رکھو۔ اور پوری قوت مہیا رکھو۔ اور پوری پوری اس کی حفاظت کرو۔ خیال رکھو اس کی زبان سے کوئی حق بات نکلنے نہ پائے۔ بدگفتاری ہی اس کی زبان سے جاری رہے۔ باطل فاسد باتیں خوب مزین۔ اور آراستہ کر کے سامنے دہراتے رہو۔ تاکہ بدگفتاری جاری رہے۔ حق بات سے اس کی زبان کو روک دو۔ اور اسے ڈراؤ کہ دیکھو حق بات زبان سے نکالی اور مارے گئے۔ میرے پیارے بیٹو! خوب سمجھ لو کہ زبان ہی کے مورچہ سے میں نے آدم کی اولاد کو ہلاک کیا ہے۔ زبان ہی کے ذریعہ میں اسے تباہ کرتا ہوں۔ منہ کے بل دوزخ میں جھونک دیتا ہوں۔ بہت سوں کو اس کے ذریعہ قتل کے گھاٹ اتار دیتا ہوں۔ بہت سوں کو اسیر و قیدی بنا دیتا ہوں۔ بہت سوں کو زخمی اور نیم جان کر کے رکھ دیتا ہوں۔ یہ بہت ہی اہم مورچہ ہے اور اس قسم کے بے شمار کام اس سے انجام پاتے ہیں۔ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اس مورچہ کی تم پوری پوری حفاظت کرنا۔ اگر تم میں سے کوئی کسی آدمی کی زبان سے برے الفاظ۔ برے کلمات کہلوا دے تو دوسروں کا فرض یہ ہونا چاہیئے کہ سننے والوں کی زبانوں پر قابو پا لیں۔ اور ان سے کہلوا دیں کہ واہ بھائی واہ! کیسی اچھی بات کہی ہے اور

Marfat.com

پھر اس کی بات کی پوری پوری عظمت و وقعت کرا دو۔ مستعجانہ لہجہ میں تعریف و توصیف کرا دو۔ تاکہ اصل بات کرنے والا پھر انہی الفاظ و کلمات کو خوش ہو کر دہرانے لگے۔ میرے بیٹو! تم اس بارے میں ان لوگوں کے معاون بن جاؤ۔ اور ان کی پوری پوری معاونت کرو۔ ہر دروازے کے اندر جا گھسو۔ اور ہر جگہ جا بیٹھو اور گھات میں لگے رہو۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ میں نے ان کے رب کے سامنے یہ قسم کھائی ہے؟

فبما اغویتنی لاقعدن صراطک المستقیم ثم لاتینهم من بین ایدیهم ومن خلفهم وعن ایمانهم وعن شمائلهم ولاتجد اکثرهم شاکرین: (اعراف)

جیسی تو نے میری راہ ماری ہے۔ میں بھی بڑے سیدھے رستے پر بنی آدم کی تاک میں بیٹھوں تو سہی پھر ادبدا کر ان کے آگے سے آؤں۔ ان کے پیچھے سے آؤں۔ اور ان کی بائیں طرف سے آؤں اور تو اکثر بنی آدم کو شکر گذار نہیں پائے گا۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں آدم کی اولاد کے تمام راستے گھیرے بیٹھا رہتا ہوں؟ کسی ایک کا راستہ بھی چوکتا نہیں۔ اور جس طرح بھی ممکن ہوتا ہے۔ اپنا مقصد پورا کر لیتا ہوں۔ اگر پورا پورا حاصل نہیں ہوتا تو کچھ نہ کچھ تو ضرور حاصل کر لیتا ہوں۔

شیطان کے مکائد سے خود آنحضرت محمد رسول اللہ صلعم نے بھی ڈرایا ہے۔ ارشاد فرمایا۔

ان الشیطان قد قعد لابن آدم بطرقه کلها:

یہ حقیقت ہے کہ بنی آدم کے تمام راستوں پر شیطان بیٹھا ہوا ہے۔

چنانچہ شیطان اسلام کے راستہ پر جا بیٹھتا ہے۔ جب کوئی اسلام قبول کرتا ہے تو در غلاتا ہے کہ کیا تو اپنا اور اپنے آباؤ اجداد کا دین چھوڑ رہا ہے۔؟ جب آدمی اس کی مخالفت کرتے ہوئے اسلام قبول کر لیتا ہے۔ تو وہ اس کی ہجرت کی راہ پر جا بیٹھتا ہے۔ اور در غلاتا ہے۔ ارے تو اپنا قدیم وطن۔ قدیم آسمان و زمین چھوڑ رہا ہے۔؟ جب اس نے اس کی یہ بات نہ مانی۔ اور ہجرت پر آمادہ ہی ہو گیا۔ تو اب وہ اس کے جہاد کے راستہ پر آ بیٹھتا ہے۔ اور اسے در غلاتا ہے۔ ارے او بھلے آدمی! خواہ مخواہ اپنی جان دیتا ہے۔ تیرا مال دوسرے کھائیں گے تیری بی بی کسی اور سے نکاح کر لے گی۔ لیکن مومن بندہ اس کی بات نہیں سنتا اور جہاد کرتا ہے۔

بڑا شیطان اپنے متبعین سے کہتا ہے۔ پیارے بیٹو! تم اولاد آدم کی خیر و فلاح کے

ہر راستہ پر جا بیٹھو۔ اور انہیں ورغلاؤ۔ بہکاؤ۔ خیرات و صدقات کی راہیں گھیرو۔ نفس کو کہو۔ ارے او بھلے آدمی تو اپنا خرچ کر ڈالتا ہے۔ اس سے تو ایک دن تو بھی اس جیسا فقیر بن کر رہ جائے گا۔ تم نے سنا نہیں کہ ایک شخص سے کسی سائل نے صدقہ کی درخواست کی۔ تو میں نے اس کی زبان سے کہلا دیا کہ ہم اپنا مال اگر تم کو دے دیں تو تمہاری ہی طرح بھکاری نہ ہو جائیں۔ حج کا ارادہ کرنے والے کو گھیرو۔ اور اسے کہو۔ ارے او نیک بخت حج کا راستہ تو بڑا خوف ناک ہے۔ مشقتوں سے لبریز ہے۔ جان و مال کا خطرہ ہے۔ اسی طرح اس کے ہر خیر و فلاح کے راستہ پر دھرنا دے بیٹھو۔ اور اسے نیک کام سے روک دو۔ اس عمل کی صعوبتیں۔ آفتیں بتلا بتلا کر اسے راستہ سے بھٹکا دو۔

اس کے بعد معاصی۔ اور گناہوں کو ہاتھ میں لو۔ اور بنی آدم کی نگاہوں کے سامنے معاصی کو حسین بنا کر پیش کرو۔ انسان کے قلب میں گناہوں کو آراستہ۔ پیراستہ کر کے پہنچاؤ۔ اور اس سلسلہ میں عورتوں کو اپنا سب سے بڑی معاون بنا لو۔ عورتوں کے ذریعہ ان لوگوں میں جا گھسو۔ عورتیں تمہاری پوری پوری مددگار ثابت ہوں گی۔

اس کے بعد ہاتھ پاؤں کے مورچے سنبھال لو۔ اور جو چیز تمہارے مقصد کے خلاف پاؤ۔ اسے ادھر جانے مت دو۔ پوری قوت سے روک دو۔ نہ ہاتھ کو آگے بڑھنے دو۔ نہ پاؤں کو۔

میرے بیٹو! اچھی طرح سمجھ لو کہ ان تمام مورچوں میں تمہارا سب سے بڑا حسین نفس امارہ ہے۔ تم اسے اپنا بناؤ۔ اس سے رشتہ جوڑو۔ اور اس کے ذریعہ اپنے مقاصد پورے کرو۔ تم اس کی پشت پناہی کرو۔ اور اس کو اپنا پشت پناہ بنا لو۔ اور اس کے ساتھ رہ کر نفس مطمئنہ سے جنگ کرو۔ اور اسے توڑ دو اور شکست دے کر اس کی ساری طاقتیں ختم کر دو۔ اور پوری کامیابی تو تمہیں اس وقت حاصل ہو گی۔ جب تم نفس مطمئنہ کا اصل مادہ ہی ختم کر دو گے۔ جب تم اس مادہ کو ختم کر دو گے۔ تو نفس امارہ قوی تر ہو جائے گا۔ اور نفس امارہ کے تمام اعوان و انصار تمہاری اتباع کرنے لگیں گے۔ اس وقت تم قلب اور قلب کے قلعے میں جا گھسو۔ اور اسے گرفتار کر لو۔ اور تخت مملکت سے اسے معزول کر کے نفس امارہ کو اس کی جگہ بٹھا دو۔ اور اب نفس امارہ وہی حکم جاری کرے گا۔ جو تم چاہو گے۔ تمہارے خلاف کبھی کوئی اقدام نہیں کریگا۔ بلکہ تمہارے اشاروں پر دوڑتا رہے گا۔ اب اگر تم یہ محسوس کرو کہ قلب اپنی مملکت کی بازیابی کیلئے جنگ کرنا چاہتا ہے اور تم اس کے خطرات سے محفوظ رہنا چاہتے ہو۔ تو قلب اور نفس کے درمیان عقدِ نکاح باندھ دو۔ نفس کو زینت و جمال سے پوری

Marfat.com

طریح آراستہ کرو۔ اور بہتر سے بہتر دلہن کی صورت میں اس کے سامنے پیش کرو۔ اور اسے کہو۔ ذرا وصل و وصال کی شیرینی تو چکھ لو۔ عروس نو کی ہم آغوشی کا مزہ تو دیکھ لو۔ جنگ کا مزہ تو خوب چکھ لیا۔ زخم کھائے۔ لڑائی کی تلخیاں بھی چکھ چکے۔ اب صلح و سلامتی کی لذتیں بھی تو دیکھ لو۔ صلح اور جنگ کی لذتوں کا موازنہ کرو۔ کونسی چیز بہتر ہے؟ جنگ ختم کرو۔ جنگ کے اسلحہ زمین پر ڈال دو۔ ارے بھائی! یہ تو زمانہ کی گردش ہے۔ جنگ تو اس وقت ختم ہوگی جب مریں گے۔ اور تمہاری طاقتیں جواب دے دیں گی۔ تم ہمیشہ جنگ جاری نہیں رکھ سکتے۔ پھر ابھی سے جنگ ختم کر کے چین کی زندگی کیوں نہ گذارو؟

اے میرے بیٹو! تمہیں اپنی جنگ جاری رکھنے کے لئے دو قسم کی فوجیں درکار ہیں۔ اگر یہ دو قسم کی فوجیں تمہارے پاس ہیں۔ تو تم کبھی کسی حال میں مغلوب نہیں ہو سکتے۔

پہلی فوج غفلت کا لشکر ہے۔ بیٹو! تم آدم کی اولاد کو خدا اور آخرت سے غافل کر دو۔ ہر ممکن طریقہ سے ان کے قلوب کو غفلت و بے خبری کے دلدل میں پھنسا دو۔ تمہیں اپنا مقصد پورا کرنے کے لئے اس سے بہتر کوئی چیز نہیں مل سکتی۔ جب تم قلب کو غفلت میں ڈال دو گے۔ تو اس پر اور اس کے تمام اعوان و انصار پر تمہاری حکومت قائم ہو جائے گی۔

دوسری فوج شہوات و خواہشات کا لشکر ہے۔ انسان اور انسان کے قلوب اور نگاہوں میں شہوات و خواہشات کو پوری زینت و آراستگی کے ساتھ پہنچاؤ۔ میرے پیارے بیٹو! ان ہر دو لشکروں کے ساتھ ان پر حملے کیا کرو۔ بنی آدم پر غالب آنے کے لئے ان دو لشکروں سے بہتر تمہیں کوئی لشکر نہیں مل سکتا۔ شہوات و خواہشات کے ذریعہ انہیں غفلت میں ڈال دو۔ اور غفلت کے ذریعہ شہوات و خواہشات میں الجھا دو۔ اور دو غافل انسانوں کو ایک جگہ اکٹھا کر دو۔ اور اپنے ساتھ لے لو۔ ان دو غافل انسانوں کے ساتھ ایک ذاکر انسان کو بھی شامل کر لو۔ یہ تو بالکل ظاہر ہے۔ کہ ایک ذاکر پانچ مخالف افراد پر غلبہ نہیں پا سکتا۔ دو غافل آدمی ہوں گے۔ ان کے ہمراہ ان کے دو شیطان۔ اور ایک ذاکر کا شیطان۔ بتلاؤ ایک ذاکر ان پانچ کے مقابلہ میں کیونکر غالب آئے گا؟

اور پھر اگر تم دیکھو کہ کوئی گروہ ذکر الٰہی میں مشغول ہے۔ اور خدا کے اوامر و نواہی۔ دین و ملت کے مذاکرہ میں مصروف ہے۔ اور تم میں یہ طاقت نہیں کہ اس گروہ کو تم منتشر و پراگندہ کر سکو۔ تو تم انہی لوگوں میں سے چند اوباشوں کو اپنے ساتھ لے لو۔ اور پوری طرح انہیں گمراہ

Marfat.com

کر کے اس گروہ کے خلاف چھوڑ دو۔ اور کہہ دو کہ جاؤ ان کے اندر تشویش و پراگندگی پھیلا دو۔ اور شور و شغب سے انہیں وحشت زدہ کر دو۔

غرض یہ کہ انہی کے اقران۔ ہم جنس۔ ہم نواؤں کو اپنا معین و مددگار بنالو۔ انسان کے اندر اس کے ارادہ کی راہ سے گھس جاؤ۔ اور شہوات و خواہشات کے ذریعہ باغیانہ قوت بڑھا دو۔ اور شہوات و خواہشات کی تحصیل میں اس کی پوری پوری امداد کرو۔

جب اللہ تعالےٰ نے اولاد آدم کو صبر و ثبات اور باہمی صبر و ثبات کے روابط بڑھانے۔ اور تمہارے خلاف مورچہ بند ہونے کا حکم دیا ہے۔ تو تمہارا یہی فرض ہے کہ اولاد آدم کے خلاف تم بھی صبر و ثبات اور باہمی صبر و ثبات کے روابط قائم کرنے کی کوشش کرو۔ اور پوری قوت سے ان کے مقابلہ میں مورچے قائم کرو۔ شہوات و خواہشات اور غیظ و غضب کے اوقات کا انتظار کرو۔ ان دو مواقع کو کبھی ہاتھ سے نہ جانے دو۔ بنی آدم کو اپنا شکار بنانے کے لئے ان دو مواقع سے بہتر کوئی موقعہ تمہیں نہیں مل سکتا۔

یہاں یہ سمجھ لو کہ انسانوں میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں۔ جن پر شہوت کا تسلط ہوا کرتا ہے۔ اور غیظ و غضب کا بادشاہ بالکل مغلوب و مقہور ہوا کرتا ہے۔ ایسے لوگوں کو شہوات و خواہشات ہی کے راستوں میں گھیر لو۔ غیظ و غضب کی راہ سے تعرض ہی مت کرو۔

اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ جن پر غیظ و غضب کی فرمانروائی ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں کو غیظ و غضب کے راستوں میں دھر لو۔ لیکن ان کی شہوات و خواہشات کے مورچوں کو خالی نہ چھوڑو۔ کیونکہ اس قسم کے لوگ بسا اوقات اپنی جان پر قابو رکھنے سے بھی محروم ہو جاتے ہیں لیکن شہوت کے وقت اپنے نفس پر پورا قابو رکھتے ہیں۔

اس کے بعد تم ان کی قوت غیظ و غضب۔ اور قوت شہوات میں عقد زد جیت جوڑ دو۔ اور پھر غیظ و غضب کی راہ سے شہوات کو بلا لو۔ اور شہوات کی راہ سے غیظ و غضب کو بلا لو۔ اس طرح تمہارا کام بڑی خوبی سے انجام پاتا رہے گا۔

خوب سمجھ لو کہ آدم کی اولاد کو زیر کرنے کے لئے یہ دو چیزیں زبردست ہتھیار ہیں۔ انہی کے والدین کو بہکانے شہوت کے ذریعہ جنت سے نکال باہر کیا ہے۔ اور غیظ و غضب کے ذریعہ ان میں عداوتوں کی آگ مشتعل کر دی۔ اور ان کے رشتے توڑے ہیں۔ خونریزیوں کے میدان گرم کئے ہیں۔ اسی غیظ و غضب کے ذریعہ آدم کے ایک بیٹے کے ہاتھوں اس کے بھائی کو قتل کرا دیا ہے۔

Marfat.com

خوب سمجھ لو کہ غیظ و غضب آدم کی اولاد کے قلوب میں ایک انگارہ ہے۔ اور شہوت آگ کا شعلہ ہے، جو قلب کے انگارے سے مشتعل ہوتا ہے۔ اور یہ آگ وضو۔ نماز۔ ذکر الٰہی۔ تکبیر و تہلیل۔ تسبیح اور تلاوت قرآن سے ٹھنڈی ہو جاتی ہے۔ تم نہایت ہوشیاری سے کام لو غیظ و غضب اور شہوت کے اوقات میں ان کو وضو۔ نماز وغیرہ کے قریب نہ جانے دو۔ کہ اس سے ان کی غیظ و غضب اور شہوت کی آگ ٹھنڈی ہو جائے گی۔ ان کے پیغمبر نے ایسے موقعوں پر انہیں وضو۔ اور نماز کی تاکید کی ہے۔ انہوں نے کہا ہے۔

ان الغضب جمرۃ فی قلب ابن آدم	غصہ انسان کے قلب میں ایک انگارا ہے۔
اما رأیتم من احمرار عینیہ۔	کیا تم نہیں دیکھتے۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو جاتی
وانتفاخ اوداجہ۔ فمن أحس	ہیں اور کن پٹیاں پھول جاتی ہیں۔ جو شخص غصہ
بذالك فلیترضاء :	محسوس کرے اس کو چاہیئے کہ فوراً وضو کر لیوے۔

اور پھر فرمایا کہ

انما تطفأ النار بالماء :	یہ آگ پانی ہی سے ٹھنڈی کر لی جائے۔

اور خود اللہ تعالےٰ نے ان کو یہ ہدایت فرمائی ہے کہ تمہارے خلاف وہ صبر و ثبات سے کام لیں اور نماز سے استعانت حاصل کریں۔ لہٰذا تم ان کو وضو۔ اور نماز سے بھٹکا دو۔ اور ان کو خدا سے غافل اور بے خبر کر دو۔ اور شہوت و غضب کی آگ مشتعل کر کے ان پر غلبہ پا لو۔ تمہارا بہتر سے بہتر اور تیز سے تیز ہتھیار یہی ہے کہ تم انہیں غفلت۔ اور خواہشات میں الجھا دو۔ تمہارے خلاف ان کا بہتر سے بہتر ہتھیار۔ اور مضبوط سے مضبوط قلعہ ذکر الٰہی اور خواہشات کی مخالفت ہے۔ جب تم کسی کو دیکھو کہ وہ خواہشات سے گریز کر رہا ہے۔ تو تم اس سے دور بھاگو۔ اس کے سایہ میں بھی کھڑے نہ رہو۔

مقصود یہ ہے کہ معاصی و گناہ وہ اسلحہ ہیں کہ ان کے ذریعہ انسان خود اپنے دشمن کی امداد کرتا ہے۔ اور اپنے دشمن کو اپنے خلاف یہ اسلحہ استعمال کرنے کا موقع دیتا ہے۔ ان ہی ہتھیاروں سے شیطان انسان کے مقابلہ میں جنگ کرتا ہے۔ اور جاہل، بے سمجھ لوگ خود اپنی جان کو ہلاک کرنے میں شیاطین کے مددگار بن جاتے ہیں۔ کسی شاعر نے کیا اچھا کہا ہے۔

ما یبلغ الاعداء من جاھل	اس قدر امداد ایک جاہل خود اپنی ذات
جاہل سے جس قدر امداد اس کے دشمنوں کو	سے بھی نہیں پاتا۔
پہنچتی ہے۔	ما یبلغ الجاھل من نفسہ

Marfat.com

کس قدر تعجب خیز بات ہے۔ کہ بندہ خود اپنے کو ذلیل و خوار کرتا ہے۔ اور سمجھتا ہے کہ میں اپنی تکریم و توقیر اور عزت کر رہا ہوں۔ اپنی حرماں نصیبی۔ اور ضیاع عزت و شرف کے سامان کرتا ہے۔ اور سمجھتا ہے۔ اپنے نصیبہ کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے۔ اپنی جان کی تحقیر و تذلیل۔ اور اپنے کو گندہ اور ناپاک کرنے میں اپنی قوت صرف کرتا ہے۔ اور سمجھتا ہے کہ میں اپنی اصلاح کر رہا ہوں۔ اور اپنی رفعت و سربلندی کی کوشش کرتا ہوں۔ بعض اسلاف نے اپنے خطبہ میں کیا اچھا فرمایا ہے۔

"آگاہ رہو کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں۔ جو اپنے کو ذلیل و خوار کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ اپنی توقیر بڑھا رہے ہیں۔ اپنی جان کو ذلیل کرتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ ہم اپنی عزت کر رہے ہیں۔ اپنی جان کو حقیر کر رہے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں۔ ہم اپنی عزت بڑھا رہے ہیں۔ جان کو ہلاک کر رہے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں۔ جان کی حفاظت کر رہے ہیں۔ انسان کس قدر جاہل۔ اور بے وقوف ہے کہ وہ اپنے خلاف اپنے دشمنوں کی ایسی امداد کرتا ہے۔ جو دشمن خود بھی نہیں کر سکتا۔ آدمی اپنے کرتوتوں سے خود اپنے آپ کو اتنا نقصان پہنچا لیتا ہے۔ جتنا اس کا دشمن بھی نہیں پہنچا سکتا۔ واللہ المستعان۔

فصل

عاصی اپنی جان کو ذلیل کرتا ہے۔ اپنے آخرت کے حصہ سے محروم ہو جاتا ہے۔ اپنی جان کو بے قدر کر دیتا ہے۔ دنیا کے عوض آخرت کو فروخت کر دیتا ہے۔

معاصی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ گنہگار انسان اپنی جان کو فراموش کر دیتا ہے۔ اور انسان جب اپنی جان کو بھول جاتا ہے۔ تو اپنی جان چھوڑ دیتا ہے۔ اور اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالتا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ ایک آدمی خود اپنی جان کو کس طرح اور کیوں کر بھلا دیتا ہے؟ اگر ایک آدمی خود اپنے آپ ہی کو بھلا دے تو اسے یاد کیا رہے گا۔ اپنی جان کو فراموش کر دینے کا کیا مطلب ہے؟ ہاں انسان بہت بری طرح اپنی جان کو بھلا بیٹھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ولاتکونوا کالذین نسوا اللہ فانساھم انفسھم۔ اولائک ھم الفاسقون: (حشر)

اور ان لوگوں جیسے نہ بنو جنہوں نے خدا کو بھلا دیا تو خدا نے ان کی ایسی مت ماری کہ اپنے آپ کو

Marfat.com

بھی بھول گئے۔ یہی لوگ نافرمان ہیں۔

جب خدا کے بندے خدا کو بھلا دیتے ہیں تو خدا بھی انہیں بھلا دیتا ہے۔ اور انہیں خود ان کی جانوں سے بھی غافل کر دیتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

نسوا اللہ فانسٰھم — جنہوں نے خدا کو بھلا دیا تو خدا نے بھی ان کو بھلا دیا۔

جو لوگ خدا کو فراموش کر دیتے ہیں۔ انہیں خداوند تعالیٰ دو سزائیں دیتا ہے۔ ایک تو یہ کہ حق سبحانہ تعالیٰ ان کو بھلا دیتا ہے۔ دوسری یہ کہ خود ان کو ان کی جانوں سے بے خبر کر دیتا ہے۔ اور پروردگار عالم بندوں کو بھلا دیتا ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ پروردگار عالم ان کو چھوڑ دیتا ہے۔ اور اپنے سے ان کو دور کر دیتا ہے۔ ان سے کوئی سروکار نہیں رکھتا اور انہیں ہلاک کر دیتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی جانب سے کسی کے ساتھ ایسا معاملہ کیا جائے۔ تو اس کی ہلاکت و تباہی اتنی قریب ہو جاتی ہے جتنی کہ منہ سے ہاتھ قریب ہے۔

اور ان کو اپنی جانوں سے بے خبر کر دینے کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے حصہ سے اور اپنی فلاح و سعادت۔ اصلاح۔ دنیا و عقبیٰ۔ اور تکمیل دارین کے ذرائع کو فراموش کر جاتے ہیں۔ ان مقدس چیزوں کو وہ اس طرح بھلا دیتے ہیں۔ کہ کبھی ان چیزوں کو یاد تک نہیں کرتے۔ اور نہ کبھی یاد آوری کا ان کو خیال آتا ہے۔ اور نہ ان امور کی تحصیل و تکمیل کے لئے کبھی انہیں ہمت ہوئی ہے۔ نہ کبھی اس طرف توجہ ہوئی ہے۔ اس قدر وہ ان امور سے غافل۔ بے خبر ہو جاتے ہیں کہ ان کو نہ ان امور کی تحصیل کا کبھی خیال آتا ہے۔ نہ دوسری چیزوں کے مقابلہ میں ان امور کو ترجیح دینے کا وہ ارادہ کرتے ہیں۔

نیز وہ اپنے عیوب۔ اپنے نقصانات۔ اور مصائب و آلام کو بھی بھول جاتے ہیں اور ایسا بھول جاتے ہیں۔ کہ اصلاح نفس۔ اور ازالۂ عیوب کا خیال تک ان کے دلوں میں نہیں پیدا ہوتا۔

نیز اپنے قلبی امراض۔ قلبی آلام کو بھی فراموش کر جاتے ہیں۔ اور ایسے بھول جاتے ہیں کہ ان کے علاج کا انہیں خیال تک نہیں پیدا ہوتا۔ اور ایسے امراض کے ازالہ کا خیال تک نہیں آتا جو انہیں ہلاک کر دینے والے ہیں۔ اور دائمی موت سے انہیں ہم آغوش کر دینے والے ہیں۔ اور ہمیشہ کے لئے انہیں ختم کر دینے والے ہیں۔ افسوس کہ وہ اس سے ایسے بے خبر اور غافل ہو جاتے ہیں۔ کہ نہ مرض کو سمجھ سکتے ہیں۔ نہ مرض کا علاج کر سکتے ہیں۔ نہ دوا کا تصور ان کے اندر

Marfat.com

پیدا ہوتا ہے۔

گناہوں کی یہ عقوبت عوام وخواص تمام کے لئے عام ہے۔اور بڑی سخت عقوبت ہے۔اور حقیقت یہ ہے کہ اس سے بڑھ کر عقوبت ہی کیا ہو سکتی ہے؟ کہ انسان اپنی جان کو بھول جائے۔اپنی جان کو ہلاک کر دیوے۔اور مصالح نفس۔امراض نفس۔علاج۔دوا۔اسباب سعادت وفلاح۔اصلاح دنیا وعقبیٰ۔حیات ابدی۔انعامات خداوندی جو دائمی ہیں۔تمام کو فراموش کر جائے۔

اب ایک غور کرنے والا ان امور کو سامنے رکھ کر غور کرے تو واضح ہو جائے گا۔کہ خدا کی اکثر مخلوق اپنی جانوں کو بھلا بیٹھی ہے۔اپنی جانوں کو ضائع کر چکی ہے۔لیکن اس کا ظہور مرنے کے بعد ہی ہوگا۔اور پورا پورا ظہور تو یوم التغابن یعنی قیامت کے دن ہوگا۔اس دنیا میں جو کچھ سودا۔لین دین کیا ہے۔اور معاد وآخرت کے لئے جو اس نے تجارت کی ہے۔اس کا پورا پورا علم ان کو وہاں ہوگا۔اور پوری طرح واضح ہو جائے گا۔کہ اس تجارت میں وہ کس قدر خسارے اور گھاٹے میں رہے؟ ہر انسان اس دنیا میں اپنی آخرت کے لئے کچھ نہ کچھ تجارت کرتا ہے۔لیکن اس تجارت کی حقیقت وہاں معلوم ہوگی۔خسارہ پانے والے جن کا دنیا میں یہ اعتقاد تھا کہ ہم اپنی تجارت میں کامیاب ہیں۔اور تجارت وکسب سے پورا پورا فائدہ اٹھایا ہے۔انہیں اس دن واضح ہو جائے گا کہ انہوں نے فائدہ نہیں اٹھایا۔بلکہ آخرت کی لذتوں۔آخرت کے نصیبے اور حصہ کو دنیا کی لذتوں۔دنیا کی متاع۔دنیا کے نصیبے اور حصہ کے عوض فروخت کر دیا ہے۔آخرت کی لذتوں۔اور آخرت کے انعامات کے مقابلہ میں انہوں نے دنیا کی لذتوں کو ترجیح دی ہے۔اور صرف اسی سے وہ مستفید ہوتے رہے۔اس پر قانع رہے۔اور اسی سے راضی اور اسی پر مطمئن رہے۔اور اسی کی تحصیل میں منہمک رہے۔دنیا میں بیع وفروخت۔لین دین کرتے رہے۔اور اس میں پوری پوری کوشش کرتے رہے۔لیکن مقصد یہی تھا کہ وعدے کے نفع۔وعدے کے فوائد کے مقابلہ میں نقدی فوائد کو ترجیح دی۔آج کے ادھار کے عوض دنیا کے نقد کو مقدم رکھا۔غائب اور بعد میں ملنے والے انعامات پر حاضر موجود کو ترجیح دی۔اور یہی سمجھے کہ جو کچھ ہے۔یہی ہے۔چنانچہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

خذما تراہ ودع شیئاً سمعت بہ

جو تم دیکھ رہے ہو، اسی کو لو، جس کے بارے میں صرف سنا ہے، اسے چھوڑ دو۔

اس قسم کے اور اس خیال کے لوگوں کا عموماً یہ مقولہ ہے کہ دنیا میں جو ہمیں مل رہا ہے۔وہ نقد ہے۔اس نقد کو ہم آخرت کے ادھار کے عوض کیسے فروخت کر دیں؟ یہ خیالات ہوتے ہیں۔اور اس

Marfat.com

کے ساتھ ضعفِ ایمان، شہوات و خواہشات کی قوت۔ فوری نفع کی محبت۔ اور پھر ابناء جنس کی دنیا آلود زندگیوں کے اثرات۔ اور ان کی نقل و تقلید ان کے ساتھ ہو جاتی ہے۔ اور یہ امید ظاہر ہے۔ کہ اکثر مخلوق خسارے ہی کی تجارت میں مبتلا ہے۔ اور ایسے لوگوں کی شان میں خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اولائك الذين اشتروا الحياة الدنيا بالآخرة - فلا يخفف عنهم العذاب ولاهم ينصرون : (بقرہ)

یہی ہیں۔ جنہوں نے آخرت کی زندگی کے بدلے دنیا کی زندگی مول لی۔ سو نہ تو قیامت کے دن ان سے عذاب ہی ہلکا کیا جائے گا۔ اور نہ کہیں سے ان کو مدد پہنچے گی۔

اور اللہ تعالیٰ انہی کی شان میں ارشاد فرماتا ہے۔

فما ربحت تجارتهم وما كانوا مهتدين : (بقرہ)

سو نہ ان کی تجارت سود مند رہی اور نہ وہ سیدھی راہ پر قائم رہے۔

لیکن جب "یوم التغابن" یعنی قیامت کا دن آئے گا۔ اس وقت ان کو اپنی اس تجارت کا خسارہ معلوم ہو گا۔ اور اس دن وہ اپنی حرمان نصیبیوں پر حسرت و ندامت کے آنسو روئیں گے۔

اپنی تجارتوں میں نفع اٹھانے والے وہ ہیں۔ جنہوں نے آخرت کے باقی کے بدلہ میں دنیا کے فانی کو آخرت کے نفائس کے عوض دنیا کے خسائس و رذائل کو آخرت کے عظیم و برتر کے عوض دنیا کے حقیر کو فروخت کر دیا۔ اور کہہ دیا کہ اس ساری دنیا کی حیثیت ہی کیا ہے۔ جو ہم آخرت میں ملنے والے حصہ کو اس حقیر کے عوض دے ڈالیں؟

بندہ اس مختصر سے زمانہ میں کیا پاتا ہے؟ اور جو کچھ اسے حاصل ہوتا ہے۔ اس کی حیثیت آخرت کے مقابلہ میں کیا ہے؟ دنیا کی حیثیت ایک خواب سے زیادہ نہیں ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

ويوم يحشرهم كان لم يلبثوا الا ساعة من النهار يتعارفون بينهم : (یونس)

اور خدا لوگوں کو قیامت کے دن اپنے حضور میں جمع کرے گا۔ تو ان کو ایسا معلوم ہو گا۔ گویا دنیا میں سارے دن بھی نہیں صرف گھڑی بھر رہے۔ آپس میں ایک دوسرے کو پہچانیں گے۔

اور ارشاد ہے۔

يسئلونك عن الساعة ايان مرساها

اے پیغمبر! یہ لوگ تم سے قیامت کے بارے میں

Marfat.com

فیم انت من ذکراھا۔ الی ربک منتھاھا انما انت منذر من یخشاھا۔ کانھم یوم یرونھا لم یلبثوا الا عشیۃ او ضحاھا:

(نازعات)

پوچھتے ہیں کہ اس کا تھل بڑا بھی ہے؟ سوائے پیغمبر! تم اس کا وقت بتانے کی طرف کہاں کے بکھیڑے میں پڑے۔ یہ تو تمہارے پروردگار ہی پر جاکر ٹھہرتی ہے۔ تم تو اس شخص کو جو قیامت سے ڈرتا ہے۔ اس کو آگاہ کر دینے والے ہو۔ لوگ جس دن قیامت کو دیکھیں گے۔ تو گویا وہ بس دن کے آخر پہر ٹھہرے یا اول پہر۔

اور فرماتا ہے۔

کانھم یوم یرون ما یوعدون لم یلبثوا الا ساعۃ من نھار بلاغ:

(احقاف)

جس دن دیکھ لیں گے۔ جس کا وعدہ ان سے کیا جاتا ہے تو گویا دنیا میں بہت رہے تو دن میں سے ایک گھڑی بھر خدا کا حکم پہنچا دیا گیا۔

اور فرماتا ہے۔

کم لبثتم فی الارض عدد سنین؟ قالوا لبثنا یوماً او بعض یوم فاسئل العادین۔ قال ان لبثتم الا قلیلا لو انکم کنتم تعلمون:

(مؤمنون)

تم زمین پر گنتی کے کتنے دن رہے۔ وہ کہیں گے ہم ایک دن یا ایک دن سے بھی کم۔ جو گنتے رہے ہوں۔ ان سے پوچھ لیجئے۔ پروردگار فرمائے گا۔ بے شک تم تھوڑی ہی دیر رہے۔ مگر کاش تم یہی بات پہلے سمجھتے ہوتے۔

اور ارشاد ہوتا ہے۔

ویوم ینفخ فی الصور ونحشر المجرمین یومئذ زرقا۔ یتخافتون بینھم ان لبثتم الا عشرا۔ نحن اعلم بما یقولون اذ یقول امثلھم طریقۃ ان لبثتم الا یوما:

(طٰہٰ)

جس دن صور پھونکا جائے گا۔ اور ہم اس دن گنہگاروں کو اپنے حضور میں جمع کریں گے۔ ان کی آنکھیں مارے خوف کے نیلی پیلی بے نور ہوں گی۔ آپس میں چپکے چپکے کہتے ہوں گے کہ دنیا میں تم لوگ ٹھہرے ہوں گے۔ تو بس دس دن۔ جیسی جیسی باتیں یہ لوگ اس دن کریں گے۔ ہم ان سے بخوبی واقف ہیں۔ کہ جو ان میں سر

Marfat.com

براہ ہوگا۔ وہ کہے گا نہیں جی تم ٹھہرے ہوگے۔ تو بس ایک دن۔

قیامت کے دن دنیا کی حقیقت اور اصل حقیقت معلوم ہوگی۔ اس دن معلوم ہوگا کہ دنیا میں ٹھہرنے کی مدت کتنی مختصر ہے۔ اور اس کا اصل گھر دنیا نہیں بلکہ آخرت ہے۔ جہاں انہیں ہمیشہ رہنا ہے۔ یہی ان کا باقی رہنے والا۔ اور دائمی مکان ہے۔ اس دن لوگوں کو اپنے خسارے کا پتہ چلے گا۔ اور اس دن پتہ چلے گا۔ کہ دار الفناء کے مقابلہ میں انہوں نے دار البقاء کو کس قدر نقصان پہنچایا۔

دنیا میں ہر انسان کچھ بیچتا ہے۔ اور کچھ خریدتا ہے۔ روزانہ صبح ہوتے ہی اپنی جان کو بیچتا ہے۔ اب یا تو وہ اپنی جان کو عذاب سے آزاد کرتا ہے۔ یا عذاب خریدتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنۃ۔ یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون و یقتلون وعدا علیہ حقاً فی التورات والانجیل والقرآن و من اوفی بعھدہ من اللہ فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم بہ وذالک ھوالفوز العظیم :

(توبہ)

اللہ تعالےٰ نے ایمان والوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لئے ہیں کہ ان کے بدلے ان کو جنت دے گا۔ یہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں تو مارتے ہیں اور مارے جاتے ہیں یہ خدا کا پکا وعدہ ہے۔ جس کا پورا کرنا اس نے اپنے ذمہ لازم کر لیا ہے۔ تورات۔ انجیل اور قرآن میں لکھا ہوا موجود ہے۔ اور خدا سے بڑھ کر اپنے عہد کا پورا کرنیوالا اور کون ہوگا۔ تو مسلمانو! اپنے سودے کی جو تم نے خدا کے ساتھ کیا ہے۔ خوشیاں مناؤ۔ اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

اس تجارت کا راس المال، اور سرمایہ یہ ہے۔ جو خدا نے ان آیات میں بیان فرما دیا۔ اے مفلسو! تم یہ تجارت کرو۔ اور اے وہ لوگو کہ جن کے پاس یہ سرمایہ نہیں ہے۔ اور اس تجارت کی حیثیت نہیں رکھتے ہو۔ تو ایک دوسرا سرمایہ ہے۔ جس سے تم یہ سودا کر سکتے ہو۔ اور یہ سرمایہ خود اللہ تعالےٰ بتلا رہا ہے۔

التائبون العابدون الحامدون

توبہ کرنے والے۔ عبادت کرنے والے۔ حمد و ثنا

السائحون الراکعون الساجدون الآمرون بالمعروف والناهون عن المنکر والحافظون لحدود اللہ ۔ وبشر المومنین ۔ (توبہ)

کرنے والے ۔ خدا کی راہ میں سفر کرنے والے ۔ رکوع کرنے والے ۔ سجدہ کرنے والے ۔ نیک کام کی صلاح دینے والے ۔ برے کام سے منع کرنے والے ۔ اور اللہ نے جو حدیں قائم کی ہیں ۔ ان کی نگاہ رکھنے والے ۔ اور اے پیغمبر ! مسلمانوں کو خوشخبریاں سنا دو ۔

اور ارشاد ہے ۔

یاایھا الذین آمنوا ھل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم تؤمنون باللہ ورسولہ وتجاھدون فی سبیل اللہ باموالکم وانفسکم ذالکم خیر لکم ان کنتم تعلمون : (صف)

اے ایمان والو ۔ میں تم کو ایسی سوداگری بتاؤں ؟ جو تمہیں عذاب دردناک سے بچا لے ۔ خدا اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ ۔ اور خدا کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جانیں لڑا دو ۔ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے ۔ بشرطیکہ تم سمجھو ۔

مقصود یہ ہے کہ معاصی اور گناہ اس نفع بخش تجارت سے بندے کو غافل اور بے خبر کر دیتے ہیں ۔ اور سراسر خسارہ کی تجارت میں الجھا دیتے ہیں ۔ غور کرو یہ کتنی سزا ہے ؟ واللہ المستعان ۔

فصل

معاصی حاضر اور مستقبل کی نعمتوں کو زائل کر دیتے ہیں ۔

گناہوں کی ایک سزا یہ بھی ہے ۔ کہ اس سے حاضر و موجود انعامات الٰہیہ زائل ہو جاتے ہیں ۔ اور حاضر و موجود کے زائل ہو جانے کے بعد مستقبل میں ملنے والی نعمتوں سے بھی انسان محروم ہو جاتا ہے ۔ آئندہ ملنے والی نعمتیں ۔ اس لئے منقطع ہو جاتی ہیں کہ موجود و حاضر نعمت الٰہیہ کی حفاظت کے لئے اور غیر موجود غیر حاضر نعمتوں کو حاصل کرنے کے لئے طاعت سے بہتر کوئی چیز نہیں ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی چیزیں اللہ تعالیٰ کی طاعت ہی سے حاصل ہو سکتی ہیں اور جب طاعت کی جگہ معاصی کا ارتکاب کیا جائے ۔ تو وہ نعمتیں جو طاعت سے ملتی ہیں ۔ ان سے بندہ محروم ہو جاتا ہے ۔

Marfat.com

حق سبحانہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لئے کچھ اسباب بنائے ہیں۔ جن کے ذریعہ وہ چیز حاصل ہوتی ہے۔ اور کچھ آفتیں پیدا کی ہیں۔ جن سے وہ چیز فنا ہو جاتی ہے۔ انعامات الٰہیہ کو جلب کرنے کا سبب اللہ تعالیٰ کی طاعت ہے۔ اور فنا کرنے۔ اور روکنے والی آفت معصیت اور گناہ ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کے لئے اپنے انعامات کی حفاظت کرنا چاہتا ہے تو اسے اتقاء فرماتا ہے کہ وہ اس کی پوری پوری اطاعت کرے۔ اور جب کسی سے اپنے انعامات چھین لینا چاہتا ہے۔ اور اسے ذلیل کرنا چاہتا ہے تو اسے اس بات میں لگا دیتا ہے کہ وہ خدا کی نعمتوں کو خدا کی نافرمانی۔ اور گناہوں میں صرف کرے۔

یہ کچھ عجیب بات ہے کہ لوگ گناہوں کا انجام اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ اپنے اور دوسروں کے حالات ان کی نگاہوں کے سامنے ہوتے ہیں۔ اور گناہوں کی پاداش میں جن لوگوں سے انعامات الٰہیہ سلب کر لی گئیں۔ ان کے حالات پڑھتے اور سنتے ہیں۔ پھر بھی معصیت کے ارتکاب سے باز نہیں آتے۔ گویا۔ یہ سمجھ رہے ہیں کہ خدا کا یہ معاملہ دوسروں کے ساتھ ہے ان کے ساتھ نہیں۔ یہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اور خدا کے اس عمومی قاعدہ سے خصوصی طور پر یہ علیحدہ کر دیئے گئے ہیں۔ دوسری مخلوق کے لئے یہ سزا ہے۔ ان کے لئے نہیں۔ بتاؤ دنیا میں اس سے بڑھ کر کونسی جہالت ہو سکتی ہے؟ اور اپنی جان پر اس سے بڑھ کر کونسا ظلم ہو سکتا ہے؟ فالحکم للہ العلی الکبیر۔

فصل

گناہوں سے وہ فرشتے جو آدمی کے لئے مامور و موکل ہیں۔ اور بھاگ جاتے ہیں اور شیطان جو آدمی کا دشمن ہے۔ قریب تر ہو جاتا ہے۔

معاصی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ گناہوں سے اس کا حقیقی دوست سب سے بڑا مشفق ناصح۔ نفع رساں اور موجب سعادت۔ رفیق اس سے دور بھاگتا ہے۔ اور وہ موکل و مامور فرشتہ جسے اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کے لئے مقرر کر رکھا ہے۔ اس سے دور ہو جاتا ہے اور شیطان قریب ہو جاتا ہے۔ جو سب سے بڑا مکار۔ عیار۔ فریبی اور سب سے بڑا ضرر رساں ہے۔ اور جس درجہ کی معصیت اور جس درجہ کا گناہ ہوتا ہے۔ اسی قدر محافظ فرشتہ

Marfat.com

بھاگ جاتا ہے۔ کبھی صرف ایک جھوٹی بات کرنے سے یہ فرشتہ میلوں دور بھاگ جاتا ہے۔
چنانچہ بعض آثار میں وارد ہے۔

اذا کذب العبد۔ تباعد منہ الملک میلا من نتن ریحہ : کوئی بندہ جھوٹ بولتا ہے تو اس کی بدبو سے موکل فرشتہ ایک میل دور بھاگ جاتا ہے۔

جب ایک جھوٹ سے یہ موکل فرشتہ اسقدر دور بھاگ جاتا ہے تو اس سے بڑے۔ اور فحش گناہوں سے وہ کس قدر دور بھاگتا ہوگا ؟

بعض سلف نے کہا ہے۔ مرد مرد سے بدفعلی کرتا ہے۔ تو زمین چلاتی ہوئی بارگاہ الٰہی میں فریاد کرتی ہے۔ اور فرشتے بھاگے ہوئے بارگاہ خداوندی میں جاتے ہیں اور شکایت پیش کرتے ہیں۔

بعض سلف کا قول ہے۔ صبح ہوتے ہی انسان کے پاس فرشتہ اور شیطان پہنچ جاتے ہیں۔ اگر انسان خدا کا ذکر کرتا ہے۔ اس کی کبریائی بیان کرتا ہے۔ حمد و ثنا کرتا ہے۔ تسبیح و تہلیل کرتا ہے۔ تو یہ فرشتہ شیطان کو بھگا دیتا ہے۔ اور اس انسان سے اپنا رشتہ قوی کر دیتا ہے۔ اور اگر اس نے کچھ گناہ کیا تو یہ فرشتہ چلا اٹھتا ہے۔ اور اس سے دور بھاگ جاتا ہے۔ اور شیطان اس انسان سے اپنا رشتہ مضبوط کر لیتا ہے۔ جب یہ فرشتہ انسان کا مقرب ہو جاتا ہے۔ تو پھر وہ اسی کا ہو جاتا ہے۔ اور وہ اسی کی اتباع و پیروی کرتا ہے۔ اور یہی اس پر غالب رہتا ہے۔ اور پھر اس کا یہ حال ہوتا ہے کہ فرشتے اس کی زندگی میں اور موت کے وقت۔ آخرت میں اس کے مددگار بن جاتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملٰئکۃ ان لا تخافوا و لا تحزنوا و ابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون۔ نحن اولیائکم فی الحیاۃ الدنیا و فی الآخرۃ :

بے شک جن لوگوں نے اقرار کیا کہ اللہ ہی ہمارا پروردگار ہے۔ پھر اس عقیدے پر جمے رہے۔ تو ان پر فرشتے نازل ہوں گے۔ اور ان سے کہیں گے۔ نہ تو اندیشہ کرو اور نہ رنج۔ اور بہشت جس کا تم سے وعدہ کیا تھا۔ اب اس کی خوشخبری لو۔ دنیا کی زندگی میں بھی ہم تمہارے مددگار تھے اور آخرت کی زندگی میں بھی تمہارے مددگار ہیں۔

(حم سجدہ)

جب فرشتہ اس کا رفیق اور دوست بن گیا۔ تو سمجھ لو دنیا کا سب سے بڑا ناصح۔ سب سے

بڑا نفع رساں۔ سب سے بڑا صالح اس کا رفیق اور دوست بن گیا۔ یہ فرشتہ اسے ثابت قدم رکھے گا۔ عمدہ علم سکھائے گا۔ اس کے قلب کو قوی اور مضبوط بنائے گا۔ اور ہر حال میں اس کی امداد و تائید کرے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اذ یوحی ربك الی الملائکۃ انی معکم فثبتوا الذین آمنو

(انفال)

اے پیغمبر! وہ وقت تھا کہ تمہارا پروردگار فرشتوں کو حکم دے رہا تھا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ تو تم مسلمانوں کو جمائے رکھو۔

حالت نزع میں یہی فرشتہ اسے کہے گا۔

لاتخف ولاتحزن وابشر بالذی یسرك :

خوف نہ کر۔ اندوہ گیں نہ ہو جو تمہیں خوش رکھے۔ ایسی خوشخبری میں تمہیں دیتا ہوں۔

اور پھر یہ فرشتہ اسے قول ثابت پر ثابت قدم رکھے گا۔ دنیا میں بھی موت کے وقت بھی۔ اور قبر میں منکر نکیر کے سوال و جواب کے وقت بھی۔

پس اس فرشتہ کی صحبت و دوستی سے بہتر کوئی دوستی نہیں۔ یہ فرشتہ اس کا ایسا رفیق اور دوست ہوگا کہ بیداری میں بھی اور نیند میں بھی۔ زندگی میں بھی۔ اور موت کے وقت بھی۔ قبر میں بھی۔ اور قبر کی وحشت کے وقت بھی۔ اس کا مونس ہوگا۔ خلوت و جلوت کا ساتھی ہوگا۔ رازدار امور میں رازدار بھی ہوگا۔ اس کی جانب سے اس کے دشمن سے جنگ کرے گا۔ دشمن کی مدافعت کرے گا۔ اس کی اعانت کریگا۔ خیر و فلاح کے وعدے کریگا۔ اور اس کی بشارتیں سنائے گا۔ تصدیق حق کے لئے اسے آمادہ کرتا رہے گا۔ چنانچہ ایک روایت میں جو مرفوعاً اور موقوفاً دونوں طرح مروی ہے۔

للملك بقلب ابن آدم لمۃ۔ وللشیطان لمۃ۔ فلمۃ الملك ایعاد بالخیر وتصدیق بالوعد۔ ولمۃ الشیطان ایعاد بالشر وتکذیب بالحق :

آدمی کے قلب میں فرشتہ کا خطرہ بھی ہوتا ہے اور شیطان کا بھی۔ فرشتہ کا خطرہ خیر و فلاح کا وعدہ اور وعدے کی تصدیق ہے اور شیطان کا خطرہ شر کا وعدہ اور حق کی تکذیب ہے۔

جب کسی بندے کو اس فرشتہ کا تقرب حاصل ہو جاتا ہے۔ تو یہ فرشتہ اس کی زبان بن جاتا ہے اور بندے کی زبان سے سچی باتیں کہلواتا ہے۔ اور قول صادق کا اسے القاء کرتا ہے۔ جب فرشتہ الگ ہو جاتا ہے تو اس سے شیطان قریب ہو جاتا ہے۔ اور پھر شیطان اس کی زبان سے جھوٹ۔ فریب۔ مکر و زور کی باتیں اور فحش کلامی اور یاوہ گوئی کراتا ہے اور یہ امر اسقدر واضح اور کھلا ہوا ہوتا ہے کہ

ہر دیکھنے والا اندازہ لگا لیتا ہے کہ یہ فرشتہ کی زبان سے بات کر رہا ہے۔ یا شیطان کی زبان سے۔ یہی حقیقت ایک حدیث میں مروی ہے۔

ان السکینۃ تنطق علی لسان عمرؓ (رضی اللہ عنہ) — عمر کی زبان سے سکینہ کا نطق ہوتا ہے۔

سلف صالح کسی صالح اور نیک آدمی کے منہ سے اچھے کلمات سنتے تو کہا کرتے تیری زبان سے یہ باتیں فرشتہ کہلوا رہا ہے۔ اور برے کلمات سنتے تو کہتے یہ کلمات تجھے شیطان القاء کر رہا ہے۔ یہ فرشتہ بندے کے قلب پر بھی حق کا القاء کرتا ہے۔ اور زبان پر بھی۔ اور شیطان قلب پر بھی باطل کا القاء کرتا ہے اور زبان پر بھی۔

غرض! معاصی بندے کو اس دوست سے محروم کر دیتے ہیں۔ جس کے قرب اور موالات سے اس کی سعادت وابستہ ہے۔ اور اس دشمن سے جوڑ دیتے ہیں۔ جس سے اس کی شقاوت۔ ہلاکت اور تباہی وابستہ ہے۔ فرشتہ کا تقرب حاصل ہوتا ہے تو فرشتہ اس کی جانب سے اس کے دشمنوں کی مدافعت کرتا ہے۔ جاہل۔ احمق اس پر حملہ کرتا ہے۔ یا اسے گالی گلوچ کرتا ہے۔ تو یہ فرشتہ اس کا جواب دیتا ہے اور اسے دفع کرتا ہے۔ چنانچہ واقعہ ہے کہ آنحضرت صلعم کے حضور میں دو آدمی کچھ مخاصمت کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک اپنے مخاصم کو گالی گلوچ کر رہا تھا۔ دوسرا خاموش تھا(۱) لیکن بعد میں اس نے بھی اپنے دشمن کو کچھ جواب دیا۔ آنحضرت صلعم فوراً وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ میں نے اس کی کچھ باتوں کی تردید کی ہے اور تو کچھ نہیں کیا۔ آپ کیوں اٹھ کر دوسری طرف تشریف لے گئے؟ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔

کان الملک یدافع عنک۔ فلما رددت علیہ جاء الشیطان فلم اکن لاجلس: — تمہاری جانب سے فرشتہ مدافعت کر رہا تھا جب تم نے اس کی تردید کی تو شیطان دوڑ آیا۔ اس لئے میں وہاں نہیں بیٹھ سکا۔

بندہ جب اپنے کسی مسلم بھائی کے حق میں اس کی غیبت میں دعا کرتا ہے تو یہ فرشتہ آمین کہتا ہے۔ اور یہ بھی کہتا ہے۔ خدا جتنا اسے دیوے اتنا تجھے بھی دیوے۔ بندہ سورۂ فاتحہ پڑھ کر آمین کہتا ہے تو یہ فرشتہ بھی آمین کہتا ہے۔ جب کوئی موحد مومن کتاب اللہ، کتاب الرسول کا پیرو اتفاقاً

---

(۱) ان میں ایک حضرت ابوبکر صدیقؓ تھے۔ یہ خاموش تھے اور دوسرا بکواس کر رہا تھا۔ بعد میں جا کر حضرت صدیقؓ نے بھی کچھ جواب دیا۔ تو آنحضرت صلعم اٹھ کر چلے گئے۔

گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ تو حاملین عرش اور مقرب فرشتے اس کے حق میں دعاء مغفرت کرتے ہیں۔ مومن بندہ سوتا ہے۔ تو فرشتہ اس کے کپڑوں سے اور لباس سے چمٹا رات گذارتا ہے۔ غرض! مومن بندے کا فرشتہ دشمن کی مدافعت کرتا ہے۔ دشمن کے حملہ کو روکتا ہے۔ نیک اور اچھا راستہ بتاتا ہے۔ ثابت قدم رکھتا ہے۔ اس کے اندر شجاعت و ہمت پیدا کرتا ہے۔ پھر کیا بندے کے لئے یہ سزاوار ہے کہ اپنے ایسے ہمدرد رفیق۔ مونس پڑوسی کو بھول بیٹھے؟ اور اسے تکلیف و ایذا پہنچائے؟ اور اس کے نیک وعدوں کی ناقدری کرے؟ یہ فرشتہ اس کا مہمان اور رفیق ہے۔ انسان، انسان کا مہمان ہوتا ہے۔ تو اس کا اکرام اور مہمان نوازی کی جاتی ہے۔ ہمسایہ کے ساتھ احسان کیا جاتا ہے۔ مہمان کا اکرام اور ہمسایہ کے ساتھ احسان لوازمات ایمان میں سے ہے۔ پھر اس شریف مہمان۔ اور غمخوار ہمسایہ کے اکرام و احترام کے متعلق تمہارا فرض کیا ہونا چاہیئے؟

جس طرح بندہ طاعت و عبادت سے اس فرشتہ کا اکرام کرتا ہے۔ اور فرشتہ اس کے حق میں دعا کرتا ہے۔ اسی طرح جب بندہ معاصی ظلم و جور اور فواحش کا ارتکاب کرتا ہے اور فرشتہ کو ایذا پہنچاتا ہے تو وہ فرشتہ اس کے حق میں بد دعا کرتا ہے۔ چنانچہ بعض صحابہ کا قول ہے۔

ان معکم من لایفارقکم فاستحیوا منھم واکرموھم: — تمہارے ساتھ کچھ ایسے لوگ بھی ہیں، جو تم سے جدا نہیں ہوتے۔ تم ان سے احیاء کرو۔ اور ان کا اکرام کرو۔

بتاؤ دنیا میں اس سے زیادہ کوئی لئیم اور منحوس ہوگا۔ جو ایسے کریم۔ واجب التکریم قادر کی شرم نہ رکھے؟ اور اس کی توقیر نہ کرے؟

اور اسی معنی کی طرف قرآن حکیم میں بھی ارشاد موجود ہے۔ ارشاد الٰہی ہے۔

وان علیکم لحافظین۔ کراماً کاتبین یعلمون ما تفعلون: — اور تم پر چوکیدار یعنی کراماً کاتبین فرشتے تعینات کر رکھے ہیں۔ کہ جو کچھ بھی تم کرتے ہو ان کو معلوم رہتا ہے۔ (انفطاط)

یعنی ان محافظین کا تم اکرام کرو۔ ان کی شرم رکھو۔ ان کی تعظیم کرو۔ ان کی عظمت پہچانو۔ تم سے ایسی باتیں سرزد نہ ہوں کہ تم جیسے انسان بھی انہیں دیکھنا گوارا نہیں کرتے فرشتہ کو ایسی باتیں تکلیف دیتی ہیں۔ جن باتوں سے انسان کو تکلیف ہوتی ہے۔ فسق و فجور اور خدا

نافرمانی اور گناہوں سے جب انسانوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ حالانکہ انسان ہی اس قسم کی چیزوں سے ملوث ہوا کرتے ہیں۔ تو پھر کیا ملائکہ کرام۔ کاتبین اعمال کو تکلیف نہیں پہنچتی ہوگی؟ جب کہ وہ معاصی اور گناہوں سے بالکل پاک صاف ہوا کرتے ہیں۔ والمستعان۔

فصل

حیات قلب۔ صحت قلب۔ امراض قلب اور موت قلب کے اسباب۔

معاصی اور گناہوں کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ بندے کی دنیا اور آخرت کی ہلاکت کا مواد اور سامان جمع کر دیتے ہیں۔ کیونکہ گناہ قلب کی بیماری ہے۔ اور جب گناہ کا مرض زیادہ مستحکم اور پائیدار ہو جاتا ہے۔ تو انسان کی موت یقینی ہو جاتی ہے۔

انسان کے جسم کی صحت و سلامتی تین چیزوں پر موقوف ہے۔

اوّل۔ یہ کہ ایسی غذا استعمال کی جائے جو جسم کی قوتوں کی حفاظت کرے۔

دوم۔ یہ کہ جن مواد فاسدہ۔ اور اخلاط رویہ سے صحت خراب ہوتی ہے۔ اس کا تنقیہ کیا جائے۔

سوم۔ یہ کہ جو چیزیں مضر صحت ہیں۔ اور جن کے استعمال سے ضرر و نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ ان چیزوں سے قطعاً پرہیز کیا جائے۔

جو حال جسم کا ہے۔ وہی حال قلب کا ہے۔ قلب کی زندگی کے لئے ایمان و یقین۔ اور اعمال صالحہ کی غذا لازمی ہے۔ اسی سے قلب کی قوتوں کی محافظت ہوتی ہے۔ اور توبۂ نصوح کے ذریعہ مواد فاسدہ اور اخلاط رویہ کا تنقیہ ہوتا ہے۔ اور صحت قلب کے لئے جن چیزوں سے پرہیز ضروری ہے اور جو امور صحت قلب کے منافی ہیں۔ ان سے قطعی پرہیز لازمی ہے۔

تقویٰ ایک ایسا اسم ہے۔ جو ان ہر سہ امور کو مشتمل ہے۔ ان تین امور میں جو کچھ بھی کمی ہوگی۔ اسی مقدار سے تقویٰ کی کمی ہوگی۔

اب سمجھ لو کہ گناہ ان ہر سہ امور کے خلاف اور منافی و متضاد ہے۔ گناہ سے ردی مواد اور اخلاط رویہ جمع ہو جاتے ہیں۔ جو صحت قلب کے لئے کلیتہً منافی ہیں اور قلب کو توبۂ نصوح کے ذریعہ تنقیہ و استفراغ سے قطعاً روک دیتے ہیں۔ تم کسی ایسے مریض کو دیکھو۔ جس کے اندر مواد فاسدہ۔ اور اخلاط رویہ پوری طرح مجتمع ہو گئے ہیں۔ اور مریض ان اخلاط اور مواد کا تنقیہ نہیں کرتا۔

Marfat.com

تو بتاؤ اس کی صحت اور زندگی کیونکر باقی رہے گی؟ کسی شاعر نے کیا اچھا کہا ہے۔

جسمك بالحمية احصنه — مخافة من الم طاری

تو اپنے جسم کو پرہیز کے ذریعہ محفوظ رکھ — اس ڈر سے کہ تجھ پر کوئی مرض حملہ کر دے گا۔

وكان اولى بك ان تحتمى — من المعاصى خشية الباری

تیرے لئے بہتر یہ تھا کہ تو باری تعالیٰ کے خوف سے معاصی سے اجتناب و پرہیز کرتا۔

جس آدمی نے اوامر الٰہیہ کے تعمیل و اتباع اور نواہی و محرمات کے اجتناب کے ذریعہ اپنی قوت کی محافظت کر لی۔ اور توبۂ نصوح کے ذریعہ اخلاط رویہ۔ اور مواد فاسدہ کا تنقیہ کرا تو سمجھ لو وہ ہر طرح محفوظ ہو گیا۔ ہر خیر و بھلائی بلا طلب اس کے لئے موجود ہے۔ اور ہر شر فساد سے بغیر فرار ہی وہ در محفوظ ہے۔ واللہ المستعان

فصل

شریعت میں جو سزائیں مقرر ہیں وہ پوری طرح قرین عقل ہیں۔

اگر یہ عقوبتیں اور سزائیں تمہارے اندر خوف اور لرزہ نہیں پیدا کرتیں اور تم اپنے قلب کے اندر ان سزاؤں کی تاثیر نہیں پاتے۔ تو پھر تم جنایات و جرائم کی وہ عقوبتیں اور سزائیں اپنے سامنے رکھو جو خدا اور خدا کے رسول نے مشروع فرمائی ہیں۔ اور ان پر غور کرو۔ مثلاً شارع نے صرف تین درہم کی چوری میں ہاتھ کاٹ دینے کا حکم دیا۔ قطاع الطریق۔ راہزن۔ ڈاکو کا ایک ہاتھ۔ ایک پاؤں کاٹ دینے کا حکم دیا۔ محصن پر تہمت لگانے والے۔ اور شراب پینے والے کے لئے کوڑوں کی سزا مشروع فرمائی۔ کہ کوڑوں سے ان کی کھال ادھیڑ دی جائے۔ کسی کی شرمگاہ میں عضو تناسل کا صرف حشفہ بھی ناجائز طریقے پر داخل کیا جائے۔ تو اسے رجم کر دیا جائے۔ اگر غیر محصن سے زنا سرزد ہو تو اس کی سزا میں کچھ تخفیف رکھی۔ سو کوڑے مارنے اور ایک سال جلاوطن کرنے کا حکم دیا۔ محرم عورت سے زنا کرنے والے۔ فرض نماز ترک کرنے والے۔ زبان سے کلمہ کفر کہنے والے کے لئے یہ حکم دیا ہے کہ اس کی گردن اڑا دی جائے۔ لواطت کی یہ سزا مقرر فرمائی کہ فاعل و مفعول دونوں کو قتل کر دیا جائے۔ اگر کوئی چوپائے کے ساتھ حرام کاری کرے تو حکم دیا حرام کاری کرنے والے کو اور چوپائے کو دونوں کو قتل کر دیا جائے۔ نماز کی جماعت ترک کرنے والے کے متعلق شارع نے یہ ارادہ کیا تھا کہ ان کے گھروں کو آگ لگا

Marfat.com

جائے ۔ یہ اور اس قسم کی عقوبتیں مختلف قسم کی جنایات و جرائم کرنے کے لئے شارع نے مشروع فرمائی ہیں۔ یہ عقوبتیں ٹھیک ٹھیک جنایات و جرائم کے دواعی اور حکمت و مصلحت کے مطابق ہیں اور یہ عقوبتیں وہیں مقرر اور مشروع کی گئی ہیں۔ جہاں طبعی دواعی موجود ہوں۔ اور جہاں طبعی دواعی موجود نہیں وہاں صرف حرمت کا حکم دیا۔ اور کچھ تعزیر مقرر کر دی۔ کوئی حد مقرر نہیں کی۔ مثلاً کسی نے گوبر کھا لیا یا خون پی لیا۔ یا مردار جانور کا گوشت کھا لیا۔ ایسے جرائم کے لئے کوئی حد متعین نہیں فرمائی۔ نہ کوئی خصوصی تعزیر مقرر فرمائی۔ لیکن وہ جنایات و جرائم جن میں طبعی دواعی موجود ہوں۔ ان کی عقوبت و سزا، ان کے مفاسد اور دواعی طبعیہ کے عین مطابق مشروع فرمائی۔ اور یہی وجہ ہے کہ جہاں زنا کے دواعی طبعیہ قوی تر ہوں۔ وہاں عقوبت و سزا سخت سے سخت رکھی گئی۔ یعنی زانی کو ذلیل ترین طریقہ سے قتل کر دیا جائے۔ اور زنا کی آسان سے آسان سزا معمولی صورت میں دی گئی ہے۔ وہ کوڑوں کی اور جلا وطنی کی سزا ہے۔ اور چونکہ لواطت میں دواعی طبعیہ موجود ہیں اور فعل بالکل غیر طبعی ہے۔ ہر دو حیثیتیں موجود ہیں۔ اس لئے اس کی سزا قتل مقرر کی گئی اور جہاں سرقہ۔ چوری کے دواعی قوی تر ہوں۔ اور مفاسد بھی قوی تر ہوں تو حکم دیا گیا کہ ہاتھ کاٹ دیئے جائیں۔

اور پھر شارع کی حکمت و مصلحت پر غور کرو کہ عقوبت و سزا میں اس عضو کو کاٹنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ جس کے ذریعہ جنایات و جرم کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔ مثلاً قطاع الطریق۔ راہ زنی۔ ڈاکو۔ کہ ان کا ہاتھ اور پاؤں دونوں کاٹنے کا حکم دیا۔ کیونکہ راہ زنی ۔ ڈاکہ زنی کے یہی دو اصلی آلات ہیں۔

اور شارع نے "قاذف" یعنی تہمت لگانے والے کی زبان کاٹنے کا حکم نہیں دیا۔ حالانکہ جنایت و جرم کا ارتکاب زبان ہی سے ہوتا ہے۔ کیونکہ زبان کاٹنے کے مفاسد جنایت و جرم سے زیادہ ہیں اور اس لئے اس کی عقوبت و سزا صرف یہی رکھی کہ "قاذف" یعنی تہمت لگانے والے کو کوڑے لگائے جائیں۔ اور اس کے پورے جسم کو تکلیف پہنچائی جائے۔

اگر کہا جائے کہ زانی کا عضو تناسل کیوں نہیں کاٹا جاتا کہ اسی سے وہ جنایت و جرم کا ارتکاب کرتا ہے؟ جواب یہ ہے کہ عضو تناسل چند وجوہ کی بناء پر کاٹا نہیں جا سکتا۔

اول۔ یہ کہ عضو تناسل کاٹنے کی خرابی جنایت و جرم کی خرابی سے بڑھ جاتی ہے۔ اور اس کے قطع کرنے سے نسل منقطع ہو جاتی ہے۔ نیز ہلاکت کا بھی خطرہ ہے۔

دوم۔ عضو تناسل ایک مستور و مخفی عضو ہے۔ اور اس کے کاٹنے سے حد اور عقوبت کا

Marfat.com

جو اصل مقصد ہے. زجر و توبیخ اور دوسروں کے لئے تنبیہہ و عبرت، وہ پورا نہیں ہوتا۔ بخلاف سرقہ اور ڈاکہ۔ راہ زنی میں ہاتھ کاٹنے سے یہ مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔

سوم - یہ کہ ایک ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔ تو دوسرا ہاتھ باقی اور سلامت رہتا ہے۔ جس سے کاٹے ہوئے ہاتھ کا کام بھی لیا جا سکتا ہے. بخلاف عضو تناسل کے کہ اس کو کاٹنے کے بعد اس کا بدل باقی نہیں رہتا۔

چہارم - یہ کہ زنا کی لذت سارے جسم سے وابستہ ہے۔ پورا جسم لذت اندوز ہوتا ہے۔ اس لئے سزا بھی ایسی ہی ہونی چاہیئے۔ جو سارے جسم کو الم آشنا کر دے. صرف گوشت کے ایک ٹکڑے اور ایک لوتھڑے کو کاٹنے سے پورے جسم کو عقوبت سے متاثر کرنا زیادہ مناسب اور بہتر ہے۔

غرض! شارع کی مقرر کردہ تمام عقوبتیں۔ اور سزائیں نہایت مناسب۔ قرین عقل، اوفق للحکمت اور عین مصلحت پر مبنی ہیں۔

مقصود یہ ہے کہ جنایات و جرائم کی شرعی۔ اور قدری عقوبتیں۔ مفاسد جنایات و جرائم کے عین مطابق ہیں اور اللہ تعالیٰ کبھی بندے کو ان ہر دو قسم کی عقوبتوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اور کبھی بندہ توبہ و استغفار کرتا ہے۔ اور توبہ و انابت سے خدا کو راضی کر لیتا ہے۔ تو خدا عقوبت کو رفع دفع بھی کر دیتا ہے۔

فصل

عقوبات دو قسم کی ہیں۔ شرعی اور قدری۔ بدترین قسم کا زنا، پڑوسی کی عورت سے زنا کرنا ہے. مختلف حالات و تعلقات کے لحاظ سے زنا کے جرم میں شدت اور خفت ہوا کرتی ہے۔

معاصی کی عقوبتیں دو قسم کی ہیں۔ عقوبت شرعیہ اور عقوبت قدریہ۔ جب کسی گناہ کی شرعی سزا دے دی جاتی ہے۔ تو عقوبت قدریہ بالکلیہ اٹھا لی جاتی ہے۔ یا پھر اس میں تخفیف ہو جاتی ہے پروردگار عالم کسی کو ہر دو قسم کی سزا نہیں دیتا۔ ہاں اگر شرعی عقوبت، شرعی سزا گناہ کے موجبات کے لئے کافی نہ ہوا اور مرض معصیت پوری طرح دور نہ ہوا ہو۔ تو قدری سزا بھی دی جاتی ہے اور جن معاصی میں عقوبات شرعیہ معطل ہیں اور شارع نے کوئی شرعی سزا مقرر نہیں کی۔ وہاں صرف عقوبات قدریہ جاری ہوں گی اور

بعض اوقات عقوبات قدریہ۔ عقوبات شرعیہ سے بھی زیادہ سخت اور ضرر رساں ہوا کرتی ہیں۔ اور بعض اوقات اس سے کم بھی ہوتی ہیں۔ لیکن یہ ضرور ہے۔ کہ عقوبات قدریہ عام اور ہمہ گیر ہوا کرتی ہیں۔ قوموں اور ملکوں کو گھیر لیتی ہیں اور عقوبات شرعیہ عاصی اور مجرم کی ذات تک ہی محدود ہوتی ہیں۔ کیونکہ پروردگار عالم شرعی سزا اسی کو دیتا ہے۔ جس نے جرم کیا ہے۔ یا جو اس جرم کا سبب اور موجب بنا ہے لیکن عقوبت قدریہ کا حال اور ہے۔ یہ عوام و خواص تمام کو گھیر لیتی ہے۔ کیونکہ معصیت جب خفیف مستور و مخفی ہوتی ہے۔ اس کی مضرت صرف عاصی اور مجرم تک ہی محدود رہتی ہے۔ لیکن جب علانیہ معصیت کا ارتکاب ہوتا ہے۔ تو خواص و عوام تمام کے لئے مضرت رساں بن جاتی ہے۔ لوگ منکر کو دیکھیں اور اس سے انکار نہ کریں۔ روکنے کی کوشش نہ کریں تو خوف ہے کہ اللہ تعالیٰ اس منکر و معصیت کی سزا میں خواص و عوام سب کو شامل کر دے۔

تم اوپر پڑھ چکے ہو کہ شرعی عقوبتیں اللہ تعالیٰ نے جنایات و جرائم کے مفاسد اور طبعی تقاضوں کی مقدار کے مطابق مشروع فرمائی ہیں۔ یہ شرعی عقوبات اللہ تعالیٰ نے تین قسم کی مشروع فرمائی ہیں۔ قتل کی سزا۔ ہاتھ کاٹنے کی سزا۔ اور کوڑے لگانے کی سزا۔

قتل کی سزا کفر۔ اور قریب بہ کفر جرم کے بدلہ میں مشروع ہوئی ہے۔ جیسا کہ زنا۔ لواطت وغیرہ۔ کفر سے دین و مذہب فاسد اور برباد ہو جاتا ہے اور زنا۔ لواطت سے نوع انسانی تباہ و برباد ہو جاتی ہے اور اسی نکتہ کی بنا پر امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا ہے۔

لا اعلم بعد القتل ذنبا اعظم من الزنا =	قتل کے گناہ کے بعد زنا سے بڑا کوئی گناہ میں نہیں جانتا۔

اور اس قول کے استدلال میں انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی یہ حدیث پیش کی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے آنحضرت صلعم سے پوچھا۔ یا رسول اللہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔

ان تجعل للہ ندا وھو خلقک	تم کسی کو اللہ تعالیٰ کا ہم مثل گردانو۔ حالانکہ تم کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔

انہوں نے دریافت کیا۔ اس کے بعد بڑا گناہ کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا۔

ان تقتل ولدک مخافۃ ان یطعم	یہ کہ تم اپنے لڑکے کو اس لئے قتل کر دو کہ وہ تمہارے

Marfat.com

معك : ساتھ کھائے گا۔

اس کے بعد انہوں نے دریافت کیا۔ اس کے بعد کونسا گناہ بڑا ہے؟ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔

ان تزنی بحلیلۃ جارك : یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بی بی سے زنا کرو۔

اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کے اندر فرمائی۔

والذین لایدعون مع اللہ الھا آخر ولایقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق۔ ولایزنون : الایۃ (فرقان) اور جو خدا کے سوا کسی دوسرے کو معبود نہ پکاریں اور ناحق کسی کو جان سے نہ ماریں کہ اس کو خدا نے حرام کیا ہے اور نہ زنا کے مرتکب ہوں : الخ

آنحضرتؐ نے ان گناہوں کا ذکر فرمایا۔ جو ہر نوع کے گناہوں میں بڑے گناہ ہیں۔ سائل کے سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بڑے سے بڑے گناہ دریافت کر رہا تھا۔ تو آپ نے اس کے سوال کے مطابق جواب دیا۔ اور بڑے فخر سے بڑے گناہ بتلا دیئے۔ قتل کرنے میں بڑے سے بڑا قتل یہ ہے کہ آدمی اپنے لڑکے کو اس لیے قتل کر دے کہ وہ کھانے میں اس کا شریک ہوگا۔ زنا کے تمام اقسام میں عظیم ترین زنا یہ ہے کہ آدمی اپنے پڑوسی کی بی بی سے زنا کرے۔ زنا کے درجے دو چند سہ چند بقدر مدارج حرمت کے بڑھتے ہیں۔ شوہر والی عورت سے زناکاری کرنا بغیر شوہر والی عورت کے ساتھ زنا کرنے سے بدرجہا بڑا گناہ ہے اور موجب عقوبت و سزا ہے۔ کیونکہ شوہر والی عورت سے زنا کرنے میں شوہر کی حرمت و عزت کی دیوار بھی توڑی جاتی ہے۔ اس کا بستر بگاڑا جاتا ہے۔ غیر کا نطفہ اور نسب اس کے سر منڈھا جاتا ہے۔ نیز اس قسم کی اور بھی بہت سی تکالیف اس کے شوہر کو پہنچتی ہیں۔ اور اس لئے یہ زنا بغیر شوہر والی عورت سے زناکاری کرنے سے زیادہ بھاری اور زیادہ فدنی گناہ ہے اور پھر اگر اس عورت کا شوہر اس کا پڑوسی ہے تو جرم اور بھی وزنی ہو جاتا ہے۔ کہ زنا کے ساتھ پڑوسی کی بے حرمتی اور بے عزتی بھی ہو رہی ہے۔ اور اسی لئے آنحضرتؐ نے زنا کے اقسام میں سے اسی زنا کا ذکر فرمایا۔ جو سب سے زیادہ تکلیف دہ اور ایذا رساں ہے۔ اسی طرح مہلک جرائم میں یہ سب سے بڑا جرم ہے اور اسی زنا کے متعلق آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے۔

لایدخل الجنۃ من لایامن جارہ بوائقہ : وہ آدمی جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ جس کے شر سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو۔

اور بڑا سے بڑا شر یہی ہے کہ اس کی عورت کے ساتھ زناکاری کی جائے۔ اور عند اللہ پڑوسی کی عورت سے زنا کرنا بے شوہر کی سو عورتوں سے زنا کرنے سے بھی زیادہ بھاری ہے۔

اور پھر اگر پڑوسی اس کا بھائی ہے یا قریبی رشتہ دار ہے تو اس جنایت و جرم کے علاوہ

قطع رحمی کا جرم بھی شامل ہو جائے گا۔ اور گناہ اور زیادہ وزنی ہو جائے گا۔

اور اگر پڑوسی خدا کی کسی طاعت اور نیکی کے لئے گیا ہوا ہے۔ مثلاً نماز کے لئے گیا ہے۔ یا تحصیل علم کے لئے گیا ہے۔ یا جہاد کے لئے گیا ہوا ہے تو گناہ اور بھی زیادہ وزنی ہو جاتا ہے چنانچہ کسی غازی فی سبیل اللہ کی عورت سے کسی نے زنا کاری کی تو قیامت کے دن اسے غازی کے سامنے لا کھڑا کیا جائے گا۔ اور غازی سے کہا جائیگا۔ اس کی جسقدر نیکیاں تو لینا چاہے لے لے۔ آنحضرتؐ نے یہ بیان فرماتے ہوئے فرمایا فما ظنکم ؟ یعنی تمہارا کیا خیال ہے غازی اسوقت کیا کریگا؟ یعنی یہ اسوقت جبکہ لوگوں کو نیکیوں کی اسقدر ضرورت ہوگی کہ ایک ایک نیکی کے لئے آدمی مضطرب اور بے چین ہوگا۔ باپ اپنا حق اپنے بیٹے سے نہیں چھوڑے گا۔ کیا غازی اسوقت اس کی نیکیاں اس کے لئے رہنے دیگا؟ جبکہ اسے کہہ دیا گیا ہے کہ اس کی نیکیوں میں سے جسقدر تو چاہے لے لے۔

اور اگر ایسا اتفاق پڑ جائے کہ عورت ذی رحم میں سے ہے۔ تو زنا کے ساتھ قطعی رحمی۔ اور حرمت رحم توڑنے کا جرم بھی شامل ہو جائے گا۔

اور کہیں اتفاق ہو گیا کہ آدمی محصن بی بی والا ہے۔ تو جرم اس سے بھی زیادہ وزنی ہو جائے گا۔ اور اگر زانی بڈھا ہے تو یہ بھاری سے بھاری جرم ہو جائے گا۔ اور شیخ یعنی بڈھا زانی تو ان تین قسم کے لوگوں میں سے ایک ہے۔ جن کے متعلق وارد ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے کلام نہیں کرے گا اور جس کے متعلق سخت سے سخت عذاب کی وعید وارد ہوئی ہے۔ اور اگر اس کے ساتھ یہ شامل ہو جائے۔ کہ زنا کا ارتکاب حرمت والے مہینوں میں کیا جائے۔ یا حرمت والے شہر یعنی مکہ معظمہ میں کیا جائے یا ان اوقات میں کیا جائے جو مقبولیت دعا کے اوقات ہیں۔ مثلاً اوقات نماز میں یا اوقات اجابت دعا میں تو یہ جرم زیادہ سنگین ہو جائیگا۔ اسی پر تم گناہوں، اور گناہوں کے مفاسد۔ جنایات، جرائم اور ان کی عقوبتوں اور سزاؤں کے درجات و مراتب کو قیاس کر لو۔ ان اللہ المستعان۔

فصل

معاصی تین قسم کے ہیں۔ ایک وہ جن میں حد مقرر ہے
ایک وہ جن میں کفارہ لازم ہے۔ ایک وہ جن میں نہ حد مقرر ہے۔ نہ کفارہ لازم آتا ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالےٰ نے ہاتھ کاٹنے کی حد اور سزا وہاں مقرر فرمائی ہے۔ جہاں مال کا بچاؤ ناممکن ہو۔ مثلاً چور سے مال کا بچاؤ کرنا ممکن نہیں ہے۔ چور مخفی طریقہ سے مال چراتا ہے۔ نقب لگا کر مال لے جاتا ہے۔ دروازے چھوڑ کر دیواروں پر چڑھ جاتا ہے۔ چور کا حال بالکل بلّی اور سانپ کا سا ہے۔ کہ گھروں میں اس طرح گھس جاتے ہیں کہ کسی کو پتہ تک نہیں چلتا۔ پس اللہ تعالیٰ نے سرقہ چوری کے فساد کو قتل کا درجہ نہیں دیا۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ فساد صرف کوڑے مارنے سے بھی دفع نہیں ہو سکتا۔ اس لئے سرقہ۔ چوری کے مفاسد کے دفعیہ کی بہتر سے بہتر شکل یہی ہے کہ اس عضو کو کاٹ دیا جائے۔ جس کے ذریعہ اس جرم کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔

جن جنایات و جرائم میں عقل خراب ہو جاتی ہے۔ ان میں کوڑوں کی سزا مشروع فرمائی۔

اور قذف و تہمت میں یہ سزا تجویز فرمائی کہ قاذف تہمت لگانے والے کی آبروریزی کر دی جائے۔ پس اللہ تعالیٰ نے عقوبت شرعیہ تین قسمیں قرار دی ہیں۔ اسی طرح کہ کفارہ کی بھی تین قسمیں ہیں۔

اعلیٰ ترین کفارہ غلام آزاد کرنا۔

دوم۔ مسکینوں کو کھانا کھلانا۔

اور سوم۔ روزے رکھنا۔

حق سبحانہ و تعالےٰ نے گناہوں کی تین قسمیں قرار دی ہیں۔

ایک وہ جن میں حد قائم کی گئی ہے۔ جن جرائم میں حد مقرر کی گئی ہے۔ ان میں کفارہ نہیں رکھا۔ بلکہ حد ہی کو کافی قرار دیا گیا ہے۔

دوم۔ وہ جن میں حد مقرر نہیں کی گئی۔ بلکہ کفارہ مشروع کیا گیا ہے۔ مثلاً کسی نے رمضان المبارک میں دن کے وقت بی بی سے ہمبستری کر لی۔ یا حالت احرام میں ایسا کر لیا۔ اور مثلاً ظہار۔ قتلِ خطا۔ یا قسم کا توڑنا وغیرہ۔

تیسری قسم گناہوں کی وہ ہے۔ جن میں شارع نے نہ حد قائم کی ہے۔ نہ کفارہ مقرر کیا ہے۔ اس قسم کے جرائم کی دو قسمیں ہیں۔

ایک وہ جن کا محرک کوئی امر طبیعی نہیں ہے۔ مثلاً غلیظ کھا لینا۔ پیشاب یا خون پی لینا

دوسری وہ جن کی خرابیاں ان خرابیاں اور گناہوں کے مقابلہ میں کم ہیں۔ جن میں حد مقرر کی گئی ہے مثلاً کسی عورت کی طرف دیکھنا۔ اس کا بوسہ لینا۔ چھو لینا۔ یا اس سے بات چیت کرنا۔ یا

پیسہ دو پیسہ کی چوری کر لینا وغیرہ۔ شارع نے ان ہر دو قسم کے جرائم میں نہ حد مقرر فرمائی۔ نہ کفارہ مشروع فرمایا۔ تین قسم کے جرائم میں شارع نے کفارہ مشروع فرمایا ہے۔

ایک وہ جرم جو اصل میں جرم نہ تھا۔ بلکہ فعل مباح تھا۔ لیکن کسی مخصوص حالت میں شارع نے اسے حرام قرار دیا ہے۔ اور اس نے اس حالت میں جس میں اس کو حرام قرار دیا گیا تھا۔ اس فعل کا ارتکاب کر لیا۔ مثلاً بی بی سے ہمبستری مباح ہے۔ لیکن احرام اور روزہ کی حالت میں۔ نیز حیض و نفاس کی حالت میں شارع نے ہمبستری حرام کر دی۔ ہاں وطی فی الدبر کا مسئلہ بالکل اس کے خلاف ہے۔ یہ کسی حال میں بھی مباح نہیں ہے۔ اس کی تحریم دائمی تحریم ہے۔ بعض فقہاء نے اس جرم کو حالت حیض و نفاس کی ہمبستری پر جو قیاس کیا ہے۔ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ یہ فعل کسی وقت بھی جائز اور مباح نہیں ہے۔ بلکہ یہ بمنزلہ لواطت اور شراب نوشی کے ہے۔

دوسری قسم کفارہ کی یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کے لئے عقد نذر یا عقد یمین باندھ لیوے۔ یعنی کسی نے اللہ تعالیٰ کے لئے نذر کی گرہ باندھ لی۔ یا اللہ تعالیٰ کی قسم کھالی۔ یا اللہ تعالےٰ نے کسی چیز کو حرام گردانا۔ پھر کسی نہج۔ اور کسی ضرورت سے اس کو حلال گردانتا چاہا۔ تو حلال کرنے کے لئے کفارہ مقرر کر دیا۔ اس قسم کے کفارہ کا نام شارع نے تحلہ رکھا ہے۔ یہ کفارہ اس ہتک و توہین کا کفارہ نہیں ہے۔ جو قسم توڑ کر اللہ کے نام کی ہتک ہوئی ہے۔ جیسا کہ بعض فقہاء کا خیال ہے۔ کیونکہ قسم کا توڑنا کبھی واجب بھی ہوتا ہے۔ کبھی مستحب۔ اور کبھی مباح۔ یہ کفارہ تو صرف اس عقد اور گرہ کا ہے۔ جو اس نے باندھی تھی۔ اور پھر کھول دی۔

تیسری قسم کا کفارہ وہ ہے۔ جو کسی نقصان کی بحالی کے لئے لازم آتا ہے۔ مثلاً قتل خطا کہ کسی کو غلطی سے قتل کر دیا۔ یہاں کوئی گناہ اور جرم نہیں۔ بلکہ ایک غلطی ہو گئی ہے۔ جس کا کفارہ دینا پڑتا ہے۔ یا مثلاً شارع نے کسی جگہ شکار کرنے کی ممانعت کر دی ہے۔ وہاں اس نے غلطی سے شکار کر لیا۔ اس میں بھی کوئی گناہ نہیں ہے۔ بلکہ ایک غلطی ہو گئی ہے۔ اور یہ کفارہ ان غلطیوں کی پا بجائی کے لئے ہوتا ہے۔

پہلی قسم کا کفارہ زجر و توبیخ کی غرض سے ہے۔

دوسری قسم کا کفارہ عقدہ کشائی۔ یعنی گرہ کھولنے کا کفارہ جسے تحلہ کہتے ہیں۔

اور یہ امر بھی بالکل واضح ہے کہ کسی معصیت و جرم میں حد اور تعزیر دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔ بلکہ جس میں حد مقرر ہے۔ وہاں حد کافی ہے۔ ورنہ پھر تعزیر پر اکتفا ہو گا۔ نیز کسی معصیت میں حد

Marfat.com

اور کفارہ دونوں چیزیں جمع نہیں ہوسکتیں جس میں حد ہے۔ کفارہ نہیں۔ اور جس میں کفارہ ہے اس میں حد نہیں ہے۔

اب مسئلہ یہ باقی رہ گیا کہ جس معصیت میں حد مقرر نہیں کی گئی۔ اس میں تعزیر اور کفارہ دونوں چیزیں جمع ہوسکتی ہیں یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے۔ مثلاً حالت احرام میں یا حالت صوم میں یا حالت حیض میں بی بی سے ہمبستری کر لی گئی۔ اور اس کا کفارہ ہم نے واجب گردان لیا تو پھر کیا حکم ہے؟ بعض علماء کہتے ہیں اس میں کفارہ کے ساتھ تعزیر بھی واجب ہوگی۔ کیونکہ جنایت کا ارتکاب کر کے اس نے واجب احترام حکم کی توہین کی ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں۔ نہیں بلکہ اس میں صرف کفارہ کافی ہے۔ کیونکہ کفارہ اس جرم کی پاداش ہے۔ جو جرم کو محو کر دیتی ہے۔

فصل

عقوبات قدریہ کی دو قسمیں ہیں۔ عقوبت قلوب و نفوس اور عقوبت ابدان واموال۔

عقوبات قدریہ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک عقوبت قلوب اور یہ نفوس انسانی کے لئے ہے جو انسان کے قلب سے وابستہ ہے۔ دوسری ابدان واموال جو عقوبت قلوب کے لئے ہے۔ اسکی دو قسمیں ہیں۔

ایک مثبت غم والم کی شکل میں ہے۔ جس کی ضرب قلب پر پڑتی ہے۔

دوسری وہ جس سے اس کا وہ مادہ ہی منقطع ہو جاتا ہے۔ جس سے قلب کی حیات و اصلاح وابستہ ہے۔ اور یہ مادہ جب منقطع ہو جاتا ہے۔ تو پھر اس جگہ اس کی اضداد پیدا ہو جاتی ہیں۔

ان دو قسم کی عقوبتوں میں سے سخت ترین عقوبت قلوب کی عقوبت ہے۔ اور قلوب کی عقوبت ہی عقوبت ابدان کی اصل اور جڑ ہے۔

قلوب کی عقوبت جب قوی۔ بھاری اور شدید ہو جاتی ہے۔ تو وہ قلب سے متجاوز ہو کر جسم تک پہنچ جاتی ہے۔ جس طرح کہ بدن کی تکلیف قلب تک سرایت کر جاتی ہے۔

جب نفس انسانی جسم سے جدا ہوتا ہے تو عقوبت کا تعلق۔ اور اس کے احکام کا رشتہ نفس سے قائم ہو جاتا ہے۔ اس وقت عقوبت قلب کا ظہور پوری قوت سے ہو جاتا ہے اور بالکل علانیہ اس کا ظہور ہونے لگتا ہے۔ اسی عقوبت کا نام عذاب قبر ہے۔ اس وقت عذاب قلب کو برزخ سے وہ نسبت ہوتی ہے۔ جو عذاب ابدان کو اس دنیا سے نسبت ہے۔

Marfat.com

فصل

عقوبات ابدان کی دو قسمیں ہیں شر نفس اور شر اعمال سیئہ سے پناہ مانگنے کی کیا شکل ہے؟

بدنی عقوبتوں کی دو قسمیں ہیں۔ اوّل دنیا میں۔ دوم آخرت میں۔ اور عقوبات کی شدت وخفت اور دوامی اور غیر دوامی باعتبار معاصی کی شدت وخفت اور گناہوں کے مفاسد کے لحاظ سے ہے۔ لیکن تمام کی اصل شر نفس اور اعمال سیئہ ہیں اور یہی دو چیزیں ہیں جن سے آنحضرتؐ نے اپنے خطبہ میں ہمیشہ پناہ مانگی ہے۔

ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا۔

اور ہم اپنے نفسوں کے شر سے اور اپنے اعمال کی برائیوں سے خدا کی جناب میں پناہ چاہتے ہیں۔

اعمال سیئہ کی اصل شر نفس ہے اور اس لئے ہمہ قسم کے شر کی اصل شر نفس ہے۔ شر نفس سے ہی تمام شر پیدا ہوتے ہیں۔ اعمال سیئہ شر نفس کے ثمرات اور نتائج ہیں۔

علماء نے ومن سیئات اعمالنا کے معنی میں اختلاف کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ ہمارے اعمال میں جو سیئات ہیں ان سے ہم اللہ تعالےٰ کی جناب میں پناہ چاہتے ہیں۔ اس معنی کے لحاظ سے نوع کی اضافت اپنی جنس کی طرف ہے۔ اور "من" تبعیض کے لئے ہے یعنی ہمارے اعمال میں سے جو سیئات ہیں ان سے ہم اللہ تعالےٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔

اور بعض علماء کہتے ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ سیئات کی عقوبات جو ہمارے حق میں مضرت رساں ہیں۔ ان سے ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔ اس معنی کے لحاظ سے عبارت یہ ہوگی

ومن عقوبات اعمالنا التی تسوءنا۔

ہم اپنے اعمال کی عقوبات سے جو ہمارے حق میں مضر ہیں اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔

اس قول کی رو سے "استعاذہ" ہمہ قسم کے شر۔ اور برائیوں سے ہوگا۔ کیونکہ شر نفس اعمال سیئہ کو مستلزم ہیں۔ اور اعمال سیئہ عقوبات سیئہ کو مستلزم ہیں۔

پس آنحضرتؐ نے پہلے "شر نفوس" سے جو اعمال قبیحہ کے مقتضیات سے ہیں متنبہ فرمایا۔ اور اس کے ذکر پر اکتفا فرمائی۔ کیونکہ شر نفس ہی اصل اور جڑ ہے۔ اس کے بعد آپ نے شر کی غایت اور اس کے منتہا کا ذکر فرمایا۔ اور وہ سیئات اعمال ہیں جو اعمال کی عقوبات و آلام ہیں۔ پس

Marfat.com

آنحضرتؐ کا یہ "استنفاذہ" شر کی اصل اور اس کی فرع - مبدا اور منتہا - ابتدار اور انتہا غایت اور مقتضیات تمام پر مشتمل ہے۔

اور اہل ایمان کے لئے ملائکہ - فرشتوں کی یہ دعا

وقہم السیئات ومن تق السیئات یومئذ فقد رحمتہ

ان کو ہر طرح کی خرابیوں سے محفوظ رکھ اور جس کو تو اس دن خرابیوں سے محفوظ رکھے گا تو (مومن) اس پر تو نے بڑا فضل کیا۔

سیئات اعمال اور اعمال سیئہ سے جو عقوبات و آلام پہونچنے ہیں ان سے تحفّظ پر مشتمل ہے جب اللہ تعالےٰ بندوں کو اعمال سیئہ سے محفوظ رکھے گا۔ تو ان اعمال سیئہ کی جزا سے بھی ضرور محفوظ رکھے گا۔ اگرچہ

ومن تق السیات یومئذ فقد رحمتہ

اور جسے تو خرابیوں سے اسی دن محفوظ رکھیگا اس پر تیرا فضل وکرم ہوگا۔

سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ دعا عقوبات اعمال سے جو قیامت کے دن پیش آنے والی ہیں ان سے تحفّظ کے لئے وارد ہے

اگر کہا جائے کہ بارگاہ الٰہی میں ملائکہ اور فرشتوں نے اہل ایمان کے لئے جو دعا کی ہے وہ یہ ہے کہ اہل ایمان کو عذاب جہنم۔ عذاب دوزخ سے بچایا جائے۔ اس کے معنی یہی ہیں کہ سیئات کی عقوبات وسزا سے ان کو بچایا جائے۔ یہ معنی صاف صاف دلالت کر رہے ہیں کہ ملائکہ اہل ایمان کو جس عقوبت سے بچانے کی دعا کر رہے ہیں وہ اعمال سیئہ کے لوازم ہیں۔ ملائکہ کی دعا اور آنحضرتؐ کا استنفاذہ اور دعا ایک ہی معنی رکھتے ہیں۔ اور آیت میں یومئذ (اس دن) کی تخصیص وارد ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سیئات اعمال کا شر مراد ہے۔ نہ کہ بعینہٖ سیئات اعمال یعنی برے اعمال۔ یہ اعتراض یہاں وارد نہیں ہوتا۔ کیوں کہ اصل مقصد تو یہی ہے کہ اس دن سیئات اعمال کے شر سے بچایا جائے۔ اور یہ چیز بھی تو بعینہٖ سیئات ہیں۔

یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ سیئات سے بچنے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ تعالےٰ ایسی توفیق عطا فرمائے کہ بندہ سیئات اور گناہوں سے بچا رہے۔ اور توفیق الٰہی کی وجہ سے سیئات وگناہ کا سرے سے ارتکاب ہی نہ ہو سکے۔ دوسری یہ کہ سیئات کی جزا اور سزا سے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے رحم ومغفرت۔ فضل وکرم سے حکم عفو درگذر پھیر دیوے۔ آیت مذکورہ ہر دو قسم کے سوالوں پر مشتمل

ہے اور ظرف یعنی "یومئذ" کا تعلق وتقیید جملہ شرطیہ سے ہے۔ یعنی ومن تق السیات سے ہے جملہ جزائیہ یعنی " فقد رحمتہ " سے نہیں ہے۔

اب تم اس حدیث کے مضمون پر غور کرو۔ فرشتوں کی دعا اہل ایمان۔ صالح۔ نیک کردار لوگوں کے حق میں ان کی مدح وتوصیف۔ مومنوں کے حق میں استغفار ودعا۔ ان پر احسان اور استغفار ودعا کے پہلے بارگاہ الٰہی میں۔ اس کی وسعت علم۔ وسعت رحمت کا وسیلہ پکڑنا یہ سب کیا معنی رکھتا ہے۔

وسعت علم ان تمام امور پر مشتمل ہے کہ اللہ تعالےٰ ان کے گناہوں اور گناہوں کے اسباب ان کمزوریوں۔ کوتاہیوں۔ ان کے دشمن کی قوت وغلبہ۔ نفس وخواہشات اور طبائع کے تقاضے دنیا اور دنیا زینتیں ان سے کس طرح گناہ کرائیں گی۔ ان تمام امور کا علم اللہ تعالےٰ کو اس وقت سے ہے جب سے ان کو پیدا کیا ہے۔ اس وقت سے اسے معلوم ہے جب کہ وہ ماؤں کے پیٹ میں تھے۔ اور یہ بات اس کے علم میں ہے اور اس کے قدیم علم کی رو سے اسے معلوم ہے کہ فلاں فلاں گناہ ان سے سرزد ہوں گے۔ نیز عفو ودرگزر مغفرت وبخشش وغیرہ بھی اس کی وسعت علم میں داخل ہے۔ اس کا علم ان تمام امور پر حاوی ہے۔ کیا بات ہے جس کا علم اسے نہیں ہے۔

وسعت رحمت۔ خدا کی وسعت رحمت میں یہ تمام امور داخل ہیں کہ اہل توحید کو وہ ہلاک نہیں کریگا۔ مومن کو جو اس سے محبت کرے عذاب وتکلیف نہیں دے گا۔ کیوں کہ وہ واسع الرحمت ہے۔ اس کی رحمت اس قدر وسیع ہے کہ بجز شقی وبدنصیب کے کوئی بھی اس کے حلقۂ رحمت سے باہر نہیں رہ سکتا اور اس سے بڑھ کر کوئی شقی وبدبخت نہیں ہو سکتا کہ اس کی اس وسیع ترین رحمت سے محروم رہے جو ساری کائنات پر محیط ہے۔

اس کے بعد فرشتے دعا کرتے ہیں کہ اے خدا توبہ کرنے والوں کی مغفرت فرما۔ تیری راہ پر چلنے والوں کی، تیری اتباع کرنے والوں کی مغفرت فرما۔ تیری تعریف اور تجھ سے محبت کرنے والوں کی مغفرت فرما۔ تیرے اوامر واحکام کی اطاعت کرنے والوں کی، تیری نواہی ومنہیات سے اجتناب کرنے والوں کی مغفرت فرما۔ تیری ناپسندیدہ راہ سے اجتناب واحتراز کرنیوالوں کی۔ تیری پسندیدہ راہ پر چلنے والوں کی مغفرت کر دے۔ اور ان پر فضل وکرم اور رحمت کی نوازش فرما۔

Marfat.com

اس کے بعد دعا کرتے ہیں۔

ان یقیھم عذاب الجحیم۔ ان لوگوں کو جہنم کے عذاب سے بچالے۔

یعنی یہ کہ ان کو۔ اور تمام اہل ایمان کو۔ اور اہل ایمان کے ماں باپ۔ ان کی اولاد ان کی بیبیوں وغیرہم کو جنات عدن میں جگہ دے جس میں داخل کرنے کا وعدہ کیا گیا ہے۔

اللہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف کبھی نہیں کرتا۔ لیکن اس کا وعدہ اسباب و ذرائع سے وابستہ ہے۔ چنانچہ فرشتوں کی دعا بھی ان کو جنت میں داخل کرنے کے اسباب میں سے ایک سبب ہے۔ یہ بھی ایک سبب ہے کہ اللہ تعالےٰ نے انکو اپنے دائرۂ رحمت میں داخل کرلیا۔ ان کو رحمت کا مستحق گردانا۔ اور ان کو اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمائی۔ اور یہ بھی ایک سبب ہے کہ فرشتوں کو ان کا مددگار بنا دیا کہ وہ ان کے حق میں جنت کی دعا کرتے رہیں۔

پھر اللہ تعالےٰ یہ خبر دیتا ہے کہ اس دعا کے بعد فرشتے یہ کہتے ہیں۔

انک انت العزیز الحکیم۔ بے شک تو زبردست غالب بڑا حکمت والا ہے۔

یعنی ان تمام امور اور بھلائیوں کا مصدر۔ منبع۔ سرچشمہ۔ سبب اول۔ مبداو منتہا تیری ذات ہے۔ اور تمام چیزیں نتیجہ کمال قدرت۔ کمال علم ہی کے کرشمے ہیں کیونکہ عزت وغلبہ کمال قدرت ہی کا نام ہے۔ اور حکمت کمال علم کا نام ہے اور انہی دو صفتوں کی بنا پر اللہ تعالےٰ اپنے اختیار و قدرت سے جو چاہتا ہے حکم فرماتا ہے اور جو چاہتا ہے فیصلہ کرتا ہے۔ حکم بھی فرماتا ہے۔ ممانعت بھی فرماتا ہے۔ اجر و ثواب بھی دیتا ہے اور عتاب و عذاب بھی دیتا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ خلق و امر کا مصدر۔ منبع اور سرچشمہ یہی دو صفات ہیں۔

مقصود یہ ہے کہ عقوبات سیات۔ یعنی معاصی۔ اور گناہوں کی سزا دو قسم کی ہے شرعیہ اور قدریہ۔ اور شرعی عقوبت ہو یا قدری اس کا اثر قلب پر بھی ہوتا ہے۔ اور جسم پر بھی اور یہ عقوبتیں اور سزائیں مرنے کے بعد برزخ میں ہوں گی۔ اور آخرت میں بھی جب کہ اجسام کو دوبارہ اپنی اصل حالت پر زندہ کیا جائیگا۔

غرض! معاصی اور گناہ کسی حال میں بھی عقوبت و سزا سے خالی نہیں۔ لیکن افسوس کہ بندے اپنی جہالت کی وجہ سے کچھ اس طرح غفلت میں پڑے ہیں کہ ان کو ان عقوبتوں کا شعور و احساس تک نہیں کیونکہ دنیا کی زندگی اور زندگی کی گوناگوں مشغولیتوں میں کچھ ایسے بدمست ہیں

Marfat.com

کہ ان کی عقلیں، اور فکریں۔ مخدر اور بے حس ہو چکی ہیں۔ بندے کچھ ایسے غافل سو رہے ہیں کہ اپنے آلام و مصائب تک کا انہیں احساس نہیں۔ انہیں اس کا شعور و احساس اس وقت ہوگا جب وہ بیدار ہوں گے۔ نشہ اور مستی اتر جائیگی۔ مخدر حالت شعور و احساس سے متبدل ہوگی۔ اس وقت انہیں گناہوں کی عقوبات و سزاؤں کا احساس ہوگا۔ اور وہاں عقوبتوں اور سزاؤں کا ترتب و ظہور اس طرح ہوگا جس طرح جلنے والے کو جلنے کا۔ اور ہاتھ پاؤں ٹوٹ جانے والے کو اس کے ٹوٹنے کا۔ اور ڈوبنے والے کو ڈوبنے کا احساس ہوتا ہے۔ اور اسی طرح اس کو یقین ہوگا جس طرح زہر کھا جانے والے کو اپنی ہلاکت کا اور مریض کو اپنے مرض کے اسباب کا یقین ہو جاتا ہے۔

نیز بعض اوقات معاصی و گناہوں کی مضرتوں کا ظہور فوراً گناہوں کے ساتھ ساتھ ہی ہو جاتا ہے۔ کبھی ایک طویل مدت کے بعد بھی ہوتا ہے۔ کبھی تھوڑی ہی مدت کے بعد ہوتا ہے جس طرح کہ امراض جسم اپنے اسباب اور اسباب کی قوت ضعف کے لحاظ سے متقدم و متاخر، قوی اور کمزور ہوا کرتے ہیں۔ لیکن اس موقع پر بہت سے انسان غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ایک انسان گناہ کرتا ہے۔ اور پھر وہ دیکھتا ہے کہ اس کا اثر کچھ نہیں ہوا۔ تو سمجھ لیتا ہے کہ گناہ کرنے سے کوئی نقصان اور کوئی ضرر نہیں پہونچا۔ لیکن وہ یہ نہیں سمجھتا کہ گناہ اپنا کام کرتے چلے جاتے ہیں۔ اور بتدریج اپنا اثر پیدا کرتے رہتے ہیں۔ اور ٹھیک ٹھیک اسی طرح اپنا کام جاری رکھتے ہیں جس طرح زہر۔ اور مضرت رساں چیزیں اپنا کام جاری رکھتی ہیں۔ اگر انسان زہر اور مضرت رساں اشیاء کا تدارک۔ اور بدرقہ مناسب ادویہ۔ استفراغ و تنقیہ اور مفید پرہیز سے کر لیتا ہے تو صحت کی امید ہوتی ہے۔ وگرنہ پھر وہ ہلاک ہو کر ہی رہتا ہے۔

اور یہ صورت یعنی تدارک و بدرقہ کی شکل بھی اسی وقت ممکن ہے جبکہ انسان سے کوئی ایک گناہ سرزد ہو جائے۔ اور وہ فوراً اس کا تدارک کر لے۔ لیکن اگر کوئی شخص روزانہ ہر گھڑی ہر ساعت گناہوں پر گناہ کرتا چلا جائے تو اس کا خدا ہی حافظ ہے۔ واللہ المستعان

فصل

معاصی قلب کو بہرہ۔ گونگا۔ اندھا اور مسخ کر دیتے ہیں۔

اب تم معاصی اور گناہوں پر اللہ تعالیٰ نے جو عقوبتیں اور سزائیں مقرر فرمائی ہیں ان پر

Marfat.com

غور کرو۔ اور عقوبات اور عقوبات کے اسباب پر پوری طرح نظر ڈالو۔ اور پھر ان چیزوں کے پیش نظر اپنے کو ترک معاصی کی طرف بلاؤ۔

میں یہاں صرف چند چیزوں کی طرف تمہیں توجہ دلاتا ہوں۔ اگر کسی عاقل دانشمند نے ان میں سے صرف چند چیزوں کو بھی سمجھ لیا تو یہ اس کے لئے بہت کافی وافی ہے۔

اول یہ کہ معاصی اور گناہوں کا اثر یہ ہوتا ہے کہ انسان کی آنکھوں اور کانوں پر محرومی کی مہر لگ جاتی ہے آنکھوں پر پردے پڑ جاتے ہیں۔ دلوں پر قفل لگ جاتے ہیں۔ قلوب مختلف قسم کے بوجھل پردوں میں دب جاتے ہیں۔ دل زنگ آلود ہو جاتے ہیں۔ دل اور آنکھیں مقلوب و معکوس ہو جاتی ہیں۔ معاصی انسان اور اس کے قلب کے درمیان حائل ہو جاتے ہیں۔ اور پروردگار عالم کے ذکر سے قلب کو غافل کر دیتے ہیں۔ گناہ بندے کو خود اپنی جان سے بھی غافل کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ گنہگار کے قلب کی تطہیر و صفائی ترک کر دیتا ہے۔ گناہ سینوں کو تنگ و تاریک کر دیتے ہیں۔ قلوب کو حق سے بھٹکا دیتے ہیں۔ دلوں پر مختلف قسم کے امراض قابو پا لیتے ہیں۔ دلوں کو غلط راہ پر لگا دیتے ہیں۔ اور دل ہمیشہ کے لئے معکوس و مقلوب ہو کر رہ جاتے ہیں۔ جب کہ امام احمدؒ نے حضرت خدیفہ ابن الیمانؓ سے روایت کی ہے۔

القلوب اربعة۔ قلب اجرد۔ فيه سراج يزهر فذالك قلب المومن۔ وقلب اغلف۔ وذالك قلب الكافر وقلب منكوس فذالك قلب المنافق وقلب تمده مادتان مادة ايمان و مادة نفاق وهو لما غلب عليه منها۔

قلوب چار قسم کے ہیں ۱ قلب اجرد (بے داغ) جس کے اندر چراغ کی روشنی چمکتی ہے۔ یہ مومن کا قلب ہے ۲ قلب مغطی جس پر پردے پڑے ہوئے ہیں یہ کافر کا قلب ہے ۳ قلب منکوس (سرنگوں)۔ یہ منافق کا دل ہے وہ قلب ہے جس میں ایمان و نفاق ہر دو کے مادے ہوتے ہیں اور ہر مادہ اپنی اپنی جانب کھینچتا ہے اور انسان اسی کا ہو جاتا ہے جو دونوں میں سے غالب رہے۔

دوم۔ گناہوں کی وجہ سے انسان کو طاعات الٰہی اور عبادت خداوندی سے نفرت ہو جاتی ہے۔ اور طاعت و عبادت سے انسان دور بھاگنے لگتا ہے۔

سوم۔ گناہ قلب کو بہرہ کر دیتے ہیں۔ اور وہ حق بات سننا گوارہ نہیں کرتا۔ گونگا بنا دیتا ہے۔ زبان سے حق بات نکل نہیں سکتی۔ اندھا بنا دیتا ہے۔ حق بات دیکھ نہیں سکتا۔ قلب اور

حق کے درمیان باعتبار سماعت. بینائی اور کلام کے درمیان وہ بُعد ہو جاتا ہے جو بہرے کو آواز سے اندھے کو رنگ سے اور گونگے کو بات چیت کرنے کے بعد ہوتا ہے۔

ہمارے اس بیان سے یہ بات واضح ہو گئی کہ حقیقتاً بہرہ۔ گونگا۔ اندھا ہونا قلب سے تعلق رکھتا ہے جوارح کا بہرہ۔ گونگا اندھا ہونا بالغرض اور بالتبع ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم کے اندر ہے۔

فانہا لاتعمی الابصار۔ ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور: (حج)

بات یہ ہے کہ کچھ آنکھیں اندھی نہیں ہوا کرتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں وہ اندھے ہو جایا کرتے ہیں۔

یہاں بصارت کی نفی سے بصارت حسی کی نفی قطعاً نہیں ہے۔ خود اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نفی بصارت حسی کے خلاف ہے۔

لیس علی الاعمیٰ حرج (نور)

اندھے کے لئے کوئی مضائقہ نہیں۔

یہاں اعمیٰ سے مراد بصارت حسی ہے۔

اور یہ ارشاد

عبس وتولیٰ۔ ان جاءہ الاعمیٰ: (عبس)

محمد اتنی بات پر چیں بجبیں ہوئے اور منہ موڑ بیٹھے

یہاں بھی قطعی طور پر بصارت حسی مراد ہے۔

مراد یہ ہے کہ پورا پورا اندھا حقیقتاً وہ ہے جس کا قلب اندھا ہو۔ کیونکہ آنکھ کا اندھا قلب کی عدم بصارت کے مقابلہ میں گویا آنکھوں والا ہے۔ تا آنکہ قلب کی عدم بصارت کی قوت کے سامنے آنکھ کی حسی بصارت کی نفی کر دینا بھی صحیح ہے جس کی مثال آنحضرت صلعم کے اس ارشاد میں موجود ہے۔

لیس الشدید بالصرعۃ۔ ولکنہ الذی یملک نفسہ عند الغضب:

قوی تر آدمی وہ نہیں ہے۔ جو دوسرے کو پچھاڑ دے وہ ہے جو غصہ کی حالت میں اپنے نفس پر قابو رکھے۔

اور آپ کے اس ارشاد میں موجود ہے

لیس المسکین بالطواف الذی ترددہ اللقمۃ۔ واللقمتان۔ ولکن المسکین الذی

مسکین وہ نہیں جو گھر گھر پھرتا ہے جسے تم لقمہ دو لقمے دیدیا کرتے ہو۔ بلکہ مسکین وہ ہے جو

Marfat.com

لایسئل الناس۔ ولایفطن لہ فیتصدق علیہ

لوگوں سے مانگتا نہیں اور نہ لوگ اسے ضرورتمند سمجھ پاتے ہیں کہ اسے صدقہ دیا جائے۔

اور اس قسم کے نظائر و امثال تمہیں بے شمار ملیں گی جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ حقیقی چیز کے مقابلہ میں غیر حقیقی بمنزلہ معدوم کے ہوتی ہے۔

مقصد یہ ہے کہ معاصی اور گناہوں کی عقوبات میں یہ بھی داخل ہے کہ وہ قلب کو اندھا۔ بہرہ۔ گونگا بنا دیتے ہیں۔

چہارم یہ کہ معاصی قلب کو دھنسا دیتے ہیں جس طرح کہ مکان اور مکان کا سارا سر و سامان زمین میں دھنس جایا کرتا ہے۔ معاصی قلب کو اسفل السافلین تک دھنسا کر لے جاتے ہیں اور اسے اس کا احساس تک نہیں ہوتا۔ قلب کے دھنسنے کی علامت یہ ہے کہ انسان شب و روز مظلمات۔ نجاسات۔ رزائل۔ اور بداخلاقیوں کے پیچھے مارا مارا پھرتا ہے۔ جس طرح کہ وہ قلب جسے اللہ تعالیٰ رفعت دیتا ہے۔ اور مقرب بارگاہ بنا لیتا ہے۔ شب و روز خیر و فلاح۔ عالی بلند امور۔ عالی بلند اعمال۔ عالی بلند اخلاق و اقوال کے گرد گھوما کرتا ہے۔ جیسا کہ بعض اسلاف کا قول ہے۔

ان ھذہ القلوب جوالۃ فمنھا مایجول حول العرش۔ و منھا مایجول حول الحش۔

یہ قلوب ہمیشہ گھومتے پھرتے ہیں۔ لیکن بعض عرش کے اردگرد گھومتے پھرتے ہیں اور بعض غلاظتوں کے اردگرد۔

پنجم یہ کہ معاصی قلب کو مسخ کر دیتے ہیں۔ اور جس طرح صورتیں مسخ ہوا کرتی ہیں۔ قلوب بھی مسخ ہو جایا کرتے ہیں۔ انسانی قلب حیوانی قلب کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اخلاق، اعمال افعال۔ طبائع کے لحاظ سے جس جانور سے مناسبت ہو جاتی ہے۔ اسی جانور کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ بعض قلوب مسخ ہو کر خنزیر کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ ان کے اندر خنزیر کی سی شدت اور خباثت پیدا ہو جاتی ہے۔ بعض قلوب مسخ ہو کر کتے اور گدھے۔ سانپ اور بچھو کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ غرض! اخلاق و عادات اور طبائع کے لحاظ سے صورتیں تبدیل ہوا کرتی ہیں۔ چنانچہ حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ نے اس آیت کی یہی تاویل کی ہے۔

وما من دابۃ فی الارض۔ ولا طائر یطیر بجناحیہ الا امم امثالکم (انعام)

اور جتنے حیوانات زمین میں ہیں اور جتنے پرند اپنے دو پروں پر اڑے اڑے پھرتے ہیں یہ سب بھی تم لوگوں کی طرح امتیں ہیں۔

Marfat.com

وہ فرماتے ہیں۔ بعض قلوب درندوں کے اخلاق اختیار کر لیتے ہیں۔ بعض کتوں کے بعض گدھوں کے اور بعض اپنے ظاہری لباس میں طاؤسی اخلاق اختیار کر لیتے ہیں اور اپنے خوش نما پروں پر ناچا کرتے ہیں۔ بعض گدھوں کی طرح بلید اور احمق ہوا کرتے ہیں۔ بعض مرغ کی طرح انسانوں کو فائدہ پہونچاتے ہیں۔ بعض کبوتروں کی طرح الفت و انسیت کے خوگر ہوتے ہیں بعض اونٹ کا سا کینہ رکھتے ہیں۔ بعض ایسے ہوتے ہیں جن میں سراسر خیر و فلاح ہوتی ہے اور وہ بکری کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ بعض لومڑی کا اخلاق رکھتے ہیں اور لومڑی کی صورت اختیار کر لیتے ہیں اور ہمہ وقت لومڑی کی سی مکاریاں کرتے رہتے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے جاہلوں اور گمراہ لوگوں کو کبھی گدھوں سے تشبیہ دی ہے۔ کبھی کتوں سے اور کبھی دوسرے جانوروں سے اور کبھی یہ باطنی مناسبت اس قدر قوی اور مضبوط ہو جاتی ہے کہ اس کا اثر ظاہری صورت پر نمایاں ہونے لگتا ہے۔ اور اس چیز کو ارباب فراست خوب سمجھتے ہیں۔ اور کچھ ظاہری اعمال و کردار ایسے سرزد ہونے لگتے ہیں کہ عام آدمی بھی دیکھ سکتا ہے اور یہ مشابہت اعمال و کردار کے لحاظ سے کبھی اس قدر قوی اور پائیدار ہو جاتی ہے کہ صورت پر بھی غالب آ جاتی ہے۔ اور بالآخر حکم الٰہی کے مطابق ظاہری صورت بھی مسخ ہو جاتی ہے یہ ہے مسخ تام جیسا کہ یہود اور ان جیسے دوسرے لوگوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے اور اس امت میں بھی بعض کو بندر اور خنزیر کی صورت میں مسخ کر دیتا ہے۔

سبحان اللہ! کتنے ہی قلوب مسخ ہو کر تبدیل ہو گئے۔ اور انہیں اس کی خبر تک نہیں۔ کتنے ہی مسخ ہو گئے۔ کتنے ہی دھنس گئے اور کتنے ہی عوام کی تعریف و توصیف کے فتنہ میں مبتلا ہو کر رہ گئے۔ اور خدا کی پردہ داری نے ان کو دھوکہ دیا۔ اور کتنے ہی انعام الٰہیہ اور استدراج کے امتحان میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ تمام امور من جانب اللہ عقوبات سزائیں اہانتیں، ذلتیں ہیں۔ اور بس۔ لیکن افسوس جاہل لوگ ان ناپسندیدہ چیزوں کو کرامت اور عزت سمجھ رہے ہیں۔ خدا بھی ان کے ساتھ مکر و خدع کرتا ہے۔ ان استہزار کرنے والوں کے ساتھ وہ بھی استہزار کرتا ہے۔ اور حق سے ٹیڑھا چلنے والوں کو خدا ٹیڑھا کر دیتا ہے۔

ہفتم۔ یہ کہ قلب الٹ دیا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ حق کو باطل اور باطل کو حق۔ معروف کو منکر اور منکر کو معروف سمجھنے لگتا ہے۔ شر و فساد۔ تباہی و بربادی کے سامان

کرتا ہے اور سمجھتا ہے میں اصلاح کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی راہ سے لوگوں کو بھٹکاتا ہے۔ اور سمجھتا ہے میں لوگوں کو خدا کی طرف بلا رہا ہوں۔ ہدایت کے بدلہ ضلالت خریدتا ہے اور سمجھتا ہے میں ہدایت کی راہ پر ہوں۔ نفس و خواہشات کی پیروی کرتا ہے اور سمجھتا ہے اپنے مولا کی اطاعت کر رہا ہوں۔

معاصی اور گناہوں کی یہ تمام عقوبات اور سزائیں وہ ہیں جو قلوب پر جاری اور نافذ ہوتی ہیں۔

ہشتم۔ یہ کہ معاصی دنیا میں پروردگار عالم اور بندے کے درمیان حجاب بن جاتے ہیں۔ اور یہ قیامت کے دن حجاب اکبر ثابت ہوں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

کلا انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون ؛ سنو جی۔ یہ لوگ اس دن اپنے پروردگار کے سامنے نہیں آنے پائیں گے۔

معاصی بندوں کی اس مسافت کی راہ میں سدراہ ہوتے ہیں۔ جو بندوں اور بندوں کے قلوب کے درمیان واقع ہے۔ اور بندوں کو قلب تک پہونچنے ہی نہیں دیتے تاکہ وہ اصلاح و فساد کی چیزوں پر غور کریں۔ اور بندوں کو شقی و بدبخت کر کے چھوڑتے ہیں۔

نیز معاصی اس راہ کو بھی کاٹ دیتے ہیں جو بندوں کے قلوب اور پروردگار عالم کے درمیان واقع ہے۔ جس کے ذریعہ قلوب اپنے پروردگار تک پہنچتے اور اس سے نفرت حاصل کرتے ہیں۔ اور جس تقرب سے بندوں کو ٹھنڈک حاصل ہوتی ہے اور جس سے دلوں کو فرحت و انبساط، اور مسرت و نشاط حاصل ہوتا ہے۔

غرض ! معاصی بندوں اور بندوں کے قلوب کے درمیان۔ اور قلوب اور پروردگار عالم کے درمیان قلوب اور اخلاق عالم کے درمیان حجاب اور پرخطر حجاب بن جاتے ہیں

نہم۔ معاصی معیشت (زندگی) کو تلخ بنا دیتے ہیں۔ دنیا کی معیشت۔ برزخ کی معیشت آخرت کی معیشت۔ تینوں جگہ کی معیشت معاصی اور گناہوں کی وجہ سے تنگ اور تلخ ہو جاتی ہے۔ اور آخرت میں عذاب دردناک کا موجب بن جاتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا ونحشرہ یوم القیامۃ اعمی (طٰہٰ)

اور جس نے ہماری یاد سے روگردانی کی تو اس کی زندگی ضیق میں گزرے گی اور قیامت کے

Marfat.com

دن بھی ہم اسے اندھا اٹھائیں گے

بعض علماء نے معیشتہ ضنکا کی تفسیر عذاب قبر سے کی ہے۔ اور یہ تفسیر صحیح بھی ہے۔ اس میں کوئی شک بھی نہیں۔ لیکن اس آیت سے کہیں زیادہ وسیع معنی پر مشتمل ہے اس کی وسعت و عموم ہر قسم کی معیشت پر مشتمل ہے۔ معیشت تلخ خواہ وہ دنیا کی معیشت ہو خواہ برزخ کی۔ خواہ آخرت کی یہ عموم تمام پر حاوی ہے۔ "معیشۃ ضنکا" اگرچہ "نکرہ" ہے اور سیاق اثبات میں واقع ہوا ہے۔ لیکن معنی کے لحاظ سے اس میں عموم و وسعت ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے "معیشت ضنک" "تلخ و تنگ زندگی کو اعراض عن اللہ پر مترتب اور متفرع فرمایا ہے۔ اور یہ "معیشت ضنک" اعراض کرنے والے کے اعتبار سے ہی ہو گی۔ اگرچہ وہ دنیا میں بے شمار نعائم اللہ اور نفائس و لذائذ دنیا سے بہرہ ور اور لذت اندوز ہو۔ لیکن اس کا قلب تو وحشت و ذلت اور حسرتوں کی آماجگاہ ہی بنا رہے گا۔ ہر وحشت۔ ہر ذلت۔ ہر حسرت قلب کے لئے ٹکٹ کر رہی ہو گی۔ باطل امانی اور آرزوئیں اور مختلف قسم کے عذاب اسی دنیا میں اس کے لئے موجود ہوں گے۔ اور اس کی یہ تمنائیں اور آرزوئیں شہوات۔ عشق۔ حب دنیا۔ حب ریاست۔ حب امارت کے نشہ میں مستور ہوں گی۔ اور ہر اوقات اسے بدمست رکھتی ہوں گی۔ اگر وہ شراب خانہ نہیں ہے تو شراب کا نشہ نہ سہی لیکن ان شہوات و خواہشات و تمنائوں اور آرزوؤں کا نشہ بجائے خود اس قدر خطرناک ہوتا ہے۔ کہ انسان کو اس سے کبھی افاقہ ہی نہیں ہوتا۔ شراب خور کو تو کبھی نہ کبھی افاقہ ہو جاتا ہے لیکن جب دنیا اور خواہشات کا نشہ تو اترنے ہی نہیں پاتا۔ اور یہ نشہ اس وقت اترتا ہے جب کہ موت کا پیالہ پیتا ہے۔ اور موت کا نشہ اس پر سوار ہو جاتا ہے۔ اور ان سے دنیا کی اس زندگی سے علیحدہ کر کے مردوں میں ملا دیتا ہے۔ پس معیشت ضنک۔ تنگ زندگی۔ تلخ زندگی۔ ہر اس آدمی کے لئے لازم و ضروری ہے جو ذکر الٰہی سے اعراض کرے۔ اور پیغمبر خدا صلعم نے جو کچھ پیش کیا ہے اس سے اعراض کرے۔ اور یہ معیشت ضنک۔ تنگ زندگی۔ تلخ زندگی دنیا میں بھی لازمی ہے۔ اور برزخ میں بھی۔ اور قیامت کے دن بھی اور حقیقت امر بھی یہ ہے کہ آنکھوں کو ٹھنڈک۔ قلب کو ہدایت۔ نفس کو اطمینان۔ خدا معبود برحق کے سوا ممکن ہی نہیں۔ معبودان باطل سے سوائے پریشانی اور سراسیمگی کے کچھ حاصل نہیں۔ پس جس نے ذات الٰہی سے ٹھنڈک نہ پائی۔ اس کا نفس ہمیشہ حسرتوں سے زخمی اور چور رہے گا۔ اللہ تعالیٰ حیات طیبہ۔ اور شیریں زندگی اسی کو عطا

فرماتا ہے جو اس پر ایمان لاتا ہے۔ اور اعمال صالحہ سے اپنے کو مزین و آراستہ کرتا ہے۔ جیسا کہ خدا کا ارشاد ہے۔

من عمل صالحًا من ذکر او انثی وھو مؤمن فلنحیینہ حیاۃً طیبۃً۔ ولنجزینھم اجرھم باحسن ما کانوا یعملون:
(نحل)

جس نے نیک عمل کیا مرد ہو یا عورت۔ اور وہ ایمان بھی رکھتا ہے تو ہم دنیا میں اسکی زندگی اچھی بسر کرائیں گے۔ اور آخرت میں بھی ان کے اعمال صالحہ کا ضرور صلہ دیں گے۔

پھر اہل ایمان جو اعمال صالحہ سے مزین ہوں ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی ضمانت ہے کہ وہ انہیں دنیا میں بھی اچھی زندگی عطا فرمائے گا۔ اور قیامت کے دن بھی بہترین زندگی سے نوازے گا۔ واقعہ یہ ہے کہ ایمان والوں کے لئے جو اپنے اعمال صالحہ سے اپنے کو مزین اور آراستہ کریں گے دونوں جہان میں بہترین زندگی ہے۔ ایسے ہی لوگ دونوں جہان میں۔ زندہ اور کامیاب ہیں اور اس کی نظیر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

للذین احسنوا فی ھذہ الدنیا حسنۃ ولدار الآخرۃ خیر۔ ولنعم دار المتقین۔
(نحل)

جن لوگوں نے بھلائی کی ان کے لئے اس دنیا میں بھی بھلائی ہے اور آخرت کا ٹھکانہ اس سے بھی کہیں بہتر ہے۔ اور پرہیزگاروں کا گھر نہایت عمدہ ہے۔

اور یہ ارشاد بھی اس کی نظیر ہے

وان استغفروا ربکم۔ ثم توبوا الیہ یمتعکم متاعًا حسنا الی اجل مسمی ویؤت کل ذی فضل فضلہ (ھود)

اور یہ کہ اپنے پروردگار سے گناہوں کی معافی مانگو۔ پھر اس کی جناب میں توبہ کرو۔ تو تم کو ایک مقرر وقت تک دنیا میں اچھی طرح رسائے بسائے رکھے گا۔ اور جس نے زیادہ کیا ہے اس کو اس کا زیادہ صلہ دے گا۔

پس وہ لوگ جو متقی۔ پرہیزگار۔ نیک اعمال و نیک کردار ہیں۔ وہ دنیا اور آخرت کی نعمتوں سے بہرہ ور اور فائز المرام ہیں۔ دونوں جہان میں انہیں بہترین زندگی حاصل ہے۔ کیوں کہ نفس کی فرحت۔ سرور قلب۔ فرحت قلب۔ لذت قلب۔ ابتہاج قلب۔ طمانیت قلب۔ انشراح قلب نور قلب۔ وسعت قلب۔ عافیت قلب سے وابستہ ہے۔ اور یہ چیزیں اسی وقت

حاصل ہوتی ہیں۔ جبکہ شہوات محرمہ۔ خواہشات مکروہہ۔ اور شبہات باطلہ سے اجتناب و احتراز کیا جائے۔ اور حقیقت امر تو یہ ہے کہ اصل نعمت و سرور۔ اصل فرحت و بہجت۔ اصل لذت و عافیت بھی یہی ہے۔ اسی کا نام ہے۔ جسمانی لذت و سرور۔ اس کے مقابلہ میں ہیچ اور سراسر ہیچ ہے۔

ع: لطف ایں بادہ ندانی بخدا تا نہ چشی

چنانچہ بعض عارفین سلف۔ لذت آشنائے بادہ توحید کا قول ہے۔

لو علم الملوك وابناء الملوك ما نحن فيه لجادلونا عليه بالسيوف:

اگر بادشاہ۔ اور بادشاہوں کے بیٹے وہ حالت معلوم کرلیں جس میں ہم ہیں تو اس کے لئے وہ ہم سے تلواریں لے کر جنگ کریں۔

کسی اور عارف کا قول ہے

انه ليمر بالقلب۔ اوقات۔ اقول فيها ان كان اهل الجنة فى مثل هذا انهم لفى عيش طيب:

قلب پر کچھ ایسے اوقات بھی آجاتے ہیں کہ زبان بے ساختہ چلا اٹھتی ہے کہ اگر اہل جنت کو ایسی نعمت حاصل ہے تو یقیناً وہ بہترین عیش سے بہرہ ور ہیں وگرنہ کچھ نہیں۔

کسی اور بزرگ کا قول ہے

ان فى الدنيا جنة هى فى الدنيا كالجنة فى الآخرة۔ من لم يدخل هذه لم يدخل جنة الآخرة:

بے شک دنیا میں ایک جنت ہے اور وہ ویسی ہی جنت ہے جیسی آخرت کی۔ جو آدمی دنیا کی اس جنت میں داخل نہیں ہوا وہ آخرت کی جنت میں بھی داخل نہیں ہوگا۔

اور اس جنت کی طرف آنحضرت صلعم نے بھی اشارہ فرمایا ہے۔

اذا مررتم برياض الجنة فارتعوا:

جب تم جنت کی کیاریوں سے گزرو تو کچھ چر لیا کرو۔

صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ جنت کی کیاریاں کون سی ہیں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا ذکر الٰہی کے حلقے

حلق الذكر

اور آپؐ کا ارشاد ہے۔

مابین بیتی و منبری روضۃ من ریاض الجنۃ :

میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جنت کی کیاریاں ہیں۔

اور اللہ کے اس فرمان سے

ان الابرار لفی نعیم ۔ وان الفجار لفی جحیم (انفطار)

بیشک نیکوکار لوگ مزے کی بہشت میں ہوں گے اور بدکار لوگ دوزخ میں۔

تم یہ نہ سمجھ لو کہ یہ یوم معاد یعنی قیامت کے دن کے ساتھ مخصوص ہے بلکہ ابرار یعنی نیک لوگ ہر سہ عالم۔ تینوں جہانوں میں نعیم و جنت میں ہیں ۔ اور فجار و بدکار تینوں جہانوں میں جہنم میں ہیں۔

خدارا تم ہمیں بتاؤ کہ نیکوکار قلب۔ قلب سلیم۔ سلامتی صدر۔ معرفت رب العالمین۔ محبت خداوندی ۔ اور رضامندی الٰہی سے بڑھ کر دنیا کی کون سی لذت اور کون سی نعمت ہوسکتی ہے؟ اور قلب سلیم کے سوا کوئی عیش ہے بھی؟ خود اللہ تعالیٰ اپنے خلیل علیہ الصلاۃ والسلام کی مدح و توصیف اور سلامتی قلب کے بارے میں فرماتا ہے۔

وان من شیعتہ لابراھیم ۔ اذ جاء ربہ بقلب سلیم (صافات)

اور نوح کے طریق پر چلنے والوں میں سے ایک ابراہیم تھے جبکہ صاف قلب کے ساتھ اپنے پروردگار کی طرف رجوع ہوئے۔

نیز اللہ تعالیٰ انہی کے قول کی نقل فرماتا ہے

یوم لا ینفع مال ولا بنون ۔ الا من اتی اللہ بقلب سلیم : (شعراء)

اس دن نہ مال ہی کام آئیگا نہ بیٹے۔ مگر جو پاک قلب لے کر خدا کے حضور میں حاضر ہوگا۔

اور قلب سلیم وہی ہے جو شرک سے غل و غش سے۔ حقد و حسد سے۔ بغض و کینہ سے۔ حرص و طمع سے۔ کبر و غرور سے۔ حب دنیا حب ریاست سے سالم اور محفوظ ہو۔ ایسا قلب ہر آفت، ہر مصیبت و ابتلا سے محفوظ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دور رکھنے والی باتوں سے محفوظ ہے۔ خدا کی خبروں کے خلاف شبہات پیدا ہوتے ہیں۔ ان سے محفوظ ہے۔ ان شہوات و خواہشات سے محفوظ ہے جو احکام الٰہی کے خلاف ابھرتی ہیں۔ ان ارادوں سے محفوظ ہے جو مراد الٰہی کے خلاف اقدام کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ اور ہر راہ زن سے محفوظ ہے جو رشتہ الٰہی کو توڑ سکتا ہے یہ قلب اور ایسا قلب دنیا میں بھی جنت میں ہے۔ اور برزخ میں بھی جنت میں ہے اور قیامت کے دن

بھی جنت میں ہے

قلب کی سلامتی پانچ چیزوں کے بغیر تکمیل کو نہیں پہونچتی

۱۔ شرک سے محفوظ ہو یہ توحید الٰہی کے خلاف ہے۔

۲۔ سنت نبوی کے خلاف جو بدعات ہیں ان سے محفوظ ہو

۳۔ اور امر الٰہی کے خلاف جو شہوات و خواہشات ہیں ان سے محفوظ ہو۔

۴۔ اسی غفلت سے محفوظ ہو۔ جو ذکر الٰہی سے غافل اور بے خبر کر دے۔

۵۔ تجرید توحید، تجرید الٰہی کے خلاف جو خواہشات و شہوات ہوں ان سے محفوظ ہو۔

ان پانچ چیزوں کے علاوہ ایک اخلاص بھی ہے۔ لیکن یہ ان پانچوں امور پر حاوی ہے۔ یہ پانچ چیزیں اللہ۔ اور بندوں کے درمیان کے حجابات ہیں۔ اور ہر حجاب کے ماتحت بے شمار اقسام ہیں جو بے شمار افراد۔ اور لاتعداد اشخاص پر مشتمل ہے۔ اور اسی لئے ہر بندہ اس امر کا محتاج اور ضرورت مند ہے کہ بارگاہ الٰہی میں اپنے لئے ہمیشہ صراط المستقیم کی ہدایت طلب کرتا رہے۔ بندے جس قدر اس دعا کے محتاج ہیں کسی چیز کے نہیں۔ اور جس قدر یہ دعا بندوں کے لئے مفید ہے کوئی اور دعا مفید نہیں۔ کیوں کہ صراط مستقیم بہت سے علوم بیشمار ارادوں اور لاتعداد ظاہری۔ باطنی اعمال اور ترک و اجتناب کے بے شمار امور پر مشتمل ہے جو بندوں پر ہمہ اوقات جاری و طاری رہتے ہیں۔ اور اس صراط المستقیم کی تفصیلات بندے کبھی نہیں سمجھ سکتے ہیں۔ اور کبھی قطعاً نہیں سمجھ سکتے۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جس قدر تفصیلات بندوں کو معلوم ہوتی ہیں۔ ان سے کہیں زیادہ سے زیادہ بے خبر ہوتے ہیں۔ اور جو معلوم ہوتی ہیں ان میں سے بھی بہت سی چیزوں پر قادر اور قابو یافتہ نہیں ہوتے۔ اور پھر بندے ان چیزوں کا ارادہ کرنے کے بعد ہی بسا اوقات عمل سے قاصر رہتے ہیں اور اگر عمل کر لیا تو پھر شرائط اخلاص پورے نہیں ہوتے۔ اور اگر شرائط اخلاص بھی موجود ہیں تو پھر اللہ اور اللہ کے رسول کی متابعت پوری طرح نہیں پائی جاتی۔ اور اگر اللہ اور اللہ کے رسول کی متابعت بھی موجود ہے۔ تو پھر بندے اس پر ثابت قدم رہتے بھی ہیں یا نہیں؟ یہ تمام باتیں پیش آتی ہیں اور ساری مخلوق لازمی طور پر ان چیزوں سے دوچار ہوتی ہے۔ یہ تمام موانعات لازمی طور پر پیش آتے ہیں۔ لیکن کسی کو کم۔ اور کسی کو زیادہ۔ اور یہ ظاہر ہے کہ انسانی طبائع میں جو ہدایت ودیعت کی گئی ہے۔ وہ ان تمام چیزوں پر غالب نہیں پا سکتی۔ بلکہ اگر انسان کو طبائع پر چھوڑ دیا۔

Marfat.com

جائے تو خود طبائع ان چیزوں کی تحصیل و تکمیل میں رکاوٹیں ڈال دیتے ہیں۔ چنانچہ طبائع کی کجروی ہے جس نے مناقشوں کو غلط راہ پر ڈال دیا۔ طبائع کے رجحانات نے ان کو اصل جبلت اور جبلی ظلم و جور کی طرف موڑ دیا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی قضاء و قدر اور مرضی کو اسی صراط مستقیم پر چلاتا ہے۔ اور اسی کے بموجب بندوں کو دعوت دیتا ہے۔ اور اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اپنے فضل و کرم اس صراط مستقیم پر لگا دیتا ہے۔ اور جہاں صلاحیت پاتا ہے اپنی ہدایت پہونچا دیتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے اس صراط مستقیم اور ہدایت سے محروم کر دیتا ہے اور یہ سب کچھ عدل و حکمت۔ صلاحیت و عدم صلاحیت محل و مقام کے ماتحت کرتا ہے۔ اور اپنی اسی صراط مستقیم کے مطابق کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے امر و حکم سے اپنے بندوں کے لئے قائم کی ہے اور جس کی طرف بربنائے حجت و عدل اپنے تمام بندوں کو دعوت دی ہے اور اپنے فضل و انعام کی رو سے جسے چاہتا ہے اس صراط مستقیم کی ہدایت کرتا ہے۔ اور عدل و فضل کی رو سے جسے چاہتا ہے اس سے دور پھینک دیتا ہے۔

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس صراط مستقیم کو پھر قائم کرے گا۔ اور جنت میں جانے کی راہ یہی صراط مستقیم ہوگی جو بندے دنیا میں اس سے دور رہے وہاں بھی اللہ تعالیٰ اس سے انہیں دور رکھیگا۔ اور جو اس پر قائم رہے وہاں بھی اللہ تعالیٰ انہیں قائم اور ثابت قدم رکھے گا۔ جو بندے اللہ۔ اللہ کے رسول کے لائے ہوئے دین پر ایمان لائے اور دنیا میں اس ایمان کے نور سے ان کے قلوب منور اور روشن رہے یہی ایمانی نور ان کے اندر وہاں پوری قوت سے ابھرے گا۔ اور ان کی راہ نمائی اور رہنمائی کرے گا۔ حشر کی ظلمتوں اور تاریکیوں میں یہ نور ان کے آگے آگے۔ اور دائیں جانب روشنی ڈالتے ہوئے ان کی راہ نمائی کرے گا۔ ان کے ایمان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس نور کی حفاظت کی اور اس وقت تک حفاظت کی جب کہ لوگ انہیں دنیا سے رخصت کر کے واپس لوٹے اور اسی طرح حفاظت کی جس طرح ان کی بارگاہ تک پہونچنے میں ان کے ایمان کی حفاظت کی اور منافقین کا نور اس نے بالکل بجھا دیا۔ اور اسی طرح بجھا دیا جس طرح دنیا میں ان کے قلوب اس سے محروم رہے۔

اور جو لوگ کہ گنہگار ہیں ان کے اعمال و کردار کو اس صراط مستقیم کی ہر دو جانب کانٹوں

Marfat.com

کی شکل میں قائم کر دیا۔ جو ان گنہ گاروں کے دامن پکڑتے اور الجھاتے رہیں گے۔ اور اسی طرح الجھاتے رہیں گے جس طرح دنیا میں اسی صراط پر چلنے سے الجھاتے رہے۔

اس صراط مستقیم سے اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کو اسی طرح اور اسی رفتار سے گزارے گا۔ جس طرح اور جس رفتار سے بندے دنیا میں اس صراط مستقیم پر گزرتے رہے۔ کوئی جلد سے جلد پار ہو جائے گا۔ اور کوئی دیر سے۔

اور پھر ایمان والوں کے لئے اللہ تعالےٰ نے وہاں حوض بنا رکھے ہیں کہ ایمان والے اُن سے سیراب ہوں۔ اور اسی قدر سیراب ہوں جس قدر بندے دنیا میں اللہ تعالےٰ کی شریعت و دین سے اور اس پر عمل پیرا ہو کر سیراب ہوتے رہے۔ جو لوگ شریعت و دین سے محروم رہے وہ وہاں بھی ان حوضوں کے پانی سے محروم رہیں گے۔

اب ہم تمہیں کہتے ہیں کہ یہ آخرت ہے۔ اس پر تم غور کرو۔ آخرت تمہاری آنکھوں کے سامنے موجود ہے۔ اور پھر عالم دنیا۔ اور عالم آخرت کے متعلق اللہ تعالیٰ کی کیا کیا حکمتیں ہیں۔ ان پر غور کرو۔ تمہیں پوری طرح معلوم ہو جائے گا۔ اور ایسا علم یقینی تمہیں حاصل ہو جائیگا جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش ذرا بھی نہیں رہے گی۔ معلوم ہو جائے گا کہ یہ دنیا آخرت کی کھیتی کی جگہ اور آخرت کا عنوان اور نمونہ ہے۔

اور آخرت میں لوگوں کی سعادت و شقاوت کی منزلیں۔ دنیا میں ایمان و عمل۔ اعمال صالحہ اور کردار بد کے لحاظ سے مختلف ہوں گی۔ دنیا کی ہر منزل آخرت کی منزل کا عنوان و نمونہ ہے۔ اور توفیق اللہ تبارک و تعالےٰ کے ہاتھ ہے۔

اور بڑی سے بڑی عقوبت و سزا انسان کے لئے یہ ہے کہ وہ دنیا اور آخرت دونوں میں اس صراط مستقیم سے محروم اور بے بہرہ رہ جائے۔

فصل

گناہ چار قسم کے ہیں۔ ملکیہ۔ شیطانیہ۔ سبعیہ۔ بہیمیہ

معاصی اور گناہ اپنے درجات اور مفاسد کے اعتبار سے مختلف ہیں اور اس لئے ان کی دنیوی۔ اخروی عقوبتیں اور سزائیں بھی مختلف ہیں۔ اور تائید الٰہی ہم ایک مختصر مگر جامع فصل کے اندر اسے پیش کر رہے ہیں۔

Marfat.com

ہم کہتے ہیں کہ معاصی دو قسم کے ہیں۔

۱۔ ترک مامور۔ یعنی خدا نے جس کے کرنے کا امر اور حکم فرمایا ہے۔ اسے ترک کر دیا جا

۲۔ فعل محظور۔ یعنی خدا نے جس سے منع فرمایا ہے۔ اسے کیا جائے۔

گناہوں کی یہی دو قسمیں ہیں جن میں حق سبحانہ وتعالےٰ نے ابوالجن۔ یعنی شیطان ابوالانس یعنی حضرت آدمؑ کو آزمائش میں ڈالا ہے۔

یہ ہر دو قسم کے گناہ باعتبار اپنے محل ومقام جوارح اور قلوب۔ اور باعتبار اپنے تعلق کے کہ اس کا تعلق خدا سے ہے یا مخلوق سے کیا ہے۔ مختلف ہیں۔ اگرچہ حقوق الخلق اور حق کا تعلق بھی حقوق اللہ کو متضمن ہے۔ مگر چونکہ حقوق العباد کا وجوب بندوں کے مطالبات وجہ سے ہے۔ اور بندے عفو ودرگزر کریں تو معاف ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ان کا نام حقوق العباد اور حقوق الخلق رکھا گیا ہے۔

ان گناہوں کی چار قسمیں ہیں۔ ۱۔ ملکیہ ۲۔ شیطانیہ ۳۔ سبعیہ (درندہ صفتی) ۴۔ بہیمیہ (حیوانی)

ملکیہ۔ گناہ یہ ہے کہ خدا کی صفات ربوبیت کہ جن کی صلاحیت بندوں میں قطعاً نہیں۔ بندہ اسے اپنے اوپر منطبق کرنے کی کوشش کرے۔ اور اپنے کو اس کا حقدار گردانے مثلاً عظمت۔ کبریائی۔ جبروت۔ قہر۔ علو۔ وغیرہ۔ یہ چیزیں صفات ربوبیت سے تعلق رکھتی ہیں لیکن انسان اپنے اوپر منطبق کر کے لوگوں پر ظلم کرتا ہے۔ خدا کے بندوں کو اپنا غلام اور بندہ بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ پروردگار عالم کے ساتھ کسی کو شریک گردانا اسی قسم میں داخل ہے اور شرک کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ اللہ تعالےٰ کے اسماء وصفات میں کسی کو شریک گردانا۔ اس کے سوا کسی اور کو بھی معبود بنانا اور اس کی عبادت کرنا۔

۲۔ معاملات میں کسی کو خدا کا شریک گردانا۔

یہ دوسری قسم کا شرک گو جہنم میں داخل ہونے کو واجب نہیں کرتا۔ لیکن وہ عمل ضرور ساقط اور باطل ہو جاتا ہے جس میں غیر کو شریک کیا گیا ہے۔

اوپر پہلی قسم کے گناہ سب سے بڑے گناہ ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کی تخلیق وامر میں بغیر اذن مداخلت کرنا اسی پہلی قسم کے گناہوں میں داخل ہے۔ اس نوع۔ اور اس قسم کے گناہ کا ذکر

درحقیقت اللہ تعالیٰ کی ربوبیت وملک میں اللہ تعالیٰ سے لڑنا ہے۔ اور غیر کو اللہ تعالیٰ کا مثل اور مانند گردانتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ اس گناہ کے ساتھ بندے کا کوئی عمل مقبول اور سود مند نہیں ہے۔

فصل

حسد۔ کینہ۔ ظلم وجور۔ غل وغش اور مکر وخدع

یہ شیطانی گناہ ہیں کہ حسد۔ بغض کینہ۔ بغی وعدوان۔ غل وغش۔ مکر وخدع وغیرہ کے ذریعہ شیطان کی مشابہت کی جائے اور شیطان کی راہ اختیار کی جائے گناہوں کے ارتکاب کی کسی کو ترغیب دی جائے یا حکم دیا جائے۔ یا گناہوں کی تعریف کی جائے اور اطاعت الٰہی سے کسی کو روکا جائے۔ اور منہیات کی ترغیب دی جائے۔ دین الٰہی میں بدعتیں پیدا کی جائیں بدعات اور گمراہیوں کی طرف لوگوں کو بلایا جائے۔ ان گناہوں کے مفاسد اور خرابیاں قریب قریب پہلی قسم کے گناہوں کی سی ہیں۔ گو اس سے کچھ کم سہی۔

فصل

سبعی (درندہ صفتی) گناہ: ظلم وجور۔ غیظ وغضب۔
خونریزی وغارتگری۔ ضعیف وکمزوروں پر ظلم وزیادتی۔

معاصی سبعیہ یعنی درندہ صفتی گناہ یہ ہیں کہ کسی پر ظلم وجور اور زیادتی کی جائے۔ غیظ وغضب اور غصہ کیا جائے۔ خونریزی اور غارتگری کی جائے۔ ضعیفوں۔ کمزوروں۔ عاجزوں اور بے کسوں پر ظلم کیا جائے۔ سبعی معاصی کے یہ اصولی گناہ ہیں۔ اور نوع انسانی پر ظلم وجور جفا وزیادتی کرنے سے ان اصولی گناہوں میں سے بے شمار قسم کے گناہ پیدا ہوتے ہیں۔

معاصی بہیمیہ یعنی حیوانی گناہ یہ ہیں مثلاً حرص وطمع۔ بے پناہ لالچ۔ شرم گاہ اور شکم کی شہوت وخواہش وغیرہ۔ ان اصولی گناہوں سے زنا۔ سرقہ۔ یتیموں۔ مسکینوں کا مال کھانا۔ بخل۔ حرص۔ جبن۔ بزدلی۔ جزع۔ فزع وغیرہ جرائم پیدا ہوتے ہیں۔ اور مخلوق عموماً زیادہ تر اسی قسم کے گناہوں کی مرتکب ہوا کرتی ہے۔ کیونکہ مخلوق عموماً سبعی۔ درندہ صفتی اور ملکی گناہوں سے قاصر رہتی ہے۔ لیکن بہیمی۔ حیوانی گناہوں کی راہ سے مخلوق ہمہ قسم کے گناہوں میں مبتلا ہو جاتی

ہے۔ یہ یہی حیوانی گناہ بندوں کی لگام پکڑ کر مبلغی گناہوں کی طرف بھی لے جاتے ہیں اور پھر یہاں سے شیطانی گناہوں کی طرف کھینچ لے جاتے ہیں اور پھر یہاں سے بوبیت الٰہی میں خواہ مخواہ جھگڑے اور شرک فی الوحدانیت کی طرف کھینچ لے جاتے ہیں۔

ہمارے اس بیان پر پوری توجہ سے غور و تامل کیا جائے تو اچھی طرح واضح ہو جائیگا معاصی اور گناہ۔ شرک۔ کفر اور ربوبیت خداوندی کے خلاف جھگڑے۔ اور بیجا غور و خوض کی دہلیز ہی کھٹ ہے۔

فصل

گناہ دو قسم کے ہیں۔ صغیرہ اور کبیرہ

گناہوں کی دو قسمیں ہیں۔ کبیرہ۔ اور صغیرہ۔ اس کا ثبوت کتاب و سنت دونوں سے ہے اور صحابہؓ۔ تابعینؒ اور تابعین کے بعد کے ائمہ کا اس پر اجماع ہو چکا ہے۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ان تجتنبوا کبائر ما تنھون عنہ نکفر عنکم سیئاتکم (النساء)

اگر تم ممنوعہ کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو گے چھوٹے گناہ ہم تم سے ساقط کر دیں گے۔

اور ارشاد ہے

والذین یجتنبون کبائر الاثم والفواحش الا اللمم (نجم)

یہ وہی لوگ ہیں جو کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں۔ سوائے صغیرہ گناہوں کے۔

صحیح بخاری شریف میں آنحضرت صلعم سے مروی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہے۔

الصلوات الخمس والجمعۃ الی الجمعۃ ورمضان الی رمضان۔ مکفرات لما بینھن اذا اجتنبت الکبائر۔

پانچ وقت کی نمازیں۔ اور جمعہ سے جمعہ تک اور رمضان سے رمضان تک درمیانی گناہوں کا کفارہ کر دیتے ہیں۔ لیکن جبکہ تم کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو۔

اور کفارہ کرنے والے اعمال تین درجے کے ہیں۔

اوّل یہ کہ کفارہ کرنے والے اعمال ضعیف اور کمزور ہوں یا ان اعمال میں اخلاص کم ہو۔

Marfat.com

اعمال کے حقوق و متعلقات کما حقہ پورے نہ کئے جائیں غرض ! یہ مکفرات ذنوب ایسے ضعیف ہوں جیسے کہ معمولی دوا کسی مرض کی مقاومت و مدافعت میں باعتبار کمیت و کیفیت ضعیف و کمزور ہوا کرتی ہے مذکورہ بالا خامیوں کی وجہ سے کفارہ کرنے والے اعمال گناہوں کے کفارہ سے قاصر رہتے ہیں۔

دوم۔ یہ کہ کفارہ میں جو اعمال تم پیش کر رہے ہو وہ اس قدر طاقتور اور وزنی نہیں ہیں جو کبائر کی مقاومت اور مقابلہ کر سکیں۔ یہ صرف صغائر ہی کی مقاومت کر سکتے ہیں۔

سوم۔ یہ کہ ان اعمال کی قوت ایسی ہے کہ صغائر کی مقاومت کر سکتے ہیں اور کچھ کبائر کی مقاومت بھی ان سے ہو سکتی ہے۔

یہ تین قسم کے اعمال گناہوں کے کفارہ میں پیش کئے جائیں تو کبائر کی مقاومت اور کفارہ ناممکن ہے۔ ان ہر سہ گانہ اعمال مکفرہ پر تم غور و تامل کرو۔ انشاء اللہ تعالیٰ تمہارے بہت سے اشکالات رفع ہو جائیں گے۔ اور مسئلہ بالکل واضح ہو جائے گا۔

کبائر کے متعلق صحیح بخاری کے اندر مروی ہے۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

الا انبئکم باکبر الکبائر ؟ کیا میں تمہیں سب سے بڑے گناہ نہ بتلاؤں ؟

صحابہؓ نے عرض کیا۔ کیوں نہیں ؟ ضرور بتلائیے تو آپ نے فرمایا

الاشراک باللہ۔ وعقوق الوالدین و شہادۃ الزور : اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک گردانا والدین کو تکلیف پہونچانا اور جھوٹی گواہی دینا۔

اور اسی صحیح بخاری کے اندر مروی ہے۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

اجتنبوا سبع الموبقات سات بڑے گناہوں سے اجتناب کرتے رہو۔

عرض کیا وہ سات گناہ کون کون سے ہیں ؟ آپ نے فرمایا۔

الاشراک باللہ۔ والسحر۔ وقتل النفس التی حرم اللہ۔ الا بالحق۔ واکل مال الیتیم۔ واکل الربوا۔ والتولی یوم الزحف۔ وقذف المحصنات الغافلات المومنات ، خدا کے ساتھ کسی کو شریک گردانا۔ سحر۔ جادو۔ کسی کو ناحق قتل کرنا۔ یتیم کا مال کھا جانا۔ سود کھانا۔ جہاد کے دن موقع سے بھاگنا۔ پارسا بے خبر مومن عورتوں پر تہمت دھرنا۔

اور اسی صحیح بخاری کے اندر مروی ہے۔ کسی نے آنحضرت صلعم سے دریافت کیا۔ عند اللہ بڑے سے بڑا گناہ کون سا ہے ؟ آپ نے جواب دیا۔

ان تجعل للہ ندا وھو خلقک تم کسی کو خدا کا مثل و مانند گردانو حالانکہ تم کو خدا

Marfat.com

نے پیدا کیا ہے۔

دریافت کیا گیا۔ اس کے بعد کون سا گناہ ہے؟ آپ نے فرمایا

ان تقتل ولدك مخافة ان یطعم معك — اپنے لڑکے کو تم اس خوف سے قتل کر دو کہ وہ تمہارے ساتھ بیٹھ کر کھائے گا۔

دریافت کیا گیا۔ اس کے بعد کون سا گناہ ہے؟ آپ نے فرمایا

ان تزنی بحلیلة جارك — یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی عورت سے زنا کاری کرو

اللہ تعالیٰ بھی قرآن حکیم کے اندر ان احادیث کی تصدیق فرما رہا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

والذین لا یدعون مع اللہ الٰھا آخر ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق ولا یزنون ۔ الایت — اور جو لوگ خدا کے ساتھ دوسرے کو معبود نہیں پکارتے اور خدا نے جو جان حرام کی ہے ناحق اسے قتل نہیں کرتے اور زنا نہیں کرتے۔

کبائر کی تعداد کے متعلق صحابہؓ۔ تابعینؒ۔ آئمہ سلف اور بزرگانِ دین میں بہت اختلاف ہے کہ وہ کتنے ہیں؟ بعض کبائر کو محصور و محدود مانتے ہیں۔ اور بعض محصور و محدود نہیں جو لوگ محصور و محدود مانتے ہیں ان میں بھی تعداد کے لحاظ سے اختلاف ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ کبیرہ گناہ چار ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں۔ کبیرہ گناہ سات ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص فرماتے ہیں۔ کبیرہ گناہ نو (۹) ہیں۔ اور بعض گیارہ کہتے ہیں۔ اور بعض ستر۔ ابوطالب مکی کہتے ہیں اقوال صحابہؓ سے جو کبائر میں نے جمع کئے ہیں وہ یہ ہیں۔

چار قلب کے متعلق اور وہ یہ کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کے شریک گردانا جائے۔ گناہ پر اصرار کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہونا۔ اللہ تعالیٰ کے داؤ گھات سے بے خوف رہنا۔

چار زبان سے تعلق رکھتے ہیں۔ جھوٹی گواہی دینا۔ پارسا بے گناہ عورت پر تہمت دھرنا۔ جھوٹی قسم کھانا اور جادو۔

تین شکم سے تعلق رکھتے ہیں۔ شراب پینا۔ یتیم کا مال کھا جانا۔ سود کھانا۔

دو شرم گاہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ زنا اور لواطت۔

دو ہاتھوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ قتل اور سرقہ

ایک دونوں پاؤں سے تعلق رکھتا ہے۔ جہاد کے میدان سے بھاگ نکلنا۔

ایک پورے جسم سے تعلق رکھتا ہے۔ والدین کو تکلیف پہونچانا۔

Marfat.com

جو لوگ کبائر کو محدود۔ محصور نہیں مانتے ان میں سے بعض کا قول ہے۔ قرآن حکیم کے اندر جن گناہوں کی ممانعت اللہ تعالےٰ نے فرمائی ہے وہ کبیرہ ہے۔ اور جن کی ممانعت رسول اللہ صلعم نے فرمائی ہے وہ صغیرہ ہے۔

ان میں سے ایک گروہ یہ کہتا ہے۔ جس نہی اور ممانعت پر لعنت۔ اور غضب الٰہی یا عقوبت و سزا کی وعید وارد ہے۔ وہ کبیرہ۔ اور جس پر یہ وعید وارد نہیں ہوئی وہ صغیرہ ہے۔

بعض کہتے ہیں جس گناہ کی دنیا میں حد مقرر کی گئی ہے۔ یا جس کے متعلق آخرت کی وعید وارد ہے وہ کبیرہ ہے۔ اور جس کے متعلق حد۔ اور آخرت کی وعید وارد نہیں وہ صغیرہ ہے۔

بعض کہتے ہیں جس گناہ کی حرمت پر اگلی۔ پچھلی تمام شریعتیں متفق ہوں وہ کبیرہ ہے اور جس کی حرمت بعض شریعتوں میں ہو۔ اور بعض میں نہ ہو وہ صغیرہ ہے۔

بعض کہتے ہیں اللہ اور اللہ کے رسول نے جس کے کرنے والے پر لعنت بھیجی ہو وہ کبیرہ ہے۔

بعض کہتے ہیں سورۂ نساء کے آغاز سے لے کر ان تجتنبوا کبائر ما تنھون عنہ نکفر عنکم سیئاتکم (۱) تک جو گناہ بیان کئے گئے ہیں وہ کبیرہ ہیں۔

اور جو لوگ صغائر و کبائر کی تفریق کے قائل نہیں وہ یہ کہتے ہیں۔ معاصی اور گناہ جس قدر بھی ہیں۔ اور جس قسم کے بھی ہیں اسی لئے وہ معاصی اور گناہ ہیں کہ اللہ تعالےٰ کے خلاف جرأت و اقدام کیا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کے حکم کے خلاف جرأت و اقدام۔ اور اس کی مخالفت کرنا بھی کبیرہ گناہ ہے۔

اس قول کی رو سے تم احکام الٰہی کی نافرمانی کرنے والوں۔ اور محارم الٰہیہ کی توہین و بے عزتی کرنے والوں کے متعلق سوچو۔ تم پر اچھی طرح واضح ہو جائے گا کہ جس قدر بھی معاصی اور گناہ ہیں۔ وہ کبیرہ ہیں اور اس مفسدہ اور خرابی کے لحاظ سے تمام معاصی اور گناہ مساوی درجہ رکھتے ہیں۔

اور یہ لوگ اپنے اس مسلک کی وضاحت اس طرح کرتے ہیں۔ بندوں کے معاصی اور گناہ اللہ تعالےٰ کو کوئی نقصان اور ضرر نہیں پہونچاتے۔ بندوں کے گناہ اللہ تعالےٰ کی ذات پر کسی قسم کا اثر نہیں ڈالتے۔ اور اس لئے اس کی ذات کی

Marfat.com

طرف نسبت کرنے میں صغائر و کبائر یکساں حیثیت رکھتے ہیں۔ اب جو چیز باقی ہے وہ یہی اللہ تعالےٰ کی نافرمانی۔ اور اس کے حکم کی مخالفت کی جاتی ہے اس لحاظ سے سارے گناہ مساوی ہیں

اور یہ لوگ کہتے ہیں۔ یہ بھی ہماری ایک دلیل ہے کہ گناہ کے مفاسد اللہ تعالےٰ کے خلاف جرأت و اقدام کے تابع ہیں۔ جس قسم کی جرأت و اقدام ہوگا۔ اس قسم کے مفاسد ہونگے اگر ایک آدمی حرام کاری کرتا ہے۔ یا شراب پیتا ہے۔ اور اس کا یہ اعتقاد و عقیدہ نہیں ہے کہ یہ حرام کا مرتکب ہو رہا ہے تو یہاں دو چیزیں جمع ہو جائیں گی۔ ایک جہالت اور دوسری حرام کا ارتکاب۔ دو قسم کے مفاسد یہاں پیدا ہو جائیں گے۔ اور اگر کوئی ایسا آدمی اس جرم کا ارتکاب کر رہا ہے جو اس کی تحریم و ممانعت کا اعتقاد و عقیدہ رکھتا ہے تو اغلباً وہ ایک ہی قسم کے مفسدہ کا مرتکب ہے اور جو صرف ایک ہی جرم کی سزا کا مستحق ہوگا کہ اس نے صرف ایک ہی جرم کیا ہے۔ یہ بات اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ گناہ کے مفاسد خدا کے خلاف جرأت و اقدام کی وجہ سے ہیں۔

اور یہ لوگ کہتے ہیں یہ بات بھی ہمارے دعوے کی دلیل ہے کہ معصیت و نافرمانی اس امر کی متضمن ہے کہ اس سے اپنے مولیٰ۔ مطاع۔ رب۔ خالق کی توہین و ناقدری ہوتی ہے۔ اس کے اوامر و نواہی کی بے حرمتی ہوتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اس امر میں سارے گناہ مساوی ہیں۔ کوئی فرق نہیں۔

اور کہتے ہیں کہ بندے کو یہ نہ دیکھنا چاہیئے کہ گناہ فی نفسہ صغیرہ ہے۔ یا کبیرہ۔ بلکہ یہ دیکھنا چاہیئے کہ معصیت و نافرمانی کس کی کی جا رہی ہے۔ اس کی عظمت و جلالت پر نگاہ رکھنی چاہیئے۔ اور ظاہر ہے کہ اس امر میں تمام گناہ یکساں ہیں۔ اگر ایک بہت بڑا دنیوی اقتدار متمکن علیہ بادشاہ۔ اپنے کسی غلام کو کسی خاص اور اہم کام کے لیئے دور دراز مقام کی طرف بھیجتا ہے۔ اور کسی دوسرے غلام کو اپنی محلسرا کے قریب کا کام سپرد کرتا ہے اور یہ دونوں کے دونوں اپنے آقا۔ بادشاہ کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں تو ظاہر ہے دونوں کے دونوں اس کی خفگی اور ناراضگی کا شکار رہیں گے دونوں کے دونوں اس کی نظروں سے گر جائیں گے۔

اور یہ لوگ کہتے ہیں۔ ایک مکہ کا بادشاہ حج ترک کر دیوے اور ایک مسجد کا پڑوسی ہمسایہ

Marfat.com

جمعہ ترک کر دیوے۔ اس کی قباحت اور گناہ اس سے کہیں زیادہ ہے جو ایک مکہ سے اور مسجد سے دور رہنے والا حج اور جمعہ ترک کر دیوے۔ قریب رہنے والے پر حج۔ اور جمعہ کا وجوب زیادہ قوی ہے بہ نسبت دور رہنے والے کے۔

ایک شخص کے پاس دو سو درہم ہیں۔ اور وہ اس کی زکات نہیں دیتا۔ دوسرے کے پاس دو ہزار درہم ہیں اور وہ بھی زکات ادا نہیں کرتا۔ ان ہر دو پر زکات کی جو رقم واجب ہوئی ہے وہ برابر نہیں ہے۔ دو سو درہم والے پر کم مقدار واجب ہے اور دو ہزار والے پر زیادہ۔ لیکن ما وجب کی خلاف ورزی میں۔ اور خلاف ورزی کی عقوبت میں دونوں مساوی ہیں۔ مکہ کا باشندہ اور مکہ سے دور کا رہنے والا۔ مسجد کا پڑوسی۔ اور مسجد سے دور رہنے والا۔ دو سو درہم کی زکات نہ دینے والا۔ اور دو ہزار کی زکات نہ دینے والا۔ ما وجب کی خلاف ورزی کے لحاظ سے برابر ہیں۔ اور خلاف ورزی کے اصرار پر دونوں مساوی سزا کے حقدار ہیں۔

فصل

زمین و آسمان پیدا کرنے۔ پیغمبروں کو بھیجنے۔ اور آسمان سے کتابیں نازل کرنے کا مقصد کیا ہے؟ غیر اللہ کو اپنے اور خدا کے مابین واسطہ بنانا ممنوع ہے۔ اس بارے میں مشرکین کے شبہات اور ان شبہات کے جوابات۔

سند کی پوری توضیح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اور پیغمبر بھیجے۔ کتابیں نازل فرمائیں۔ آسمان و زمین پیدا کیے اس کا مقصد کیا ہے؟ اس کا مقصد صرف یہی ہے کہ بندے اللہ تعالیٰ کو پہچانیں۔ اس کی عبادت کریں۔ توحید پر قائم رہیں۔ اور توحید کا حق بجا لائیں۔ دنیا میں صرف اسی کا دین پھیلے اور اطاعت صرف اسی کی کی جائے اور بندوں کو صرف اسی کی دعوت دی جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون (الذاریات) اور میں نے جن و انس کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں۔

اور ارشاد ہے۔

وما خلقنا السموات والارض ہم نے آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی

Marfat.com

وما بینھما الا بالحق : (سورہ حجر) — چیزیں مصلحت ہی سے پیدا کی ہیں۔

اور ارشاد ہے

اللہ الذی خلق سبع سمٰوات ۔ ومن الارض مثلھن یتنزل الامر بینھن لتعلموا ان اللہ علی کل شیئ قدیر : و ان اللہ قد احاط بکل شیئ علما : (سورۃ طلاق)

اللہ ہی ہے جس نے سات آسمان اور اتنی ہی زمینیں پیدا کی ہیں۔ اس کا حکم ان آسمانوں اور زمینوں میں نازل ہوتا ہے تاکہ تم کو معلوم ہو جائے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور اللہ کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔

اور ارشاد ہے

جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیاما للناس ۔ والشھر الحرام والھدی و القلائد ۔ ذالک لتعلموا ان اللہ یعلم ما فی السماوات وما فی الارض وان اللہ بکل شیئ علیم (مائدہ)

اللہ نے کعبہ کو جو باعزت گھر ہے اور حرمت والے مہینہ اور قربانی کے جانور اور ان کی گردنوں میں پڑے ہوئے نشانوں کو لوگوں کے لئے امن کا سبب بنایا ہے۔ تاکہ تم کو معلوم ہو جائے کہ اللہ ہر اس چیز سے واقف ہے جو آسمانوں میں اور زمین میں ہے۔ اور بلاشبہ اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ یہ خبر دیتا ہے کہ خلق و امر سے اس کا مقصد یہ ہے کہ ذاتِ خداوندی کو اس کے اسماء و صفات کے ساتھ پہچانا جائے اور عبادت صرف اسی کی کی جائے کسی کو اس کا شریک و مثل نہ گردانا جائے۔ اور لوگ قسط و عدل پر قائم رہیں جس قسط و عدل سے زمین و آسمان قائم ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

لقد ارسلنا رسلنا بالبینات ۔ و انزلنا معھم الکتاب ۔ والمیزان ۔ لیقوم الناس بالقسط : (سورۃ الحدید)

ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی نشانیاں دیکر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور معیار نازل کیا تاکہ لوگ صحیح معیار پر متمکن ہو جائیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ یہ خبر دیتا ہے کہ پیغمبروں کے بھیجنے اور کتاب نازل کرنے کی غرض یہ ہے کہ لوگ قسط یعنی عدل پر قائم رہیں۔ اور ظاہر ہے بڑے سے بڑا عدل یہ ہے کہ بندے توحید پر قائم رہیں "توحید" راس العدل ہے اور دنیا میں توحید سے ہی عدل قائم ہو سکتا

Marfat.com

ہے۔ اور شرک بڑے سے بڑا ظلم ہے۔ اور دنیا کی ساری خرابیاں شرک ہی سے پیدا ہوتی ہیں چنانچہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے

ان الشرک لظلم عظیم (سورہ لقمان) بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

اور واقعہ یہ ہے کہ تمام مظالم سے بڑا اور خطرناک ظلم شرک ہے۔ اور توحید تمام عدلوں سے بڑا عدل ہے۔ اور جو امور اس اہم مقصد یعنی توحید کے خلاف اور منافی ہوں گے وہ کبیرہ گناہ ہوں گے۔ اور جو سب سے زیادہ خلاف اور منافی ہوگا وہ اکبر الکبائر ہوگا۔ کبائر کی شدت وخفت اس اصل مقصد سے منافات کے مطابق ہوگی۔ جس درجہ کی منافات ہوگی اسی درجہ کا وہ کبیرہ گناہ ہوگا۔ اور جو امور اس مقصد کے موافق ہوں گے وہ باعتبار اپنی موافقت کے واجب اور ضروری ہوں گے۔ اور مقدم ترین طاعتوں میں ان کا شمار ہوگا۔

اب تم اس حقیقت، اصل اصول۔ اور اس کی تفصیلات پر غور کرو۔ تمہیں اچھی طرح واضح ہو جائے گا کہ اللہ رب العلمین۔ احکم الحاکمین۔ اعلم العالمین نے اپنے بندوں پر جو کچھ فرض کیا ہے۔ اور جو کچھ حرام فرمایا ہے اس کی وجہ کیا ہے؟ اور طاعات اور معاصی کی تفصیلات اور اطاعت وگناہ کا تفاوت۔ اور اس تفاوت کے مراتب ودرجات تمہیں اچھی طرح واضح ہو جائیں گے۔

چونکہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ کسی کو شریک گردانا اس مقصد سے بالذات اور کلیتاً منافی ہے اس لئے یہ گناہ علی الاطلاق اکبر الکبائر ہے۔ یعنی سب سے بڑا گناہ ہے اس لئے اس نے ہر مشرک پر جنت حرام کر دی۔ اور اہل توحید کے لئے مشرک کا خون اس کا مال۔ اس کے اہل وعیال مباح اور جائز کر دیئے۔ اور چونکہ مشرکین نے عبودیت الٰہی کا انکار کر دیا ہے۔ اس لئے اس نے جائز کر دیا کہ اہل توحید ان کو اپنا غلام بنا لیں۔

اللہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے صاف صاف انکار کر دیا ہے کہ وہ مشرک کا کوئی عمل قبول نہیں کرے گا۔ ان کے حق میں کسی کی سفارش منظور نہیں کرے گا۔ اور اس کی آخرت کے لئے کسی کی دعا قبول نہیں کرے گا۔ اور کوئی بھی ایسی چیز وہ اس کے حق میں قبول ومنظور نہیں کرے گا۔ جس سے اسے کسی قسم کی بھی امید قائم ہو سکے۔ اور اس لئے کہ مشرک اجہل الجاہلین ہے۔ خدا کی ذات کو اس نے پہچانا نہیں۔ اور خدا کی مخلوق کو اس کا مثل اور مانند گردانا ہے۔ یہ انتہا درجہ کی جہالت ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جس طرح یہ انتہا درجہ کی جہالت ہے اسی طرح انتہا درجہ کا ظلم بھی

Marfat.com

ہے اگرچہ مشرک کا یہ ظلم پروردگار عالم کی ذات پر نہیں ہے بلکہ خود اپنی جان پر ہے۔

یہاں ایک اہم سوال پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ کہ مشرک کا مقصد پروردگار عالم کی تعظیم ہے نہ کہ اس کی توہین وناقدری۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلالت اور اس کی اعلیٰ شان کچھ ایسی ہے کہ بغیر واسطے۔ وسیلے۔ اور بلا کسی سفارش کے اس کی بارگاہ تک پہنچنا دشوار ہے۔ جیسا کہ سلاطین اور بادشاہوں کے دربار میں ہوا کرتا ہے۔ پس مشرک کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ بارگاہ ربوبیت کی ناقدری اور توہین کی جائے۔ بلکہ اس کا عین مقصد رب العالمین کی تعظیم ہے۔ چنانچہ ہر مشرک یہ کہتا ہے کہ میں ان وسائط و وسائل کی عبادت صرف اس لئے کر رہا ہوں کہ یہ مجھے رب العالمین کی بارگاہ تک پہونچا دیں گے۔ اور صرف یہی میرا مقصد ہے۔ یہ صرف درمیانی واسطہ اور وسیلہ۔ اور سفارشی ہیں۔ اور بس۔ پس ان وسائل اور واسطوں کو اسی قدر ماننے میں کیا حرج ہے؟ اور کیوں یہ پروردگار عالم کی خفگی۔ ناراضگی۔ اور اس کے غضب کا موجب ہے؟ اور کیوں یہ مشرک ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہے گا؟ اور کیوں یہ چیز مشرک کا خون مباح کرنے کا موجب بنی؟ اور کیوں اس کے اہل وعیال۔ بی بی بچے لڑکے لڑکیاں۔ اور اس کا مال ودولت اہل توحید کے لئے مباح وجائز کر دیئے گئے۔

اور پھر اس سوال پر ایک اور سوال متفرع ہوتا ہے۔ اور وہ یہ کہ کیا یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے تقرب کے لئے سفارش اور وسائط و وسائل کو پسندیدہ قرار دے؟ اور یہ کہ اس کی تحریم صرف شریعت سے ثابت ہے؟ یا یہ کہ شریعت کا اس میں کوئی دخل نہیں؟ اور صرف فطرت وعقل اس کو قبیح وممنوع مانتی ہے؟ یا یہ کہ فطرت وعقل کے نزدیک جو سب سے زیادہ قبیح چیز تھی اسے شریعت نے فطرت وعقل کے حوالہ کر دیا؟ اور پھر یہ کہ مشرک کے متعلق یہ کیوں کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ مشرک کو کبھی معاف نہیں کرے گا۔ دوسرے گناہوں کے متعلق کیوں ایسا نہیں کیا گیا؟ چنانچہ اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے بھی ارشاد فرمایا ہے۔

ان اللہ لا یغفران یشرک بہ و یغفر ما دون ذالک لمن یشاء (النساء)

اللہ اس بات کو معاف نہیں کریگا کہ کسی کو اسکا شریک بنایا جائے۔ اسکے علاوہ جس کو چاہے گا بخش دیگا۔

پہلے تم اس سوال پر اچھی طرح غور وتامل کر لو اس کے بعد اطمینان کے ساتھ قلب وذہن۔ دل ودماغ کو حاضر رکھ کر اس کا جواب سمجھنے کی کوشش کرو۔ اس سے تم پر اچھی طرح واضح ہو جائیگا کہ مشرک اور موحد میں۔ اور اللہ تعالیٰ کو جاننے پہچاننے والے اور جاہل منکر خدا کو نہ ماننے

والے میں اور اہل جنت اور اہل دوزخ میں کیا فرق ہے ؟

فنقول وباللہ التوفیق والتائید۔ اب ہم کہتے ہیں اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ کی توفیق و تائید چاہتے ہیں۔ اس کی ذات سے ہدایت اور صحیح راہ کی اعانت و امداد چاہتے ہیں۔ کیونکہ ہدایت اسی کو ملتی ہے۔ جسے وہ ہدایت دے۔ جسے وہ دے کوئی روک نہیں سکتا۔ اور جس سے روک لیوے کوئی اسے دے نہیں سکتا۔

واضح ہو کہ شرک دو قسم کا ہے۔ ایک وہ کہ جس کا تعلق معبود حقیقی کی ذات۔ اور اس کے افعال سے ہے۔ دوسرا وہ کہ جس کا تعلق معبود حقیقی کی عبادت اور معاملہ سے ہے۔

پہلی قسم کے شرک کی دو قسمیں ہیں ایک شرک تعطیل۔ یعنی ذات الٰہی کو صفات سے معطل و بے کار ماننا۔ یہ شرک ہمہ قسم کے شرک سے قبیح ترین شرک ہے جیسا کہ فرعون کا شرک کہ اس نے کہہ دیا۔

وما رب العالمین ؟ رب العالمین کیا چیز ہے ؟

فرعون کا قصہ بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے۔

وقال فرعون۔ یا ھامان ابن لی صرحًا لعلی اطلع الیٰ الاٰہ موسیٰ وانی لاظنہ من الکاذبین ؛ (مومن)

فرعون نے کہا۔ اے ہامان میرے لئے ایک تعمیر بناؤ کہ میں موسےٰ کے خدا کو دیکھ لوں اور میں تو اسے جھوٹا سمجھتا ہوں۔

شرک اور تعطیل میں باہم تلازم ہے۔ ہر مشرک معطل ہوگا۔ اور ہر معطل مشرک۔ لیکن اصل تعطیل کو مشرک مستلزم نہیں ہے۔ ایک شرک کی اصل جڑ اور بنیاد تعطیل ہی ہے اور یہ تعطیل تین قسم کی ہے۔

اوّل : یہ کہ مصنوع کو اصل صانع اور خالق سے معطل کر دیا جائے۔

دوم : یہ کہ صانع سبحانہ و تعالےٰ کو اس کے مقدس کمال سے معطل کر دیا جائے۔ اور یہ اس طرح کہ اس کے اسماء و صفات۔ اور افعال کو معطل مانا جائے۔

سوم : یہ کہ ذات الٰہی کو اس معاملہ سے معطل مانا جائے جو حقیقت توحید کی بنا پر بندوں پر واجب و ضروری ہے۔ طائفہ اہل وحدۃ الوجود کا شرک و تعطیل اسی قبیل سے ہے۔ یہ گروہ خالق و مخلوق کو ایک اور متحد مانتا ہے۔ یہ گروہ یہ کہتا ہے کہ یہاں دو متغائر وجود ہی نہیں ہیں بلکہ حق تعالیٰ جو منزہ ہے وہ بعینہٖ مخلوق مشبہہ ہے۔

Marfat.com

اور وہ ملاحدہ جو قدامت عالم کے قائل ہیں۔ ان کا شرک و تعطیل بھی اسی قبیلہ سے ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ عالم قدیم ہے۔ کبھی معدوم نہ تھا۔ ہمیشہ سے ہے۔ اور ہمیشہ رہے گا۔ اور وہ حوادث جو روزانہ پیدا ہوتے ہیں ان کو وہ ان وسائط۔ وسائل اور اسباب کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ جو ان حوادث کے مقتضی ہوا کرتے ہیں۔ جن کا نام ان لوگوں نے عقول۔ اور نفوس رکھ لیا ہے۔

فرقۂ جہمیہ اور قرامطہ کا شرک بھی اسی قبیل سے ہے۔ کہ وہ پروردگار عالم کو اس کے اسماء وصفات اور افعال سے معطل مانتے ہیں۔ اور ذات حق کے ساتھ اس کے اسماء وصفات کے ثبوت سے انکار کرتے ہیں۔ اس طرح مخلوق کی ذات کو خالق سے زیادہ اکمل مانتے ہیں۔ ذات الٰہی کا کمال اس کے اسماء وصفات سے ہے۔ اور یہ لوگ ذاتِ الٰہی کو اس سے مبرا اور خالی مانتے ہیں۔

فصل

نصاریٰ۔ مجوس۔ قدریہ۔ اور فرقۂ صابئیہ کا شرک کس قسم کا تھا؟ نمرود کے مقابلہ میں حضرت ابراہیم کی دلیل وحجت اور شرک کرتے ہوئے بھی خدا کو معبود حقیقی ماننے والے گروہ۔

شرک کی دوسری قسم یہ ہے کہ خدا کو معبود حقیقی مانتے ہوئے بھی دوسروں کو معبود اور خدا کا شریک گردانا جائے۔ اور خدا کے اسماء وصفات اور اس کی ربوبیت کو معطل اور بے کار نہ مانا جائے جیسا کہ نصاریٰ کا شرک کہ یہ خدا کو تین خداؤں میں کا ایک خدا مانتے ہیں۔ مسیح کو بھی خدا کہتے ہیں اور مسیح کی والدہ کو بھی۔

مجوس کا شرک بھی اسی قبیل سے ہے۔ وہ حوادث خیر کو نور کی طرف منسوب کرتے ہیں اور حوادث شر کو ظلمت و تاریکی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

قدریہ کا شرک بھی اسی قبیل سے ہے۔ وہ اس امر کے قائل ہیں کہ انسان۔ حیوان اپنے افعال کے خود خالق ہیں۔ اور یہ افعال خدا کی مشیت۔ قدرت اور ارادہ کے بغیر پیدا ہوتے ہیں۔ اور اسی بنا پر قدریہ کو مجوس کے مشابہ کہا جاتا ہے۔

اور اسی قسم کا شرک تھا جس کے مقابلہ میں حضرت ابراہیم نے یہ دلیل وحجت پیش کی تھی۔

اذ قال ابراھیم ربی الذی یحیی و ابراہیم نے کہا میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے

یحییٰ قال انا احی و امیت (بقرہ) اور مارتا ہے۔ نمرود نے کہا میں بھی جلاتا اور مارتا ہوں۔

نمرود اپنی جان کو خدا کا مثل اور مانند سمجھ رہا تھا۔ وہ اپنے زعم اور اپنے خیال میں یہ سمجھتا تھا کہ میں بھی اللہ تعالیٰ کی طرح جلا سکتا ہوں۔ اور مار سکتا ہوں۔ حضرت ابراہیم نے بطور حجت الزامی جواب دیا اور فرمایا۔ اگر تیرا یہ کہنا صحیح ہے تو تجھے اس پر بھی قدرت حاصل ہوگی کہ اللہ تعالےٰ آفتاب کو مشرق کی جانب سے نکالتا ہے۔ تو مغرب کی جانب سے نکال ؟

حضرت ابراہیم کا یہ قول ایک الزامی حجت ہے۔ بعض اہل جدل نے جو یہ کہا ہے کہ حضرت ابراہیم نے ایک دلیل کو چھوڑ کر دوسری دلیل کی طرف رجوع کر لیا۔ یہ قطعاً غلط ہے۔ بلکہ نمرود کی دلیل کی جامعیت کے خلاف ایک الزامی حجت ہے۔ کہ اگر تو اپنے دعوے میں سچا ہے تو ایسا کر دکھا۔

کواکب پرستوں۔ ستارہ پرستوں کا شرک بھی اسی قبیل کا تھا کہ وہ کواکب علویہ کو خدا کا شریک گردانتے تھے۔ اور اس عالم کی تدبیر و نظام کا ان کو مالک و مختار مانتے تھے۔ جیسا کہ فرقۂ صابئیہ کا مذہب ہے۔

آفتاب پرستوں اور آتش پرستوں کا شرک بھی اسی قبیل کا ہے۔ یہ تمام مشرک فرقے ہیں۔ ان میں سے بعض یہ کہتے ہیں معبود حقیقی تو صرف خدا ہے۔ بعض کہتے ہیں سب معبودوں میں بڑا معبود خدا ہے۔ بعض کہتے ہیں جس طرح اور معبود ہیں۔ خدا بھی ایک معبود ہے۔ لیکن جب عبادت کے لئے اسی کو مخصوص کر لیا جاتا ہے اور دوسرے معبودوں سے توجہ ہٹا کر صرف اسی کی طرف توجہ پھیر لی جاتی ہے تو یہ بندے کی مقصد براری کر دیتا ہے۔ بعض کہتے ہیں ہر چھوٹا اور قریبی معبود اپنے مافوق معبود تک پہونچانے کا واسطہ اور ذریعہ ہے۔ ہر معبود اپنے اوپر کے معبود تک پہونچاتا ہے۔ اور درجہ بدرجہ یہ بے شمار معبود بالآخر اللہ حق سبحانہ و تعالےٰ تک پہونچا دیتے ہیں۔ اور مقصود تک پہونچنے میں کبھی واسطے اور ذریعے زیادہ ہو جاتے ہیں۔ اور کبھی کم۔

فصل

ذات معبود۔ ذات خداوندی کے ساتھ شرک

Marfat.com

کیا جائے یہ بہت بڑا کبیرہ گناہ ہے اس کے مقابلہ
میں وہ شرک جو اس کی عبادت اور اس کے ساتھ
معاملات میں کیا جائے وہ کمتر ہے۔

مذکورہ بالا شرک کے مقابلہ میں شرک فی العبادۃ اور شرک فی المعاملہ کمتر درجہ کا شرک ہے اور پہلی قسم کے شرک کے مقابلہ میں اس کی عقوبت اور سزا کم ہے کیونکہ اس قسم کا شرک اس آدمی سے بھی سرزد ہو جاتا ہے جو خدا کے سوا کسی کو معبود اور خدا نہیں مانتا۔ ایک بندہ جو یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ ذات خداوندی کے سوا دوسرا کوئی نفع و نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اس کی ذات کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کی ذات کے سوا کوئی رب اور پروردگار نہیں۔ لیکن پھر بسا اوقات اس کے اندر یہ بات پائی جاتی ہے کہ اس کا معاملہ۔ اس کا عمل۔ اس کی عبادت و عبودیت اخلاص لوجہہ اللہ سے خالی ہوتی ہے۔ کبھی وہ صرف حظ نفس کی خاطر عمل کرتا ہے۔ کبھی دنیا طلبی کی غرض سے۔ کبھی لوگوں میں رفعت و شرف اور جاہ و عزت پیدا کرنے کی غرض سے۔ اور اس لئے اس کے عمل میں خدا کا بھی حصہ ہوتا ہے اور نفس کا بھی۔ نفس و خواہش کا حصہ بھی ہوتا ہے اور شیطان اور دوسری مخلوق کا بھی۔ دنیا کی اکثر و بیشتر مخلوق کے اعمال کا یہی حال ہے اور یہ اسی قسم کا شرک ہے جو صحیح ابن حبان کی روایت میں مذکور ہے۔ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا۔

الشرك فی هذه الامة اخفی من دبیب النمل:

شرک اس امت میں چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ خفی موجود ہوگا۔

صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس سے ہمیں نجات کیوں کر مل سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا۔

قل اللّٰهم انی اعوذ بك ان اشرك بك وانا اعلم به واستغفرك لما لا اعلم:

کہو! اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ دانستہ تیرے ساتھ میں شرک کروں اور جو میں نہیں جانتا اس شرک سے تیری مغفرت چاہتا ہوں۔

ریا یعنی دکھاوا اور سمعہ یعنی لوگوں کے سنانے کے لئے نیکی کرنا قطعاً شرک ہے اور کلیتہً مشرک ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

Marfat.com

قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الی۔ انما الٰھکم الٰہ واحد فمن کان یرجوا لقاء ربہٖ فلیعمل عملا صالحًا۔ ولا یشرک بعبادۃ ربہٖ احدا : (کیف)

اے پیغمبر! کہدو میں تمہاری طرح ایک بشر ہی ہوں، میرے پاس وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے۔ لہذا جو شخص اپنے رب سے ملنے کی امید رکھتا ہو اسے چاہیئے کہ وہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی اور کو شریک نہ بنائے۔

یعنی خدا معبود ایک ہے۔ کوئی دوسرا معبود نہیں اس لیئے لازم یہ ہے کہ عبادت صرف اسی کی کی جائے۔ دوسرے کسی کی نہیں جس طرح وہ اپنی الوہیت و خداوندی میں منفرد اور اکیلا ہے۔ عبادت اور اظہار عبودیت میں بھی اس ایک اکیلے کو مخصوص رکھا جائے اور اس کے لیئے عمل صالح وہی عمل ہوگا جو ریا اور سمعہ سے پاک اور سنت نبوی کے مطابق ہو چنانچہ حضرت فاروق عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی یہ دعا تھی۔

اللّٰھم اجعل عملی کلہ صالحًا واجعل لوجھک خالصًا۔ ولا تجعل لاحد شیئًا

اے اللہ! میرے تمام اعمال اچھے اعمال بنادے اور انہیں خالص تیرے ہی لیئے کردے۔ اس میں کسی دوسرے کا کوئی حصہ نہ رکھ۔

"شرک فی العبادۃ" عمل کے ثواب کو باطل کر دیتا ہے۔ اور اگر یہ عمل فرض واجب ہے تو بسا اوقات اس شرک کی وجہ سے بندہ سخت عذاب و سزا کا مستحق بن جاتا ہے کیونکہ شرک کی وجہ سے بندہ کا یہ عمل کلیتہً سوخت ہو جاتا ہے۔ اور ایسا ہو جاتا ہے کہ گویا اس نے عمل کیا ہی نہیں۔ اور اس لیئے ترک مامور کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ اور ترک مامور کی وجہ سے عقوبت و سزا کا مستحق بن جاتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کا تو یہ حکم ہے کہ خالص اسی کی عبادت کی جائے۔ کسی کو اس میں شریک نہ کیا جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین۔ حنفاء (لم یکن الذین)

حالانکہ ان کو اس کے سوا کوئی اور حکم نہیں دیا گیا تھا کہ اللہ کی عبادت کریں۔ خالص اسی کے عبادت گزار اور یکسو ہو کر۔

پس جو شخص خالص اللہ تعالےٰ کے لیئے عبادت نہیں کرتا وہ حکم کے بموجب عمل نہیں کرتا

Marfat.com

بلکہ حکم کے خلاف عمل کرتا ہے۔ اور اس لئے وہ کسی طرح بھی صحیح اور مقبول نہیں ہو سکتا چنانچہ حدیث قدسی کے اندر مروی ہے۔

انا اغنی الشرکاء عن الشرک فمن عمل عملا اشرک معی فیہ غیری فھو للذی اشرک بہ وانا منہ بری ؛

میں شریک وارسے نہایت ہی مستغنی ہوں کسی نے کوئی عمل کیا اور میرے ساتھ کسی کو بھی اس میں میرا شریک گردان لیا تو وہ عمل اسی کا ہے۔ جسے اس نے شریک گردانا ہے۔ میں اس سے بری ہوں۔

اس شرک کی دو قسمیں ہیں۔ شرک اکبر اور شرک اصغر۔ ان میں سے بعض کی مغفرت و بخشش ہے اور بعض کی قطعاً بخشش نہیں۔

اور پہلی قسم کے شرک کی دو قسمیں۔ شرک کبیر۔ اور شرک اکبر شرک کبیر و اکبر کی مغفرت نہیں۔ خدا کی ذات کے ساتھ اس کی محبت و تعظیم میں کسی کو شریک گردانا اسی قبیل کا شرک ہے۔ اور محبت و تعظیم میں کسی کو شریک ماننے کے یہ معنی ہیں کہ مخلوق سے ویسی ہی محبت رکھی جائے جیسی ذات الٰہی سے رکھی جاتی ہے۔ یہ شرک اسی قسم کا شرک ہے جسے اللہ تعالیٰ ہرگز ہرگز معاف نہیں فرمائے گا۔ یہ اسی قسم کا شرک ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ومن الناس من یتخذ من دون اللہ اندادا ۔ الایت (بقرہ)

اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو خدا کے سوا دوسروں کو شریک بنا لیتے ہیں۔

اس قسم کے مشرک اور انکے معبودان باطل جب جہنم میں جھونکے جائینگے تو ان معبودان باطل سے کہیں گے

تاللہ ان کنا لفی ضلال مبین : اذا نسویکم برب العالمین

قسم خدا کی۔ ہم بلاشبہ صریح گمراہی میں تھے جب کہ ہم تم کو رب العالمین کے برابر قرار دیتے تھے۔ (شعراء)

یہ بالکل واضح ہے کہ یہ لوگ اپنے معبودان باطل کو خالق و رازق، مارنے والا اور جلانے والا نہیں مانتے تھے۔ نہ ملک و قدرت میں ان کو خدا کا شریک سمجھتے تھے۔ بلکہ محبت معبودیت۔ خضوع و خشوع۔ تذلل و انکساری میں۔ وہ ان کو خدا کا ہمسر اور ہم مرتبہ مانتے تھے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ یہ انتہا درجہ کی جہالت اور انتہا درجہ کا ظلم ہے۔ جو چیزیں مٹی سے پیدا کی گئیں۔ مٹی سے بنائی گئیں وہ رب الارباب کے مساوی کیسے ہو سکتی ہیں؟ غلام آقا

Marfat.com

کے برابر کیوں کر ہو سکتا ہے؟ فقیر بالذات۔ ضعیف بالذات۔ عاجز اور محتاج بالذات کہ جس کی ذات عدم کے سوا کوئی حیثیت نہیں رکھتی وہ اس غنی بالذات۔ قادر بالذات کے مساوی کیونکر ہو سکتی ہے؟ جو غنی بالذات ہے مالک الملک ہے۔ جود و سخا کا مالک ہے۔ احسان۔ علم رحمت۔ کمال مطلق۔ جس کے لوازمات ذات سے ہیں؟ بتاؤ اس ظلم سے بڑھ کر دنیا میں کونسا ظلم ہو سکتا ہے؟ ایسے غلط حکم اور غلط فیصلہ سے بڑھ کر کونسا ظلم و جور ممکن ہے؟ یہ وہ ظلم ہے جس کی نظیر و مثال ممکن نہیں۔ جس ذات کا کوئی مثل۔ مانند اور ہم سر نہیں۔ مخلوق کو اس کا مثل۔ مانند اور ہمسر بنا دیا۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

الحمد للہ الذی خلق السماوات والارض۔ جعل الظلمت والنور ثم الذین کفروا بربھم یعدلون (انعام)	ہر طرح کی ستائش اس خدا کو زیبا ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا۔ اور تاریکیاں اور روشنی بنائی پھر بھی کافر اپنے پروردگار کے ساتھ دوسروں کو برابر سمجھتے ہیں۔

جس ذات نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا۔ ظلمات اور نور پیدا کئے مشرک ایسی چیزوں کو اس کا مثل مانند اور ہمسر بناتا ہے جو اپنی جان تک کے مالک نہیں۔ اپنے نفع و نقصان کے مالک نہیں نہ آسمان و زمین میں کسی کو ذرہ برابر فائدہ بھی پہنچا سکتے ہیں۔ [1] اسی کیس میں موجود دوسری کتاب، "مسائل اہل سنت" کا مطالعہ کریں۔ یہیں ساتھ ہی رکھی ہے مزید "جاء الحق" کا مطالعہ کریں۔

افسوس! یہ کیسا تقابل ہے کہ جس میں اتنا بڑا اور ایسا قبیح ظلم ہے۔

فصل

اقوال۔ افعال۔ نیت و ارادہ کا شرک۔ قبروں کی تعظیم اور قبروں کو سجدہ گاہ بنانا شرک ہے۔ یہود و نصاریٰ اسی سے ہلاک ہوئے۔ آنحضرتؐ نے توحید کی فصیل قائم کر دی کہ اس کے اندر کوئی بھی داخل نہ ہو سکے۔

مذکورہ بالا شرک کے بعد یہ شرک کہ بندہ اپنے اقوال۔ افعال۔ ارادے اور نیت میں کسی کو اللہ تعالےٰ کا شریک گردانے اور شرک فی الافعال کی مثال یہ ہے کہ خدا کی ذات کے سوا کسی اور کے سامنے سجدہ کیا جائے۔ خدا کے گھر کے سوا دوسرے گھر کا طواف کیا جائے۔ غیر اللہ کے لئے اظہار عبودیت اور خضوع و انکساری کی غرض سے سر منڈایا جائے۔ حجر اسود کے سوا کہ یہ زمین پر

Marfat.com

خدا کا ہاتھ ہے۔ کسی دوسرے پتھر کو چوما جائے یا قبروں وغیرہ کو چوما جائے۔ یا قبروں پر سجدہ کیا جائے۔ کیونکہ خود آنحضرتؐ نے انبیاء کرام۔ اور صالحین کی قبروں کو مسجد بنا کر نماز پڑھنے والوں پر لعنت بھیجی ہے تو پھر ان لوگوں کا کیا حال جو قبروں کو بت بنا کر ان کی پرستش کرتے ہیں؟

چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں روایت ہے۔ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا۔

لعن اللہ الیہود والنصاری اتخذوا قبور انبیائہم مساجد۔

یہود و نصاریٰ پر خدا نے لعنت بھیجی ہے کہ ان لوگوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا ہے

اور صحیح بخاری میں مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔

ان من شرار الناس من تدرکہم الساعۃ وھم احیاء والذین یتخذون القبور مساجد:

وہ بدترین لوگ ہوں گے جو اس وقت جب قیامت آئیگی زندہ ہوں گے۔ اور وہ لوگ جنہوں نے قبروں کو سجدہ گاہ بنایا۔

صحیح بخاری کے اندر آنحضرت صلعم سے مروی ہے۔

ان من کان قبلکم کانوا یتخذون القبور مساجد۔ الا فلا تتخذوا القبور مساجد فانی نہاکم عن ذالک۔

تم سے اگلوں نے قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا خبردار تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا میں اس سے تمہیں منع کرتا ہوں۔

اور مسند امام احمد۔ اور صحیح ابن حبان کے اندر روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا۔

لعن اللہ زوارات القبور والمتخذین علیہا مساجد والسراج

قبروں کی زیارت کرنیوالی عورتوں پر اور قبروں پر مسجد بنانے والوں پر اور قبروں پر چراغ جلانے والوں پر خدا نے لعنت بھیجی ہے۔

اور ارشاد فرمایا

اشتد غضب اللہ علی قوم اتخذوا قبور انبیائہم مساجد

اس قوم پر اللہ تعالیٰ کا غضب شدید تر ہوتا ہے جنہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔

اور ارشاد فرمایا

ان من کان قبلکم کان اذا مات فیہم الرجل الصالح بنوا علی قبرہ مسجدا

تم سے پہلے اگلے لوگ تھے کہ جب ان میں کوئی صالح نیک آدمی مرجاتا تو یہ لوگ اس کی قبر پر مسجد بنا

Marfat.com

وصوروا فيه تلك الصورة ۔ اولائك شرار الخلق يوم القيامة

لیتے اور مسجد میں اسکی تصویر بنا لیتے۔ قیامت کے دن یہ لوگ ساری مخلوق سے زیادہ بدترین لوگ ہونگے۔

غور کرو یہ تو ان لوگوں کا حال ہے جو قبروں پر مسجدیں بناتیں ان میں خدا کے سامنے سجدہ کریں پھر ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو خود قبروں کو سجدہ کیا کرتے ہیں ؟ آنحضرت ؐ نے خود اپنی ذات کے متعلق بارگاہ خداوندی میں یہ دعا کی کہ

اللّٰھم ! لا تجعل قبری وثنا یعبد :

اے اللہ ! میری قبر کو پرستش کا بت نہ بنا دیجئے گا

حقیقت امر یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے توحید کے اردگرد ایک ایسی مضبوط فصیل کھڑی کر دی کہ اسے کوئی توڑ نہیں سکتا۔ نہ اس توحید میں کوئی گھس سکتا ہے غور کرو اپنے سورج کے نکلنے اور ڈوبنے کے وقت نفل نماز تک پڑھنے کی ممانعت کر دی کہ ان اوقات میں نماز نہ پڑھی جائے۔ اور یہ اس لئے کہ کہیں آفتاب پرستوں کی مشابہت نہ ہو جائے آپ نے اس مشابہت کا سدباب کر دیا نیز آپ نے عصر اور فجر کے بعد کوئی نماز نہیں رکھی اس لئے کہ آفتاب پرستوں کا وقت ان اوقات سے ملا ہوا ہے۔

اب رہا اللہ تعالےٰ کے سوا کسی غیر کو سجدہ کرنا۔ تو آنحضرت ؐ ارشاد فرماتے ہیں۔

لا ینبغی لاحد ان یسجد لاحد الا اللہ :

کسی طرح جائز نہیں کہ کوئی شخص اللہ کے سوا کسی دوسرے کو سجدہ کرے۔

اس حدیث میں لفظ "لا ینبغی" وارد ہے خوب سمجھ لو کہ کلام اللہ اور کلام الرسول میں لفظ "لا ینبغی" اس امر کے متعلق بولا جاتا ہے۔ جسے شریعت نے پوری قوت سے ممنوع قرار دیا ہو۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے

وما ینبغی للرحمان ان یتخذ ولدا : (مریم)

حالانکہ رحمٰن کو شایان نہیں کہ وہ فرزند رکھے۔

اور ارشاد فرمایا۔

وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ (یٰسین)

ہم نے محمد کو شاعری نہیں سکھائی۔ نہ شاعری ان کو زیب دیتی ہے۔

اور ارشاد فرمایا۔

وما تنزلت بہ الشیاطین وما ینبغی لہم : (شعراء)

اور اس قرآن کو شیطان لے کر نہیں اترے اور نہ ان کو یہ کام مناسب ہے۔

اور فرشتوں کا قول اللہ تعالےٰ نقل فرماتا ہے۔

Marfat.com

ماکان ینبغی لنا ان نتخذ من دونک من اولیاء : (فرقان)

ہم کو زیبا نہیں کہ تیرے سوا دوسروں کو ہم کارساز بنائیں۔

ان تمام مواقع میں "ینبغی" کا لفظ اسی چیز کے لئے وارد ہوا ہے جسے شریعت نے نہایت سختی سے منع کیا ہے۔

فصل

غیر اللہ کی قسم کھانا ماشاء اللہ و ماشئت (خدا چاہے اور تم چاہو) کہنا میرا کوئی نہیں - اللہ ہے۔ اور تم ہو۔ کہنا شرک ہے

اللہ تعالےٰ کے ساتھ الفاظ میں کسی کو شریک کیا جائے۔ یہ بھی شرک ہے۔ مثلاً غیر اللہ کی قسم کھانا۔ جیسا کہ مسند امام احمدؒ اور ابو داؤد میں مروی ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔

من حلف بغیر اللہ فقد اشرک — جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے شرک کیا۔

حاکم اور ابن حبان نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔

کسی کو یہ کہنا کہ "اللہ تعالےٰ چاہے۔ اور تم چاہو" اسی قبیل کا شرک ہے۔ جیسا کہ خود آنحضرت سے مروی ہے۔ ایک شخص نے آپ کو خطاب کرتے ہوئے کہا ماشاء اللہ و ماشئت (اللہ چاہے۔ اور آپ چاہیں) آپ نے فرمایا۔

اجعلتنی للہ ندا : ؟ قل ماشاء اللہ وحدہ : — کیا تو نے مجھے اللہ کا ہمسر بنا دیا ؟ صرف یہ کہو اللہ تعالےٰ جو چاہے۔

غور کرو یہ حکم تو مشیت اور چاہنے کے متعلق وارد ہے۔ حالانکہ بندے کے حق میں خود اللہ تعالیٰ نے مشیت اور چاہنے کا اثبات کیا ہے۔ مثلاً

لمن شاء منکم ان یستقیم : — خاص کر تم میں سے جو لوگ راست روی چاہتے ہیں۔

اب تم بتاؤ ان لوگوں کا کیا حال ہونا چاہیے جو یہ کہیں کہ "میرا اعتماد بھروسہ خدا پر ہے اور تم پر" — "مجھے اللہ - اور تم بس ہو" "میرا اللہ - اور تمہارے سوا کوئی نہیں" - "یہ چیز اللہ نے اور تم نے دی" - "یہ اللہ کی اور تمہاری برکت ہے" "میرا آسمان پر اللہ اور زمین پر تم ہو"

Marfat.com

اور پھر ان لوگوں کا کیا حال ہونا چاہیے جو یہ کہیں "قسم خدا کی اور فلاں کی" یہ چیز اللہ کی نذر ہے اور فلاں کی"۔ "میں اللہ کے لئے اور فلاں کے لئے توبہ کرتا ہوں"۔ "میں اللہ سے امید رکھتا ہوں اور فلاں سے" وغیرہ ذالک۔

ان الفاظ کو اس شخص کے قول سے موازنہ کرو جس نے آنحضرتؐ سے یہ کہا تھا کہ خدا چاہے اور آپ چاہیں۔ غور کرو وہ لفظ بھاری ہے۔ یا یہ لفظ؟ یقیناً جس کلمہ کے متعلق آپ نے یہ فرمایا اس کے مقابلہ میں یہ کلمات اس جواب کے زیادہ مستحق ہیں۔ اس شخص نے تو آنحضرتؐ کو ایسا کہا تھا۔ اور یہ لوگ تو ان لوگوں کو خدا کا ہمسر بناتے ہیں جو آنحضرتؐ کی خاک پا کے بھی برابر نہیں۔ بلکہ جن کی شان میں ایسا کہتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ رب العالمین کے دشمن ہوں۔

پس سجدہ۔ عبادت۔ توکل۔ انابت۔ تقویٰ۔ خضوع و خشیت۔ اعتماد۔ توبہ۔ استغفار نذر و نیاز۔ قسم۔ تسبیح و تکبیر۔ تہلیل و تحمید۔ خاکساری۔ انکساری۔ بغرض عبادت سر منڈانا۔ گھر کا طواف۔ دعا۔ یہ تمام امور محض اللہ تعالےٰ ہی کے حقوق ہیں۔ ذات الٰہی کے سوا کوئی بھی اس کا مستحق نہیں ہے۔ ذات خداوندی کے سوا کسی کو بھی یہ حق دینا جائز نہیں۔ نہ کسی مقرب بارگاہ الٰہی کو اس کا حق پہونچتا ہے۔ نہ کسی نبی مرسل کو۔ چنانچہ مسند امام احمد میں روایت ہے۔ آنحضرتؐ کے حضور میں ایک شخص آیا۔ جس سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا تھا آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔

اللّٰھم! انی اتوب الیک ولا اتوب الی محمد =

اے اللہ! میں تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں محمد کی بارگاہ میں توبہ نہیں کرتا۔

یہ سن کر آنحضرتؐ نے فرمایا

قد عرف الحق لاھلہ:

اس نے حق کے حقدار کو اچھی طرح پہچان لیا۔

فصل

ارادہ اور نیّت کا شرک۔ اخلاص یہ ہے کہ بندہ اپنے افعال۔ اقوال۔ اور نیت و ارادہ کو اللہ تعالےٰ کے لئے مخصوص کر دے۔

اب رہا۔ ارادہ اور نیت کا شرک۔ تو یہ ایک ایسا سمندر ہے جس کا کنارہ ہی نہیں

[1] وہابی عقائد سے بچیں، حق سے آشنا ہوں۔ "جاء الحق" ضرور پڑھیں

Marfat.com

تم خود ہی بتاؤ کہ اس شرک سے کیسے نجات مل سکتی ہے؟ اور کون اس سے بچ سکتا ہے؟ ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کے ارادہ اور نیت سے عمل کرے۔ کسی کام سے تقرب الٰہی کے سوا کسی دوسرے کے تقرب کی نیت کرے۔ اپنے کسی عمل کا کسی اور سے بدلہ چاہے۔ سمجھ لو۔ اس نے اپنے عمل اور کام میں۔ اپنے ارادہ اور نیت میں غیر اللہ کو شریک کر لیا۔ حضرت ابراہیم کا دین حنیف جس کی اتباع کا خدا نے اپنے تمام بندوں کو حکم دیا ہے اور جس ملت کے سوا دوسری ملت مقبول نہیں۔ وہ یہی کہ بندہ کے افعال۔ اقوال۔ ارادہ اور نیت خالص اللہ تعالےٰ کے لئے ہو۔ اس میں کسی کو شریک نہ گردانا جائے۔ اور اسلام کی حقیقت بھی یہی ہے اس کے بغیر بندے کا کوئی عمل مقبول نہیں۔

ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الاخرۃ من الخاسرین (آل عمران)	اور جو شخص اسلام کے علاوہ کسی دوسرے دین کو چاہے گا۔ تو اس سے دوسرا دین قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور آخرت میں وہ نامرادوں میں سے ہوگا۔

یہی وہ ملت ابراہیمی اور ملت اسلام ہے کہ جس نے اس سے منہ موڑا وہ سب سے بڑا بے وقوف ہے۔

فصل

شرک کی حقیقت یہ ہے کہ خالق کو مخلوق کے مشابہ اور مخلوق کو خالق کے مشابہ گردانا جائے۔

اس مقدمہ۔ اور تمہید کے بعد مذکور سوال کا جواب آسانی سے تمہاری سمجھ میں آجائے گا۔ اب ہم خدائے وحدہ لاشریک کی ذات سے راہ صواب کی امداد چاہتے ہوئے جواب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

شرک کی حقیقت یہ ہے کہ خالق کو مخلوق کے مشابہ گردانا جائے۔ تشبیہ درحقیقت اسی کا نام ہے۔ صفات کمال جو اللہ اور اللہ کے رسول نے ذات الٰہی کے لئے بیان کی ہیں۔ ان کو ذات الٰہی کے لئے ثابت کرنے کا نام تشبیہ نہیں ہے۔ لیکن جن لوگوں کے قلوب اللہ تعالےٰ نے مسخ کر دیئے ہیں۔ اور جن کی بصیرت کی آنکھیں اندھی کر دی گئی ہیں۔ وہ اس حقیقت کو بالکل معکوس

Marfat.com

کر دیتے ہیں۔ اصل حقیقت کو دوسرا جامہ پہنا کر یکسر صورت ہی تبدیل کر کے رکھ دیتے ہیں اصل توحید کو تشبیہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور تشبیہ کو تعظیم و طاعت کہتے ہیں۔

پس مشرک وہ ہے جو خالق کی خصوصیات الوہیت میں کسی مخلوق کو اس کے مشابہ گردانے۔

الوہیت والاہیت کی خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اقلیم نفع و ضرر۔ ملک عطا و منع کا مالک صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اور یہ ملک صرف اسی کا ہے کسی اور کو اس سے کوئی تعلق نہیں جب یہ مان لیا گیا تو اب واجب یہی ہے کہ دعاء خوف و رجاء توکل و اعتماد کا تعلق و رشتہ صرف اسی خدائے وحدہ لاشریک ہی کی ذات سے ہو۔ کسی اور سے نہیں۔ پس اگر کوئی شخص یہ تعلق اور رشتہ کسی مخلوق سے قائم کرتا ہے تو یقیناً وہ مخلوق کو خالق کے مشابہ کر رہا ہے جو مخلوق خود اپنے نفع و نقصان۔ موت و زیست کی مالک نہیں۔ اسے اس ذات وحدہٗ لاشریک کا مثل اور مشابہ قرار دیتا ہے جو ساری مخلوق اور مخلوق کے سارے ہی امور کا مالک و مختار ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس کی مشیت و ارادے کے بغیر کوئی کچھ نہیں کر سکتا جسے وہ دینا چاہتا ہے دیتا ہے کوئی روک نہیں سکتا۔ اور جسے وہ منع کر دے۔ اسے کوئی دے نہیں سکتا۔ اپنے کسی بندے کے لئے اپنی رحمت کا دروازہ بند کر لے تو اسے کوئی کھول نہیں سکتا۔ اور جس کے لئے کھول دے تو کوئی بند نہیں کر سکتا۔ ایسی مالک و مختار ذات کے ساتھ کسی بے بس۔ غیر مختار مخلوق کو مشابہ قرار دینا قبیح ترین تشبیہ ہے۔ عاجز بالذات۔ فقیر و محتاج بالذات، کا قادر بالذات۔ غنی بالذات کے مشابہ ہونا کیا معنی؟

کمال مطلق بجمیع الوجوہ جس میں کسی قسم کا نقص نہ ہو۔ یہ الوہیت کی خصوصیات میں سے ہے۔ اور یہی چیز واجب کرتی ہے کہ ساری عبادتیں صرف اسی کے لئے مخصوص ہوں اور عقلاً۔ شرعاً۔ فطرتاً واجب ہے کہ تعظیم و اجلال۔ خشیت و خاکساری۔ دعا و استدعا۔ توبہ و انابت۔ توکل و اعتماد۔ استمداد و استقامت اور انتہائی عاجزی و انکساری اور انتہائی محبت یہ تمام امور صرف ذات الٰہی کے لئے مخصوص ہوں کسی اور کے لئے یہ امور ثابت کئے جائیں اس سے عقل، شرع اور فطرت مانع ہے۔ پس جو آدمی ان امور میں سے کسی ایک امر کو بھی کسی اور کے لئے ثابت کرتا ہے وہ اسے اس ذات کا مثل اور مانند قرار دیتا ہے جس کا کوئی مثل اور مانند نہیں اور یہ قبیح ترین اور باطل ترین تشبیہ ہے۔ اور چونکہ یہ تشبیہ قبیح ترین چیز ہے جو انتہائی ظلم پر مشتمل ہے اللہ تعالیٰ نے خبر دیدی کہ ایسے آدمی کی خدا کبھی مغفرت نہیں کرے گا۔ حالانکہ ذات الٰہی وہ ذات

Marfat.com

ہے جس نے اپنے لئے رحمت خود لازم کر رکھی ہے۔

خصوصیات الوہیت والٰہیہ میں سے ایک اظہار عبودیت بھی ہے اور یہ عبودیت دو ستونوں پر قائم ہے۔ ایک یہ کہ معبود سے انتہائی درجہ کی محبت رکھی جائے۔ دوسرا یہ کہ معبود کے حضور میں انتہائی درجہ کی عاجزی اور انکساری کی جائے انہی دو چیزوں کی عبودیت کی تکمیل کا دارمدار ہے۔ مخلوق کی منزلیں اور ان کے مقالات ان دو امور میں تفاوت کے بموجب مختلف و متضاد ہوا کرتے ہیں۔ جس شخص نے اپنی محبت اپنا خضوع و خشوع۔ عاجزی۔ خاکساری۔ انکساری کو اللہ کے سوا دوسرے سے وابستہ کیا اس نے اللہ تعالےٰ کے خالص حق میں اسے شریک مان لیا۔ اور اس کے مشابہ قرار دے لیا۔ اس بات کا خدا کی کسی شریعت میں جائز ہونا قطعاً محال ہے اور ہر عقل و فطرت میں اس بات کی برائی جاگزیں ہے۔ لیکن بہتوں کی فطرت کو شیاطین نے بدل کر رکھ دیا ہے۔ ان کی عقلوں کو خراب کر دیا ہے اور اس بات کو ان کے سامنے معمولی سی بات بنا دیا ہے۔ صرف وہی لوگ اصل فطرت اور عقل سلیم پر قائم رہتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔ اللہ تعالےٰ نے ان کے پاس اپنے پیغمبر بھیجے۔ اور کتابیں نازل فرمائی ہیں جو ان کی فطرت اور ان کی عقل کے مطابق ہیں۔ اس طرح وہ لوگ نور علی نور بنکر راہ ہدایت پر چلنے لگے لیکن اس نور کی راہ نمائی بھی اسی کو نصیب ہوتی ہے۔ جس پر خدا کی خاص مہربانی ہو اور جسے وہ اپنا بنانا چاہے۔

یہ سمجھ لینے کے بعد اب سمجھ لو کہ سجدہ خصوصیات الوہیت والٰہیہ میں سے ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو سجدہ کیا تو سمجھ لو کہ غیر اللہ کو اللہ تعالےٰ کے مشابہ قرار دے لیا۔

توکل بھی خصوصیات الوہیت والاہیت سے ہے جس نے غیر اللہ پر توکل کیا۔ اس نے غیر اللہ تعالےٰ کے مشابہ بنا لیا۔

توبہ بھی خصوصیات الوہیت والاہیت سے ہے۔ جس نے غیر اللہ کے سامنے توبہ کی اس نے غیر اللہ کو خدا کا شریک و ہمسر بنا لیا۔

تعظیماً۔ اجلالاً قسم کھانا بھی خصوصیات الوہیت والاہیت سے ہے جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی۔ غیر اللہ کو خدا کا ہمسر اور مشابہ بنایا۔

یہ تشبیہ کا ایک پہلو ہے کہ کسی دوسری مخلوق کو خالق کا ہمسر اور مشابہ گردانا جائے۔ لیکن ایک دوسرا پہلو یہ ہے کہ خود بندہ اپنی ذات کو خدا کا ہمسر اور مثل ثابت کرنے کی کوشش کرے۔

Marfat.com

اس کی صورت یہ ہے کہ بندہ اپنی عظمت و جلالت ثابت کرے اور چاہے لوگوں سے اپنی تعریف و مدح کرائے۔ اپنی عظمت وجلالت منوائے۔ اپنے سامنے خضوع وخشوع۔ عاجزی اور انکساری کرائے۔ خدا کے بندوں کو اپنے سامنے جھکائے۔ اپنی ذات سے امید ورجا قائم کرنے پر مجبور کرے۔ خوف و رجاء۔ التجا والحاح۔ استعانت و امداد کے لئے مخلوق کے دلوں کو اپنے سے وابستہ کرے یہ تشبہ باللہ ہے۔ ایسا شخص اللہ تعالیٰ کی ربوبیت۔ الوہیت والٰہیت میں خدا کا مقابلہ کر رہا ہے اور اس لئے ایسا شخص اس امر کا حقدار ہے کہ اللہ تعالےٰ اسے بہت ہی زیادہ ذلیل وخوار کر کے رکھدے اور اسے اپنی مخلوق کے قدموں تلے روند ڈالے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح روایت ہے کہ:

یقول اللہ عزوجل۔ العظمۃ ازاری والکبریاء ردائی فمن نازعنی واحدا منھما عذبتہ:

اللہ عزوجل فرماتا ہے عظمت میری ازار ہے اور کبریائی میری چادر ان میں سے کسی ایک چیز کے لئے بھی کوئی مجھ سے جھگڑے گا میں اسے عذاب دوں گا۔

مصور جو اپنے ہاتھ سے تصویر بناتا ہے۔ چونکہ وہ صنعت میں خدا کی تشابہ کرتا ہے اس لئے قیامت کے دن وہ سخت ترین عذاب کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔ اب بتاؤ کہ خدا کی ربوبیت اور الوہیت والٰہیت کی مشابہت کس درجہ کا جرم ہوگا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اشد الناس عذابا یوم القیامۃ المصورون یقال لھم حیوا ما خلقتم:

قیامت کے دن تصویر سازوں کو سخت عذاب دیا جائیگا۔ انہیں کہا جائیگا کہ جو تصویر تم نے بنائی ہے اس میں جان ڈالو۔

اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔

قال اللہ عزوجل ومن اظلم من ذھب یخلق خلقا کخلقی فلیخلقوا ذرۃ فلیخلقوا شعیرۃ:

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے اس سے بڑا ظالم کون ہے جو میری مخلوق جیسی مخلوق بنانے کے لئے چل کھڑا ہوا؟ وہ ایک ذرہ اور جو تو پیدا کر دیکھے۔

اللہ تعالےٰ نے ایک ذرہ اور جو کا ذکر کر کے اس سے بڑی اور اعظم چیزوں کے متعلق تنبیہ فرمائی ہے۔

مقصود یہ ہے کہ یہ تو اس شخص کا حال ہے جو صرف صنعت اور صورت گری میں خدا کی

مشابہت کرتا ہے۔ اس شخص کا کیا حال ہونا چاہیئے۔ جو خصوصیات ربوبیت۔ خصوصیات الوہیت والہیّت میں خدا کی مشابہت و ہمسری کرے ؟

اور یہی حال ہے اس شخص کا جو خدا کے نام میں خدا کی مشابہت و ہمسری کرے اپنے لئے وہ نام اختیار کرے۔ جو ذات خداوندی کے سوا کسی کے لئے جائز نہیں ہے۔ مثلاً "ملک الاملاک"۔ "حاکم الحکام"۔ "شہنشاہ" حاکموں کا حاکم" وغیرہ چنانچہ صحیح بخاری میں مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

ان اخنع الاسماء عند اللہ رجل یسمی بشاھنشاہ' ملک الملوک ولا ملک الا اللہ۔

اللہ تعالےٰ کے نزدیک ذلیل ترین نام یہ ہے کہ کسی آدمی کا نام شہنشاہ۔ ملک الملوک رکھا جائے۔ حالانکہ اللہ کے سوا کوئی ملک نہیں۔

ایک روایت میں کچھ اور الفاظ بھی وارد ہیں۔ اور وہ یہ کہ

اغیظ رجل علی اللہ رجل یسمی بملک الاملاک۔

مغضوب ترین آدمی اللہ تعالےٰ کے نزدیک وہ ہے جس کا نام ملک الاملاک رکھا جائے۔

خدا کی یہ خفگی۔ ناراضگی۔ غضب اور غصہ اس شخص کے لئے ہے۔ جو خدا کے کسی ایسے نام میں خدا کی مشابہت کرے جو اس کے سوا کسی کے لئے جائز نہیں۔ کیونکہ ملک الاملاک۔ شہنشاہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ احکم الحاکمین وہی ہے۔ سارے حکام۔ بادشاہوں پر اسی کا حکم چلتا ہے۔ اور وہی شاہنشاہ ہے۔ کوئی اس کا مثل اور ہمسر نہیں ہے۔

فصل

اللہ تعالےٰ کے ساتھ سوءظن اکبر الکبائر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کمال مقدس اور اس کے اسماء وصفات اور الوہیت و ربوبیت کے خلاف ظن قائم کرنا سوءظن ہے۔

جب یہ اصل حقیقت تم پر واضح ہو گئی تو اس کے بعد ہم تمہیں ایک عظیم ترین اصول اور قاعدہ کلیہ کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ جس سے مسئلہ کا اصل راز۔ اور اصل حقیقت پوری طرح آشکارا ہو جائے گی اور وہ یہ ہے کہ خدا کی ذات سے سوءظن پیدا کرنا ایک بہت بڑا گناہ ہے۔ خدا کے خلاف سوءظنی کرنے! لا اس کے کمال مقدس کے خلاف گمان قائم کر لینا ہے۔ اور اس کی مقدس صفات

کے ساتھ ایسی باتیں منسوب کر دیتا ہے جو اس کے اسمار و صفات کے متناقض اور منافی ہوتی ہیں اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سوءِ ظنی کرنے والوں کے حق میں ایسی سخت وعید فرمائی ہے جیسی کسی دوسرے گناہ کے لئے نہیں فرمائی ارشاد فرمایا ہے۔

علیہم دائرۃ السوء۔ وغضب اللہ علیہم ولعنہم واعد لہم جہنم وساءت مصیرا : (سورۃ الفتح)

انہی پر برائی کا چکر ہے اور اللہ ان پر غضبناک ہے اور ان پر لعنت کرتا ہے اور ان کے لئے ایسی جہنم تیار کر رکھی ہے اور یہ بُرا ٹھکانہ ہے

اور خدا کی کسی صفت سے انکار کرنے والے کے بارے میں فرمایا ہے۔

ذالکم ظنکم الذی ظننتم بربکم ارداکم فاصبحتم من الخاسرین (سورہ حم سجدہ)

اس گمان نے جو تم نے اپنے پروردگار کے متعلق کر رکھا تھا۔ تم کو ہلاک کیا اور تم نقصان اٹھانے والے ہو گئے۔

اور اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کا قول نقل کرتے ہوئے جو انہوں نے اپنی قوم کو خطاب کر کے کہا تھا۔ فرمایا

ماذا تعبدون ؟ أئفکا دون اللہ ترید ون؟ فما ظنکم برب العالمین ؟ (صافات)

تم کس کی پرستش کرتے ہو ؟ کیا اللہ کو چھوڑ کر جھوٹ اور بے اصل معبودوں کو چاہتے ہو؟ تو پروردگار عالمین کے متعلق تمہارا کیا گمان ہے۔

یعنی جب کہ تم غیر اللہ کی پرستش کر رہے ہو تو اسی دن جب کہ جواب دہی کے لئے تمہیں اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضری دینی ہوگی تمہارا پروردگار تمہارے ساتھ کیا معاملہ کریگا ؟ اور تمہیں کس قسم کی سزا دے گا ؟ تم نے خدا کے اسمار و صفات۔ اور ربوبیت میں کیا نقص دیکھا کہ تم نے اس کے ساتھ دوسروں کو بھی عبادت و پرستش میں اس کا شریک بنا لیا ؟ اگر تم خدا کی ذات صفات۔ اس کی الوہیت اور ربوبیت اور اس کی شان بے ہمتائی کو سمجھتے تو تم ایسا نہیں کر سکتے تھے خدا علیم و خبیر ہے۔ ہر چیز کو جانتا ہے۔ قادر مطلق ہے ہر چیز اس کی قدرت کی گرفت میں ہے وہ غنی ہے تمام سے مستغنی اور بے پرواہ ہے۔ ساری مخلوق اس کی محتاج ہے۔ وہ کسی کا محتاج نہیں۔ اپنی مخلوق کے ساتھ قسط و عدل کا برتاؤ کرتا ہے۔ اپنی مخلوق کی تدبیر و تنظیم میں منفرد و یکتا ہے اس میں اس کا شریک نہیں۔ مخلوق اور مخلوق کے تمام امور سے تفصیلی طور پر باخبر ہے۔ کوئی چیز اس سے مخفی نہیں۔ تن تنہا وہ اپنے کاموں کا کفیل ہے۔ اور ہر کام کے لئے اکیلا کافی ہے کسی

Marfat.com

کی امداد و اعانت کا محتاج نہیں۔ وہ اپنی ذات سے رحمٰن و رحیم ہے بندوں پر رحم کرنے میں وہ کسی وسیلے اور سفارش کا محتاج نہیں جس ذات کی یہ شان ہو وہ یقیناً دنیا کے بادشاہوں سے الگ اور اپنی نرالی شان رکھتا ہے۔ دنیا کے بادشاہ اور سلاطین اس امر کے محتاج ہیں کہ رعایا کے حالات، اور ان کی ضرورتیں دوسرے لوگ ان کے سامنے پیش کریں۔ نیز اس امر کے بھی محتاج ہیں کہ رعایا کی ضروریات و احتیاجات پوری کرنے میں دوسرے لوگ انکی معاونت کریں۔ درمیان میں ترجمانوں کی ضرورت ہے جو سلاطین و بادشاہوں کو رعایا پر رحم و کرم کیلئے آمادہ کریں۔ اور ان کے دلوں میں جذبات ترحم و تلطف کو ابھاریں۔ سلاطین و بادشاہ اپنی کمزوری عاجزی لاپرواہی عملی۔ بے بسی کی وجہ سے رعایا کی ضروریات و احتیاجات پوری کرنے میں بھی دوسروں کے ای درمیانی وسائط و وسائل کے محتاج ہیں۔ لیکن ذات خداوندی قادر مطلق ہے۔ غنی بالذات ہے۔ ہر شئی سے مستغنی اور بے پرواہ ہے۔ رحمٰن و رحیم ہے۔ جس کی رحمت ہر شئی پر۔ ہر چیز پر محیط اور حاوی ہے اس کے اور اس کی مخلوق کے درمیان وسائط و وسائل اور سفارشی ماننا اس کے حق ربوبیت والہیت حق توحید و الوہیت میں نقص پیدا کرتا ہے اور جو ایسا سمجھتا ہے۔ ذات الٰہی کی نسبت سوظنی کرتا ہے اور محال و ناممکن ہے کہ جو چیز عقل و فطرت کے خلاف ہو۔ اور عقل و فطرت کے نزدیک ہر قسم کی قباحتوں سے زیادہ قبیح ہو اسے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے مشروع فرمائے۔

اوپر کے بیان کی وضاحت اس طرح ہوتی ہے۔ بندہ کسی کی عبادت کرتا ہے۔ اسے بڑا مان کر ہی اس کی عبادت و پرستش کرتا ہے۔ اور اس کے سامنے جھکتا ہے۔ اس کے سامنے عجز و انکساری کرتا ہے۔ اور اپنی ذلت و خواری۔ انکساری و خاکساری کا اظہار کرتا ہے اور یہ ظاہر ہے ان تمام چیزوں کا حقدار صرف پروردگار عالم وحدہٗ لا شریک ہے اور بس۔ یہ اس کا حق ہے اس کا کوئی شریک و ساجھی نہیں۔ اور یہ قبیح ترین ظلم ہے کہ اس کا حق کسی غیر کو دے دیا جائے۔ یا اس میں کسی اللہ کو بھی شریک کر دیا جائے۔ خصوصاً ایسے شخص کو اس کے اس خاص حق میں شریک گردانا جائے جو اس کا بندہ اور مملوک ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں اس کی مثال پیش فرماتا ہے۔

ضرب لکم مثلا من انفسکم ھل لکم مما ملکت ایمانکم من شرکاء فیما رزقناکم (الایۃ) (روم)

اللہ نے تمہارے لئے تمہاری ہی ذات سے ایک مثال بیان کی ہے کہ اس چیز میں جو ہم نے تمہیں دی ہے کیا تمہارے غلاموں میں سے کوئی تمہارا شریک ہے؟

Marfat.com

یعنی جب کہ تم میرے دیئے ہوئے رزق میں اپنے غلام کو شریک کرنا گوارا نہیں کرتے تو پھر میرے بندوں اور غلاموں کو میرے خالص الوہیت والاہیت وربوبیت میں شریک قرار دینا کیوں کر صحیح ہوگا؟ اور جو شخص ایسا سمجھتا ہے۔ ہرگز ہرگز میری قدر نہیں کرتا میری عظمت وجلالت کا حق وہ قطعًا نہیں پہچانتا۔ جس چیز میں میں منفرد ویکتا ہوں۔ میری مخلوق کا جس میں کوئی حق نہیں۔ اس میں مجھے منفرد ویکتا نہیں مانتا۔

پس جو شخص اپنی عبادت میں اللہ تعالےٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرتا ہے وقطعًا حقِ تعالےٰ کی قدر نہیں کرتا۔ چنانچہ حق تعالےٰ خود ارشاد فرماتا ہے۔

یاایھاالناس! ضرب لکم مثل فاستمعوا لہ۔ ان الذین یدعون من دون اللہ لن یخلقوا ذبابا۔ ولو اجتمعوا لہ و ان یسلبھم الذباب شیئًا لا یستنقذوہ منہ ط ضعف الطالب والمطلوب ٥ ما قدروا اللہ حق قدرہ ط ان اللہ لقوی عزیز ٥

(سورۃ الحج آیت نمبر ۷۳-۷۴)

لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے تم اس کو خوب سن لو۔ اللہ کے سوا تم جن کی عبادت کرتے ہو۔ وہ سب جمع ہو کر بھی ایک مکھی نہیں پیدا کر سکتے اور اگر مکھی ان سے کچھ چھین لے جائے تو وہ چھڑا بھی نہیں سکتے، ایسے عابد ومعبود دونوں ہی عاجز۔ ان لوگوں نے اللہ کی ویسی قدر نہیں کی۔ جیسی کہ کرنی چاہیئے۔ بیشک اللہ قوت والا اور عزت والا ہے۔

جو شخص کسی ایسی ہستی کو اپنی عبادت میں خدا کا شریک ٹھہراتا ہے جو ایک چھوٹا سے چھوٹا جانور بھی پیدا نہیں کر سکتا۔ اگر اس پر مکھی بیٹھ جائے تو اڑا نہیں سکتا۔ تو بتلاؤ وہ اللہ تعالیٰ کی کیا قدر کرتا ہے؟ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

وما قدروا اللہ حق قدرہ والارض جمیعًا قبضتہ یوم القیامۃ۔ والسماوات مطویات بیمینہ۔ سبحانہ وتعالیٰ عما یشرکون:

(سورہ الزمر)

انہوں نے جیسی چاہیے ایسی خدا کی قدر نہیں کی قیامت کے دن ساری زمین اسکی مٹھی میں ہوگی اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے وہ پاک ذات ہے اور اس سے اعلیٰ وارفع ہے کہ لوگ اس کا شریک بنائیں۔

جس خدا کی یہ شان اور یہ عظمت وجلالت ہو۔ اس کے ساتھ کسی نے اپنی عبادت میں کسی ایسے کو شریک کر لیا جس کے اندر ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بلکہ وہ عاجز اور انتہا درجہ کمزور

Marfat.com

ہے۔ تو یقیناً وہ خدا کی عظمت و توقیر نہیں کرتا۔ ایک ضعیف۔ عاجز۔ کمزور کو خدا کی عبادت میں شریک کر لیا۔ تو یقیناً وہ قوی کا، توانا۔ غالب کے حق کی قدر و توقیر نہیں کرتا۔

اسی طرح وہ آدمی بھی حق تعالےٰ کی قدر و توقیر نہیں کرتا جو کہتا ہے کہ خدا نے پیغمبر نہیں بھیجے۔ کتابیں نازل نہیں فرمائیں۔ کیا یہ باتیں اس کی شان میں سزاوار ہیں؟ کیا اس نے مخلوق کو یونہی بے کار۔ عبث اور بے مصرف پیدا کیا ہے؟ کیا اس نے اپنے بندوں کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ جانوروں کی طرح پیٹ بھر لیں۔ اور وقت آئے تو جانوروں کی طرح مر جائیں؟

اسی طرح وہ آدمی بھی خدا کی قدر و توقیر نہیں کرتا۔ جو خدا کے اسماء حسنیٰ اور صفاتِ حق کی حقیقتوں کی نفی اور انکار کرتا ہے۔ سمع و بصر۔ ارادہ و اختیار۔ علو و رفعت۔ کلام و تکلیم کی خدا کی ذات سے نفی کرتا ہے اور عموم قدرت۔ بندوں کے افعال کے تعلق کی اسکی ذات سے نفی کرتا ہے۔ اس کی قدرت و مشیت سے افعال عباد کو خارج کر دیتا ہے۔ اور کہتا ہے بندے خود ان افعال کے خالق ہیں۔ خدا کی مشیت کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ خدا کے ملک میں وہ ہوتا ہے جو وہ نہیں چاہتا۔ اور جو وہ چاہتا ہے نہیں ہوتا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کی شان ان مجوسیوں۔ اور مجوس نما لوگوں کے قول و خیال سے بلند و بالا ہے۔

وہ شخص بھی اللہ تعالیٰ کی قدر نہیں کرتا۔ جو کہتا ہے کہ خدا بندے کو ایسے کاموں کی سزا دیتا ہے جو بندے کے اختیار میں نہیں۔ بندے اس پر قادر نہیں۔ مجبور محض ہے۔ کام کرنے میں بندوں کو کوئی دخل نہیں سارے کام صرف اللہ تعالےٰ کے ہیں۔ وہ خود ہی کرتا ہے۔ بندوں سے جبراً کام کراتا ہے مخلوق پر مخلوق جبر کرتی ہے۔ تو خود اللہ تعالیٰ کراتا ہے۔ تعالےٰ اللہ من ذالک علواً کبیرا۔ ایسا کہنے والے لوگ کس قدر بھاری گناہ کر رہے ہیں۔ جبکہ فطرت و عقل میں یہ چیز راسخ ہے کہ اگر کوئی سید و آقا اپنے غلام سے جبراً کوئی کام کرائے اور اسے اس کام کے لئے مجبور کرے اور پھر اسے اس کام کی سزا بھی دے تو آقا کا یہ عمل بدترین عمل ہوگا۔ جب بندوں کے متعلق فطرت و عقل کا یہ فیصلہ ہے تو پھر یہ کیسے صحیح ہے کہ وہ عادلوں کا عادل۔ احکم الحاکمین۔ ارحم الراحمین۔ اپنے بندوں کو ایسے عمل کی سزا دے جس میں بندوں کا کوئی دخل نہ ہو۔ اس کے ارادہ کو اس کے فعل و عمل سے کوئی تعلق نہ ہو۔ اور پھر وہ اسے سزا دیتا ہے۔ تعالیٰ اللہ عن ذالک علواً کبیرا۔ ان لوگوں کا قول بھی بدترین قول ہے اور یہ بھی مجوسیوں کے بھائی ہیں۔ یہ گروہ اور پہلا گروہ دونوں اللہ تعالےٰ

کی قدر نہیں کرتے۔

اور وہ لوگ بھی خدا کی قدر و توقیر نہیں کرتے جو ذاتِ الٰہی کو تعفن، بدبودار اشیاء اور گوبر پاخانہ سے بھی محفوظ نہیں مانتے۔ اور اس جگہ بھی اسے مانتے ہیں جس کے ذکر سے بھی لوگ نفرت کرتے ہیں۔ لیکن یہ نہیں مانتے کہ وہ عرش پر قائم ہے۔ اور یہ نہیں مانتے کہ

الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ۔	اچھی باتیں خدا کی جانب اوپر کو چڑھتی ہیں اور عمل صالح اسے اوپر لے جاتے ہیں۔

یہ نہیں مانتے کہ فرشتے اور روح اس تک جاتی ہے اور آتی ہے۔ فرشتے آسمان و زمین کی تدبیر و تنظیم کرتے ہیں۔ اور اس تک جاتے ہیں۔ ایک طرف تو یہ لوگ خدا تخت پر یا عرش پر بیٹھا ہے اس سے انکار کرتے ہیں۔ دوسری طرف یہ کہتے ہیں کہ خدا ہر جگہ ہے۔ اس جگہ بھی ہے جہاں جانے سے انسان بلکہ حیوان تک نفرت کرتے ہیں۔ جو لوگ خدا کی محبت۔ رحمت و راحت رضامندی۔ غضب و خفگی کی حقیقت کا انکار کرتے ہیں۔ خدا کی حکمت کا انکار کرتے ہیں جو اس کے افعال کی محمود ترین غایت و مقصود ہے۔ اس کے افعال کو اختیاری۔ اور اس کی ذات کے ساتھ قائم نہیں مانتے۔ بلکہ مفعول کو فاعل سے افضل مانتے ہیں۔ خدا کے آنے جانے۔ عرش پر قائم ہونے طور پر حضرت موسیٰؑ کے ساتھ کلام کرنے۔ قیامت کے دن بندوں کے قضایا کا فیصلہ کرنے اور اس قسم کے دیگر افعال و اوصاف کمالیہ کی نفی اور انکار کرتے ہیں۔ وہ ہرگز ہرگز خدا کی قدر نہیں کر رہے ہیں۔ گو زبان سے یہی رٹا لگائے جا رہے ہیں کہ ہم خدا کی قدر و توقیر کر رہے ہیں وہ لوگ بھی خدا کی ناقدری کرتے ہیں جو خدا کی بیوی و بیٹا مانتے ہیں۔ یا یہ کہتے ہیں کہ خدا اپنی تمام مخلوقات میں حلول کئے ہوئے ہے۔ یا وہ مخلوقات کا عین وجود ہے۔ لیکن حقیقتہً یہ لوگ خدا کی ناقدری کر رہے ہیں۔

وہ لوگ بھی خدا کی ناقدری کر رہے ہیں۔ جو یہ کہتے ہیں کہ خدا نے اپنے رسول۔ اور رسول کے دشمنوں کو غلبہ دیا۔ اور انہیں عزت و شرف سے نوازا۔ ان کی شان بلند کی اور دنیا میں انہیں شہرت و تمکنت بخشی۔ ملک و خلافت دے کر انہیں تمام پر غالب کر دیا اور اپنے رسول کے خاندان سے محبت کرنے والوں کو ذلیل و خوار کر دیا۔ ان کی قسمت پر ذلت و نکبت کی مہر ثبت کر دی کہ جہاں بھی یہ لوگ ہوں خوار و ذلیل ہی بن کر رہیں۔

خدا کی جناب میں ایسی باتیں کرنا انتہا درجہ کی گستاخی ہے۔ خدا کی ذات رافضیوں کے اس

Marfat.com

قول سے نہایت بلند اور بالا ہے۔ ان کا یہ قول یہود و نصاریٰ کے قول سے ماخوذ ہے وہ بھی پروردگار عالم کی شان میں کہا کرتے تھے کہ خدا نے ظالم بادشاہ بھیجا جس نے نبوت کا دعوے کیا۔ جو خدا پر نت نئے جھوٹ باندھا کرتا تھا۔ ہمیشہ وہ جھوٹ ہی بولتا رہا اور کہتا رہا خدا نے مجھے یہ کہا۔ ایسا حکم فرمایا۔ فلاں چیز سے منع فرمایا۔ میرے لئے اس نے تمام اگلی شریعتیں منسوخ کر دیں۔ اور ان پیغمبروں کے متعلقین اور ماننے والوں کا خون۔ مال۔ ان کی عورتیں۔ میرے لئے حلال اور مباح کر دیں۔ اور کہتا تھا خدا نے تمام چیزیں میرے لئے مباح کر دی ہیں۔ خدا ہمیشہ میری امداد فرمائے گا۔ اور اپنی تائید سے مجھے نوازے گا۔ مجھے تمام پر غلبہ دے گا۔ میری قوت بڑھائے گا۔ وہ میری دعائیں قبول کرتا ہے۔ میرے مخالفین اور دشمنوں پر مجھے تمکنت اور قابو دے گا۔ میری صداقت پر وہ ایسے ایسے دلائل پیش کرتا ہے۔ جس کی کوئی مخالفت اور تردید نہیں کر سکتا۔ اور ہر شخص اس ظالم و جابر بادشاہ کے قول و فعل۔ تقریر و گفتار کی تصدیق کرتا رہا اور قیامت تک اس کی تصدیق ہوتی ہی رہے گی۔ اور نت نئی دلیلیں اس کی صداقت پر قائم ہوتی چلی جائیں گی۔

یہ ظاہر ہے کہ رب العالمین کی ذات کے متعلق ایسا کہنا اور ایسا خیال کرنا نہایت قبیح اور اس کی شان کے خلاف ہے۔ اس کے علم پر۔ اس کی رحمت و ربوبیت پر۔ اس کی حکمت پر بدترین حملہ ہے۔ خدا کی ذات۔ خدا کی شان ان منکرین خدا کے قول سے بہت بلند اور بالاتر ہے۔ ان لوگوں کے قول میں۔ اور ان کے بھائی یہود و نصاریٰ کے قول میں تمہیں کسی قسم کا فرق نظر نہیں آئے گا۔ دونوں کے قول اور خیال ایک ہی قسم کے ہیں۔ اور ٹھیک ٹھیک شاعر کے اس قول کے مطابق ہے۔

رضیعی لبان ثدی امر تقاسما بأسحم داج عوض لا نتفرق

میں اور میرا ممدوح دونوں توأم ہیں۔ ہم دونوں نے ایک ہی ماں کے دو پستانوں سے دودھ پیا ہے۔ ہم دونوں نے اندھیری رات میں باہم قسم کھائی ہے کہ ہم کبھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے

اسی طرح وہ شخص بھی خدا کی ناقدری کرتا ہے جو کہتا ہے اللہ تعالیٰ کے لئے یہ جائز ہے کہ اپنے مطیع و فرمانبردار بندوں کو جنہوں نے کبھی اس کی نافرمانی نہ کی ہو۔ جہنم میں ڈال دے اور اپنے دشمنوں اور نافرمانوں کو جنہوں نے کبھی اس کی اطاعت و فرمانبرداری نہ کی ہو۔ ثواب سے مالا مال

Marfat.com

کر دیوے۔ اور انہیں جنت میں جگہ دیوے۔ یہ دونوں باتیں اس کے لئے مباح ہیں اور کتاب و سنت میں جو وعیدیں وارد ہیں۔ وہ محض خبر کی حیثیت رکھتی ہیں۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ ایسا کرنا خبر کے خلاف ہے۔ نہ کہ حکمت و عدل کے خلاف اور حال یہ ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس بات کو جائز رکھنے والے کے خلاف سخت وعید فرمائی ہے۔ اور اس حکم کو بدترین حکم قرار دیا ہے

اس طرح وہ شخص بھی حق تعالیٰ کی قدر نہیں کرتا جو کہتا ہے کہ قیامت کے دن خدا مُردوں کو زندہ نہیں کرے گا۔ قبروں سے زندہ کر کے نہیں اٹھائے گا۔ قیامت کا دن وہ دن ہے کہ خدا مخلوق کو زندہ کریگا۔ نیکوکاروں کو ان کی نیکیوں کا۔ اور بدکاروں کو ان کی بدکاریوں کا بدلہ دے گا۔ مظلوم کو ظالم سے حق دلائیگا۔ جن لوگوں نے دنیا میں اس کی رضامندی کے لئے مشقتیں اور تکلیفیں برداشت کی ہیں۔ انہیں اپنے بہترین انعامات سے نوازے گا۔ اس دن وہ تمام اختلافات واضح ہو جائیں گے جن میں مخلوق آج مبتلا ہے۔ کافروں کو ان کے کفر کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ غرض! جو لوگ ان تمام باتوں کا انکار کرتے ہیں وہ بھی حق تعالیٰ کی قدر نہیں کرتے۔

اسی طرح وہ شخص بھی خدا کی قدر نہیں کرتا۔ جو اس کے احکام کو بے حقیقت سمجھ کر احکام کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ ممنوعات منہیات۔ محرکات کا ارتکاب کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق کو بے وقعت سمجھ کر ضائع کرتا ہے۔ اس کے ذکر کو فراموش کر دیتا ہے۔ اس کا قلب اس سے غافل ہو جاتا ہے۔ اس کی رضامندی کے مقابلہ میں اپنی خواہشات کو ترجیح دیتا ہے۔ اسکی اطاعت کے مقابلہ میں مخلوق کی اطاعت کو مقدم سمجھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔ اسے یہ معمولی بات سمجھتا ہے۔ لیکن یہ جو دیکھ رہا ہے۔ اسے اہم سمجھتا ہے۔ اپنے اعمال قلب۔ اعمال علم اپنے افعال و کردار۔ مال و زر وغیرہ ہیں۔ خدا کی ذات کو ایک فاضل ذات سمجھتا ہے کہ دوسرے لوگ اول خدا بعد میں۔ اور یہ اسی لئے کرتا ہے کہ مخلوق اس کے نزدیک اہم ہے۔ اور خدا کی ذات غیر اہم حالانکہ یہ اور اس کی تمام چیزیں خدا کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ اور اس کی قسمت اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اپنے برے کاموں کو مخلوق سے چھپاتا ہے۔ لیکن خدا سے چھپانے کی کوشش نہیں کرتا لوگوں سے ڈرتا ہے۔ خدا سے نہیں ڈرتا۔ مخلوق کے ساتھ حسن معاملہ کرنے کی کوشش کرتا ہے اس بارے میں اپنی استطاعت و قدرت سے زیادہ جدوجہد کرتا ہے۔ لیکن خدا سے ایسا نہیں کرتا۔ بلکہ اس کے ساتھ نہایت معمولی اور ادنیٰ اور حقیر معاملہ کرتا ہے۔ اگر اپنے کسی دوست و عزیز

Marfat.com

کی خدمت کرتا ہے۔ پوری توجہ، پوری تن دہی سے کرتا ہے۔ دل۔ اعضاء۔ ہاتھ۔ پاؤں تمام اس کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں: تا آنکہ بسا اوقات اپنی ذاتی مصلحتوں کو بھی اس کے لئے قربان کر دیتا ہے۔ لیکن جب خدا کا نام آتا ہے۔ اور یہ بھی اس وقت جب کہ مقدر اس کا ساتھ دے تو اس طرح وہ انجام دیتا ہے کہ اس کے اس عمل سے مخلوق کا ادنیٰ آدمی بھی راضی نہیں ہو سکتا۔ اللہ کے لئے اپنے مال میں سے کچھ نکالتا ہے تو اس قدر کم نکالتا ہے کہ اتنا سا کسی انسان کے سامنے پیش کرتے ہوئے بھی شرم آئے۔

جن لوگوں کی یہ حالت ہو۔ اور جن کی یہ صفات ہوں۔ کیا وہ اللہ تعالیٰ کی قدر و توقیر کر رہے ہیں؟ خدا کی عظمت و جلالت کا حق ادا کر رہے ہیں؟

اور کیا وہ لوگ خدا کی قدر و عظمت کر رہے ہیں جو اس کے خالص حق میں اس کے دشمن کو شریک کرتے ہیں؟ اجلال و تعظیم، طاعت و عبادت، تذلیل و خاکساری، خضوع و خشوع۔ خوف و بیمار امید و بیم صرف اسی کا حق ہے۔ اور وہی اس کا حقدار ہے کہ یہ تمام باتیں اسی کے حضور میں پیش کی جائیں۔ یہ تو وہ چیزیں ہیں کہ اس کے دشمن کے روبرو تو کجا اس کے کسی مقرب بزرگ کے روبرو پیش کرنا بھی جائز نہیں۔ یہ تو ایک انتہا درجہ کی جسارت ہے۔ خدا کے خالص حق پر دست درازی ہے۔ اس کی توہین ہے۔ جس بات میں کسی کو خدا کا شریک بنانا ممنوع۔ اور حرام ہے جس کا استحقاق خدا کی ذات کے سوا کسی کو نہیں۔ اس میں غیر کو شریک کیا جا رہا ہے۔ جب یہ حق کسی خدا کے مقرب بندے کو نہیں پہونچتا تو پھر خدا کے مبغوض۔ مغضوب جس پر خدا نے لعنت بھیجی ہے۔ جس پر وہ سخت سے سخت ناراض ہے۔ خدا کا سخت ترین دشمن ہے۔ جو خدا کے نزدیک انتہا درجہ ذلیل و خوار ہے۔ اسے اس کا شریک بنانا کیونکر جائز ہوگا؟ اللہ کے سوا کسی کو بھی شریک کرنا شیطان کی عبادت ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

الم اعهد اليكم يا بنى آدم ان لا تعبدوا الشيطان۔ انه لكم عدو مبين وان اعبدونى هذا صراط مستقيم (یٰسٓ)	اے اولاد آدم کیا میں نے تم سے وعدہ نہیں لے لیا تھا کہ شیطان کی پرستش نہ کرنا کیونکہ وہ تمہارا صریح دشمن ہے اور میری ہی عبادت کرنا یہی سیدھا راستہ ہے۔

مشرک لوگ اپنے خیال اور اپنی دانست میں فرشتوں کی عبادت و پرستش کرتے تھے۔ لیکن خدا نے اسے شیطان کی عبادت و پرستش قرار دیا ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

Marfat.com

ویوم نحشرھم جمیعا۔ ثم نقول للملائکۃ اھولاء ایاکم کانوا یعبدون؟ قالوا سبحانک انت ولینا من دونھم بل کانوا یعبدون الجن اکثرھم بھم مؤمنون (سبا)

جس دن وہ ان سب کو جمع کرے گا۔ اور فرشتوں سے فرمائے گا۔ کیا یہی لوگ تمہاری پرستش کیا کرتے تھے؟ فرشتے کہیں گے تو پاک ہے تو ہمارا کارساز ہے۔ نہ وہ یہ تو جناب کی پرستش کرتے تھے۔ ان میں اکثر انہی پر ایمان رکھتے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ فرشتوں کی عبادت و پرستش شیطان ہی کی عبادت و پرستش ہے شیطان اس طریقہ سے لوگوں کو اپنی طرف بلاتا ہے۔ گویہ لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ فرشتوں کی عبادت و پرستش کر رہے ہیں۔

یہی حال آفتاب و ماہتاب اور ستاروں کی پرستش کرنیوالوں کا ہے۔ یہ لوگ اپنے زعم میں ان چیزوں کی روحانیت کی پرستش کرتے ہیں اور یہی سمجھتے ہیں کہ یہی چیزیں ان سے خطاب کرتی ہیں۔ اور یہی ان کی حمایت کرتی ہیں۔ لیکن درحقیقت یہ شیطان ہی کی عبادت و پرستش ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ طلوع آفتاب اور غروب آفتاب کے وقت شیطان سورج کے قریب جا بیٹھتا ہے کفار و مشرکین آفتاب کو سجدہ کرتے ہیں تو حقیقتاً وہ شیطان ہی کو سجدہ کرتے ہیں۔

مسیح اور مریم کی والدہ کی عبادت و پرستش کرنے والے بھی درحقیقت شیطان ہی کی عبادت و پرستش کرتے ہیں۔ یہ لوگ سمجھتے ہیں مسیح اور مسیح کی والدہ کی عبادت کا حکم خدا نے دیا ہے اور خدا اس عبادت سے راضی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ نہ خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ نہ خدا کے رسول کی بلکہ شیطان لعین کی عبادت کرتے ہیں۔ خدائے قدوس کا یہ ارشاد اس کی توضیح کرتا ہے۔

الم اعھد الیکم یا بنی آدم الا تعبدوا الشیطان۔ انہ لکم عدو مبین۔ وان اعبدونی ھذا صراط مستقیم (یٰسین)

اے اولاد آدم کیا میں نے تم سے وعدہ نہیں لے لیا تھا کہ شیطان کی پرستش نہ کرنا؟ کیوں کہ وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔ اور میری ہی عبادت کرنا یہی سیدھی راہ ہے۔

حقیقت امر یہ ہے کہ خدا کے سوا کسی کی بھی عبادت کی جائے۔ جہاں بھی کی جائے جس شکل میں بھی کی جائے شیطان ہی کی عبادت ہے۔ اور عبادت کرنے والا ان چیزوں کو اپنا

معبود سمجھتا ہے اور اپنی اغراض و اختیاجات میں بطور معبودان چیزوں کو استعمال کرتا ہے اور ان
استفادہ کی کوشش کرتا ہے اور معبود عبادت کرنے والے سے اپنی تعظیم کراتا ہے اور خدا کا شریک بنا
ہے اور عبادت کرنیوالوں سے مستفید ہونے کی کوشش کرتا ہے اور یہی وہ چیز ہے جو شیطان کا اصل مقص
اور اس کی انتہائی غایت و غرض ہے اس کا عین مقصد یہی ہے کہ عابد اپنے معبود سے استفادہ کرے او
معبود اپنے عبادت کرنے والوں سے اور قرآن حکیم اسی امر کی توضیح اس طرح کرتا ہے۔

ویوم یحشرھم جمیعا یا معشر الجن قد استکثرتم من الانس (انعام) جس روز کہ اللہ ان سب کو جمع کرے گا۔ فرمائے گا اے گروہ جنات تم نے آدمیوں میں بڑا حصہ

یعنی تم نے انسانوں کو ورغلا کر اپنی جماعت بڑھالی۔

چنانچہ قیامت کے دن بارگاہ خداوندی میں اس کی جماعت کے لوگ کہیں گے۔

وقال اولیائھم من الانس ربنا استمتع بعضنا ببعض وبلغنا اجلنا الذی اجلت لنا قال النار مثواکم خالدین فیھا الا ماشاء اللہ ان ربک حکیم علیم (انعام)

اور آدمیوں میں سے جو ان کے دوست تھے کہیں گے پروردگار ہم نے ایک دوسرے سے فائدہ اٹھایا۔ اور ہم اس میعاد تک پہونچ گئے جو تو نے ہمارے لئے مقرر کی تھی۔ اللہ فرمائے گا دوزخ تمہارا ٹھکانا ہے۔ ہمیشہ اس میں رہو گے مگر ہاں جو اللہ چاہے۔ تمہارا رب یقیناً حکمت والا۔ اور دانا ہے۔

اور یہ ایک لطیف اشارہ ہے۔ اس حقیقت دراز کی طرف جس کی وجہ سے خدا نے شرک اکبر الکبائر کو گردانا ہے جو بغیر توبہ و استغفار کے معاف نہیں ہو سکتا۔ اور جس کی وجہ سے خلود فی النار۔ دائمی جہنم واجب کر دی گئی ہے۔ شرک کی قباحت محض اس لئے نہیں ہے کہ شریعت میں اس کی نہی۔ اور ممانعت وارد ہے۔ بلکہ اس کی اصل وجہ یہی حقیقت اور یہی راز ہے۔ کیونکر ممکن ہے کہ حق تعالیٰ اپنے بندوں کو غیروں کی عبادت غیروں کی پرستش کی اجازت دے۔ یہ بھی ممکن نہیں کہ اپنی صفات کمالیہ۔ اور شان جلالت کے خلاف اور متناقض امور کو اپنے حق میں قرار دیوے۔ بھلا اس کا خیال بھی کیونکر ہو سکتا ہے کہ جو ذات اپنی ربوبیت میں منفرد و یکتا اپنی الوہیت والاہیت میں منفرد و یکتا ہے۔ اپنی عظمت و جلالت میں منفرد و یکتا۔ وہ کسی دوسرے کو اپنا شریک گردانے کی اجازت دے یا اس چیز سے وہ راضی

Marfat.com

ہو۔ تعالیٰ اللہ عن ذالک علوا کبیرا۔

فصل

خدا نے جس مقصد سے مخلوق کو پیدا کیا ہے شرک
اس کے بالکل خلاف ہے۔ اور اس لئے یہ
سب سے بڑا گناہ ہے۔

جس مقصد کے لئے خدا نے مخلوق کو پیدا کیا ہے۔ شرک اس کے بالکل منافی ہے۔ اور اس لئے اللہ کے نزدیک یہ اکبر الکبائر (یعنی سب سے بڑا گناہ) ہے۔ اور کبر و تکبر۔ اور کبر و تکبر کے توابع لوازمات بھی یہی حکم رکھتے ہیں۔ جیسا کہ تم اوپر پڑھ چکے ہو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو صرف اسی لئے پیدا کیا ہے کہ طاعت و عبادت صرف اسی وحدہٗ لاشریک کی کی جائے۔ اسی مقصد کے لئے اس نے پیغمبر بھیجے۔ اور اپنی کتابیں نازل کیں۔ شرک و کبر اس مقصد کے سراسر خلاف متضاد اور منافی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ مشرکین کے لئے اس نے جنت قطعاً حرام کر دی۔ نیز اہل کبر و تکبر کے لئے بھی جس کے دل میں ذرّہ برابر کبر و تکبر ہو گا وہ بھی جنت میں داخل نہیں ہو گا۔

فصل

بغیر علم کے صفات خداوندی اور اس کے احکام پر
گفتگو کرنا سب سے بڑا گناہ ہے۔

یہ نقصان رسانی اور فساد انگیزی میں شرک کے قریب قریب ہی ہے یہ بات کہ خدا کے اسماء و صفات اور اس کے افعال کے بارے میں بغیر علم کے گفتگو اور مباحثے کئے جائیں۔ خود خدا نے اور خدا کے رسول نے جن صفات سے ذاتِ الٰہی کو متصف بتایا ہے اس کے خلاف اور ان صفات کے اضداد سے خدا کو متصف مانا جائے۔ ان صفات کی اضداد سے خدا کو متصف ماننا خدا کے کمال خلق و امر میں مداخلت ہے۔ اس کی ربوبیت و پروردگاری اور اس کی خصوصیات ربوبیت میں نقص و قباحت پیدا کرنے کے مترادف ہے۔ اور پھر اگر علم کے ذریعہ ایسا کیا جاتا ہے تو ذات خداوندی کے خلاف سخت ترین عناد ہے۔ جو شرک سے

Marfat.com

بھی زیادہ قبیح ہے۔ مشرک عنداللہ بہت بڑا گناہ ہے۔ لیکن جو مشرک صفات ربوبیت کا اقرار کرتا ہے۔ وہ اس معطل۔ منکر سے بہتر ہے۔ جو پروردگاعالم کی صفات کمالیہ کا انکار کرتا ہے مثلاً ایک شخص بادشاہ کی بادشاہت۔ اور صفات شاہی کا انکار کرتا ہے۔ اس کی صفاتِ شاہی۔ شان سلطانی کا انکار نہیں کرتا۔ لیکن وہ یہ کرتا ہے کہ بادشاہ سے تقرب حاصل کرنے کی غرض سے کسی اور کو امور شاہی میں شریک گردان لیتا ہے۔ تو یہ شخص اس آدمی سے بہتر ہے جو بادشاہ کی شاہی اور سلطانی کا انکار کرتا ہے۔ اور دنیا جہان کی ساری فطرتیں اور ساری عقلیں اسے تسلیم کرتی ہیں کہ صفات کمال میں نقص ماننے۔ اور سرے سے صفات کمال کا انکار کرنے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ پہلی صورت میں معبود حق کو معبود حق تسلیم کیا جارہا ہے۔ اور صرف معبود حق کے تقرب کی غرض سے واسطہ کی پرستش کی جاتی ہے۔ اور دوسری صورت میں سرے سے معبود حق اور اس کی صفات کمالیہ کا انکار کیا جاتا ہے۔ تعطیل کا مرض ایک مہلک و لادوا مرض ہے اس سے شفایاب ہونے کی توقع ہی نہیں۔ چنانچہ حق سبحانہ و تعالیٰ قرآن حکیم کے اندر امام المعطلین فرعون کا وہ قول نقل فرماتا ہے جو اس نے حضرت موسےٰ کے خلاف پیش کیا تھا۔ حضرت موسےٰ نے فرعون سے یہ کہا کہ میرا رب تو آسمانوں پر ہے۔ تو فرعون نے انکار کیا اور اپنے وزیر ہامان کو خطاب کرکے کہا:

هامان ابن لی صرحا - لعلی ابلغ الاسباب۔ اسباب السماوات فاطلع الی الٰه موسیٰ - وانی لاظنه کاذبا: (مومن)

اے ہامان! میرے لئے ایک تعمیر تو کھڑی کرو تاکہ میں سیڑھیوں پر چڑھوں آسمانوں کی سیڑھیوں پر اور موسےٰ کے خدا کو دیکھ لوں اور میں تو اسے جھوٹا سمجھتا ہوں۔

اور یہی وہ آیت ہے جسے شیخ ابوالحسن اشعری اپنی کتابوں میں گروہ معطلہ کی تردید میں بطور حجت پیش کرتے رہے ہیں۔ شیخ موصوف کی دلیل۔ طرز استدلال۔ اثبات علو۔ اور یہ کہ قول بلاعلم اور شرک لازم و ملزوم ہیں۔ یہ تمام باتیں ہم اپنی کتاب "اجماع الجیوش الاسلامیہ علےٰ حرب المعطلہ والجہمیہ" کے اندر پوری وضاحت سے پیش کرچکے ہیں۔

چونکہ یہ گمراہ کن بدعات۔ جہالت۔ صفات الٰہی سے لاعلمی اور عناد کی وجہ سے ہیں اور ان صفات کی تکذیب کی جارہی ہے۔ جن کا ثبوت خود اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول نے دیا ہے اس لئے ان کا شمار اکبر الکبائر میں ہے۔ گو کفر سے اس کا درجہ کم سہی۔ لیکن اکبر الکبائر ضرور

ہے۔ ابلیس لعین کو یہ بدعتیں دیگر کبائر کے مقابلہ میں زیادہ محبوب اور زیادہ پسندیدہ ہیں جیسا کہ بعض سلف صالح کا قول ہے۔

البدعۃ احب الی ابلیس من المعصیۃ لان المعصیۃ یتاب منھا والبدعۃ لا یتاب منھا :

دوسری معصیتوں کے مقابلہ میں شیطان کو بدعت زیادہ محبوب ہے۔ کیونکہ معصیت سے توبہ ممکن ہے۔ اور بدعت سے توبہ ناممکن ہے۔

ابلیس لعین کہا کرتا ہے۔" میں نے بنی آدم کو گناہوں کے ذریعہ ہلاک کیا۔ لیکن انہوں نے مجھے "لا الہ الا اللہ" اور توبہ و انابت اور استغفار کے ذریعہ ہلاک کیا۔ جب میں نے معاملہ یہ دیکھا تو میں نے ان کو خواہشات کے پھندوں میں پھانسنا شروع کر دیا۔ اس طرح وہ گناہ کرتے ہیں اور توبہ نہیں کر سکتے اور گناہ کو عین نیکی سمجھتے ہیں۔"

یہ اچھی طرح واضح ہے کہ عام گناہ خود بخود کرنے والے کے حق میں مضر ہوتے ہیں۔ لیکن بدعات کا ضرر و نقصان عام لوگوں تک متعدی ہوتا ہے۔ مبتدع کا فتنہ اصل دین میں فساد ڈالتا ہے۔ دوسرے گناہوں کا فتنہ خواہش نفس تک محدود رہتا ہے۔ مبتدع عوام کو صراط مستقیم سے بھٹکا دیتا ہے اور دوسری معصیت کا ارتکاب کرنے والا ایسا نہیں کرتا۔ مبتدع پروردگار عالم کی صفات اور کمال صفات میں نقص پیدا کرتا ہے۔ لیکن مذنب و گنہگار ایسا نہیں کرتا۔ مبتدع آنحضرتؐ کی پیش کردہ صفات کے خلاف اور مناقض چیزیں پیش کرتا ہے۔ لیکن گنہگار ایسا نہیں کرتا۔ مبتدع لوگوں کی آخرت کی راہ مارتا ہے۔ اور غلط راہ پر لگاتا ہے۔ لیکن گنہگار ایسا نہیں کرتا۔ گو وہ خود آخرت کے راستہ میں سست رفتار ہو جاتا ہے۔

فصل

قتل کی برائیوں کے مختلف درجات، توبہ کرنے سے قتل کا گناہ معاف ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

مذکورہ گناہ کے بعد ظلم و عدوان کا درجہ ہے۔ ظلم و عدوان۔ عدل و انصاف کے خلاف ہے۔ اور عدل و انصاف ہی سے آسمان و زمین قائم ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول و پیغمبر اسی لئے بھیجے ہیں کہ لوگوں کو قسط و عدل کی تلقین کریں۔ اور اپنی کتابیں بھی اسی لئے اتاری ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عند اللہ ظلم اکبر الکبائر ہے۔ اور گناہ کی عظمت کے مدارج باعتبار ظلم اور

Marfat.com

مفاسد کے مدارج کے ہے جس درجہ کے مفاسد اسی درجہ کا ظلم ہوگا۔

اگر ایک آدمی اپنے پیغمبر و بے گناہ بچہ کو قتل کر دیتا ہے۔ حالانکہ خدا نے انسانی حیات اور طبیعت کچھ ایسی بنائی ہے کہ وہ بچہ سے محبت کرے۔ بچہ پر رحم و شفقت کرے اور پھر ماں باپ کو تو خاص طور پر محبت و شفقت کا حصہ زیادہ دیا گیا ہے۔ پھر بھی وہ صرف اسے اس لئے قتل کر دیتا ہے کہ اس کے ساتھ کھائے گا۔ پیئے گا۔ اور اس کے مال میں شریک ہوگا۔ تو یہ قبیح ترین اور سخت ترین ظلم ہے۔ اسی طرح ماں باپ کو قتل کرنا بھی جو اس کے وجود کا سبب ہیں۔ اسی درجہ کا ظلم ہے۔ قتل کے مدارج باعتبار اس کی قباحت و نتائج کے مختلف ہیں۔ اگر مقتول نیک آدمی ہے۔ دین کی تبلیغ و تلقین کرتا تھا۔ وعظ و نصیحت سے لوگوں کو دین کی راہ بتاتا ہے تو اس کو قتل کرنا زیادہ گناہ ہے۔ مقتول کی ان خصوصیات کے لحاظ سے قتل کے درجات مختلف ہوں گے۔ اور یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن وہ آدمی سخت ترین عذاب کا حقدار ہوگا جو کسی پیغمبر کو قتل کر دے۔ یا نبی اور پیغمبر اسے قتل کر دے۔ اسی کے قریب قریب جرم ہے۔ امام عادل اور عالم دین کو قتل کرنے کا جو لوگوں کو قسط و عدل کی تلقین کرتا ہے۔ احکام الٰہی کی پابندی کی لوگوں کو تعلیم دیتا ہے۔ وعظ و نصیحت سے لوگوں کو دین پر چلنے کی ہدایت کرتا ہے مذکورہ امور کی حیثیت۔ قلت و کثرت کے لحاظ سے اور قباحت کے جرم کے لحاظ سے مختلف ہوگی۔ اور اسی حیثیت کے مطابق مدارج ہوں گے۔

حق سبحانہ و تعالیٰ نے کسی مومن کو عمداً قتل کرنے کی سزا خلود فی النار۔ دائمی جہنم۔ خدائے جبار کا غضب اس کی لعنت۔ اور عذاب عظیم قرار دیا ہے۔ یہ سزا مومن کو عمداً۔ قصداً۔ اور بالارادہ قتل کرنے کی ہے بشرطیکہ کوئی مانع پیش نہ آئے۔

اور یہ امر بھی مسلم ہے اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ کسی مسلمان کو عمداً۔ قصداً۔ اور بالارادہ قتل کرنے کے بعد قاتل اسلام قبول کر لے تو اسلام اس سزا کو روک دیتا ہے۔ یہ سزا اس پر نافذ نہیں ہوگی۔ لیکن بحث طلب مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی مسلمان کو عمداً۔ قصداً اور بالارادہ قتل کر دے۔ تو اس کی توبہ قبول ہوگی یا نہیں؟ اور اس سزا سے وہ بچ جائیگا یا نہیں؟ اس بارے میں علماء سلف و خلف کے دو قول ہیں۔ امام احمدؒ سے بھی یہی دو قول مروی ہیں۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔ توبہ سے یہ سزا دور نہیں ہو سکتی۔ وہ یہ

Marfat.com

دلیل پیش کر رہے ہیں۔ کہ یہ آدمی کا حق ہے۔ اور یہ دنیا میں اپنا حق وصول نہیں کر سکا۔ اور قاتل اس کا حق دنیا میں اسے ادا نہیں کر سکا۔ اور مقتول اپنا حق قتل سے وصول کئے بغیر رخصت ہوا ہے۔ اس لئے لازمی امر ہے کہ یہ حق یوم عدل میں وصول کیا جائے۔ اور ادا کیا جائے۔

یہ لوگ کہتے ہیں مقتول کے ورثا جو حق وصول کرتے ہیں۔ وہ ان کا اپنا حق ہے۔ وہ چاہیں وصول کریں۔ چاہیں معاف کر دیں۔ انہیں اختیار ہے۔ اگر ورثا اپنا حق وصول کرتے ہیں۔ تو مقتول کو کیا نفع پہونچتا ہے؟ اگر ورثا نے اپنے حقوق وصول کر لئے تو مظلوم مقتول پر جو مظالم توڑے گئے ہیں اس کا کیا تدارک ہوا؟

مسند کے دو قولوں میں سے یہی قول زیادہ صحیح ہے۔ کہ ورثا کے اپنے حقوق وصول کر لینے سے مقتول کا حق ساقط نہیں ہوگا۔ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ وغیرہ کے اصحاب کی بھی اس بارے میں یہی دلیل ہے۔

ایک گروہ کا یہ قول ہے کہ توبہ۔ استغفار۔ اور ورثا کے حقوق وصول کر لینے سے مقتول کا حق ساقط ہو جائے گا۔ کیونکہ توبہ کرنے سے ماقبل کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ نیز قاتل پر جب حد شرعی قائم کر دی گئی تو گناہ اور جرم کا بدلہ اس سے وصول کر لیا گیا۔

نیز یہ گروہ کہتا ہے کہ جب کفر۔ شرک۔ سحر جیسے بڑے بڑے گناہ توبہ سے محو ہو جاتے ہیں۔ تو پھر قتل تو اس سے کم درجہ کا گناہ ہے۔ کیوں معاف نہیں ہوگا۔ کیوں توبہ سے قتل کے اثرات محو نہیں ہو سکتے! اللہ تعالیٰ نے تو ان کافروں کی بھی توبہ قبول کر لی ہے۔ جنہوں نے خدا کے مخصوص دوستوں کو قتل کیا تھا۔ اور نہ صرف ان کی توبہ قبول کی ہے۔ بلکہ ان کو اپنے پسندیدہ بندوں میں شامل کر لیا ہے۔ اور ان لوگوں کو جنہوں نے خدا کے خاص دوستوں کو آگ میں جلایا۔ اور دین کے معاملہ میں ان کو بڑی بڑی مصیبتوں میں مبتلا کیا۔ خدا نے ان کو دعوت دی کہ تم توبہ کر لو۔

نیز قرآن حکیم کے اندر خدا کا ارشاد ہے۔

یاعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لاتقنطوا من رحمۃ اللہ۔ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا (سورہ زمر)	اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے۔ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ بے شک اللہ تمام گناہ بخش دے گا۔

اس آیت کا حکم عام ہے۔ توبہ کے اندر کفر۔ اور کفر سے کم درجہ کے تمام گناہ آ جاتے ہیں۔ بندہ توبہ کر لے تو یہ تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

Marfat.com

نیز یہ لوگ کہتے ہیں جب بندہ توبہ کر لیتا ہے۔ اور گناہوں سے اپنی مغفرت مانگ لیتا ہے تو اسے گناہوں کی سزا کس طرح دی جا سکتی ہے؟ توبہ کے بعد سزا دینا شریعت الٰہی۔ اور اصول جزاء و سزا کے قطعاً منافی ہے۔

نیز یہ لوگ کہتے ہیں قاتل جب توبہ کرتا ہے تو اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ قاتل نے اپنی جان مقتول کے حوالہ کر دی۔ لیکن چونکہ مقتول مر چکا ہے۔ اس لئے اس کے حوالہ کرنا غیر ممکن ہے اس لئے شارع نے مقتول کے ورثا کو اس کا قائمقام کر دیا۔ جب اس نے مقتول کے ورثا کے حوالے اپنی جان کر دی تو گویا مقتول ہی کے حوالے کر دی۔ جس طرح مرنے والے کا مال اس کے ورثا کو دے دیا گیا تو وہ ادا ہو جاتا ہے۔ وارث کو دے دینے کے معنی یہی ہیں کہ مورث کو دے دیا گیا۔

اصل مسئلہ کی پوری پوری تحقیق و وضاحت یہ ہے کہ قتل کے ساتھ تین قسم کے حقوق وابستہ ہوتے ہیں۔ حق اللہ۔ حق مقتول۔ حق ولی۔ اگر کوئی قاتل برضا و رغبت اپنے اختیار سے اپنی جان مقتول کے حوالے کر دیتا ہے اور اپنے اس فعل پر نادم اور پشیمان ہے۔ خوف الٰہی سے اس کا دل لرز اٹھا ہے۔ اور توبہ نصوح کر رہا ہے تو یقین ہے کہ توبہ سے حق اللہ معاف ہو جائیگا اور جب مقتول کا ولی اپنا حق وصول کر لیتا ہے یا اس سے مصالحت کر لیتا ہے۔ یا معاف کر دیتا ہے تو حق ولی بھی معاف ہو جائے گا۔ اب باقی رہا مقتول کا حق۔ تو جب قاتل نے توبہ کر لی۔ نیکوکار بن گیا۔ تو قیامت کے دن خدا اپنی جانب سے مقتول کو معاوضہ دے دیگا۔ اور قاتل و مقتول میں مصالحت کرا دے گا۔ اس طرح کرنے سے نہ تو مقتول کا حق مارا جائے گا نہ توبہ کرنے والے کی توبہ رائیگاں جائے گی۔

اب رہا مال کا مسئلہ تو اس بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ ایک گروہ کہتا ہے اگر کسی دیندار قرضدار نے مال کے اصل مالک کے مر جانے کے بعد مالک کے وارثوں کو وہ مال ادا کر دیا۔ تو قرضدار آخرت میں اسی طرح قرض سے بری الذمہ ہو جائے گا جس طرح دنیا میں ادائیگی کے بعد بری الذمہ ہو جاتا ہے۔

دوسرا گروہ کہتا ہے نہیں۔ بلکہ جس پر ظلم ہوا ہے۔ جس کا مال لیا ہے۔ قیامت کے دن اس کا مطالبہ علی حالہٖ باقی رہے گا۔ اور اس دن وہ اپنی چیز وصول کرے گا۔ ورثا کے وصول کرنے سے جو ظلم کہ اس پر ہوا ہے۔ اس کا تدارک قطعاً نہیں ہو سکتا۔ مال کا اصل مالک اپنی عمر کی آخری

ساعتوں تک قرضدار کی نادہندگی کی وجہ سے اپنے مال سے فائدہ نہ اٹھا سکا۔ مرنے تک وہ اس سے محروم رہا۔ یہ ایسا ظلم ہے کہ اس کا تدارک ہی نہیں ہو سکتا۔ مرنے کے بعد اس کے ورثا کو دیا گیا تو ورثا مستحق ہو رہے ہیں۔ اس کی ذات کو کیا فائدہ پہونچا؟

اس گروہ نے اس مسئلہ کی بنیاد اس مسئلہ پر رکھی ہے۔ کہ ایک ملکیت اور مالیت کے مالک متعدد ہیں۔ لیکن اس کی صورت یہ ہو گئی ہے کہ یہ مال ایک شخص سے دوسرے شخص کی طرف منتقل ہوتا چلا آرہا ہے۔ اور وارث اس کے بہت سے ہیں۔ اس صورت میں مطالبہ کا حق تمام کو ہے۔ کیوں کہ ہر وارث اپنے حصہ کا حقدار ہے۔ قبضہ دار کا فرض تھا کہ وہ ہر ایک کو اس کا حصہ دے دیتا۔ امام مالکؒ۔ اور امام احمدؒ کے شاگردوں کا اس بارے میں یہی مسلک ہے۔

میرے استاد حضرت شیخ ابن تیمیہؒ ان ہر دو گروہ کے مسلک سے الگ ایک دوسرا فیصلہ فرماتے ہیں۔ ایک مورث دوسرے سے مال کا قبضہ لے سکتا تھا۔ مطالبہ کر سکتا تھا۔ پھر بھی اس نے یہ مال وصول نہیں کیا۔ تا آنکہ وہ مر گیا تو اس صورت میں آخرت میں ورثا کو مورث سے مطالبہ کا حق باقی رہے گا۔ جیسا کہ دنیا میں حاصل تھا۔ اور اگر وصول کر لے۔ مطالبہ کرنے کی اس میں قدرت و استطاعت ہی نہ تھی۔ ظلم و عدوان درمیان میں حائل تھا۔ تو اس صورت میں قیامت کے دن مطالبہ کا حق صرف مورث کو ہو گا۔ اس مسئلہ کی یہ بہترین تفصیل و توضیح ہے کیونکہ جب ظالم، سب مال کو ہلاک کر لیتا ہے۔ اور مورث کے پاس اس کا حق پہونچنے ہی نہیں دیتا اور اس پر اس کا وصول کرنا دشوار کر دیا تو اس مال کی نوعیت اس غلام کی سی ہو گئی کہ کسی نے اس کے غلام کو قتل کر دیا یا اس گھر کی سی ہو گئی جسے کسی نے جلا دیا۔ یا اس کھانے پینے کی سی ہو گئی جسے کسی نے زبردستی کھا پی لیا۔ ان صورتوں میں درحقیقت مال مورث کے حق میں تلف ہوا ہے نہ کہ وارث کے حق میں۔ اور قیامت میں اس کے مطالبہ کا حق بھی صرف اسی کو ہو گا جس کی ملکیت تلف ہوتی۔ اور ملکیت اس مورث کی ہے نہ اس کے ورثا کی۔

اب مسئلہ کی شکل یہ ہو گی کہ اگر مال از قسم عقار و زمین ہے۔ یا کوئی ایسی مالیت و ملکیت ہے جو اس مورث کے مرنے کے بعد قائم اور باقی ہے۔ تو وہ مورث کے ورثا کی ملکیت ہے غاصب کا فرض ہے کہ مورث کے ورثا کو اسی وقت یہ مال واپس کر دے۔ اگر اس نے مورث کے ورثا کو مال واپس نہ کیا تو قیامت کے دن یہ ورثا اس مال کے مطالبہ کا حق رکھتے ہیں جس طرح کہ دنیا میں مطالبہ کے حقدار تھے۔ سوال کی یہ صورت اس قدر قوی ہے کہ اس سے مخلصی ناممکن ہے۔ دلیل نہایت

Marfat.com

قوی ہے۔ ہاں البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس صورت میں مطالبہ کا حق مورث کو بھی ہے اور ورثا کو بھی تمام کو مطالبہ کا حق پہونچتا ہے جس طرح کہ کسی غاصب ظالم نے ایک گروہ کا مشترکہ مال غصب کر لیا تو گروہ کے تمام افراد کو اپنے اپنے حق کے مطالبہ کا حق ہے۔

اور جس طرح کہ کوئی آدمی کسی ایسے وقف کا متولی بن گیا ہو کئی خاندانوں پر وقف کیا گیا ہے۔ اس نے تمام کے حقوق ضائع کر دیئے تو قیامت کے دن یہ سب کے سب اس سے مطالبہ کا حق رکھتے ہیں۔ یہ نہیں کہ کچھ کو مطالبہ کا حق ہوگا اور کچھ کو نہیں۔ واللہ اعلم

فصل

ایک انسان کا قتل گویا تمام بنی نوع انسان کا قتل ہے

انسان کو قتل کرنے کے مفاسد نہایت ہی اہم۔ اور خطرناک ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

من اجل ذالك كتبنا على بنى اسرائيل	اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل کے متعلق لکھ دیا
انه من قتل نفسا بغير نفس او فساد فى الارض	تھا کہ جو شخص کسی کو بغیر کسی جان کے عوض اور
فكانما قتل الناس جميعا ومن احياها	بغیر زمین میں فساد پھیلانے کے قتل کرے گا۔ تو
فكانما احى الناس جميعا	گویا اس نے تمام آدمیوں کو قتل کر دیا۔ اور جس
(مائدہ)	نے ایک کو مرنے سے بچا لیا اس نے گویا سب
	آدمیوں کو بچا لیا۔

قتل کے اثرات اور مضرتیں چونکہ نہایت ہی خطرناک۔ اور ہمہ گیر ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ تشبیہہ دی ہے۔ لیکن بہت سے علماء کو اس آیت کے سمجھنے میں اشکال دامنگیر رہا ہے چنانچہ کہنے لگتے ہیں کہ سو آدمیوں کا قتل کرنا عند اللہ ایک آدمی کے قتل سے کہیں بڑا گناہ ہے، پھر اس تشبیہہ کے کیا معنی؟ جب یہ اشکال پیش آتا ہے تو اپنے خیالات کے مطابق آیت کی تاویل کرنے لگتے ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں یہ تشبیہہ گناہ، اور عقوبت گناہ کے متعلق ہے۔ ایک آدمی کو قتل کرنے کی سزا اور گناہ وہی ہے جو سارے نوع انسانی کو قتل کرنے کی سزا اور گناہ ہے۔ لیکن قرآن کا سیاق وسباق اس معنی پر دلالت نہیں کرتا۔ ایک چیز کو دوسری چیز سے تشبیہہ دینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ تمام باتوں میں یہ دونوں چیزیں مساوی ہوں۔ اور تمام احکام میں دونوں

چیزیں برابر ہوں۔ مثلاً اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔

کانھم یوم یرونھا لم یلبثوا الا عشیۃ او ضحاھا: (نازعات)	جس روز لوگ قیامت کو دیکھ لیں گے تو معلوم ہوگا کہ بس دنیا میں ایک شام یا اسکی ایک صبح رہے ہیں۔

اور ارشاد فرماتا ہے۔

کانھم یوم یرون ما یوعدون۔ لم یلبثوا الا ساعۃ من نھار: (احقاف)	اس دن یہ اس عذاب کو دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے تو معلوم ہوگا کہ صرف ایک گھڑی دنیا میں وہ ٹھہرے تھے۔

ان آیتوں میں دنیا کی زندگی کی جو مثال اور تشبیہ دی گئی ہے۔ اس کے یہ معنی قطعاً نہیں کہ لوگ صرف اتنی ہی مقدار دنیا میں رہے۔ اس قسم کی مثال و تشبیہ احادیث کے اندر بھی موجود ہیں۔ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے۔

من صلی العشاء فی جماعۃ فکانما قام نصف اللیل۔ ومن صلی الفجر فی جماعۃ فکانما قام اللیل کلہ۔	جس نے نماز عشا جماعت کے ساتھ ادا کی گویا وہ آدھی رات تک نماز پڑھتا رہا۔ اور جس نے نماز فجر جماعت سے ادا کر لی تو گویا وہ تمام رات نماز پڑھتا رہا۔

یعنی نماز عشاء اور نماز فجر جماعت سے ادا کی گئی تو گویا ساری رات نماز میں گزاری گئی۔

ایک دوسری حدیث میں اس سے بھی زیادہ صراحت و وضاحت موجود ہے۔ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے۔

من صام رمضان۔ واتبعہ ستا من شوال فکانما صام الدھر	جس نے رمضان کے روزے رکھے۔ اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھ لئے تو گویا وہ صائم الدہر ہے۔

اور ایک دوسری حدیث میں مروی ہے۔

من قرأ قل ھو اللہ احد فکانما قرأ ثلث القرآن:	جس نے قل ھو اللہ احد کی سورۃ پڑھ لی گویا اس نے ایک تہائی قرآن پڑھ لیا۔

یہ اچھی طرح واضح ہے کہ ان اعمال کی انجام دہی کا ثواب اصل مشبہ بہ کے ثواب کے برابر ہے۔ ثواب کی مقدار میں مشبہ بہ مساوی نہیں ہو سکتے۔ اگر مقدار ثواب میں مشبہ۔ اور مشبہ بہ

Marfat.com

مساوی ہوں تو عشاء اور فجر کی نماز جس نے جماعت کے ساتھ ادا کر لی اس کے لئے تہجد وغیرہ پڑھنا بالکل بے سود ہے۔ خواہ مخواہ اس کی زحمت و تکلیف کیوں گوارا کی جائے ؟

تو معلوم ہوا آیت کے وہ معنی نہیں جو یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ایک انسان کو قتل کرنا کسی نوع انسانی کو قتل کرنے کے برابر ہے۔ دونوں کا گناہ اور عقوبت برابر ہے۔ بات اصل یہ ہے کہ ایمان خدا کی ایک زبردست نعمت ہے۔ لیکن ایمان کے بعد بڑی سے بڑی نعمت کتاب اللہ۔ کتاب الرسول کی فہم و ادراک ہے۔ وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

جب آیت کا یہ مطلب نہیں جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر اس تشبیہ و تمثیل کے معنی کیا ہیں ؟ کس بات میں تشبیہ و تمثیل دی گئی ہے ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس تشبیہ کی متعدد وجوہ ہیں۔

اول : یہ کہ دونوں کے دونوں اللہ اور اللہ کے رسول کے نافرمان ہیں۔ دونوں کے دونوں اللہ اور اللہ کے رسول کے حکم کے خلاف اقدام کرنے والے ہیں۔ دونوں کے دونوں خدا کی عقوبت و سزا میں اپنے کو پیش کر رہے ہیں۔ دونوں کے دونوں غضب الٰہی۔ لعنت خداوندی کے حقدار۔ اور خلود فی النار۔ دائمی جہنم کے مستحق ہیں۔ دونوں کے لئے سخت سے سخت عذاب تیار کیا گیا ہے اگرچہ عذاب کے مدارج مختلف اور متفاوت ہیں۔ ایک شخص کسی نبی۔ پیغمبر یا امام عادل۔ یا کسی عالم باعمل کو قتل کرتا ہے۔ جو لوگوں کو عدل و انصاف۔ اتباع حق کی تلقین و تبلیغ کرتا ہے تو اس کا گناہ۔ اور جرم اس قدر بھاری اور سخت نہیں ہوگا جیسے وہ کسی عامی آدمی کو قتل کرتا تو اس کا گناہ اور جرم ایسا نہ ہوتا۔

دوم : قتل کرنے میں دونوں کے دونوں مساوی ہیں۔ دونوں کے دونوں خون حرام کے مرتکب ہیں :

سوم : دونوں کے دونوں قتل حرام کے مرتکب ہیں دونوں نے بغیر کسی استحقاق کے محض فساد تحصیل مال کی غرض سے قتل نفس کا اقدام کیا ہے۔ اور جس نے اپنی مخصوص غرض کے ماتحت ایک جان کو قتل کرنے کی جرات کی۔ وہ اس غرض کے ماتحت ہر اس شخص کو قتل کرنے کی جرأت کر سکتا ہے جس کے قتل کرنے سے وہ اپنی یہ غرض پوری کر سکے۔ اور اس لئے حقیقتاً وہ ساری نوع انسانی کا دشمن ہے۔

چہارم : ایک آدمی کو قتل کرنے والے کو بھی قاتل۔ ظالم۔ فاسق۔ عاصی۔ مجرم

کہا جائے گا۔ اور سارے انسانوں کے قاتل کو بھی انہی اسماء و اوصاف سے یاد کیا جائے گا۔

پنجم ۔ ایمان والوں کی شان اللہ تعالیٰ نے ایسی بنائی ہے کہ باہمی مودت۔ محبت تراحم۔ تعاطف۔ صلہ رحمی وغیرہ میں تمام اہل ایمان جسم واحد کی طرح ہیں کسی ایک عضو کو بھی کوئی شکایت اور تکلیف پہونچتی ہے۔ تو سارا جسم درد محسوس کرتا ہے اور سارا جسم بخار و بے چینی میں مبتلا ہو جاتا ہے جب کسی قاتل نے اہل ایمان کے اس جسم سے کسی ایک عضو کو کاٹ ڈالا۔ ایک مومن کو قتل کر دیا۔ گویا اس نے پورے جسم کو تلف کر دیا۔ جسم کے سارے اعضاء کو الم و تکلیف میں مبتلا کر دیا۔ پس جس نے ایک مومن کو تکلیف و ایذا پہونچائی۔ اس نے تمام اہل ایمان کو تکلیف و ایذا پہونچائی۔ اور یہ بالکل واضح ہے کہ اہل ایمان کو تکلیف و ایذا پہونچانا پوری نوع انسانی کو تکلیف و ایذا پہونچانے کے مترادف ہے کیونکہ ایمان والوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ دنیا سے ظلم و عدوان کی لعنت کو مٹانا چاہتا ہے۔

غور کرو کسی غیر مسلم متعاہد قوم کے کسی ایک نفر کو تکلیف و ایذا پہونچائی جائے تو اسلام میں اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ خود مسلمانوں کو تکلیف و ایذا پہونچائی گئی۔

نیز آنحضرتؐ کا ارشاد ہے۔

او قتل نفس بغیر حق الا کان علی ابن آدم کفل منها۔ لانه اول من سن القتل ؛	جب کوئی جان بلا کسی استحقاق کے قتل کر دی جائے تو آدمؑ کے پہلے لڑکے کو جس نے سب سے پہلے یہ جرم کیا تھا اس قتل کے جرم سے حصہ ملیگا۔ کیونکہ قتل کا طریقہ اسی نے سب سے پہلے جاری کیا

قتل میں وہ خرابیاں ہیں جو اوپر بیان کی گئی ہیں۔ اور اسی لئے قرآن میں ایک جان کے قتل کو سارے نوع انسانی کو قتل کرنیکے مشابہ قرار دیا ہے۔ قاتل کیلئے جو وعید وارد ہوئی ہے سب سے پہلے زانی۔ سب سے پہلے سارق۔ سب سے پہلے شراب خور کیلئے بھی وارد نہیں ہوئی۔ نیز اولین قاتل کے مقابلہ میں اس قسم کی وعید کا مستحق وہ شخص تھا جس نے سب سے پہلے شرک کی ایجاد کی۔ لیکن ایک آدمی سے شرک کو سارے نوع انسانی کا شرک قرار نہیں دیا گیا۔ حالانکہ سب سے پہلے شرک کرنے والے سے متعلق آنحضرتؐ نے یہ خبر دی ہے کہ آپنے عمرو بن لحی خزاعی کو دیکھا کہ اسے جہنم میں سخت سے سخت عذاب دیا جا رہا ہے کیونکہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کا دین اسی نے تبدیل کیا تھا۔ اور اس بارے میں خود اللہ تعالیٰ کا بھی یہ ارشاد ہے۔

Marfat.com

ولا تکونوا اول کافر بہ : (بقرہ) اور سب سے پہلے تم ہی قرآن کے منکر نہ بنو۔

یعنی تم پہلے کافر نہ بنو کہ تمہارے بعد والے تمہاری تقلید میں کفر کی راہ اختیار کریں۔ اور ان کفر کرنیوالوں کا گناہ تم پر بھی لادا جائے۔

اور یہی حکم اس شخص کے لئے بھی ہے جو دین کے بارے میں کوئی ایسا برا طریقہ جاری کرے جس کی لوگ بعد میں پیروی کریں۔

غرض! قتل سخت ترین جرم ہے اور اس کے مفاسد نہایت خطرناک ہیں چنانچہ جامع ترمذی میں حضرت عباسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔

یجیئ المقتول بالقاتل یوم القیامۃ ناصیتہ و راسہ بیدہ۔ واوداجہ تشخب دمًا۔ یقول۔ یا رب سل ھذا فیم قتلنی؟

قیامت کے دن مقتول اپنے قاتل کو اس شان سے خدا کے حضور میں لائیگا۔ کہ اس کی پیشانی اور سر اس کے ہاتھ میں ہوں گے۔ اور اس کی شہ رگوں سے خون کی دھاریں بہہ رہی ہوں گی اور وہ کہے گا اے پروردگار اس سے پوچھ لے اس نے مجھے کیوں قتل کیا ہے؟

اس موقع پر لوگوں نے حضرت عباسؓ کے سامنے توبہ کا ذکر کیا۔ کہ اگر کسی نے توبہ کرلی تو؟ حضرت ابن عباسؓ نے جواب میں یہ آیت پڑھی۔

ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاہ جہنم خالدا فیھا (نساء)

اور جو شخص کسی کو عمداً قتل کردے۔ تو اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔

اس کے بعد فرمانے لگے یہ آیت منسوخ نہیں ہوئی۔ نہ تبدیل ہوئی ہے۔ مومن کے قاتل کیلئے توبہ کہاں؟ امام ترمذیؒ اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں ھذا حدیث حسن

اور صحیح بخاری میں حضرت سمرہ بن جندبؓ سے مروی ہے کہ

اول ما ینتن من الانسان بطنہ فمن استطاع منکم ان لا یاکل الا طیبا فلیفعل۔ ومن استطاع ان لا یحول بینہ وبین الجنۃ ملء کف من دم اھراقہ فلیفعل:

سب سے پہلے انسان کا شکم بدبودار ہوتا ہے پس چاہیئے کہ تم طیب اور پاک غذا کھاؤ۔ اور تم میں سے جو استطاعت رکھے۔ خون کا ایک چلو بھی اپنے اور جنت کے درمیان حائل نہ ہونے دیوے۔

Marfat.com

اور جامع ترمذی میں حضرت نافعؓ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں ایک روز حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کعبۃ اللہ کی طرف اپنی نگاہ اٹھائی اور فرمایا۔

ما اعظمك۔ واعظم حرمتك والمؤمن عند الله اعظم حرمة منك

تیری عظمت بہت ہی بڑی ہے تیری حرمت بہت ہی عظیم الشان ہے لیکن مومن کی حرمت خدا کے یہاں تجھ سے بہت زیادہ ہے۔

امام ترمذی اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں۔ هذا حديث حسن

نیز صحیح بخاری میں انہی حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

لايزال المؤمن فى فسحة من دينه مالم يصب دما حراما،

مومن اپنے دین کی وجہ سے بڑی وسعت میں ہے جب تک کہ اس نے کوئی حرام خون نہیں بہایا۔

نیز اسی صحیح بخاری کے اندر انہی حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں۔

من ورطات الامور التى لا مخرج لمن اوقع نفسه فيها۔ سفك الدم الحرام بغير حله،

وہ بھنور جس میں انسان اپنے آپکو پھنسا کر کبھی اس سے نکل نہیں سکتا۔ یہ ہے کہ۔ بغیر کسی حلت کی وجہ سے حرام خون بہا دے۔

صحیح بخاری۔ اور صحیح مسلم کے اندر حضرت ابوہریرہؓ سے یہ مرفوع حدیث مروی ہے۔

سباب المومن فسوق۔ وقتاله كفر،

مومن کو گالی دینا فسق ہے اور اسے قتل کرنا کفر ہے

نیز انہی دو کتابوں کے اندر مروی ہے۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

لاترجعوا بعدى كفارا يضرب بعضكم رقاب بعض،

میرے بعد تم کافر نہ ہو جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو۔

اور صحیح بخاری کے اندر مروی ہے آنحضرتؐ نے فرمایا۔

من قتل معاهدا۔ لم يرح رائحة الجنة وان ريحها يوجد من مسيرة اربعين عاما،

جس نے کسی معاہدہ کرنے والے کو قتل کیا تو وہ جنت کی بو تک نہیں پا سکے گا۔ حالانکہ جنت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے بھی پہنچ جاتی ہے۔

غور کرو یہ اس آدمی کی سزا ہے جس نے خدا کے دشمن کو قتل کیا ہے۔ بالکہ صرف اتنی ہے کہ اس سے معاہدہ کیا گیا تھا اور ہم نے اپنے عہد و ذمہ۔ اور امان میں لے چکے ہیں۔ بتلاؤ

Marfat.com

پھر کسی مومن بندے کو قتل کرنیکا جرم کیا۔ اور کیسا ہوگا۔

اور ایک عورت صرف اس لئے جہنم میں ڈال دی جاتی ہے کہ اس نے ایک بلی کو بھوکا پیاسا باندھ رکھا تھا اور وہ بلی اسی حالت میں مرگئی آنحضرتؐ نے اس عورت کو اس حال میں دیکھا کہ بلی اس کا منہ۔ اور سینہ نوچ نوچ کر کھا رہی ہے بتلاؤ اس شخص کا کیا حال ہوگا جو کسی مومن کو بلاوجہ مقید و محبوس کردے اور وہ اسی قید و حبس میں مرجائے۔

نیز بعض سنن میں مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔

لزوال الدنیا اھون علی اللہ من قتل مومن بغیر حق: ساری دنیا کا ختم ہوجانا مومن کے ناحق خون کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

فصل

زنا عظیم ترین مفاسد کا منبع ہے۔ نظام عالم کی برہمی انساب کی بے حرمتی عصمت و عفت کی بربادی کا موجب ہے

زنا کے مفاسد نہایت خطرناک ہیں۔ اس سے دنیا میں بڑی بڑی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں ایسی خرابیاں جو مصلحت نظام عالم۔ حفظ انساب تحفظ آبرو۔ صیانت و حرمت اور عفت و عصمت کے سراسر خلاف اور منافی ہیں۔ ہر انسان کی بی بی بیٹی بہن۔ ماں کی عصمت خطرے میں پڑجاتی ہے اور اس لئے سخت ترین عداوتیں اور بغض و کینہ پھیلنے کا اندیشہ ہے۔ زنا ان تمام خرابیوں کی جڑ ہے۔ اور ان خرابیوں سے بچنے کی راہ میں زبردست رکاوٹ ہے۔ اور ظاہر ہے۔ زنا سے دنیا بھر کی خرابیاں وابستہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قتل و خونریزی کے مفاسد کے بعد زنا کے مفاسد کا درجہ ہے۔ اور اسی لئے قتل کے گناہ کے بعد زنا کے گناہ کا درجہ رکھا گیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور اللہ کے رسول نے اپنی سنت میں قتل کے ساتھ ہی ساتھ زنا کا ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ تم پہلے پڑھ چکے ہو۔

امام احمدؒ کا قول ہے۔

---

(۱) غالباً یہاں ابن قیم اپنے شیخ ابن تیمیہ کے واقعہ کی طرف اشارہ کررہے ہیں۔ قلعہ دمشق میں وہ بند کردیئے گئے تھے تا آنکہ اسی میں انہوں نے انتقال کیا۔

Marfat.com

لا اعلم بعد قتل النفس شیئاً اعظم من الزنا۔

قتل نفس کے بعد زنا سے بڑا گناہ میں کسی گناہ کو نہیں سمجھتا۔

اور اللہ تعالےٰ زنا کی حرمت و ممانعت کی توضیح و تاکید کس قدر وضاحت کے ساتھ پیش فرماتا ہے ؟ ارشاد ہوتا ہے۔

والذین لا یدعون مع اللہ الٰھاً آخر ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ۔ الا بالحق ولا یزنون؛

(الایت سورۂ فرقان)

وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کو شریک کر کے عبادت نہیں کرتے اور نہ خلاف حق کسی ایسے شخص کو قتل کرتے ہیں۔ جن کا قتل کرنا خدا نے حرام کر دیا ہے۔ اور نہ زنا کرتے ہیں

اللہ تعالیٰ اس آیت میں زنا کو شرک۔ اور قتل نفس کے ساتھ۔ بیان فرما رہا ہے۔ اس جرم کی سزا اللہ تعالےٰ نے خلود فی النار۔ اور سخت ترین ذلت آمیز عذاب قرار دی ہے اور بندہ جب تک اس سزا کے موجب اور سبب کو توبۃ نصوح۔ اور ایمان اور عمل صالح سے دفع نہ کر دے اس جرم کی سزا سے رستگاری ممکن نہیں۔ ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ولا تقربوا الزنا۔ انہ کان فاحشۃ وساء سبیلا

(سورہ بنی اسرائیل)

اور زنا کے پاس بھی نہ جاؤ۔ وہ بے حیائی اور بری راہ ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ یہ بیان فرماتا ہے۔ کہ زنا فی نفسہ ایک فحش اور قبیح فعل ہے اور ظاہر ہے زنا ایک انتہائی درجہ کی قباحت ہے جس کا قبیح ہونا تمام انسانی عقول میں راسخ ہو چکا ہے تا آنکہ بعض جانوروں تک میں اس کی قباحت مسلم ہے۔ جیسا کہ امام بخاری کی ایک روایت سے پتہ چلتا ہے صحیح بخاری کے اندر عمر بن میمون الاودی سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

رأیت فی الجاھلیۃ۔ قرد زنا بقردۃ فاجتمع القرود علیھا فرجموھا۔ حتی ماتا؛

جاہلیت کے زمانے میں میں نے دیکھا تھا ایک بندر نے ایک بندریا کے ساتھ زنا کیا اس وقت بہت سے بندر جمع ہوئے اور بندر بندریا دونوں کو انہوں نے پتھر مارے تا آنکہ دونوں مر گئے

چنانچہ اللہ تعالےٰ نے آیت کے اندر زنا کی قباحت بیان فرمانے کے بعد ہی یہ فرمایا۔

وساء سبیلا؛

زنا بہت ہی بری راہ ہے۔

کیونکہ زنا دنیا میں بھی ہلاکت و تباہی۔ اور قہر و مذلت کی راہ ہے اور آخرت میں بھی۔ آخرت

Marfat.com

میں بھی عذاب۔ رسوائی۔ ذلت۔ خدا کی پھٹکار زانی کے لئے لازمی ہے۔

اور چونکہ باپ کی بی بی سے نکاح کرنا حد سے زیادہ قبیح اور مذموم ہے۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے خصوصی طور پر قرآن میں اس کی مذمت فرمائی۔ فرمایا۔

انہ کان فاحشۃ و مقتا وساء سبیلا (سورہ نساء)

وہ بے حیائی ہے اور خدا کی خفگی کی چیز ہے۔ اور بری راہ ہے۔

دوسرے مقام میں بندوں کی فلاح و نجات اللہ تعالےٰ نے شرمگاہوں کی حفاظت کے ساتھ معلق فرمائی ہے۔ فرماتا ہے۔

قد افلح المومنون۔ الذین ھم فی صلاتھم خاشعون ہ والذین ھم عن اللغو معرضون ہ والذین ھم للزکوۃ فاعلون ہ والذین ھم لفروجھم حافظون ہ الا علی ازواجھم او ما ملکت ایمانھم فانھم غیر ملومین ہ فمن ابتغی وراء ذالک فاولائک ھم العادون: (سورۃ المؤمنون۔ آیۃ نمبر ۱-۷)

"بلاشبہ وہ ایمان والے کامیاب ہوئے۔ جو اپنی نماز میں خشوع کرنیوالے ہیں۔ اور جو بیہودہ باتوں سے منہ موڑنے والے ہیں۔ اور جو زکاۃ ادا کرنیوالے ہیں اور جو اپنی شرمگاہوں کو بچانے والے ہیں۔ بجز اپنی بیویوں یا لونڈیوں کے تو وہ قابل ملامت نہیں ہیں اور جس نے اسکے سوا کوئی اور راہ اختیار کی وہی لوگ زیادتی کرنیوالے (گمراہ) ہیں۔

یہ آیت تین امور پر مشتمل ہے۔

اوّل۔ جو آدمی شرمگاہ کی حفاظت نہیں کرتا۔ وہ فلاح سے محروم ہے۔

دوم۔ وہ آدمی ملومین سے ہے۔ ملامت اور پھٹکار اس کے حصّہ میں آتی ہے۔

سوم۔ وہ آدمی عادین میں سے ہے یعنی زیادتی کرنیوالا۔ غلط کار اور گمراہ ہے۔

پس جو آدمی شرمگاہ کی حفاظت نہیں کرتا۔ وہ اپنے لئے فلاح کا دروازہ بند کر دیتا ہے عدوان و زیادتی کرنیوالوں کی فہرست میں اپنا نام درج کراتا ہے۔ اور اپنے کو ملامت و پھٹکار کے گڑھے میں گرا دیتا ہے۔

غور کرو شہوت کی تکلیف اور اس کی پریشانیوں کے مقابلہ میں یہ تکالیف اور یہ پریشانیاں کس قدر ناقابل برداشت ہیں۔ اور شہوت کی تکالیف کے مقابلہ میں کس قدر آسان ہیں؟

Marfat.com

اس آیت کا طرز استدلال ویسا ہی ہے جیسا کہ قرآن حکیم کے اندر کسی دوسرے مقام پر خدا نے انسان کی ناشکر گذاری کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا کہ انسان بڑا بے صبرا اور ناشکر گذار پیدا کیا گیا ہے۔ نہ وہ تکلیف کے موقع پر صبر کرتا ہے نہ خیر و فلاح کے موقع پر شکر۔ جب اُسے خیر۔ اور بھلائی نصیب ہوتی ہے۔ تو مال اور پیسے کی محبت میں مست ہو جاتا ہے۔ بخل اختیار کر لیتا ہے۔ ہاتھ تنگ کر لیتا ہے۔ اور جب کوئی تکلیف پہونچتی ہے اور کچھ نقصان ہو جاتا ہے۔ تو جزع و فزع کرنے لگتا ہے۔ گھبرا جاتا ہے اور ہائے وائے کرنے لگتا ہے۔ اور نجات و فلاح پانے والے بندے وہی ہوتے ہیں جو ان باتوں سے مستثنیٰ ہوتے ہیں۔ اور ان مذموم اوصاف سے پاک صاف ہوتے ہیں۔ چنانچہ اسی طرح۔ اسی طرز بیان کے ساتھ یہاں بھی اللہ تعالیٰ نجات و فلاح پانیوالوں کا ذکر کرتا ہے۔

الذین ھم لفروجھم حافظون۔ الا علی ازواجھم۔ او ما ملکت ایمانھم فانھم غیر ملومین۔ فمن ابتغی وراء ذالک فاولائک ھم العادون:

اور جو لوگ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں سوائے اپنی بیبیوں اور اپنی باندیوں کے تو اس صورت میں ان پر کوئی ملامت نہیں۔ ہاں جو لوگ اس کے علاوہ ہوس کریں گے وہ حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو حکم دیا ہے کہ وہ ایمان والوں کو کہدیں کہ نامحرم عورتوں سے وہ اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ اپنی شرمگاہوں کی پوری پوری حفاظت کریں۔ اور انھیں سمجھا دیں کہ اللہ تعالیٰ انکے اعمال و کردار کو دیکھ رہا ہے اور ان کی ہر ہر چیز سے باخبر ہے۔

یعلم خائنۃ الاعین وما تخفی الصدور

خیانت کرنے والی آنکھوں کو اور سینے جو کچھ چھپاتے ہیں خدا خوب جانتا ہے۔

چونکہ ہر قسم کی بدعملیوں اور بدکرداریوں کی ابتدا نگاہ سے ہوتی ہے۔ اس لئے خدا نے شرمگاہ کی حفاظت سے پہلے آنکھ کی حفاظت کا حکم دیا ہے۔ دنیا کے تمام حوادث و واقعات کا مبدا نگاہ ہے جس طرح کہ بڑی سے بڑی آگ کا مبدا ایک ننھی سی چنگاری ہوتی ہے چنانچہ غور کرو شہوت سب سے پہلے آنکھ کو مجروح کرتی ہے۔ اس کے بعد دل کی طرف رُخ کرتی ہے اور دل میں خطرات جگہ بناتے ہیں۔ پھر انسان کے قدم کی طرف رُخ کرتی ہے۔ اور وہ گناہ کی طرف اقدام کرنے لگتا ہے۔ اس کے بعد گناہ سرزد ہوتا ہے۔ اور اسی بنا پر بعض بزرگوں

Marfat.com

نے کہا ہے۔

من حفظ هذه الاربعة۔ احرز دینه اللحظات۔ والخطرات۔ واللفظات والخطوات

جس نے ان چار چیزوں کی حفاظت کرلی اس نے اپنا دین محفوظ کرلیا۔ لحظات یعنی نگاہ خطرات (خیالات) الفاظ اور قدم۔

پس بندے کا فرض ہے کہ وہ ان چار دروازوں کی پوری پوری حفاظت کرے۔ ان کوچوں کی پوری پوری مستعدی کے ساتھ نگرانی کرے۔ کیونکہ ان کا دشمن انہی کمین گاہوں اور انہی مورچوں سے اندر داخل ہوتا ہے۔ اور اسکی آبادیوں کو تاراج اور تباہ و برباد کرتا ہے۔

فصل

معاصی اور گناہ کی راہیں کس طرح بند کی جائیں

نگاہ تکالیف اور حسرتوں کا سبب ہوتی ہے

معاصی اور گناہ اکثر و بیشتر انہی چار راستوں سے آتے ہیں جو اوپر بیان کئے گئے ہیں ہم ان میں ہر ایک کو ایک جداگانہ فصل میں پیش کرتے ہیں۔

لحظات۔ یعنی نظر و نگاہ تمام برائیوں کا پیش خیمہ ہے۔ نظر و نگاہ کی حفاظت میں شرمگاہ کی حفاظت ہے۔ جو آدمی نگاہ کو آزاد و بے لگام کر دیتا ہے۔ نگاہ اُسے تباہی و ہلاکت کے گڑھے میں لے جاکر ڈال دیتی ہے۔ چنانچہ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے۔

یا علی! لا تتبع النظرة النظرة۔ فانما لك الاولى۔ وليست لك الثانية؛

اے علی! کسی پر یکایک نظر پڑ جائے۔ تو پھر دوبارہ اور نگاہ نہ ڈالو۔ پہلی نظر تو تمہارے لئے معاف ہو سکتی ہے۔ لیکن دوسری نگاہ معاف نہیں ہو سکتی۔

اور مسند میں آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا۔

النظرة سهم مسموم من سهام ابليس نگاہ ابلیس کا زہر میں بجھا ہوا تیر ہے۔

جو آدمی محض رضامندی کی خاطر کسی عورت یا مرد کے محاسن اور خوبصورتی سے آنکھیں پھیر لیتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو عبادت کی حلاوت اور شیرینی سے بھر دیتا ہے اور یہ ایک حدیث کے معنی ہیں۔

Marfat.com

آپ نے ارشاد فرمایا۔

غضوا ابصارکم۔ واحفظوا فروجکم — اپنی آنکھیں نیچی رکھو اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو۔

نیز آپ نے ایک مرتبہ فرمایا۔

ایاکم والجلوس علی الطرقات : — راستوں پر بیٹھنے سے بچو۔

صحابہؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ ہماری مجلسیں ہوا کرتی ہیں۔ راستوں پر بیٹھے بغیر چارہ نہیں ہوتا۔

فان کنتم لابد فاعلین فاعطوا الطریق حقہ — اگر تمہیں ایسا کرنا ضروری ہی ہو تو پھر راستہ کے حقوق ادا کیا کرو۔

صحابہؓ نے عرض کیا۔ راستہ کے حقوق کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا۔

غض البصر۔ وکف الاذی۔ ورد السلام : — آنکھ پست رکھنا۔ ایذا رسانی سے بچنا۔ اور سلام کا جواب دینا۔

حوادث اور مصائب و آلام جو عموماً انسان کو پیش آتے ہیں۔ انکی اصل جڑ نظر و نگاہ ہے۔ نظر و نگاہ خطرات قلب کا موجب ہوتی ہے تو ارادہ وقوع میں آتا ہے۔ پھر رفتہ رفتہ ارادہ میں پختگی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور بالآخر ارادہ عزیمت جازمہ بن جاتا ہے۔ اس کے بعد فعل کا عملی شکل میں وقوع پذیر ہونا لابدی ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی چیز مانع نہیں ہے تو فعل عملی صورت اختیار کر کے ہی رہتا ہے اور اسی بنا پر کسی صاحب بصیرۃ نے فرمایا ہے۔

الصبر علی غض البصر۔ الیسر من الصبر علی ما بعدہ : — آنکھ بند کرنے کی تکلیف پر صبر کر لینا۔ اس تکلیف پر صبر کرنے سے بہت آسان ہے جو کرنے کے بعد ہوتی ہے۔

اور اسی بنا پر کسی شاعر نے کہا ہے۔

کل الحوادث مبداھا من النظر — ومعظم النار من مستصغر الشرر

تمام حوادث کا مبدا نظر ہے۔ — اور بڑی آگ چھوٹی چنگاری سے ہی لگتی ہے

کم نظرۃ بلغت فی قلب صاحبھا — کما بلغ السھم بین القوس والوتر

کتنی نگاہیں نظر کرنیوالے کے قلب میں اسطرح بیٹھ جاتی ہے۔ جسطرح کمان اور چلہ میں تیر بیٹھ جاتا ہے۔

Marfat.com

والعبد ما دام ذا طرف یقلبہ — فی اعین الناس موقوف علی الخطر

آدمی آنکھیں ادھر ادھر مارتا رہتا ہے — لوگوں کی آنکھوں میں اور خطرہ کے قریب ہوتا ہے

یسر مقلتہ ما ضر مھجتہ — لا مرحبا بسرور عاد بالضرر۔

آنکھوں کو وہ خوش کرتا ہے جس سے دل کو ضرر پہنچتا ہے — اس مسرت کو مرحبا نہیں کہا جا سکتا جو ضرر کو لے آئے

نظر و نگاہ کی آفتوں اور مصیبتوں میں سے یہ کتنی بڑی آفت اور مصیبت ہے کہ انسان حسرتوں، آنسوؤں، سوز دروں کا شکار بن جائے؟ جس سے اس کے سامنے ایسی ایسی مصیبتیں آکھڑی ہو جاتی ہیں کہ اسکی قدرت و استطاعت سے باہر ہوتی ہیں جس پر اسے صبر کرنا بھی دشوار ہو جاتا ہے۔

غور کرو! یہ کتنا بڑا عذاب ہے کہ ایسی مصیبت تمہارے سامنے آکھڑی ہو جس پر تمہیں صبر کرنا بھی دشوار ہو۔ بلکہ بسا اوقات یہہ مصیبت اتنی بڑی ہوتی ہے کہ اس سے کم درجہ کی مصیبت بھی قابل برداشت نہیں ہوتی۔ انسانی طاقت سے بھی باہر ہوتی ہے۔ چنانچہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

وکنت متی ارسلت طرفک رائدا — لقلبک یوما اتعبتک المناظر

جب تم نے اپنے قلب کے قاصد کو آزاد چھوڑ دیا — تو ایک دن اس کے مناظر تمہیں تھکا دینگے

رأیت الذی لا کلہ انت قادر — علیہ ولا عن بعضہ انت صابر

تم ایسی چیزیں دیکھو گے جو تمہاری قدرت سے — باہر ہونگی بلکہ تمہیں اس سے کم پر بھی صبر مشکل ہو جائے گا۔

شاعر کا قول ہے کہ "لا کلہ انت قادر علیہ" (تو کل پر قادر نہیں ہوگا) یہ کل پر قدرت کی نفی کرتا ہے۔ اور کل کی نفی اسی وقت ممکن ہے۔ جب کہ کل کے ہر ہر فرد سے قدرت کی نفی ہو۔

آہ! کتنے ہی آزاد نگاہ انسان اپنی نگاہ بازیوں سے ہلاک ہو کر رہ گئے۔ نگاہ بازیوں کی زنجیروں میں ایسے کس دیئے گئے کہ انہی زنجیروں میں تڑپ تڑپ کر وہ مر گئے۔ چنانچہ کسی شاعر کا قول ہے۔

یا ناظر ما اقلعت لحظاتہ — حتی تشحط بینھن قتیلا

اے نظر باز تیری نظر بازی اس وقت تک دور نہیں ہوگی۔ — جب تک کہ تو اپنی نظر بازیوں میں تڑپ تڑپ کر مر نہیں جائیگا۔

اور اس بارے میں میرے بھی کچھ اشعار ہیں۔

Marfat.com

مل السلامة فاعتدت لحظاته — وقفا على طلل يظن جميلا

سلامتی خطرے میں پڑجاتی ہے اسکی نظریں — ایسے ٹیلہ پر ہوتی ہیں جس کو وہ حسین سمجھتا ہے

مازال تتبع اثره لحظاته — حتى تشحط بينهن قتيلا

وہ اپنی نگاہ کی اتباع کرتا رہتا ہے — یہاں تک کہ مقتول ہوکر گر پڑتا ہے۔

یہ کیسی عجیب بات ہے کہ نگاہ کا تیر منظور تک یعنی جس کی طرف دیکھتا ہے نہیں پہونچتا بلکہ خود نظر کرنے والے کے قلب کو نشانہ بناتا ہے چنانچہ میرے قصیدے کے یہ دو شعر ہیں۔

یا رامیا بسهام اللحظ مجتهدا — انت القتيل بما ترمی فلا تصب

اے نظر کے تیر قوت سے چلانے والے — تو خود اپنے تیر سے مارا جائیگا تو صحیح عمل نہیں کررہا ہے

وباعث الطرف يرتاد الشفاء له — احبس رسولك لئلا تيك بالعطب

اور اے نظر کو شفاء کے لئے بھیجنے والے — اپنے قاصد کو روک تاکہ تیرے لئے مصیبت نہ آئے

اور پھر اس سے عجیب تر بات یہ ہے کہ نظر و گناہ انسان کے قلب کو اس طرح مجروح کردیتی کہ زخم پر زخم۔ اور چرکوں پر چرکے لگتے ہی چلے آتے ہیں۔ لیکن ان زخموں اور چرکوں کی تکلیف کچھ ایسی میٹھی ہوتی ہے کہ ان زخموں کو دور کرنے کی خواہش تک انسان کے اندر پیدا نہیں ہوتی اور اس بارے میں بھی میرے کچھ شعر ہیں۔

مازلت تتبع نظرة فی نظرة — فی اثر کل ملیحة ومليح

تو ہر ملیحہ عورت اور ہر ملیح امرد پر نظر پر نظر ڈالتا چلا جارہا ہے

وتظن ذالك دواء جرحك والهوى فی التحقيق تجريح علی تجريح

اور تو اسے اپنے زخم کی دوا سمجھتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ہر زخم پر زخم لگ رہا ہے۔

فذبحت طرفك بالمحظات وبالبكا — فالقلب منك ذبيح اى ذبيح

خود تو نے ہی نگاہوں۔ اور رونے سے اپنے کو ذبح کیا ہے تیرے قلب کو خود تو نے ہی ذبح کیا ہے۔

اور اسی لئے کہا گیا ہے کہ نظر و گناہ کو روک لینا مسلسل اور دوامی حسرتوں اور تکلیفوں کے مقابلہ میں بہت سہل اور آسان ہے۔

فصل

خطرات قلب خیر و شر کا مبدا منبع ہیں تمام ارادے

ہمتیں. عزیمتیں خطرات ہی سے پیدا ہوتی ہیں خطرات کے چار اصول ہیں۔
خطرات قلب کا معاملہ بڑا ہی سخت اور نازک ہے، ہمہ قسم کے خیر و شر کا مبداء خطرات قلب ہیں۔ انسان کے اندر ارادے ہمتیں. عزیمتیں خطرات ہی کے ذریعہ پیدا ہوتی ہیں. جو شخص خطرات قلب کی نگہداشت اور صحیح پاسبانی کرے تو وہ اپنے نفس کے اختیارات کا مالک بن جاتا ہے. اپنی خواہشات پر پورا پورا قابو پالیتا ہے اور جس پر خطرات غالب آجاتے ہیں اس پر خواہشات ۔ اور نفس پوری قوت سے غلبہ پالیتے ہیں اور جب کوئی شخص خطرات سے مغلوب ہو جاتا ہے تو خطرات اسے جبراً ۔ قہراً ہلاکتوں اور تباہیوں کی طرف کھینچ لے جاتے ہیں. کیوں کہ خطرات کی جائے ورود قلب ہے. اور قلب پر جب متواتر اور پے بہ پے خطرات کا ورود ہوتا ہے وہ باطل تمناؤں اور غلط آرزوؤں کی صورت اختیار کر لیتے ہیں. اور یہ باطل تمنائیں ۔ اور غلط آرزوئیں ایسی ہوتی ہیں جیسا کوئی پیاسا انسان کسی چٹیل میدان کو پانی کا سمندر سمجھ کر دوڑ پڑتا ہے۔

کسراب بقیعۃ یحسبہ الظمآن ماء حتی اذا جائہ لم یجدہ شیئاً ووجد اللہ عندہ فوفاہ حسابہ واللہ سریع الحساب:

انکے اعمال مثل اس سراب کے ہیں جو میدان میں ہو کہ پیاسا اسے پانی خیال کرتا ہو۔ یہاں تک کہ جب اس کے پاس جاتا ہے تو کچھ نہیں پاتا۔ اور اللہ کو اپنے پاس موجود پاتا ہے پس اللہ اس کا پورا پورا حساب دیتا ہے اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔ (سورۃ النور)

وہ آدمی نہایت ہی دون ہمت اور ذلیل النفس ہے جو حقائق کے مقابلہ میں غلط تمناؤں اور جھوٹی آرزوؤں پر قناعت کر بیٹھے۔ اور اپنی تمناؤں اور آرزوؤں سے اپنے کو مزین اور آراستہ کرتا ہے قسم خدا کی۔ یہ غلط تمنائیں، جھوٹی آرزوئیں مفلس، کنگالوں کا سرمایہ اور غلط کار سودے بازوں کا راس المال ہے. یہ تمنائیں اور آرزوئیں ان ناکارہ انسانوں کی طاقت ہے جو صرف خیالات کی دنیا میں بستے ہیں اور حقائق کی غلط امیدیں باندھتے ہیں کسی شاعر نے کیا اچھا کہا ہے۔

امانی من سعدیٰ رواء علی الظماء سقتنا بہا سعدیٰ علی ظمأ برد!
سعدیٰ سے میری تمنا پیاسے کی سیرابی تھی سعدیٰ نے پیاس پر اوس دیئے
منی ان تکن حقا تکن احسن المنی والا فقد عشنا بہا زمنا رغدا!
تمنائیں اگر صحیح ہوتیں تو بہترین تمنائیں ہوتیں ورنہ ہم اس کے ساتھ مدتوں خوش رہے ہیں

یہ غلط تمنائیں اور آرزوئیں انسان کے حق میں جسقدر مضر ہیں دوسری کوئی چیز اس قدر مضر نہیں ان کی پیداوار محض عجز و کسل بے ہمتی - کاہلی سے ہوتی ہے اور پھر اس سے ہمہ قسم کی کوتاہیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اور سب کچھ ضائع ہو جاتا ہے اور پھر سوائے حسرتوں اور ندامتوں کے اس سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ سمجھ لو کہ یہ حرمان نصیبیاں انکی قسمت میں مقدر ہو چکی ہیں۔ جب آدمی کی زندگی صرف تمناؤں۔ اور آرزوؤں سے وابستہ ہے حقیقت تک کبھی اسے رسائی نہیں ہوتی - ایسا آدمی جب کبھی حقیقت کا کوئی عکس اور صورت دیکھ پاتا ہے تو اسے بہت بڑی چیز سمجھ لیتا ہے۔ اور اس کی طرف والہانہ دوڑتا ہے اس سے معانقہ کرتا ہے اور بغلگیر ہوتا ہے۔ اور اس خیالی - وہمی - فکری صورت کے پا لینے پر کہ جس سے اسے کوئی فائدہ نہیں قناعت کر لیتا ہے۔ اس کی مثال بعینہ ایسی ہوتی ہے۔ جیسا ایک بھوکا پیاسا آدمی اپنے وہم و خیال میں کھانے پینے کی صورت پا لیتا ہے، اور اسی پر قناعت کر لیتا ہے حقیقتاً وہاں نہ کوئی کھانا ہے۔ نہ پینے کی کوئی چیز ہے۔ اسی قسم کی خیالی - وہمی چیزوں پر مطمئن ہو جانا اور ان پر قناعت کر لینا۔ انتہا درجہ کی پست - اور ذالت نفس کی دلیل ہے۔ شرافت نفس طہارت نفس۔ علو نفس۔ اور بلند نفسی تو یہ ہے کہ انسان ہر بے حقیقت خطرہ کو اپنے سے دور رکھے۔ کبھی گوارا بھی نہ کرے کہ کوئی بے حقیقت خطرہ اس کے قلب پر وارد ہو سکے۔ اور نفس کے قریب پہونچ کر سہارا لے سکے۔

جب خطرات کی حقیقت تم پر واضح ہو گئی تو اب یہ سمجھ لو کہ ہر قسم کے خطرات چار اصول کے ماتحت پیدا ہوتے ہیں۔

اوّل - وہ خطرات جن سے انسان اپنا دنیوی مفاد حاصل کرتا ہے۔

دوم - وہ خطرات جن کے ذریعہ دنیا کی مضرتوں کی مدافعت کی جاتی ہے۔

سوم - وہ خطرات جن کے ذریعہ آخرت کی مصالح حاصل کی جاتی ہے۔

چہارم۔ وہ خطرات جن کے ذریعہ آخرت کی مضرتوں کی مدافعت کی جاتی ہے۔

بندے کو چاہیئے کہ اپنے تمام خطرات۔ افکار اور ہموم کو ان چار اصول کے اندر محدود و محصور کر لے کسی بندے کے خطرات جب ان چار قسموں میں محدود و محصور ہو جائیں۔ تو چاہیئے کہ تا امکان چاروں کو اپنے لیے جمع کر لیوے اور ہر ایک کو اپنے اختیارات کی حدود میں بند کرے۔ اگر کبھی بے شمار خطرات کا ہجوم ہو جائے مثلاً ہر چہار قسم کے خطرات اور خطرات سے

متعلقات ۔اور متعلقات کے افکار کی کثرت وفراوانی ہوجائے تو چاہیئے کہ الاھم فالاھم کا اصول اختیار کرلے ۔جو زیادہ اہم ہوں۔ اور انکے فوت ہونے کا خطرہ ہو انہیں مقدم رکھا جائے ۔اور جو اہم نہ ہوں۔ ان سے فوت ہونیکا خطرہ اور اندیشہ نہ ہو انہیں موخر کردیوے باب رہے دوسری قسم کے افکار کہ اہم ہیں لیکن فوت ہونیکا اندیشہ نہیں ہے اور اہم نہیں ہے اور ان کے فوت ہونے کا خطرہ اور اندیشہ بھی نہیں ہے۔یہ دو قسمیں ایسی ہیں کہ ہر ایک کی شان ایسی ہے کہ اسے مقدم رکھا جائے اس صورت میں انسان نہایت متردد اور پریشان ہوجایا کرتا ہے۔کہ کسے اختیار کرے ؟ اور کسے مقدم سمجھے ؟ اگر اہم کو مقدم رکھتا ہے تو کم درجہ کی چیز فوت ہوجاتی ہے۔ اگر کم درجہ کی چیز کو مقدم رکھتا ہے تو جو اس سے اہم ہے اس سے توجہ ہٹ جاتی ہے اور یہ مشکل وہاں پیدا ہوتی ہے۔جہاں ایسی دو چیزیں سامنے آجاتی ہیں۔جن کا اجتماع بیک وقت ناممکن ہوتا ہے اور ایک کی تحصیل سے دوسری کا فوت ہونا لازمی ہوتا ہے ایسا اس لئے واقع ہوتا ہے کہ انسان کو پوری عقل وفہم ۔اور کامل بصیرۃ ومعرفت سے کام لینے کی ضرورت ہوتی ہے۔اور یہی وہ مقام ہے جہاں سے رفعت وبلندی حاصل کرنیوالا رفعت وبلندی حاصل کرلیتا ہے نجات وفلاح پانیوالا نجات وفلاح پالیتا ہے اور خسارہ پانیوالا خسارہ پالیتا ہے۔اکثر ارباب عقل وبصیرت کو تم ایسا پاؤ گے کہ وہ غیر اہم امر کو جس کے فوت ہونیکا اندیشہ نہیں۔اہم امر سے جس کے فوت ہونیکا اندیشہ ہے۔موخر کردیتے ہیں۔اور یہ ایک مانا ہوا کلیہ ہے جس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا البتہ اس کلیہ پر کوئی زیادہ عمل کرتا ہے۔کوئی کم۔اور اس کلیہ کی اصل وہ قاعدہ کلیہ ہے جس پر شرع وقدر کا دارومدار ہے اور جس کی طرف تخلیق وامر کی رجعت ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ بڑی اور اعلیٰ مصلحت کو چھوٹی کے مقابلے میں زیادہ ترجیح دی جائے بڑی خرابی کی مدافعت کے لئے چھوٹی خرابی اختیار کرلی جائے۔بڑی مصلحت کی تحصیل کیلئے چھوٹی مصلحت کو ترک کردیا جائے بڑے مفسدے کی مدافعت کے لئے چھوٹا مفسدہ اختیار کرلیا جائے یہ وہ کلیہ ہے کہ کوئی صاحب عقل وبصیرت اس سے متجاوز نہیں ہوسکتا دنیا کی تمام شریعتوں کی بنیاد اسی قاعدہ کلیہ پر ہے۔دنیا اور آخرت کی کوئی مصلحت اس کلیہ کے بغیر انجام نہیں پاسکتی اور ظاہر ہے کہ سب سے اعلیٰ ۔اجل ۔اور نافع ترین فکر وغور وہ ہے جو صرف اللہ تعالیٰ اور آخرت کے لئے صرف ہو۔

جو فکر اللہ تعالیٰ کے لئے ہوتی ہے اس کی چند قسمیں ہیں۔

Marfat.com

اوّل - یہ کہ اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی آیتوں پر غور و تدبر کیا جائے - آیتوں - اور آیتوں کی مراد پوری عقل و بصیرت کے ساتھ سمجھنے کی کوشش کی جائے - فہم و ادراک سے کام لیا جائے اور حقیقت بھی یہ ہے کہ خدا نے قرآن اتارا بھی اسی لئے ہے کہ اس پر غور و تدبر کیا جائے سمجھا جائے محض تلاوت کے لئے نہیں اتارا - بلکہ تلاوت بھی اسی لئے لازم کی گئی ہے کہ یہ فہم و ادراک کا ذریعہ ہے چنانچہ بعض سلف صالحین کا قول ہے -

انزل القرآن لیعمل بہ - فاتخذوا تلاوتہ عملا - قرآن اس لئے اتارا گیا ہے کہ اس پر عمل کیا جائے لہذا تم عمل کے لئے تلاوت کرو -

دوم - یہ کہ خدا کی مشہود یعنی روزمرہ مشاہدے سے گزرنے والی نشانیوں پر غور و تدبر کیا جائے - اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنی نشانیاں اور علامتوں پر غور و تدبر کا حکم دیا ہے سوچنے سمجھنے کا امر فرمایا ہے - اور ان سے غفلت کرنیوالوں کی مذمت فرمائی ہے -

سوم - خدا کی بخششوں - اور اس کے احسانات پر غور و تدبر کیا جائے - کہ اس نے اپنے بندوں پر کیسے کیسے احسانات و انعامات کئے ہیں ؟ اور اس کی مغفرت و رحمت - حلم و بردباری کس قدر وسیع - اور ہمہ گیر ہے ؟

غور و تدبر - فکر و تامل کی یہ تین قسمیں ایسی ہیں جو قلب انسان کو معرفت الٰہی - محبت خداوندی - خوف و رجاء - امید و بیم سے مالامال کر دیتی ہیں - اور اگر دائمی غور و تدبر کے ساتھ ذکر خداوندی کا سلسلہ بھی جاری رکھا جائے - تو معرفت الٰہی - اور محبت خداوندی کے رنگ سے پوری طرح رنگ جاتا ہے -

چہارم - یہ کہ عیوب نفس - آفات نفس - عیوب عمل پر غور و تدبر کیا جائے یہ غور و تدبر نہایت نفع بخش ہے - دنیا و آخرت کی بڑی بڑی بھلائیاں اس سے وابستہ ہے یہ غور و تدبر ہر قسم کی خیر و فلاح کا دروازہ ہے - یہ غور و تدبر نفس امارہ کی قوتوں کو پاش پاش کر دیتا ہے - اس سے نفس امارہ اس قدر بے بس ہو جاتا ہے - کہ برائیوں کے حکم سے اُسے رُک جانا پڑتا ہے اور جب نفس امارہ ٹوٹ گیا تو پھر نفس مطمئنہ اطمینان و خوش عیشی سے اپنا وقت گزارتا ہے اور ہر طرح خوش عیشی کے ثمرات سے مستفید ہوتا ہے اور حکم و فرمانروائی بھی اسی کی جاری رہتی ہے - جب نفس مطمئنہ خوش عیشی سے وقت گذارتا ہے - تو قلب بھی زندہ رہتا ہے اور خوشگوار زندگی گزارتا ہے اور اپنی مملکت میں پوری قوت سے حکومت کرتا ہے ساری مملکت میں صرف اسی کا حکم چلتا ہے

Marfat.com

نیز قلب کے تمام امرأ۔ حکام ۔ اور قلب کا سالار لشکر اس کا مطیع ہوتا ہے۔ اور مملکت کی ساری مصلحتیں اور حکمتیں قلب کے منشا کے مطابق عمل میں لاتے ہیں اور ساری قوتیں ۔ صلاحیتیں قلب کی مرضیات پر نثار کر دیتے ہیں۔

پنجم ۔ یہ کہ وقت کے واجبات اور ضروریات اور وظیفہ اعمال پر غور و تدبر کیا جائے اور عزم و ہمت کی تمام تر توجہات اپنی چیزوں کی طرف موڑ دی جائیں ۔ چنانچہ عارف انسان وقت کا بیٹا ہوتا ہے۔ اگر انسان وقت کی قدر نہیں کرتا اور اسے ضائع کر دیتا ہے تو گئے ہوئے وقت کا وہ کبھی تدارک ہی نہیں کر سکتا۔ امام شافعی کا مقولہ ہے۔

صحبت الصوفیۃ ۔ فلم استفد منھم سوی حرفین ۔ احدھما تولھم الوقت سیف ۔ فان لم تقطعہ قطعک ۔ والاخری ان نفسک ان شغلتھا بالحق ۔ والا شغلتک بالباطل۔

صوفیہ کی صحبت سے میں نے چار باتیں حاصل کی ہیں ایک یہ کہ وقت تلوار ہے۔ اگر تم اس سے نہیں کاٹتے تو سامنے والا تمہیں اس سے کاٹے گا۔ دوسری یہ کہ اگر تم اپنے نفس کو حق میں مشغول نہیں کرتے تو وہ تمہیں باطل میں الجھا دیگا۔

حقیقت امر یہ ہے کہ اسی وقت کا نام انسان کی عمر ہے ۔ نعیم مقیم ۔ جنت کی دائمی زندگی کا اصل مادہ اور مواد بھی وقت ہے ۔ اور وقت نہایت تیز رفتار ہے بادلوں سے بھی جلد آتا ہے اور گزر جاتا ہے ۔ پس انسان کا وہ وقت جو صرف اللہ کے لئے ہو وہی اس کی زندگی اور اس کی عمر کا حقیقی مواد ہے ۔ اس کے سوا دوسرا وقت حیات و زندگی میں محسوب ہی نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ انسان کتنی ہی طویل زندگی پالے ۔ اس کی یہ زندگی چوپایوں اور جانوروں کی زندگی ہوگی جس انسان کا وقت غفلت ۔ شہوت رانی ۔ باطل تمناؤں اور فاسد آرزوؤں میں بسر ہو رہا ہو ۔ اس کا سونا اس کے جاگنے سے بہتر ہے اس کا دنیا میں جینا ہی بے کار ہے ۔ اس کے حق میں زندگی سے موت بہتر ہے ۔ نماز کے متعلق یہ کہا گیا ہے ۔ کہ بندہ نماز پڑھتا ہے تو نماز میں اس کا اتنا ہی حصہ ہے، جتنا وہ سمجھتا ہے ۔ حقیقتاً ایک انسان کی عمر وہی ہے جو اللہ کے لئے اور اللہ کے لئے بسر ہوئی ہو۔

مذکورۂ بالا خطرات و افکار کے سوا جس قدر بھی خطرات و افکار ہیں وہ شیطانی وساوس باطل تمنائیں اور محض فریب ہیں ان خطرات و افکار کا وہی حال ہے جو نشہ میں بدمست وسوسوں

Marfat.com

سے مارے ہوئے آدمی کے خطرات قلبیہ اور افکار دماغی کا حال ہوتا ہے۔ اصل حقیقت کا پتہ انہیں اس دن لگے گا جب ان پر حقیقت منکشف ہوگی اور وہ زبان حال سے کہتے ہونگے۔

ان کان منزلتی فی الحب عندکم ما قد لقیت فقد ضیعت ایامی

اگر محبت میں میرا مقام تمہارے نزدیک اسی قدر ہے جو میں پا رہا ہوں تو میں نے اپنے دن ضائع کئے

امنیۃ ظفرت بھا نفسی فی زمنا والیوم احسبھا اضغاث احلام

میری وہ تمنائیں جنہیں میری جان نے ایک مدت میں حاصل کیا آج وہ مجھے خواب و خیال کی باتیں نظر آرہی ہیں۔

خوب سمجھ لینا چاہیئے قلبی حضرات فی نفسہ برے نہیں ہوتے۔ بلکہ یہ برا ہے کہ خوانخواہ دعوت دیجائے اور ان سے انس پیدا کیا جائے۔ خواطر کی حیثیت راہ گذر مسافر کی سی ہے۔ اگر اسے منہ نہ لگایا جائے اس سے بات چیت نہ کی جائے۔ وہ خود بخود چلتا بنے گا۔ لیکن اگر تم اسے منہ لگاؤ گے تو تمہیں اپنی میٹھی میٹھی باتوں سے بھالے گا۔ اور تمہیں دھوکہ دیجائیگا۔

جو نفس فارغ معطل۔ اور بیکار رہتا ہے۔ خواطر و افکار اس پر بہت بری طرح حملہ کر دیتے ہیں۔ البتہ اس قلب و نفس پر خواطر کا حملہ و شوار ہوتا ہے۔ جو شریف اور آسمانی ہوتے ہیں اور عالم بالا سے رشتۂ طمانیت جوڑے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر دو قسم کے نفس پیدا کئے ہیں۔ نفس امارہ۔ نفس مطمئنہ یہ ہر دو نفس ہمیشہ باہم لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں۔ کیونکہ جو چیز نفس امارہ کے لئے معمولی ہوتی ہے۔ نفس مطمئنہ کے لئے بھاری ہوتی ہے جس چیز سے نفس امارہ لذت اندوز ہوتا ہے نفس مطمئنہ کو اس سے تکلیف ہوتی ہے۔ نفس امارہ کو یہ بہت بھاری اور انتہا درجہ تکلیف دہ ہے۔ کہ انسان صرف اللہ تعالیٰ کیلئے عمل کرے۔ اور اللہ تعالیٰ کو سب سے مقدم سمجھے۔ اور خواہشات کے مقابلہ میں رضائے الٰہی کو ترجیح دے۔ لیکن نفس مطمئنہ کے لئے اس سے بہتر نفع بخش فرحت آگیں کوئی چیز نہیں۔ نفس مطمئنہ کو اس عمل سے انتہا درجہ تکلیف ہوتی ہے جو غیر اللہ کے لئے کیا جائے۔ یا خواہشات کی پیروی کیجائے۔ یہ باتیں نفس مطمئنہ کے حق میں سخت مضرت رساں ہیں۔

قلب کی یہ حالت ہے کہ قلب کی داہنی جانب نفس مطمئنہ اور فرشتہ رہتا ہے اور بائیں جانب نفس امارہ اور شیطان اس فرشتہ اور شیطان میں ہمیشہ جنگ جاری رہتی ہے۔ باطل قباحت اعمال شیطان۔ اور نفس امارہ سے وابستہ ہوتے ہیں۔ اور حق۔ اور صالح عمل فرشتے اور نفس مطمئنہ کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں۔ اور زندگی بھر جانبین کی جنگ جاری رہتی ہے کبھی سپہ گرد ہ

غالب رہتا ہے، کبھی وہ بیکن نصرت وظفرمندی صبر واستقامت کے ساتھ ہی وابستہ ہے، جو شخص صبر کرتا ہے۔ باہم حق کی تلقین کرتا ہے۔ باہم ربط وتعلقات استوار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ ایسے شخص کے لیے فلاح ونجات ضروری ہے۔ خدا کا حکم کبھی تبدیل نہیں ہوسکتا اس نے صاف صاف فرما دیا ہے۔ انجام کار تقویٰ وپرہیزگاری کے لئے ہے۔ فوز وفلاح متقیوں اور پرہیزگاروں ہی کے لئے ہے۔

انسان کا قلب ایک سادہ۔ بے نقش ونگار لوح ہے۔ خواطر وافکار کے نقوش قلب پر منقش ہوتے ہیں جس قسم کے خواطر وافکار ہونگے۔ اسی قسم کے نقوش منقش ہونگے۔ پس کسی عقلمند کے لئے یہ کیونکر سزاوار ہے کہ وہ اس سادہ اور بے نقش لوح کو کذب وغرور، فریب، دھوکہ۔ اور باطل تمناؤں فاسد آرزوؤں اور سراب نما بے حقیقت نقوش سے سیاہ کرے؟ ان باطل نقوش سے کونسی حکمت۔ کونسی مصلحت۔ کونسا علم۔ کونسی ہدایت قلب میں منقش ہوسکتی ہے؟ اگر انسان چاہتا ہے کہ ان نقوش کے ساتھ علم وحکمت اور رشد وہدایت کے نقوش قلب پر منقش کرے۔ تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں۔ کہ ایک سیاہ لوح پر علم نافع کے نقوش لکھ رہا ہے جس سے کوئی فائدہ نہیں۔ قلب اگر خواطر رذیہ سے پاک نہیں ہے تو اس میں مفید خواطر۔ مفید افکار جگہ ہی نہیں پا سکتے۔ پاکیزہ خواطر۔ مفید افکار تو پاکیزہ صاف ستھری جگہ ہی میں منقش ہو سکتے ہیں۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

اتانی ھواھا قبل ان اعرف الھوی　　فصادف قلبا خالیا فتمکنا

اُس معاشق میرے پاس اس وقت آیا جب کہ میں عشق کو پہچانتا بھی نہ تھا تو اسے خالی قلب مل گیا جہاں وہ جاگزیں ہوگیا

اور اسی بنا پر اکثر صوفیہ نے اپنے مسلک کی عمارت حفظ خواطر پر قائم کی ہے اور کہتے ہیں تا امکان کسی خطرے کو قلب میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔ اور قلب کو بالکل فارغ۔ اور صاف ستھرا رکھا جائے تاکہ قلب کشف ووجدان۔ اور ظہور حقائق علویہ کے قابل رہے۔ لیکن ان صوفیہ نے اس ایک چیز کی حفاظت کرنے میں بہت سی قیمتی چیزیں ضائع کردیں۔

صوفیہ نے قلب کو اسقدر خالی رکھنے کی کوشش کی کہ کسی ایک خطرے کو بھی جگہ نہ دی گئی۔ لیکن نتیجہ یہ نکلا کہ جب اس جگہ کو شیطان نے خالی پایا تو دوڑ پڑا۔ اور باطل۔ فاسد امور کو ان چیزوں کا جامہ پہنا دیا۔ جن کو یہ لوگ اعلیٰ اور اشرف سمجھتے تھے۔ ان باطل اشیاء کو خیالی۔ وہمی برتر چیزوں کا جامہ پہنا کر ان خواطر وافکار کے حوض میں لا دھرا جو حقیقتاً علم وہدایت کے

Marfat.com

مادہ ہے۔ جب قلب ان شریف خواطر و افکار سے خالی رہا۔ تو شیطان دوڑ پڑا۔ اور صاحب قلب کے مناسب حال کوئی مشغلہ تجویز کر لیا۔ اور مشغلہ کے مناسب حال خواطر و افکار کھڑے کر دیئے۔ اور انہیں اسے مشغول کر دیا۔ ظاہر ہے کہ ایک انسان اگر سفلی خواطر و افکار کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ تو اس میں علوی خواطر و افکار کی صلاحیت کہاں ہو گی چنانچہ شیطان نے ایک ارادہ سے اسے الگ کر دیا۔ لیکن تجرید و فراغ کے ارادہ میں مشغول کر دیا۔ کہ بندہ بالکل بیکار ہو کر رہ جائے۔ درحقیقت موجب صلاح و فلاح وہ ارادہ ہے جو اس کے قلب پر اپنی حکومت قائم کر کے اسے عملی زندگی عطا کرے۔ اور یہ وہی ارادہ ہو سکتا ہے جو خدا کے دینی۔ امری مراد کو پورا کر سکے۔ جو خدا کو محبوب و پسندیدہ ہے اور جس سے اسکی رضامندی وابستہ ہے۔ اور وہی ہے جو قلب کو اور قلب کی ساری مصروفیتوں کو معرفت الٰہی اور معرفت الٰہی کی تفصیلات کی طرف موڑ دے۔ اور خلق کی مخلوق میں خدا کے دینی۔ امری احکام کے نفاذ و اجرا کی طرف سے متوجہ کر دے۔ اور اس کے لئے سعی عمل کے جذبات پیدا کر دے۔ اس طرح بندہ اپنے کو خدا تک پہونچانے کی کوشش کرے اور خلق میں خدا کے دینی و امری احکام نافذ کرے۔ لیکن شیطان نے انکو اس راہ سے بھٹکا دیا۔ اور کہدیا انہیں ان گورکھ دھندوں سے کیا واسطہ؟ اور زہد و تقشف کی راہ کشادہ کر دی۔ دنیا۔ اور دنیا کے اسباب سے یک لخت الگ کر دیا۔ اور صحیح صراط مستقیم سے ہٹا کر غلط راہ پہ لگا دیا۔ اور وہمیات و خیالات کی دنیا میں لیجا کر کھڑا کر دیا۔ اور کہہ دیا۔ لوگو! انسان کا کمال یہی ہے۔ کہ وہ تجرید و فراغ کی بے عملی میں زندگی گذار دے۔ دنیا اور دنیا کے اسباب سے بندے کو کیا واسطہ؟ افسوس۔ صد افسوس

بندے کا کمال تو یہی ہے کہ خواطر و ارادت کے ذریعہ بندہ اپنے قلب اور باطن کی صفائی کرے۔ دنیا والوں کی پروا نہ کرتے ہوئے پروردگار عالم کی خوشنودی حاصل کرنے میں اپنے خواطر و ارادوں میں کو کام میں لائے۔ ان طریقوں اور راستوں پر غور و تدبر کرنا جو خدا تک پہنچاتے ہیں۔ پس کامل ترین انسان وہ ہے۔ جس کے خواطر و افکار۔ اور ارادے بے شمار ہوں۔ لیکن وہ صرف پروردگار عالم کی رضامندی کے لئے ہوں۔ اور ناقص ترین انسان وہ ہے۔ جس کے خواطر و افکار۔ اور ارادے بے شمار ہوں۔ لیکن وہ حظ نفس اور خواہشات کے لئے ہوں۔ واللہ المستعان۔

یہ دیکھو! حضرت فاروق رضی ہیں۔ آپ کے خواطر و افکار کس قدر

Marfat.com

کثیر و وافر ہوتے تھے۔ لیکن وہ محض رضائے الٰہی کے ماتحت ہوتے تھے آپ کے خواطر و افکار اس قدر وافر ہوتے تھے کہ باہم ٹکراتے تھے بعض اوقات یہ خواطر و افکار نماز کی حالت میں آپ پر مستولی ہو جاتے تھے۔ اور آپ نماز ہی کے اندر ان سے کام لیتے تھے۔ اپنی نماز میں وہ مجاہدین کا لشکر ترتیب دیتے تھے۔ اور اس طرح آپ ایک عبادت میں دوسری عبادت کو داخل اور شامل کر لیتے تھے۔ نماز میں جہاد کو داخل کر لیتے تھے۔ نماز بھی ادا ہو رہی ہے اور جہاد بھی ہو رہا ہے اللہ اللہ تداخل عبادت فی العبادت کی کیا بہترین صورت ہے؟ یہ عزیز و شریف دروازہ اسی کے لئے وا ہوتا ہے۔ جو صادق القول۔ حاذق القلب ہوتا ہے علم و بصیرت سے آراستہ ہوتا ہے عالی حوصلہ اور بلند ہمت ہوتا ہے۔ وہ ان امور میں اس قدر مہارت رکھتا ہو کہ ایک عبادت میں داخل اور شامل ہونے کے بعد وہ بہت سی عبادتیں اس کے اندر کس طرح داخل کر سکتا ہے۔ اور اس میں کس طرح وہ کامیاب ہو سکتا ہے۔ یہ عبادت و حذاقت محض خدا کا عطیہ ہے اور بس۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

فصل

جہنم میں جانے والوں میں اکثر زبان کی وجہ سے جائینگے
غیر ضروری باتوں سے احتراز کرنا دین کی بہتری ہے،

زبان معاصی اور گناہوں کا پر خطر دروازہ ہے۔ اس کی حفاظت یہی ہے کہ زبان پر پورا پورا قابو رکھا جائے۔ بلا ضرورت ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکالا جائے۔ وہی بات زبان سے نکالے جس میں انسان اپنا فائدہ دیکھے۔ جب کوئی شخص بات کرنے کا ارادہ کرے تو پہلے غور کرلے کہ اس سے اس کو فائدہ پہونچے گا یا نقصان؟ اگر اسمیں فائدہ نظر نہ آئے تو خاموشی اختیار کرے اور اگر بات کرنے میں فائدہ نظر آتا ہے تو پھر سوچنا چاہیئے کہ یہ بات اور یہ کلمہ زیادہ مفید رہے گا یا کوئی دوسرا کلمہ؟ اگر دوسرا کلمہ زیادہ سود مند ہے تو وہی زبان سے نکالے۔ فائدہ کو کبھی ترک نہیں کرنا چاہیئے۔

اگر تم کسی کے قلب و ضمیر کا پتہ لگانا چاہتے ہو تو اسکی زبان کی حرکت کو دیکھو۔ کوئی چاہے یا نہ چاہے بات دل کا راز کھول دے گی۔ چنانچہ حضرت یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں۔

Marfat.com

القلب کالقدر۔ تغلی بھا فیھا والسنتھا مغارفھا: قلب دیگچہ کی طرح ہے۔ اسمیں جو کچھ ہوتا ہے۔ جوش کھاتا ہے۔ اور زبانیں کفگیر ہیں۔

جب کوئی شخص گفتگو کرے تو دیکھو۔ اس کی زبان سے وہی بات جو اس کے قلب میں ہوتی ہے۔ زبان قلب کا کفگیر ہے۔ قلب میں جو کچھ شیریں۔ تلخ۔ لذیذ۔ خوشگوار چیز ہوگی۔ کفگیر پر آ جائے گی۔ زبان قلب کے ذائقہ کا پتہ دے گی۔ اور اسی طرح پتہ دے گی جس طرح دیگچہ کا ذائقہ زبان سے چکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ اس کے قلب میں جو کچھ ہوگا۔ اس کا ذائقہ تمہیں اس کی زبان سے معلوم ہو جائے گا۔ چنانچہ حضرت انسؓ کی ایک مرفوع حدیث کے اندر ہے۔

لا یستقیم ایمان عبد حتی یستقیم قلبہ۔ ولا یستقیم قلبہ حتی یستقیم لسانہ: جب تک بندے کا قلب درست نہ ہو اس کا ایمان درست نہیں۔ اور جب تک اس کی زبان درست نہ ہو اس کا قلب درست نہیں

آنحضرت صلعم نے کسی سے دریافت کیا لوگ زیادہ تر جہنم میں کس چیز کی وجہ سے جائیں گے؟ آپ نے فرمایا۔

الفم والفرج! منہ اور شرمگاہ۔

اس حدیث کو امام ترمذیؒ نے حسن اور صحیح کہا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت معاذ نے آنحضرت صلعم سے دریافت کیا۔ یا رسول اللہ۔ وہ کونسا عمل ہے۔ جس سے بندہ جنت میں داخل ہو اور جہنم سے بچ جائے؟ آپ نے خاص خاص عمودی اور اصولی چیزیں بتلانے کے بعد فرمایا۔

الا اخبرک بملاک ذالک کلہ؟ کیا میں تمہیں ان تمام پر حاوی چیز نہ بتلا دوں

حضرت معاذ رضہ نے عرض کیا۔ کیوں نہیں ضرور بتلائیں۔ آپ نے اپنی زبان اپنی انگلیوں سے پکڑ لی۔ اور فرمایا۔

کف علیک ھذا: اسے اپنے قابو میں رکھو۔

حضرت معاذؓ نے عرض کیا۔ کیا ہم بات کرتے ہیں۔ اس کا بھی مواخذہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا۔

ثکلتک امک یا معاذ۔ وھل معاذ! تمہاری ماں تم پر روئے لوگ زبان

Marfat.com

یکب الناس فی النار علی وجوھھم	ہی سے تو منہ کے بل جہنم میں پھینکے جاتے ہیں
۔ او قال۔ علی مناخرھم الا حصائد	یا فرمایا کہ ناک کے بل۔ اپنی زبانوں سے
السنتھم :	کرتوت سے۔

امام ترمذی نے اس ہدایت کو حسن اور صحیح کہا ہے۔

یہ کچھ عجیب بات ہے کہ انسان حرام کھانے سے۔ظلم وزنا کاری سے۔چوری اور شراب خوری سے اپنے کو بچالیتا ہے۔ غیر محرم عورت پر نگاہ ڈالنے سے باآسانی اپنے کو بچا لیتا ہے۔ اور گناہ سے باز رہتا ہے۔لیکن افسوس کہ زبان کی حرکت سے اپنے کو نہیں بچا سکتا۔ بسا اوقات تم دیکھو گے کہ ایک دیندار آدمی ہے جو زہد وعبادت میں بلند پایا رکھتا ہے۔ اس کی دینداری کا گھر گھر چرچا ہے جس راستہ سے گزرتا ہے لوگ اشارہ کرتے ہیں کہ فلاں بزرگ تشریف لے جا رہے ہیں ۔ ان تمام باتوں کے ہوتے ہوئے انکو اپنی زبان پر قابو نہیں ہوتا۔ نہایت بے باکی۔ اور لاپرواہی سے اس کی زبان سے ایسے الفاظ نکلتے ہیں جس سے خدا سخت ناراض ہوتا ہے۔ بسا اوقات ایسا لفظ۔ ایسا کلمہ اس کی زبان سے نکلتا ہے۔جو اسے اس کے مقام سے اتنی دور پھینک دیتا ہے۔جس کا فاصلہ مشرق ومغرب کی طرح ہوتا ہے۔بہت سے متورع۔پرہیزگار۔آدمیوں کو تم دیکھو گے کہ وہ فواحش۔فسق وفجور۔ظلم وجور سے بہت دور رہتے ہیں۔لیکن زبان بے سوچے سمجھے نہایت لاپرواہی سے چلتی ہی رہتی ہے۔ زندوں۔اور مردوں کی غیبت۔برائی آبروریزی بے دھڑک کیجاتی ہے۔ کیا کہہ رہا ہے۔کیا بک رہا ہے اس کی اسے پرواہ نہیں ہوتی۔اس قسم کی بے پرواہی سے باتیں کرنیکی حقیقت تم معلوم کرنا چاہتے ہو تو صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن جندبؓ کی حدیث دیکھ لو۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

قال رجل واللہ لا یغفر اللہ	کسی آدمی نے کہا قسم خدا کی فلاں آدمی کی خدا
بفلان۔ فقال اللہ عزوجل۔ من	مغفرت نہیں کرے گا۔ خدا نے فرمایا یہ اس
ذا الذی یتالی علی انی لا اغفر	بات پر قسم کھانے والا کون؟ میں نے اسے
بفلان۔ قد غفرت لہ واحبطت	بخش دیا۔ اور تیری نیکیاں میں نے غیرت
عملک :	نابکر دیں۔

غور کرو۔ عابد۔ زاہد۔ پارسا آدمی ہے عبادت وطاعت سے اپنے کو مزین وآراستہ

کر رکھا ہے۔ لیکن ایک کلمہ نے اس کے تمام اعمال سوخت کر دیئے۔ یہ روایت حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی مروی ہے ۔ اس میں یہ الفاظ زیادہ ہیں۔

تکلم بکلمۃ اوبقت دنیاہ و آخرتہ :

یہ ایسا کلمہ بول گیا جس نے اس کی دنیا اور آخرت خراب کر دی۔

اور صحیح بخاری۔ اور صحیح مسلم کے اندر۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

ان العبد لتکلم بالکلمۃ من رضوان اللہ لا یلقی لھا بالا یرفعہ اللہ بھا درجات۔ وان العبد لیتکلم بالکلمۃ من سخط اللہ۔ لا یلقی لھا بالا یھوی بھا فی نار جھنم :

بندے کے منہ سے کبھی نہایت بے پروائی سے خدا کی رضامندی کا کلمہ نکل جاتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ اس کے درجات بڑھا دیتا ہے اور بندے کے منہ سے کبھی نہایت بے پروائی سے خدا کی خفگی کا کلمہ نکل جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ جہنم میں جھونک دیا جاتا ہے۔

اور صحیح مسلم کے اندر ہے۔

العبد یتکلم بالکلمۃ مایتبین ما فیھا یھوی بھا فی النار ابعد ما بین المغرب والمشرق :

بندے کے منہ سے کبھی ایسا کلمہ نکل جاتا ہے جس کی بدی اس پر ظاہر نہیں ہوتی اور اس کی وجہ سے وہ جہنم سے ایسے گڑھے میں ڈال دیا جاتا ہے جس کی گہرائی مشرق و مغرب کے فاصلے سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔

ترمذی میں حضرت بلال بن حارث مزنی سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

ان احدکم لیتکلم بالکلمۃ من رضوان اللہ ما یظن ان تبلغ ما بلغت فیکتب اللہ لہ بھا رضوانہ الی یوم یلقاہ وان احدکم لیتکلم بالکلمۃ من سخط اللہ ما یظن ان تبلغ ما بلغت فیکتب

تم سے آدمی کبھی ایسی بات خدا کی مرضی کی بول دیتا ہے۔ کہ اسکو خود خدا کی اس رضامندی کا گمان تک نہیں ہوتا کہ اتنی رضامندی حاصل ہوگی اللہ تعالیٰ اس کو اس وجہ سے قیامت تک کے لیے اس کے حق میں اپنی رضامندی لکھ دیتا ہے اور تم میں سے کوئی خدا کی خفگی کی ایسی بات

اللہ لہ بھا سخطہ الی یوم یلقاہ:

بول دیتا ہے۔ جس کی خبر نہیں ہوتی کہ وہ کہاں پہونچے گی۔ اور اللہ تعالےٰ قیامت تک کے لیے اس کے حق میں اپنی خفگی لکھدیتا ہے۔

حضرت علقمہ کہا کرتے تھے۔ بلال بن حارث کی اس حدیث نے مجھے کتنی ہی باتوں سے روک دیا ہے۔

نیز جامع ترمذی کے اندر حضرت انسؓ سے مروی ہے کسی صحابی کا انتقال ہوگیا کسی نے کہا "تمہیں جنت کی بشارۃ ہے" آنحضرتؐ نے فرمایا۔

اولا تدری لعلہ تکلم فیما لا یعنیہ او بخل بما لاینقصہ

تمہیں کیا خبر؟ شاید اس نے لایعنی بات کی ہو۔ یا جس سے اسے کچھ کمی نہ پڑتی اس سے اس نے بخل کیا ہو۔

اس حدیث کو امام ترمذی نے حسن کہا ہے۔

دوسرے الفاظ میں یہ حدیث اس طرح مروی ہے۔ کہ غزوۂ احد میں ایک نوجوان شہید ہوگیا۔ اس کی لاش اس حالت میں ملی۔ کہ اس کے پیٹ پر بھوک کی وجہ سے پتھر بندھا ہوا تھا۔ اس کی ماں نے اسے دیکھا۔ اور اس کے منہ سے مٹی پونچھنے لگی۔ اور کہا بیٹا تمہیں جنت مبارک ہو۔ یہ سن کر آنحضرت صلعم نے فرمایا۔

وما یدریک؟ لعلہ کان یتکلم فیما لا یعنیہ ویمنع ما لا یضرہ:

تمہیں اس کا حال کیا معلوم؟ شاید اس نے کوئی غیر ضروری بات کی ہو۔ یا جس سے اسے نقصان نہیں تھا۔ اس سے ہاتھ روک دیا ہو۔

اور صحیح بخاری۔ اور صحیح مسلم کے اندر حضرت ابوہریرہؓ سے ایک مرفوع حدیث مروی ہے

من کان یومن باللہ والیوم الآخر فلیقل خیراً او لیصمت

جو آدمی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے۔ اسے چاہیئے کہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔

مسلم کی روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

من کان یومن باللہ والیوم الاخر

جو آدمی اللہ۔ اور آخرت کے دن پر ایمان

فاذا شهد امراً فليتكلم بخير او ليسكت :

رکھتا ہے۔ جب کسی بات کی گواہی دیوے تو بھلی بات کہے۔ یا خاموش رہے۔

امام ترمذیؒ نے صحیح اسناد سے ایک حدیث بیان کی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

من حسن اسلام المرء ترکہ ما لم یعنیہ :

کسی آدمی کے اچھے مسلمان ہونیکی ایک صورت یہ ہے کہ لایعنی باتیں ترک کر دے۔

حضرت سفیان بن عبداللہ الثقفی سے مروی ہے وہ لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ کی خدمت میں میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ اسلام کے بارے میں ایسی بات مجھے بتلا دیجئے کہ آپ کے بعد کسی سے میں نہ پوچھوں۔ آپؐ نے فرمایا۔

قل آمنت باللہ ثم استقم،

کہو میں اللہ پر ایمان لایا پھر تم اس پر مستقیم رہو

میں نے عرض کیا میری نسبت کس چیز کا خوف ہے؟ آپ نے اپنی زبان پکڑ لی اور فرمایا ھذا اس زبان کا خوف ہے۔

ام المؤمنین حضرت ام حبیبہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔

کل کلام ابن آدم علیہ۔ لالہ الا امر بالمعروف او نہی عن المنکر۔ او ذکر اللہ عزو جل :

آدمی کی ہر بات اس پر بوجھ ہے۔ سوائے اس کے کہ اچھی بات کا حکم کرے اور بری بات سے روکے۔ اور اللہ عزوجل کا ذکر کرے۔

ترمذی اس حدیث کو حسن کہتے ہیں۔

ایک اور حدیث میں ہے۔

اذا اصبح العبد فان الاعضاء کلھا تکفر اللسان۔ تقول اتق اللہ فانما نحن بک۔ فاذا استقمت استقمنا وان اعوججت اعوججنا :

بندہ جب صبح کرتا ہے۔ تو اس کے تمام اعضا اس کی زبان سے پناہ مانگتے ہیں۔ کہتے ہیں تو خدا سے ڈر ہمارا انجام تیرے ہاتھ ہے۔ تو سیدھی ہے تو ہم سیدھے ہیں۔ تو ٹیڑھی ہے تو ہم ٹیڑھے ہیں۔

بہت سے بزرگان سلف کا یہ معمول تھا۔ کہ وہ اپنی سردی گرمی کے دنوں کے کاموں کا حساب کیا کرتے تھے کہ کتنے نیک کام ہم سے ہوئے۔ اور کتنے برے۔

Marfat.com

بعض اکابر اہل علم کو ان کے انتقال کے بعد خواب میں دیکھا گیا۔ اور ان سے پوچھا گیا کہ کیا معاملہ پیش آیا ؟ انہوں نے جواب دیا صرف ایک بات کی وجہ سے میں معلق ہوں۔ میرے منہ سے نکل گیا کہ بارش کی ضرورت کیسے تھی ؟ اس پر مجھے کہا گیا۔ کیا سمجھ کر تم ایسا بولے میرے بندوں کی مصلحتوں کو میں خود ہی اچھی طرح سمجھتا ہوں۔

صحابہ میں سے کسی نے اپنے خادم سے کہا۔ دسترخوان لاؤ۔ کچھ اس کے ساتھ بھی کھیل کر لیں۔ اس کے بعد ہی کہنے لگے۔ استغفر اللہ۔ میں بغیر نکیل اور لگام کے کبھی بات نہیں کرتا۔ آج کیا ہو گیا جو ایسا ہو گیا۔ میری زبان بے نکیل اور بے زبان ہو گئی پھر کہنے لگے۔ انسان کے اعضاء کی حرکتوں میں سب سے بری اور ضرر رساں حرکت زبان کی حرکت ہے۔

علماء سلف و خلف کا اس بارے میں بہت اختلاف ہے کہ آیا انسان کی تمام باتیں لکھی جاتی ہیں ؟ یا صرف خیر و شر کی باتیں۔ ایک گروہ کہتا ہے۔ تمام باتیں لکھی جاتی ہیں۔ دوسرا گروہ کہتا ہے۔ صرف خیر و شر کی باتیں لکھی جاتی ہیں بہ ظاہر تو پہلا ہی قول صحیح ہے

بعض سلف کا کہنا ہے۔ انسان کا ہر لفظ اس پر بوجھ ہے۔ اس کے لئے سود مند نہیں ہے۔ سوائے ذکر خداوندی کے۔ یا جو ذکر خداوندی کے قریب قریب ہو۔ (۱)

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اکثر اپنی زبان پکڑتے۔ اور کہتے۔

هذا اوردنی الموارد	اس نے مجھے بہت سی مصیبتوں میں ڈالا ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ گفتگو۔ اور بات چیت تمہاری اسیر ہے۔ لیکن جب یہ منہ سے نکل جائے تو تم اس کے اسیر بن جاتے ہو۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ آدمی کی زبان کے ساتھ ہی خدا ہوتا ہے۔

وما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید (سورہ ق)	جو کوئی زبان سے بات نکالتا ہے۔ اس کے پاس ایک نگہبان تیار رہتا ہے۔

انسان کی زبان میں دو آفتیں لازمی ہیں۔ اور دونوں میں سے کسی ایک سے بھی رستگاری اور گلو خلاصی ناممکن ہے۔ اور یہ دونوں آفتیں اپنی جگہ بہت خطرناک ہیں۔ ایک بات

---

(۱) اسے یہاں سلف کا قول کہا گیا ہے۔ لیکن یہ حضرت ام المؤمنین ام حبیبہ رضؓ کی حدیث ہے جیسا کہ تم اوپر پڑھ چکے ہو۔ مرتب۔

Marfat.com

کرنے کی آفت ۔ اور دوسری خاموشی کی آفت اور یہ دونوں ایک دوسرے سے بُری ہیں۔ اگر کوئی زبان حق بات سے خاموشی اختیار کرتی ہے ۔ تو انسان کو گونگا شیطان بننا پڑتا ہے۔ اور خدا کا نافرمان بندہ بن جاتا ہے۔ ریاکار۔ مداہن ہو جاتا ہے۔ اور باطل بیہودہ بات کرنیوالا ناطق شیطان ہے۔ خدا کا نافرمان ہے ۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ خدا کی زیادہ تر مخلوق بولنے اور خاموشی کے بارے میں سیدھی راہ سے ہٹ چکی ہے صراط مستقیم۔ سیدھی راہ یہی ہے۔ کہ درمیانی راہ اختیار کی جائے۔ انسان اپنی زبان کو باطل ۔ ناحق۔ ناروا بات سے روک لے ۔ اور وہی بات کرے ۔ جس سے آخرت کا فائدہ ہو۔ کوئی ایسی بات نہ کرے۔ جس سے آخرت خراب ہو۔ آخرت میں نقصان پہونچانے والی بات کبھی زبان پر نہ لائی جائے۔ کیونکہ خدا کے بہت سے بندے قیامت کے دن خدا کے حضور میں پہاڑوں کے برابر نیکیاں لیکر حاضر ہونگے ۔ لیکن ان کی بے لگامی نیکیوں کے ان پہاڑوں کو منہدم کر دے گی ۔ اور بہت سے بندے گناہوں کے پہاڑ لیکر حاضر ہونگے ۔ لیکن ان کی زبانیں اکثر ذکر خداوندی میں مشغول ہوتی تھیں ۔ تو گناہوں کے یہ تمام پہاڑ منہدم ہو کر رہ جائیں گے۔

فصل

خطوات یعنی قدم ۔ چلنا ۔ پھرنا ۔ اور اس میں حزم و احتیاط برتنا

جو قدم ثواب کا موجب نہ ہو اس سے بہتر ہے کہ بندہ بیٹھا رہے۔

خطوات یعنی قدم ۔ چلنے پھرنے ۔ اٹھانے اور رکھنے کی حفاظت یہ ہے کہ بندہ اسی جگہ اٹھائے جہاں اسے عند اللہ ثواب کی امید ہو ۔ اگر قدم اٹھانے میں ثواب نہیں دیکھتا یا مزید ثواب کی امید نہیں رکھتا تو اس کے لیے یہی بہتر ہے کہ ایک جگہ بیٹھا رہے۔

بندے کے لیے یہ بہت ممکن ہے کہ اپنے مباح اور جائز قدم کو بھی تقرب الی اللہ کا ذریعہ بنالے ۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ ہر ہر قدم کے لیے جناب باری میں ثواب و تقرب کی نیت کرے۔ اس طرح بندہ کا ہر ہر قدم تقرب الٰہی کا موجب ہوگا۔ اس طریقے سے اس کی روزمرہ کی عادتی اور مباح چیزیں بھی اس کے حق میں طاعات و عبادات بن سکتی ہیں۔ اگر بندہ اپنے عادتی ۔ اور مباح امور میں ثواب و تقرب کی نیت کرے۔ تو اس کے

Marfat.com

تمام عارفی اور مباح امور ثواب و تقرب کا موجب بن سکتے ہیں۔
چونکہ بندے کی اکثر و بیشتر لغزشیں قدم اور زبان سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ ان دو کو ایک ہی ساتھ بیان فرماتا ہے۔

وعباد الرحمن الذین یمشون علی الارض ھونا۔ واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما: (سورۂ فرقان)	رحمٰن کے بندے وہ لوگ ہیں۔ جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں۔ اور جب ان سے جاہل بات کرتے ہیں تو وہ سلامتی کی بات کہدیتے ہیں

اس آیت میں نیک بندوں کی شان۔ اور صفت یہ بیان کی گئی کہ وہ کلام و گفتگو۔ خطوات قدم میں مستقیم اور راست رو ہوا کرتے ہیں۔
آیت میں یہ دو چیزیں اسی طرح ایک ساتھ بیان کی گئی ہیں۔ جس طرح لحظات اور خطرات کو اس آیت میں ایک ساتھ پیش کیا گیا ہے۔

یعلم خائنۃ الاعین وما تخفی الصدور (سورۂ غافر)	اللہ خائن آنکھوں کو اور جو کچھ سینوں میں مخفی ہے جانتا ہے۔

فصل

زنا کے مفاسد قلب۔ روح۔ جوارح۔ اور انسان کے تمام امور پر طاری ہو جاتے ہیں۔ زنا کی حد لوگوں کے اجتماع میں جاری کرنے کی حکمت توبہ نصوح سے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ معاصی سے خاتمہ بالخیر نہ ہونیکا خطرہ ہے

تحریم فواحش۔ حفظ عصمت کا وجوب وغیرہ امور جو ہم نے ابتک پیش کئے۔ وہ بطور مقدمہ اور تمہید کے پیش کئے ہیں۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔

اکثر ما یدخل الناس النار الفم والفرج	اکثر لوگوں کو منہ اور شرمگاہ جہنم میں لیجائیگی۔

اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے اندر مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔

لا یحل دم امرء مسلم الا باحدی ثلاث الثیب الزانی۔ والنفس بالنفس والتارک لدینہ۔ المفارق	مسلم کا خون تین باتوں میں سے کسی ایک کے بغیر حلال نہیں ہے۔ ثیب زانی۔ یا جان کے بدلہ میں جان۔ یا وہ جو دین چھوڑ کر مرتد ہو جائے اور

Marfat.com

للجماعۃ : جماعت سے الگ ہو جائے۔

جس آیت میں اللہ تعالیٰ نے زنا کو کفر اور قتل نفس کے ساتھ پیش کیا ہے۔ یہ بعینہٖ اس آیت کی نظیر و مثال ہے۔ جو سورۂ فرقان میں وارد ہے۔ اور بعینہٖ حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث کی نظیر و مثال ہے۔ آنحضرتؐ نے سب سے پہلے وہ گناہ پیش فرمایا جو کثیر الوقوع ہے۔ اس کے بعد وہ گناہ بیان کیا جو اس سے کم وقوع میں آتا ہے۔ چنانچہ باعتبار قتل نفس کے زنا کا وقوع زیادہ ہے۔ تو زنا کو پہلے بیان کیا۔ اور بمقابلہ ارتداد کے قتل کا وقوع زیادہ ہے۔ اس لئے ارتداد سے پہلے قتل نفس کا ذکر کیا۔

نیز اس میں یہ بات بھی ہے کہ ایک کبیرہ گناہ کے بعد دوسرے کبیرہ گناہ کی طرف توجہ دلائی ہے۔ ہر پہلا گناہ اگلے گناہ سے بڑا ہے اور جس کے مفاسد پہلے کے مفاسد سے زیادہ ہیں۔

زنا کے، مفاسد اور خرابیاں۔ صلاح عالم۔ فلاح دنیا کے سراسر خلاف اور متناقض ہیں۔ کیونکہ جب کوئی عورت زنا کا ارتکاب کرتی ہے۔ وہ اپنے سارے کنبے اور قرابتداروں اور ماں باپ بھائی بہنوں کے لئے موجب عار بن جاتی ہے۔ اور اس کی وجہ سے اس کے سارے کھرانے۔ اور کنبے والوں کے سر نیچے ہو جاتے ہیں۔ اور اگر کہیں وہ زنا سے حاملہ ہو گئی۔ تو پھر انکے عار کی انتہا نہیں رہتی۔ اور اگر وہ عار کی وجہ سے اپنے حمل کو مار دیتی ہے تو زنا۔ اور قتل نفس دو گناہوں کا ارتکاب کرتی ہے۔ اور اگر حمل باقی رہ جاتا ہے تو شوہر پر بلا وجہ بھوپا جاتا ہے اور اجنبی کے نطفہ کو اپنے اور اپنے شوہر کے کنبے سے جوڑ دیتی ہے جو قطعاً اس کنبے سے الگ ہے اور پھر وہ اسکو انکا وارث اور حقدار بنا دیتی ہے۔ حالانکہ وہ غیر ہے اور پھر وہ انہی میں رہتا ہے اور انہی میں پرورش پاتا ہے اور انہی کے نسب و خاندان میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہ اور اس قسم کی بہت سی خرابیاں عورت کے زنا سے وابستہ ہیں۔

اگر مرد زنا کار ہے تو اس سے بھی اختلاط و نسب واقع ہوتا ہے۔ محفوظ و مامون عورت کو خراب۔ تباہ و برباد کرنے کا موجب اور سبب بنتا ہے۔ غریب عورت کو تلف و بربادی کے گھاٹ اتار دیتا ہے۔

پس اس کبیرہ گناہ سے دین و دنیا دونوں ہی خراب و برباد ہو جاتے ہیں۔ اور برزخ اور آخرت میں آگ کا سامان مہیا ہوتا ہے۔

زنا وہ گناہ کبیرہ ہے کہ بے شمار محرمات الٰہیہ حلال کر لی جاتی ہیں۔ بے شمار حقوق فوت ہو جاتے ہیں۔ اور بے شمار مظالم اس کی وجہ سے وقوع پذیر ہوتے ہیں۔

Marfat.com

زنا کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ فقر و مذلت زانی کے لئے لازم ہو جاتی ہے۔ اور زانی کی عمر کوتاہ ہو جاتی ہے۔ اور لوگوں میں عموماً روسیاہ ہو جاتا ہے۔

اور یہ بھی زنا کی خاصیت ہے۔ کہ زانی کا "قلب" مضطرب اور منتشر ہو جاتا ہے۔ اور اگر اس کا قلب موت کی گھاٹ نہیں اترتا تو کم از کم بیمار اور مریض ہو جاتا ہے۔ اور حزن و غم اور خوف و ہراس کا مخزن ضرور بن جاتا ہے اور خدائے مالک الملک اور فرشتوں سے اسے دور پھینکدیتا ہے۔ اور شیطان کے قریب۔ بلکہ شیطان کی گود میں بیٹھا دیتا ہے۔

غرض قتل و خونریزی کے مفسدہ کے بعد زنا کے مفاسد سے بڑھ کر کوئی مفسدہ نہیں ہے اور یہی وجہ ہے جو شریعت نے زانی کے لئے بدترین۔ و سواکن طریق قتل کی سزا تجویز فرمائی ہے زنا اس قدر تکلیف دہ برائی ہے کہ اگر کسی سے کہا جائے کہ تمہاری بی بی نے خودکشی کر لی تو اسے سخت صدمہ ہوگا۔ لیکن اگر کسی نے اسے یہ کہہ دیا کہ تیری بی بی نے فلاں کے ساتھ زنا کیا تو اسے اس قدر صدمہ ہوگا۔ کہ خودکشی کرنے کے صدمہ سے لاکھوں درجہ بڑا صدمہ ہوگا چنانچہ حضرت سعد بن عبادہؓ کی ایک روایت ہے۔

لو رأیت رجلا مع امرأتی لضربته بالسیف غیر مصفح :

اگر میں اپنی بی بی کے ساتھ کسی کو دیکھ پاؤں تو آڑی تلوار سے اسے قتل کر دوں۔

آنحضرتؐ کو حضرت سعدؓ کی اس بات کی خبر ہوئی تو آپ فرمانے لگے۔

أتعجبون غیرة سعد ؟ واللہ لانا اغیر منه - و اللہ اغیر منی - و من اجل غیرة اللہ حرم الفواحش ما ظهر و ما بطن :

کیا تمہیں سعد کی غیرت پر تعجب ہو رہا ہے؟ قسم خدا کی میں سعد سے زیادہ غیور ہوں اور اللہ مجھ سے بھی زیادہ غیور ہے اور اس غیرت ہی کی وجہ سے خدا نے ظاہری باطنی فواحش کو حرام گردانا ہے۔

(متفق علیہ)

نیز صحیح بخاری۔ اور صحیح مسلم کے اندر آنحضرتؐ سے مروی ہے۔

ان اللہ یغار - وان المومن یغار و غیرة اللہ ان یاتی العبد ما حرم علیه :

اللہ تعالیٰ غیور ہے اور مومن غیور ہے۔ اور بندہ جرائم کا ارتکاب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو غیرت آتی ہے۔

اور صحیح بخاری۔ اور صحیح مسلم کے اندر مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

Marfat.com

لااحد اغیر من اللہ ۔من اجل ذالك حرم الفواحش ما ظهر منها وما باطن ۔ ولا احد احب اليه العذر من اللہ من اجل ذالك ارسل الرسل مبشرين و منذرين ولا احد احب اليه المدح من اللہ ومن اجل ذالك اثنى على نفسه :

خدا سے زیادہ کوئی غیور نہیں ۔اور اسی لئے اس نے ظاہری باطنی فواحش کو حرام گردانا ہے اور خدا سے زیادہ عذر و معذرت کا پسند کرنیوالا کوئی نہیں اور اسی لئے اس نے بشارت دینے والے اور ڈرانے والے رسول و پیغمبر بھیجے ۔اور خدا سے زیادہ کسی کو اپنی تعریف پسند نہیں ۔ اور اسی لئے خدا نے خود اپنی تعریف کی ہے۔

اور صحیح بخاری ۔اور صحیح مسلم کے اندر ہے کہ آنحضرتؐ کے سورج گرہن کے خطبہ میں مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔

یا امۃ محمد ۔ واللہ انہ لا احد اغیر من اللہ ۔ ان یزنی عبدہ او تزنی امتہ یا امۃ محمد۔ واللہ لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا ولبکیتم کثیرا :

اے محمد کی امت! قسم خدا کی ۔خدا سے زیادہ کوئی غیرت مند نہیں ۔کہ اس کا کوئی بندہ یا بندی زناکاری کرے ۔اے محمد کی امت! قسم خدا کی جو میں جانتا ہوں تم جان لو تو تم ہنسنا کم کر دو اور بہت زیادہ رویا کرو۔

اس کے بعد آپؐ نے اپنے ہاتھ اُٹھائے اور بارگاہ الٰہی میں عرض کی۔

اللّٰھم ! ھل بلغت :

اے خدا! تو گواہ ہے میں نے تیرا دین پہونچا دیا۔

سورج گرہن کی نماز کے بعد خطبہ میں اس کبیرہ گناہ کا ذکر خاص معنی رکھتا ہے اور غور و تامل کرنے والوں کے لئے اس میں عجیب و غریب اسرار و رموز پوشیدہ ہیں۔

زنا کی کثرت تباہی عالم کی بڑی نشانی ہے ۔نیز زنا کی کثرت قیامت کی نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی ہے ۔جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے اندر حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں میں تمہیں ایک حدیث سناتا ہوں ۔جو شاید میرے بعد تمہیں کوئی نہیں سنائے گا ۔یہ حدیث آنحضرت صلعم سے سنی ہے۔ آپ نے فرمایا۔

من اشراط الساعۃ ان یرفع العلم ویظهر الجهل ۔ ویشرب الخمر

قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے ۔کہ علم اٹھ جائے گا ۔جہالت بڑھ جائیگی ۔شراب خوب

ویظھر الزنا۔ ویقل الرجال و تکثر النساء حتی یکون لخمسین امرأۃ القیم الواحد:

پی جائے گی۔ اور زنا کی کثرت ہو جائے گی۔ مرد کم ہو جائیں گے اور عورتوں کی کثرت ہو جائیگی۔ عورتوں کی اس قدر کثرت ہو جائیگی کہ ایک ایک مرد پچاس ۵۰ پچاس ۵۰ عورتوں کا بار اُٹھائیگا

اور اللہ تعالیٰ کی یہ عادت، اور سنت مستمرہ رہی ہے کہ جب زنا کی کثرت ہو جاتی ہے۔ تو اس کا غضب و غصہ تیز ہو جاتا ہے اور جب اسکا غضب و غصہ تیز ہو جاتا ہے تو اسکے غضب و ناراضگی کے آثار زمین پر بصورت عقوبت و عذاب ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں

ما ظھر الربا۔ والزنا فی قریۃ الا اذن اللہ با ھلاکھا:

جب کسی قریہ، اور آبادی میں سود خواری اور زنا کاری کی کثرت ہو جاتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اسے ہلاک کرنے کا حکم دے دیتا ہے۔

بنی اسرائیل کے بعض احبار و مشائخ کے متعلق وارد ہے کہ اس کا لڑکا کسی عورت سے آنکھیں لڑانے لگا۔ یہ دیکھ کر اس نے اپنے بیٹے سے کہا خوب بیٹے خوب۔ اور اسی وقت وہ سر کے بل تخت سے نیچے گرا۔ اور اس کی شہ رگ ٹوٹ گئی۔ اور اس کی بی بی بھی اسی طرح گر پڑی۔ اس کے بعد اس سے خطاب کیا گیا۔ اپنے بیٹے پر میرے لئے غصہ کرنے کی یہی حیثیت ہے؟ تم جیسے لوگوں میں کبھی خیر و برکت نہ ہوگی۔

خدا نے زنا کی حد کو دوسری حدود کے مقابلہ میں تین ۳ خصوصیتوں سے ممتاز گردانا ہے،

ایک یہ کہ زنا کی حد کا طریقہ نہایت ذلت آمیز اور رسوا کن مقرر فرمایا۔ کہ لوگوں کے اجتماع میں زانی محصن کو سنگسار کیا جائے۔

اور جہاں جن صورتوں میں زنا کی عقوبت و سزا کم رکھی ہے۔ وہاں بھی جسمانی اور قلبی سزا تجویز کی گئی۔ کہ جسم پہ کوڑے لگائیں جائیں۔ اور ایک سال کے لئے اسے جلاوطن کر دیا جائے

دوسری یہ کہ زنا کی سزا جو دین و شرع نے مقرر کی ہے۔ اس میں کسی قسم کی رحمدلی۔ اور رأفت قلبی نہ برتی جائے۔ خدا کی حد کے اجرا میں رحمدلی رکاوٹ نہ ڈالے۔ کیوں کہ حق سبحانہ و تعالےٰ نے یہ عقوبت و سزا عین اپنی رحمت و رأفت کی بنا پر ہی شروع فرمائی ہے وہ ارحم الراحمین ہے۔ سب سے بڑا مہربان ہے۔ باوجود اس کے اس

Marfat.com

وہ ارحم الراحمین ہے۔ سب سے بڑا مہربان ہے۔ باوجود اس کے اس کی رحمت اس عفویت و سزا کو روکتی نہیں ہے۔ پس اگر تمہارے قلوب میں بھی رحمت و رافت کا جذبہ ہو تو اس کے فرمان کے نفاذ میں کسی قسم کی رکاوٹ نہ ڈالو۔ اگرچہ یہ بات ہمہ قسم کی حدود میں ہونی چاہیئے لیکن زنا کی حد میں خصوصیت کے ساتھ اس کا ذکر فرمایا ہے کیونکہ یہاں اس کے ذکر کی سخت ضرورت تھی۔ اس لیئے کہ عموماً لوگ چوروں۔ ڈاکوؤں۔ اور تہمت لگانے والوں شرابخواروں کے خلاف جو خفگی۔ ناراضگی۔ غصہ اور نفرت رکھتے ہیں۔ وہ زانی کے خلاف نہیں رکھتے۔ بلکہ زانی پر جس قدر رحم و رافت ان کے دلوں میں ہوتی ہے۔ اتنی دوسرے جرائم کے ارتکاب کرنے والوں پر نہیں ہوتی روزمرہ کے واقعات و شواہد اس کی بین دلیل ہیں۔ اور اس لئے اللہ تعالیٰ نے پر زور طریقہ سے منع فرمایا کہ اس بارے میں رحم و رأفت کو قطعاً جگہ نہ دی جائے۔ تاکہ حدود الٰہی معطل ہو کر نہ رہ جائیں۔

زنا کے متعلق یہ خصوصیت کیوں ہے؟ اس کا سبب یہ ہے کہ زنا کا ارتکاب شرفاء سے بھی ہوتا ہے۔ اور متوسط طبقہ کے لوگوں سے بھی۔ اور ادنیٰ طبقہ کے لوگوں سے بھی زنا کے دواعی و اسباب بہت سے ہیں۔ لیکن سب سے بڑا سبب عشق ہے اور انسانی قلوب جبلی اور طبعی طور پر عاشق پر رحم کرنا پسند کرتے ہیں۔ بلکہ بہت سے لوگ تو عاشق کی امداد و اعانت کو طاعت و ثواب سمجھتے ہیں۔ اگرچہ معشوق کی صورت دیکھنا بھی حرام ہے۔ لیکن پھر بھی یہ چیز عام طور پر مکروہ نہیں سمجھی جاتی۔ اور جذبہ عشق تو وہ چیز ہے کہ مختلف قسم کے چوپایوں تک میں پایا جاتا ہے۔ اور محبت و عشق کے بے شمار واقعات ہم لوگوں کی زبانی سن چکے ہیں۔ اور یہ روگ اکثر و بیشتر ان لوگوں میں زیادہ پایا جاتا ہے۔ جو عقل و دین سے بے بہرہ ہوتے ہیں۔ خصوصاً خدام۔ نوکر۔ چاکر اور عورتوں میں یہ مرض زیادہ ہوا کرتا ہے۔

نیز یہ گناہ عموماً طرفین کی رضامندی سے سرزد ہوتا ہے ظلم و عدوان اور جبر سے شاذ و نادر ہی اس گناہ کا صدور ہوتا ہے۔ اور عموماً ہر انسان میں غلبۂ شہوت موجود ہوتا ہے۔ اور یہ غلبہ اس کے اندر خاص قسم کا تصور پیدا کرتا ہے۔ اور یہ تصور اس کے قلب میں رحمت و رأفت کے جذبات پیدا کر دیتا ہے جس کی وجہ سے وہ یہی چاہتا ہے۔ کہ

ایک مستحق حد و سزا اس حد اور سزا سے کسی نہ کسی طرح بچ جائے تو بہتر۔ حالانکہ یہ بات ضعف ایمان کی دلیل ہے۔ کمال ایمان۔ اور قوت ایمانی تو یہ ہے کہ حکم الٰہی کے نفاذ میں وہ قوی تر اور دلیر ہو۔ اور وہ کام کرے جس کے کرنے میں محدود کے لیے آخرت کی رحمت اترے۔ اور جو رحمت خداوندی۔ اور پروردگار عالم کے منشار کے عین مطابق ہے

تیسری یہ کہ زانی اور زانیہ پر مسلمانوں کے عام اجتماع میں حد جاری کی جاتی ہے تنہائی میں نہیں۔ اور یہ مصلحت حدود اور حکمت زجر و تو بیخ کے عین مطابق ہے۔

محصن زانی کی حد قوم لوط کی سزا سے مشق و ماخوذ ہے جنہوں نے اس قوم کو اوپر سے پتھر برسا کر ختم کر دیا تھا۔ اور یہ اس لیے کہ زنا۔ اور لواطت فحش اور فساد و خرابی میں برابر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ دونوں چیزیں مخلوق۔ اور امر الٰہی کی حکمت و مصلحت کے خلاف ہیں۔ لواطت میں بھی وہ خرابیاں پائی جاتی ہیں جن کا احصاء و شمار مشکل ہے۔

مفعول کو قتل کر دینا مفعول کے حق میں عین خیر و بھلائی ہے۔ اس کے ساتھ رعایت کرنا اس کی خیر و بھلائی کے خلاف ہے مفعول کے اندر لواطت سے وہ وہ مفاسد اور خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں کہ اس کے بعد اس کی اصلاح ناممکن ہو جاتی ہے۔ خیر و بھلائی کی راہیں اس کیلئے مسدود ہو جاتی ہیں۔ اور خدا کی زمین اس کے منہ اور پیٹھ پر سے شرم و حیاء کا سارا پانی اور جوہر جذب کر لیتی ہے۔ اس کے بعد وہ اس قدر بے حیا و شرم بن جاتا ہے کہ نہ وہ خدا سے شرماتا ہے، اور نہ خدا کی مخلوق سے۔ اور فاعل کا نطفہ اس کے اندر پہنچ کر وہ کام کرتا ہے جو زہر کام کرتا ہے۔

یہ مسئلہ کہ مفعول جنت میں داخل ہوگا یا نہیں؟ اس کے متعلق علماء کے دو قول ہیں اور یہ دو قول میں نے اپنے استاد شیخ الاسلام ابن تیمیہ سے سنے ہیں۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ مفعول جنت میں داخل نہیں ہوگا وہ اپنے دعوے کے ثبوت میں چند دلائل پیش کرتے ہیں۔

ایک دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔

لا یدخل الجنۃ ولد الزنا ولد الزنا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

جب ولد الزنا جنت میں داخل ہونے کا حقدار نہیں رہتا۔ حالانکہ اس کا کوئی گناہ نہیں تو پھر مفعول کس طرح جنت کا حق دار رہیگا؟ ولد الزنا کے اندر عیب ہے تو یہی کہ شر

جہالت کا خطرہ ہے۔ اور اس سے خیر و فلاح کی امید نہیں کیونکہ یہ خبیث نطفہ کی پیداوار ہے۔ اور وہ جسم جو حرام غذا سے پرورش پاتا ہے۔ اس کے لیے جہنم بہتر سمجھی گئی تو وہ جسم جو نطفہ حرام سے پیدا ہوا ہے۔ اس کا بھی یہی حال ہونا چاہیئے۔

اس کے بعد وہ کہتے ہیں لوطی مفعول ولد الزنا سے بھی بدتر۔ اور ذلیل و خوار۔ اور خبیث و ناپاک ہے۔ اور اس سے کسی خیر و فلاح کی امید نہیں ہے۔ اور اس کا یہ فعل اس کے اور جنت کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ اگر لوطی مفعول کوئی نیک کام بھی کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے اندر کچھ ایسے رخنے پیدا کر دیتا ہے جس سے اس کا عمل فاسد۔ باطل اور ردی ہو کر رہ جاتا ہے۔ اور یہ بھی اس کے عمل بد کی سزا کی طور پر کیا جاتا ہے۔

اور یہ بات تم بہت کم پاؤ گے کہ کسی کو بچپن میں یہ بیماری لاحق ہو گئی۔ اور بڑا ہونے کے بعد وہ سیدھی راہ پر آ گیا ہے۔ بلکہ بڑا ہونے کے بعد وہ بچپن سے بھی زیادہ بدتر ہو جاتا ہے نہ تو اسے نیک عمل کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔ نہ علم نافع کی۔ نہ توبہ نصوح کی۔

اصل مسئلہ کی تحقیق یہ ہے کہ جو شخص اس مرض و مصیبت میں مبتلا ہو گیا۔ اور پھر اس نے خدا کی طرف رجوع کیا۔ اور خدا نے اسے توبہ نصوح کی توفیق بخشی۔ نیک اعمال کی توفیق عطا کی۔ اور بچپن کی بری خصلت کو بڑا ہونے کے بعد اس سے ترک کروا دی۔ برائیوں کو نیکیوں سے دھو ڈالا۔ طاعات۔ عبادات۔ اور تقرب خداوندی کے وسائل و ذرائع اختیار کر کے پچھلی بدعملیوں۔ بدکرداریوں کو صاف کر دیا۔ اور حرام سے آنکھیں بند کر لیں۔ اور خدا کے ساتھ اپنا معاملہ درست کر لیا۔ تو ایسے شخص کے لئے مغفرت و بخشش ضروری ہے۔ اور وہ جنتی ہو گا کیونکہ خدا ہر قسم کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ کیونکہ جب توبہ کرنے سے ہر قسم کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ شرک تک توبہ سے معاف ہو جاتا ہے۔ اور خدا کے پیغمبروں اور خدا کے دوستوں کو قتل کرنے کا گناہ توبہ سے معاف ہو جاتا ہے۔ کفر و ارتداد کا گناہ توبہ سے معاف ہو جاتا ہے۔ تو پھر یہ گناہ توبہ سے معاف کیوں نہ ہو گا؟ جبکہ حکمت الٰہی کی حکمت عدل و فضل ہی پر قائم ہے کہ

التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ: گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔

اور پھر یہ مزید اضافہ دیتا ہے کہ جو آدمی شرک و کفر قتل نفس۔ فساد وغیرہ سے توبہ کرے گا

Marfat.com

اس کے گناہ اور برائیاں نیکیوں میں تبدیل کر دی جائیں گی۔ اور یہ حکم ہر اس شخص کے لئے ہے جو اپنے گناہوں سے توبہ کرلے۔ گناہ کسی قسم کے بھی ہوں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لاتقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا۔ انہ ھو الغفور الرحیم:

کہہ دو! اے میرے وہ بندے جنہوں نے اپنے اوپر زیادتی کی ہے۔ تم خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ خدا تمام گناہوں کو یقیناً بخش دے گا۔ وہ واقعی غفور۔ رحیم ہے۔

آیت کے عموم سے کوئی ایک گناہ بھی خارج نہیں ہے البتہ یہ ضرور ہے کہ یہ حکم خاص توبہ کرنے والوں کے حق میں ہی ہے۔

ایسا آدمی جسے بچپن میں مغلوبیت کی عادت پڑ جاتی ہے۔ اور بڑا ہونے کے بعد بچپن سے زیادہ خراب ہو جاتا ہے۔ اسے توبۂ نصوح۔ اور عمل صالح کی توفیق نصیب نہیں ہوتی۔ ایسا آدمی اپنے نافات کی تلافی بھی نہیں کر سکتا۔ اور جو جوہر اس سے فنا ہو چکا ہے اسے پھر واپس نہیں لا سکتا۔ اور نہ وہ اپنی برائیوں کو خیر و بھلائی سے تبدیل کر سکتا ہے ایسے انسانوں سے بہت بعید ہے کہ موت کے وقت انہیں ایسے کام کی توفیق نصیب ہو جس سے وہ جنت کے حقدار بن سکیں۔ اور یہ بھی اس کے اعمال بد۔ اور کردار خبیث کی عقوبت و سزا ہے۔ کیونکہ خدا گناہوں کی سزا گناہوں کے ذریعہ ہی دے دیتا ہے۔ اور جب گناہوں پر گناہ بڑھتے جاتے ہیں۔ تو عقوبتوں پر عقوبتوں کا بار بھی بڑھتا جاتا ہے اور یہ اسی طرح جس طرح نیکی کا بدلہ نیکی سے دیا جاتا ہے اور اس طرح بے شمار نیکیاں جمع ہو جاتی ہیں۔

تم اکثر دیکھو گے کہ عالم نزع میں حسن خاتمہ۔ اور انسان کے درمیان بدعملیاں اور گناہ بطور عقوبت و سزا حائل ہو جاتے ہیں۔ اور انہی گناہوں کی وجہ سے انکو خاتمہ بالخیر کی توفیق نصیب نہیں ہونے پاتی۔ چنانچہ عبدالحق الاشبیلیؒ کہتے ہیں "سوء خاتمہ۔ اعاذنا اللہ منہا کے بہت سے اسباب۔ بہت سے طریقے۔ اور بہت سے دروازے ہیں۔ اور بڑا سے بڑا سبب اور طریقہ۔ اور دروازہ یہ ہے کہ انسان دنیا۔ طلب دنیا۔ اور حرص دنیا میں غرق و مستغرق ہو جائے اور آخرت کی جانب سے کلیتہً اعراض کر لیوے۔ اور معاصی اور خدا کی نافرمانی میں بے دھڑک اقدام کرتا چلے جائے"

بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ جن پر مختلف قسم کے گناہ۔ اور مختلف قسم کی نافرمانیاں

Marfat.com

غالب آجاتی ہیں اور خدا سے اعراض وغفلت ۔معاصی وگناہ کی جانب جرأت واقدام کا حصّہ غالب آجاتا ہے ۔اوراس کے قلب پر یہ امور غالب آجاتے ہیں ۔قلب کے مالک بن جاتے ہیں۔اور اس کی عقل و بصیرت کو اسیر وغلام بنا لیتے ہیں ۔ انوار ملکی کی قندیلیں بجھ جاتی ہیں۔ خدا کی جانب بڑھنے کی راہوں میں دیواریں حائل ہوجاتی ہیں جسکی وجہ سے کوئی تذکرہ۔کوئی نصیحت اسے کارگر نہیں ہوتی۔ نہ کسی موعظت وتذکرہ سے اسے نور اور روشنی حاصل ہوتی ہے ۔اور بسا اوقات اسی حالت میں موت کا پنجہ اسے آدبوچتا ہے ۔اور کچھ دور سے موت کی صدا بھی اس کے کانوں تک پہونچ جاتی ہے ۔لیکن اب اسے نہ تو اپنے مقصد وارادہ کا پتہ چلتا ہے ۔ نہ راہ مقصد کا سراغ ملتا ہے۔ اگرچہ اس وقت خدا کا داعی بار بار اُسے مقصد اور راہ مقصد کی طرف دعوت دیتا رہا۔ لیکن سب بے سود اور بیکار۔

حافظ عبدالحق الاشبلی رح کہتے ہیں" مجھے الناصری کے بعض خواص نے یہ کہا ہے کہ جب الناصر حالت نزع میں تھا۔ اس کا بیٹا اس کے سرہانے بیٹھ کر کہنے لگا۔ "لا الہ الا اللہ" پڑھیے ۔ الناصر نے اس کے جواب میں کہا مولای (میرا غلام کہاں ہے ؟) ۔ لڑکے نے پھر اس کی تلقین کی ۔لیکن الناصر نے وہی جواب دیا ۔اس کے بعد اس پر غشی طاری ہوگئی ۔ پھر کچھ ہوش آیا تو الناصر کے منہ سے وہی جملہ نکلا۔ اس کے بعد اس نے اپنے بیٹے سے کہا۔ اے فلاں الناصر تجھے تیری تلوار کی وجہ سے پہچانتا ہے ۔ اٹھ اور اسے جلد سے جلد قتل کر دے ۔اور یہ کہتے ہوئے الناصر نے جان دے دی۔

عبدالحق الاشبلی رح کہتے ہیں ۔ ایک اور شخص جسے میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ حالت نزع میں اس سے کیا کہا گیا "لا الہ الا اللہ" کہو اس کے جواب میں وہ کہنے لگا۔ فلاں مکان اس طرح آراستہ کرو۔ فلاں باغ اس طرح درست کرو۔"

یہی عبدالحق الاشبلی رح کہتے ہیں۔ ابوطاہر السلفی نے مجھ سے یہ قصّہ بیان کیا کہ ایک شخص حالت نزع میں تھا۔ اسے کلمۂ لا الہ الا اللہ کی تلقین کی گئی تو وہ فارسی میں کہنے لگا۔ دہ یازدہ (دس گیارہ) ایک اور آدمی سے کہا گیا تو وہ کہنے لگا حمام منجاب کا راستہ کدھر ہے ؟"

حمام منجاب کا قصہ ایک عجیب وغریب قصہ ہے ایک شخص اپنے گھر کے دروازے

کے باہر کھڑا ہوا تھا۔ اس کے گھر کا دروازہ ایسا ہی تھا جیسا حمام منجاب کا۔ اس وقت ایک لڑکی وہاں سے گذری۔ اور اس نے اس سے پوچھا حمام منجاب کا راستہ کدھر ہے؟ اس نے کہا حمام منجاب یہ ہے۔ یہ لڑکی اس گھر میں گھس پڑی پیچھے پیچھے یہ بھی پہونچ گیا۔ لڑکی نے اندر جا کر دیکھا کہ یہ حمام منجاب نہیں ہے۔ بلکہ اس شخص کا گھر ہے۔ اور اس نے اس کے ساتھ دھوکا کیا ہے۔ فوراً اس نے اسے جھانسا دینے کی کوشش شروع کر دی۔ خوشی و مسرت کا نہایت گرمجوشی سے اظہار کیا۔ اور کہنے لگی ہم دونوں بڑے خوش نصیب ہیں جو اس طرح یہاں جمع ہو گئے اور پھر اس نے اسے دھوکہ دے کر بھاگ نکلنے کی تدبیر نکالی کہنے لگی۔ موقع تو خوب ملا ہے۔ کیا اچھا ہو اگر اس وقت ہماری مسرتوں میں اضافہ کرنے والی چیزیں بھی موجود ہوتیں۔ اس نے کہا اچھا جو کچھ تم کہو ابھی مہیا کر دوں۔ یہ کہہ کر اسے تنہا مکان میں چھوڑا اور بازار کی طرف دوڑا۔ جاتے ہوئے دروازے کو کنڈی اور قفل بھی لگانا بھول گیا جب وہ بازار سے واپس لوٹا تو دیکھا لڑکی ندارد۔ بغیر کسی قسم کی خیانت کے وہ لڑکی بھاگ نکلی۔ اور اپنی عصمت کو نہایت خوبصورتی سے بچا لے گئی۔ یہ دیکھ کر اس شخص پر سکتہ طاری ہو گیا اور اب وہ اسی کی یاد میں اپنا سارا وقت گزارنے لگا۔ راستوں میں۔ بازاروں میں۔ گلی کوچوں میں گھومتا۔ اور یہ شعر پڑھتا رہتا۔

یا دیا قائلۃ یوما وقد تعبت　　این الطریق الی حمام منجاب؟

اے وہ جو تھکی ہاری تھی اور کہہ رہی تھی　　کہ حمام منجاب کا راستہ کدھر کو ہے؟

ایک مرتبہ وہ یہی شعر پڑھ رہا تھا۔ اس کی ایک باندی نے قریب کی کھڑکی سے یہ شعر پڑھا۔

ھل لا جعلت سویعۃ ان ظفرت بھا　　حوز اھلی الدار او قفلا علی الباب

جب تو اس پر کامیاب ہو گیا تو تو نے جلد سے جلد۔ اسے گھر میں محفوظ کیوں نہ کر لیا اور دروازے پر تالا کیوں نہ چڑھا دیا۔

باندی کے اس شعر نے اس کے اندر رنج و غم اور ندامت کی آگ بھڑکا دی۔ اور اس کے اندر ایک ہیجانی کیفیت پیدا کر دی۔ اور وہ بالکل پاگل سا ہو گیا۔ ہر طرف دیوانہ وار گھومتا پھرا۔ اور آخری نتیجہ یہ نکلا کہ موت کے وقت اس کے منہ سے جو الفاظ بار بار نکلتے رہے وہ یہی شعر تھا۔

Marfat.com

اور یہی عبدالحق الاشبلی کہتے ہیں "ایک شخص ایک آدمی پر عاشق ہوگیا۔ اور عشق نے بیماری کی شکل اختیار کرلی۔ اور بالآخر صاحب فراش ہوگیا۔ معشوق کا یہ حال تھا کہ اس سے سخت نفرت کرتا تھا اور دور بھاگتا تھا۔ بعض لوگوں نے کوشش کی کہ ایک مرتبہ اس کے پاس آجائے تاکہ یہ بیماری سے کچھ افاقہ حاصل کرسکے۔ معشوق نے وعدہ کرلیا اور اسے خبر دی کہ وہ عیادت کے لئے آئے گا۔ اسے اس خبر سے بہت خوشی ہوئی۔ اور رنج و غم کچھ کم ہوگیا۔ لیکن پھر وہ آدمی آیا اور اس نے خبر دی کہ فلاں راستہ تک وہ میرے ساتھ آیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ اس نے مجھے رسوا اور بدنام کردیا ہے۔ اور ہر جگہ میرا نام لیتا رہتا ہے اس لئے میں نہیں آسکتا۔ باوجودیکہ میں نے سخت اصرار کیا۔ لیکن وہ واپس چلا گیا۔ یہ سن کر وہ اسی وقت بے ہوش ہوگیا اور زمین پر گر پڑا۔ اور موت کی علامتیں ظاہر ہونے لگیں۔ اس حالت میں اس کے منہ سے بار بار یہ شعر نکلنے لگے۔

أسلم يا راحة العليل ۔۔۔ ويا شفاء المدنف النحيل

لئے بیمار کی راحت اور اے ۔۔۔ حقیر و نحیف کی شفائیں تجھ پہ سلامتی بھیجتا ہوں

رضاك اشهى الى فؤادى ۔۔۔ من رحمة الخالق الجليل

مرے دل میں تیری رضامندی خالق جلیل کی رحمت سے بھی زیادہ مرغوب ہے۔

سننے والے نے کہا۔ اے شخص! یہ کیا بک رہا ہے۔ ذرا خدا سے ڈر۔ اس نے جواب دیا۔ یہ تو ہو چکا ہے۔ اور یہ واقعہ ہے۔ یہ کہتا ہے۔ یہ سن کر میں وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور گھر کے دروازے سے باہر نہیں نکلا تھا کہ مرنے کی آواز آنے لگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سوء عاقبت اور برے انجام۔ اور منحوس خاتمہ سے محفوظ رکھے۔

بیان کرتے ہیں کہ حضرت سفیان ثوریؒ ایک مرتبہ رات کو صبح تک روتے رہے۔ صبح کسی نے آپ سے پوچھا کیا گناہوں کی وجہ سے آپ اس قدر روتے ہیں؟ حضرت سفیان ثوریؒ نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا۔ اور فرمایا۔ گناہ تو اس تنکے جتنی بھی حیثیت نہیں رکھتے۔ میں برے خاتمہ اور سوء انجام سے ڈر رہا ہوں"

حقیقتہً یہ ہے اعلیٰ تفقہ فی الدین اور معرفت حق کہ بندہ ڈرتا ہے کہ موت کے وقت کہیں اس کے گناہ ایسے ہو کر نہ دیکھا ئیں اور حسن خاتمہ اور انجام بالخیر کے درمیان گناہ اور معاصی حائل نہ ہو کر خاتمہ بالخیر کے درمیان دیوار نہ بن جائیں۔

Marfat.com

حضرت امام احمد بن حنبلؒ حضرت ابوالدرداؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوالدرداؓ پر حالت نزع میں کچھ بیہوشی طاری ہوگئی پھر کچھ دیر کے بعد افاقہ ہوا تو یہ آیت ان کی زبان پر جاری ہوگئی۔

ونقلب افئدتهم وابصارهم كما لم يؤمنوا به اول مرة ونذرهم في طغيانهم يعمهون۔ (الانعام)

اور ہم ان کے دل۔ اور ان کی آنکھیں پلٹ دیں گے۔ جیسا کہ پہلی بار وہ قرآن پر ایمان نہیں لائے۔ اور ہم ان کو ان کی سرکشی میں بھٹکتے ہوئے چھوڑ دیں گے۔

بزرگان سلف کا یہ عام دستور تھا کہ وہ گناہوں سے اس لئے ڈرتے اور بچتے تھے کہ کہیں گناہ خاتمہ بالخیر۔ انجام بالخیر کی راہ میں دیوار بن جائیں۔

عبدالحق الاشبیلیؒ کہتے ہیں "خدا برے خاتمہ سے ہمیں محفوظ رکھے۔ جس کا ظاہر اچھا باطن صالح ہے وہ برے خاتمہ سے محفوظ ہے والله الحمد!" برا خاتمہ اس کا ہوتا ہے۔ جس کا عقیدہ اور اعتقاد صحیح نہیں۔ اور کبیرہ گناہوں پر اصرار کرتا ہے۔ جس شخص پر گناہ غلبہ پالیتے ہیں۔ اور توبہ کرنے سے پہلے موت اسے آدبوچتی ہے اصلاح۔ انابت رجوع والی اللہ سے قبل ہی موت اس کا خاتمہ کردیتی ہے۔ ایسے شخص پر حالت نزع وسکرات میں موت کے وقت شیطان غالب آجاتا ہے اور خاتمہ بالخیر سے بھٹکا دیتے ہیں۔ العیاذ باللہ العظیم۔

عبدالحق الاشبیلیؒ کہتے ہیں کہ "ایک واقعہ میں نے سنا ہے۔ کہ مصر میں ایک شخص تھا جو اذان ونماز کا سخت پابند تھا۔ اور صف اذان ونماز کے لئے مسجد میں پڑا رہتا تھا۔ طاعات وعبادات کی وجہ سے اس کے منہ پر پیشانی پر نور برستا تھا۔ ایک روز وہ اپنی عادت کے موافق اذان کہنے کی غرض سے منارہ چڑھا۔ منارہ کے نیچے ایک عیسائی کا گھر تھا۔ اتفاق سے اس گھر پر اس کی نظر پڑی۔ دیکھا ایک لڑکی کھڑی ہوئی ہے۔ اس وقت یہ بے قابو ہوگیا۔ اذان ونماز کو خیرباد کہہ کر منارہ سے نیچے اترا۔ اور سیدھا اس عیسائی کے مکان پر پہونچا۔ لڑکی نے اس سے کہا یہاں کیوں آئے ہو؟ کیا ارادہ ہے؟ اس نے کہا مجھے تجھ سے محبت ہوگئی ہے۔ میرا دل تو نے چھین لیا ہے۔ میرے قلب کی تو مالک ہوگئی ہے۔ لڑکی نے کہا۔ میں برا کام ہرگز نہیں کرسکتی۔ اس نے کہا میں تجھ سے شادی کرلیتا ہوں۔ لڑکی بولی۔ تو مسلمان۔ میں عیسائی

Marfat.com

میرا باپ ہرگز تجھ سے میری شادی نہیں کرے گا۔ اس نے کہا۔ میں عیسائی ہونے کو تیار ہوں لڑکی نے کہا ہاں ایسا ہو تو میں شادی کرنے کو تیار ہوں۔ چنانچہ یہ شخص اسی وقت عیسائی ہو گیا۔ اور اس لڑکی سے شادی کر لی۔ اسی گھرانے سے وابستہ ہو گیا۔ لیکن اتفاق کی بات یہ ہے۔ کہ شادی کے دن ہی وہ گھر کے کوٹھے پر چڑھا وہاں سے گر پڑا اور اسی وقت مر گیا اس لڑکی سے خلوت تک نصیب نہ ہوئی اور بے حاصل اپنا دین بھی کھو بیٹھا۔ اور آخرت بھی برباد کر لی۔

فصل

لواطت کی خرابیاں اور سزا۔ لواطت کا گناہ قریب قریب کفر کے ہے۔ لواطت ازدواجی مصلحتوں کے سراسر خلاف ہے قوم لوط پر خدا کا عذاب کس طرح نازل ہوا۔ لوطی کی سزا۔

لواطت کی خرابیاں بڑی خطرناک ہیں۔ اس لئے اس کی عقوبت و سزا بھی یہاں اور آخرت میں دونوں جگہ خطرناک ہیں۔

علماء کے اندر اختلاف ہے کہ لواطت کی سزا زیادہ سخت ہے۔ یا زنا کی۔ یا دونوں کی یکساں ہے؟ اس بارے میں علماء کے تین قول ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضؓ۔ حضرت علی بن ابی طالبؓ۔ حضرت خالد بن ولیدؓ۔ حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ۔ حضرت خالد بن زیدؓ۔ حضرت عبداللہ بن معمرؓ۔ امام زہریؒ۔ ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰنؒ۔ مالکؒ۔ اسحاق بن راہویہؒ۔ امام احمد بن حنبلؒ۔ ان کی ایک صحیح روایت کے مطابق۔ امام شافعیؒ۔ ان کے ایک قول کے مطابق یہ کہتے ہیں۔ کہ لواطت کی عقوبت و سزا زنا کی عقوبت و سزا سے زیادہ سخت ہے۔ لواطت کی سزا قتل ہے۔ لواطت کرنیوالا محض ہو یا غیر محض۔

حضرت عطاء بن ابی رباحؒ۔ حضرت حسن بصریؒ۔ حضرت سعید بن المسیبؒ۔ حضرت ابراہیم نخعیؒ۔ حضرت قتادہؒ۔ امام اوزاعیؒ۔ امام شافعیؒ۔ ان کے ظاہر مذہب۔ امام احمد بن حنبلؒ دوسری روایت کے مطابق امام ابو یوسفؒ۔ امام محمدؒ اس طرف گئے ہیں کہ لواطت اور زنا دونوں کی عقوبت و سزا یکساں ہے۔

حاکم۔ اور امام ابو حنیفہؒ یہ کہتے ہیں کہ لواطت کی سزا اور عقوبت زنا کی سزا اور عقوبت

سے کم ہے۔ لواطت کے لئے کوئی شرعی مقررہ حد نہیں ہے۔ بلکہ اس کے لئے تعزیر ہے۔

ان کی دلیل یہ ہے کہ لواطت ایک سخت ترین معصیت ہے جس طرح کہ اور بہت سے بڑے بڑے معاصی ہیں۔ اور اللہ۔ اور اللہ کے رسول نے اس کے متعلق کوئی خاص حد مقرر نہیں فرمائی۔ اس لئے اس میں صرف تعزیر ہوگی۔ جیسا کہ مردار کا گوشت اور خون۔ اور خنزیر کا گوشت کھانے میں تعزیر ہے۔

نیز ایک یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ لواطت میں شہوت کا استعمال ایسے مقام میں ہوتا ہے۔ جس سے انسانی طبائع گریز کرتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے شریعت نے اس کے متعلق کوئی خاص حد مقرر نہیں کی۔ جیسا کہ جانور اور گدھے کے ساتھ وطی کرنے میں کوئی حد مقرر نہیں کی گئی۔

نیز ایک دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ لواطت کو لغت۔ شرع اور عرف میں زنا نہیں کہا جاتا۔ اور اس لئے یہ نصوص کے ماتحت نہیں آتی جو زنا کی حد پر دلالت کرتی ہیں۔

نیز یہ لوگ کہتے ہیں کہ قواعد شرعیہ عموماً ایسے بنائے گئے ہیں کہ اگر معصیت و گناہ طبعی اقتضاء کے ماتحت ہے۔ تو اقتضاء طبائع کی وجہ سے شرع نے اس کے لئے حد مقرر کی ہے۔ جیسا کہ زنا۔ چوری۔ شراب نوشی وغیرہ کے لئے حد مقرر کر دی گئی ہے۔ کیونکہ یہ معاصی اور گناہ مقتضیات طبائع سے سرزد ہوتے ہیں۔ اور مردار کھانے۔ خون پینے۔ اور خنزیر کا گوشت کھانے پر حد مقرر نہیں کی۔ کیونکہ اس کا کھانا طبائع انسانی کے مقتضیات کے خلاف ہے۔

نیز یہ علماء یہ دلیل بھی پیش کرتے ہیں کہ لواطت کی حیثیت بعینہ وہی ہے جو چوپائے اور مردے کے ساتھ وطی کرنے کی ہے۔ یہ امر بالکل واضح ہے کہ مرد مرد سے وطی کرے یہ طبائع انسانی کے سراسر خلاف ہے۔ خدا نے انسانی طبائع کی جبلت ہی کچھ ایسی بنائی ہے کہ مرد مرد سے وطی کرنے سے سخت نفرت کرتا ہے جس طرح کہ یہ امر طبائع انسانی کے خلاف ہے کہ ایک مرد دوسرے مرد سے اسکا خواہشمند ہو کہ وہ اسکے ساتھ وطی و جماع کرے بخلاف زنا کے کہ اس میں دونوں جانب سے داعیہ موجود ہوتا ہے۔

نیز یہ علماء ایک یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ دونوں قسم کے افراد یعنی فاعل و مفعول اگر اپنی اپنی جنس سے فائدہ اٹھائیں۔ تو اس میں حد نہیں ہے مثلاً عورت عورت کے ساتھ مساحقت کرے تو اس میں حد نہیں ہے۔ اسی طرح اگر مرد مرد سے فائدہ اٹھائے تو

Marfat.com

حد نہیں ہو گی۔

قائلین قول اول یعنی جمہور اُمت جو اس کے قائل ہیں کہ لواطت کی عقوبت و سزا زنا کی عقوبت و سزا سے زیادہ سخت ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ اس کی عقوبت و سزا پر صحابہ کا اجماع ہو چکا ہے۔ لواطت کے مفاسد حد سے زیادہ خطرناک ہیں کسی گناہ کے مفاسد اس کے مفاسد کے برابر نہیں۔ اس کے مفاسد قریب قریب کفر کے مفاسد کے قریب پہونچ جاتے ہیں۔ بسا اوقات قتل نفس سے زیادہ اس کی خرابیاں ظاہر ہوتی ہیں۔ اور یہ ہم عنقریب انشاء اللہ بیان کرینگے۔

اس کبیرہ گناہ کی سزا میں خدا نے کسی قوم کو قوم لوط سے پہلے اس طرح ہلاک نہیں کیا کہ اسے جڑ بن سے اکھاڑ دیا ہو۔ اس قوم کو اس فعل بد کی وجہ سے خدا نے وہ سخت سزا دی کہ دنیا کی کسی قوم کو ایسی سزا نہیں دی۔ اور اسے ہلاک کرنے میں مختلف قسم کی عقوبتیں جمع کر دی گئیں۔ ان کی آبادی۔ ان کے مکان ان پر الٹ دیئے گئے۔ انہیں زمین کے اندر دھنسا دیا۔ آسمان سے ان پر پتھر برسائے گئے اور انہیں سنگسار کیا گیا۔ ان کی آنکھیں اندھی کر دی گئیں۔ اور ہمیشہ کے لئے یہ عذاب ان پر لازم کر دیا گیا۔ اس قوم پر خدا کی خفگی ایسی ہوئی کہ یہ جرم بہت سی خرابیوں کا موجب ہے۔ اتنا بڑا جرم ہے کہ اس سے زمین کانپنے لگتی ہے اور جس وقت زمین پر یہ گناہ ہوتا ہے۔ زمین کے کنارے جنبش کر جاتے ہیں۔ فرشتے یہاں سے بھاگ کر آسمان پر چلے جاتے ہیں۔ اور زمین کے دور دراز گوشوں میں جا کر پناہ لیتے ہیں جبکہ وہ اس فعل بد کو دیکھ پاتے ہیں اور اس لئے بھاگ جاتے ہیں کہ کہیں عذاب الٰہی اتر آیا تو یہ بھی اس کی زد میں آجائیں گے۔ زمین بارگاہ خداوندی میں پکار اٹھتی ہے پہاڑ لرز جاتے ہیں۔

کسی انسان کو قتل کر دیا جائے یہ اس کے ساتھ لواطت کرنے سے بہتر ہے۔ ناحق قتل کر دیئے جانے سے وہ شہید ہو گا۔ لیکن اس کے ساتھ لواطت کرنے کے بعد وہ قتل کیا جائے گا۔ تو بخشش ناممکن ہی نہیں اور وہ آخرت کی فلاح و نجات سے بھی محروم ہو گا اور یہ لوگ اس پر یہ استدلال پیش کرتے ہیں کہ قاتل کی حد مقتول کے ورثہ کے اختیار میں ہے اگر وہ چاہیں تو معاف کر سکتے ہیں۔ اور بسا سے قصاص میں قتل ہونے سے بچا سکتے

ہیں لیکن لواطت کرنے والے پر تو حتمی طور پر حد جاری ہوگی۔ رہائی ممکن بھی نہیں ہے اور اس حد پر اصحاب رسول اللہ ؐ کا اجماع ہو چکا ہے صحیح اور صریح احادیث جس کی کوئی ایک حدیث بھی معارض نہیں ہے اس پر دلالت کرتی ہیں۔ آنحضرت ؐ کے صحابہ نے اور خلفاء راشدین نے ان احادیث پر عمل کیا ہے۔ چنانچہ حضرت خالد بن الولید رض سے ثابت ہے کہ عرب کے بعض اطراف میں ایک شخص انہوں نے ایسا دیکھا جو عورتوں کی طرح مرد کے ساتھ شادی کرتا تھا انہوں نے خلیفۂ اسلام حضرت ابوبکر صدیق رض کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ حضرت ابوبکر صدیق رض نے صحابہ کرام رض کو جمع کیا اور اس بارے میں مشورہ کیا۔ حضرت علی بن ابی طالب رض نے تمام سے سخت رائے دی۔ فرمایا۔ دنیا میں صرف ایک ہی قوم اس جرم کی مرتکب ہوئی ہے۔ اور آپ جانتے ہیں خدا نے اس کے ساتھ کیسا سخت معاملہ کیا ہے؟ میری رائے تو یہی ہے کہ اسے جلا دیا جائے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رض نے حضرت خالد بن ولید رض کو یہ لکھ بھیجا۔ اور حضرت خالد بن ولید رض نے اسے جلا دیا۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رض نے یہ رائے دی کہ ایسے آدمی کو آبادی میں جو سب سے بلند جگہ ہو وہاں لے جایا جائے۔ اور وہاں سے سر کے بل نیچے پھینکا جائے۔ اور اسے پتھروں سے سنگسار کر دیا جائے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رض نے یہ حد اور سزا قوم لوط کی عقوبت و سزا سے اخذ کی ہے۔

نیز حضرت عبداللہ بن عباس رض نے آنحضرت ؐ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت ؐ نے فرمایا۔

من وجدتموہ یعمل عمل قوم لوط فاقتلوا الفاعل والمفعول بہ	جس کو تم قوم لوط کا کام کرتے پاؤ تو تم فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو۔

یہ روایت تمام اہل سنن نے روایت کی ہے۔ ابن حبان وغیرہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ امام احمد بن حنبل رض نے بھی اس روایت کو قابل حجت تسلیم کیا ہے، اس حدیث کی اسناد بخاری کی شرائط کے مطابق ہے۔

نیز یہ لوگ دلیل پیش کرتے ہیں۔ کہ آنحضرت ؐ نے فرمایا ہے۔

لعن اللہ من عمل قوم لوط۔	جو آدمی قوم لوط کا کام کرے اس پر خدا کی لعنت ہے۔

Marfat.com

لعن اللہ من عمل قوم لوط۔ جو آدمی قوم لوط کا کام کرے اس پر خدا کی لعنت ہے۔

- لعن اللہ من عمل قوم لوط۔ جو آدمی قوم لوط کا کام کرے اس پر خدا کی لعنت ہے۔

ایک ہی حدیث میں تین۳ مرتبہ لعنت وارد ہے۔ اور زانی کے حق میں کسی جگہ ایک ہی حدیث میں تین۳ مرتبہ لعنت وارد نہیں ہے۔ زنا کے علاوہ دیگر کبائر میں بھی لعنت وارد ہے مگر صرف ایک ہی مرتبہ۔ اور یہاں لوطی کے حق میں تین۳ مرتبہ لعنت وارد ہے۔

نیز آنحضرتؐ کے تمام صحابہ لوطی کے قتل پر متفق ہیں۔ کسی ایک صحابی نے بھی اس بارے میں اختلاف نہیں کیا ہے۔ اگر کسی نے کچھ اختلاف کیا ہے تو صورت قتل میں کہ کس طرح اسے قتل کیا جائے؟ نفس قتل میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ لوگ خواہ مخواہ کہتے ہیں کہ مسئلہ اختلافی ہے اور صحابہ کا اسمیں اختلاف ہے۔ حالانکہ یہ صحابہ کرام کا اجماعی مسئلہ ہے۔ صرف صورت قتل میں اختلاف ہے۔

نیز کہتے ہیں کہ زنا کے بارے میں جو خدا نے مذمت کی ہے اور لواطت کے بارے میں جو مذمت کی ہے۔ دونوں پر غور کیا جائے تو فرق واضح ہو جائے گا۔ زنا کے بارے میں ارشاد ہے۔

ولا تقربوا الزنا انہ کان فاحشۃ وساء سبیلا (سورۃ الاسرا) اور تم زنا کے قریب مت جاؤ کہ یہ بیحیائی ہے اور بُرا راستہ ہے۔

اور لوطی کے متعلق ارشاد ہے۔

اتاتون الفاحشۃ ما سبقکم بہا من احد من العلمین (سورۃ الاعراف) کیا تم بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہو؟ ایسا برا کہ دنیا جہان میں تم سے پہلے کسی نے نہیں کیا۔

زنا کے متعلق لفظ فاحشۃ بصورت نکرہ وارد ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ جس طرح اور فواحش ہیں۔ ایک یہ بھی فاحشہ عمل ہے۔ لیکن لوطیوں کے متعلق الفاحشۃ بصورت معرفہ وارد ہے۔ جس کے معنی یہ ہوتے ہیں۔ کہ یہ فعل فحش کے پورے پورے معنی پر مشتمل اور جامع ہے۔ یعنی تم لوگ سب کام کرتے ہو۔ جس کا فحش ہونا تمام کے نزدیک مسلم ہے۔ یہ کام اسقدر ظاہر الفحش ہے کہ اسکے فحش ہونیکے ذکر کی بھی ضرورت نہیں "الفاحشۃ" فرمایا جس سے دوسری

Marfat.com

جانب اشارہ بھی نہیں ہو سکتا۔ یہ اسم دوسرے مسمی کی طرف خیال بھی پیدا نہیں کر سکتا۔ اور یہ بعینہ اس قول کی نظیر و مثال ہے جو فرعون نے حضرت موسیٰ سے کہا تھا۔

وفعلت فعلتك التی فعلت۔ اور کیا تو نے وہ حرکت نہیں کی جو تو کر گزرا؟

(سورۃ الشعراء)

یعنی تم نے ایسا کام اور برا عمل کیا ہے جس کی برائی بالکل واضح ہے۔ اور اس کی برائی سے ہر ایک واقف ہے۔ اس کے بعد خدا اس فعل کی برائی کو سخت انداز میں پیش کرتا ہے کہ یہ وہ بدترین فعل ہے۔ کہ تم سے پہلے کسی نے یہ فعل نہیں کیا۔

ما سبقکم بها من احد من العلمین۔ یہ کام دنیا جہان میں تم سے پہلے کسی نے نہیں کیا۔

اس کے بعد اس کی مزید برائی پیش کرتا ہے۔ فرماتا ہے۔

انکم لتاتون الرجال تم مردوں کے ساتھ برا کام کرتے ہو۔

یعنی یہ ایسا برا کام ہے۔ کہ اس کے سننے سے قلوب لرز جاتے ہیں۔ اور کان پھٹ جاتے ہیں کہ مرد مرد کے ساتھ ایسا کام کرتا ہے۔

اس کے بعد خدا یہ تنبیہ فرماتا ہے کہ یہ کام ہرگز ہرگز کرنے کا نہیں محض شہوت رانی کی غرض سے یہ فعل کیا جاتا ہے۔ وہ مزدوریں اس سے پوری نہیں ہوتیں جو مرد اور عورت کے جوڑے سے وابستہ ہیں۔ مثلاً یہ کہ مرد عورت کی طرف مائل ہوتا ہے اور اس سے اپنی حاجت پوری کرتا ہے۔ میاں بی بی میں محبت و الفت کا وہ رشتہ قائم ہو جاتا ہے کہ عورت اپنے ماں باپ کو بھول جاتی ہے۔ اور صرف شوہر ہی کو یاد کرتی رہتی ہے۔ نیز عورت کے ذریعہ نسل پیدا کی جاتی ہے۔ جس سے نوع انسانی۔ اشرف المخلوقات کا تحفظ اور اس کی بقار وابستہ ہے۔ عورت کی عفت و عصمت کی حفاظت ہوتی ہے۔ مصاہرہ کا وہ رشتہ قائم ہوتا ہے جو بعینہ نسب کے رشتہ کے برابر ہوتا ہے۔ عورتوں پر مردوں کی حکومت قائم ہوتی ہے۔ عورتوں سے ہمبستری کر کے خدا کی محبوب ترین مخلوق پیدا کی جاتی ہے۔ انبیاء۔ اولیاء۔ اہل ایمان اور دیندار۔ خدا پرست لوگ پیدا ہوتے ہیں۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں اضافہ ہوتا ہے جس کی کثرت و فراوانی سے آپ دوسرے انبیاء کے مقابلہ میں قیامت کے دن فخر کریں گے۔ یہ اور اس قسم کی بے شمار مصلحتیں عورتوں سے وابستہ ہیں۔ لوطی ان تمام

Marfat.com

مصلحتوں کے خلاف اقدام کرتا ہے۔ لواطت ان تمام باتوں کی پرورش کرتی ہے۔ جن کی خرابیاں حصر و احصاء سے باہر ہیں۔ جس کی خرابیاں اور خرابیوں کی تفصیل خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اس کے بعد خدا اس کی قباحت کی مزید تاکید فرماتا ہے۔ کہ لوطی فطرتِ انسانی کے خلاف اقدام کرتا ہے۔ مرد کو جس فطرت پر پیدا کیا ہے اس کی خلاف ورزی کرتا ہے فطرت یہ ہے کہ مرد عورتوں سے اپنی شہوت پوری کریں۔ نہ کہ مردوں سے۔ لیکن لوطی اس فطرت کے خلاف کام کرتا ہے۔ فطرت۔ طبیعت۔ جبلت کے سراسر خلاف اقدام کرتا ہے اور یہی وجہ تھی جس کی بنا پر قوم لوط کی آبادیوں کو خدا نے الٹ دیا۔ منقلب کر دیا۔ سر کے بل دے مارا۔

اس کے بعد اس کی قباحت کی مزید تاکید فرماتا ہے۔ کہ یہ بے راہ روی اور زیادتی ہے۔ اور یہ لوگ حد چھوڑ کر آگے بڑھتے ہیں۔

فرماتا ہے۔

بل انتم قوم مسرفون (سورۃ الاعراف) بلکہ تم لوگ بے راہ روی کرنیوالے لوگ ہو۔

غور کرو اس قسم کی تاکید۔ یا اس کے قریب قریب بھی زنا کے متعلق وارد ہے؟

پھر خدا ان کے متعلق یہ تاکید فرماتا ہے۔

ونجیناہ من القریۃ التی کانت تعمل الخبائث: (سورۃ الانبیاء) اور لوط ؑ کو ہم نے اس بستی سے نجات دی جو ناپاک کام کرتی تھی۔

اس کے بعد خدا اس قوم کے دیگر مکروہ وصف بیان کر کے اس کی انتہا درجہ کی قباحت کو واضح فرماتا ہے۔

فرماتا ہے۔

انھم کانو قوم سوء فاسقین (سورۃ الانبیاء) واقعی وہ لوگ برے اور بدکار لوگ تھے۔

اپنے پیغمبر کی زبان سے یہ کہلواتا ہے۔

رب انصرنی علی القوم المفسدین (سورۃ العنکبوت) اے میرے پروردگار! ان تباہی انگیز لوگوں کے مقابلہ میں میری مدد کر۔

Marfat.com

اور پھر فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے سامنے قوم لوط کو ظالم کہا۔

انا مھلکوا اھل ھذہ القریۃ۔ ان اھلھا کانوا ظالمین ، (سورۃ العنکبوت)

ہم اس بستی کے رہنے والوں کو ہلاک کرنے والے ہیں۔ یہاں کے باشندے یقیناً ظالم ہیں۔

غور کرو۔ یہ عقوبت و سزا کسی اور کے لئے بھی بیان کی گئی ہے؟ ایسی مذمت کسی دوسرے گناہ کی بھی نہیں کی گئی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام اس قوم کے بارے میں کچھ حجت پیش کرتے ہیں۔ اور عذاب کے ٹل جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو فرشتے جواب دیتے ہیں۔

یا ابراھیم اعرض عن ھذا انہ قد جاء امر ربک وانھم آتیھم عذاب غیر مردود (سورۃ ہود)

اے ابراہیم! یہ بات چھوڑ دو۔ تمہارے رب کا حکم آپہونچا ہے۔ ان پر عذاب اترکر رہے گا۔ ٹلنے والا نہیں ہے۔

ان لوطیوں کے تمرد و غرور پر غور کرو۔ انکی خباثت و سرکشی کس درجہ بڑھی ہوئی تھی؟ جب یہ فرشتے حضرت لوط ع کے یہاں پہونچتے ہیں۔ انسانی شکل میں نہایت خوبصورت شکلوں میں پہونچتے ہیں۔ لوطی حضرت لوط ع کے مکان پر دوڑ پڑتے ہیں۔ خدا کا یہ پیغمبر جب انکو دیکھتا ہے تو گھبرا جاتا ہے۔ اور کہتا ہے۔

یا قوم! ھؤلاء بناتی ھن اطھر لکم (ہود)

اے میری قوم! یہ میری بیٹیاں ہیں نہایت پاکدامن ہیں۔ تمہارے لئے موجود ہیں۔

اپنے مہمانوں کی عزت و آبرو بچانے کے لئے اپنی لڑکیاں پیش کرتا ہے کہ لوگو! میری لڑکیوں سے تم شادی کرلو۔ مگر میرے مہمانوں کو نہ چھیڑو۔ میرے لئے یہ شرم و عار کا موجب ہے۔ چنانچہ حضرت لوط ع ان سے کہتے ہیں۔

یا قوم ھؤلاء بناتی ھن اطھر لکم فاتقوا اللہ ولا تخزون فی ضیفی۔ الیس منکم رجل رشید؟ (ہود)

اے میری قوم! یہ میری بیٹیاں ہیں۔ نہایت پاکدامن ہیں۔ تمہارے لئے موجود ہیں۔ تم خدا سے ڈرو۔ اور مہمانوں کے مقابلہ میں مجھے رسوا نہ کرو۔ کیا تم میں کوئی بھی بھلا آدمی نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ متمرد لوگ کیا دیتے ہیں؟ اس پر بھی غور کرو۔ جواب دیتے ہیں۔

Marfat.com

لقد علمت مالنافی بناتك من حق وانك لتعلم ما نريد۔ (ہود)

تم جانتے ہو کہ ہم کو تمہاری بیٹیوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ جو ہماری غرض ہے۔ وہ تم خوب جانتے ہو۔

یہ سن کر خدا کا پیغمبر ٹھنڈی سانس لیتا ہے۔ اور کہتا ہے۔

لوان لی بکم قوۃ او آوی الی رکن شدید؛

کاش مجھ میں تمہارے مقابلہ کی طاقت ہوتی یا کسی زبردست سہارے کی پناہ مل جاتی

یہ سن کر خدا کے بھیجے ہوئے فرشتے حضرت لوطؑ کو حقیقت حال سے مطلع کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ آپ گھبرائیے نہیں۔ وہ نہ ہمارا کچھ بگاڑ سکتے ہیں۔ اور نہ آپ کو دکھ دے سکتے ہیں۔ ہم کو خدا نے انکی ہلاکت کے لئے بھیجا ہے۔

انا رسل ربك لن يصلوا اليك :

ہم تمہارے رب کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں ان کی رسائی تم تک نہیں ہوگی۔

پھر انہیں خدا کی بشارت سناتے ہیں۔ اور لوطیوں کے لئے جو عذاب لے کر آئے ہیں اس کی ہمیں اطلاع دیتے ہیں۔ کہتے ہیں۔

فاسر باهلك بقطع من الليل ولا يلتفت منكم احد الامرائتك انه يصيبها ما اصابهم۔ ان موعدهم الصبح۔ اليس الصبح بقريب: (ہود)

تم کچھ رات گئے اپنے گھر والوں کو لے کر چلے جاؤ۔۔۔۔ اور تم میں سے کوئی مڑ کر نہ دیکھے۔ ہاں تمہاری بی بی ضرور مڑ کر دیکھے گی اس پر وہی عذاب آئے گا جو ان لوگوں پر آئے گا۔ ان کا مقررہ وقت صبح ہے۔ کیا صبح کا وقت قریب نہیں ہے ؟

جب خدا کا پیغمبر ان کی ہلاکت میں کچھ دیر پاتا ہے تو کہتا ہے۔ عذاب جلد اترنا چاہیئے فرشتے کہتے ہیں۔ ہاں جلد سے جلد عذاب اترے گا۔

اليس الصبح بقريب ؟ (ہود)

کیا صبح کا وقت قریب نہیں ہے ؟

قسم خدا کی خدا کے ان دشمنوں کی ہلاکت و بربادی۔ اور خدا کے پیغمبر اور خدا کے دوستوں کی نجات میں سحر سے لے کر طلوع فجر سے زیادہ وقت نہیں گذرا۔ خدا کے دشمنوں کی آبادیاں بیخ و بن سے اکھاڑ دی گئیں۔ آسمان کے قریب تک لے جائی گئیں۔

Marfat.com

اور اس قدر اونچی لے جائی گئیں۔ کہ آسمان کے فرشتے ان کے کتوں اور گدھوں کی آوازیں سنتے تھے۔ اور وہ فرمان الٰہی جو رد نہیں ہو سکتا۔ خدا کے بندے حضرت جبرئیل کے ساتھ دہرایا گیا۔ کہ انکو الٹ دو۔ اوندھا کر دو۔ اور ہلاک کر مارو۔

فلما جاء امرنا جعلنا عالیھا سافلھا و امطرنا علیھا حجارۃ من سجیل : (ہود)

غرض جب ہمارا عذاب آپہونچا۔ تو ہم نے اس بستی کو زیر و زبر کر دیا۔ اور کنکر یلے پتھر ہم نے ان پر تہہ بتہ برسائے۔

اور ان کی ہلاکت و بربادی کو خدا نے دنیا جہاں کے لئے عبرت و یادگار چھوڑا۔ پرہیزگاروں کے لئے موعظت و نصیحت کا سامان مہیا کر دیا۔

ان فی ذالک لآیات للمتوسمین۔ وانھا لبسبیل مقیم۔ ان فی ذالک لآیۃ للمومنین : (سورۃ الحجر)

اس میں سمجھنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں اور وہ بستی سیدھے راستہ پر ہے۔ اس میں ایمانداروں کے لئے نشانیاں ہیں۔

حضرت جبرئیلؑ نے اس طبقہ کو اس حالت میں اٹھایا کہ یہ لوگ بے خبر تھے۔ غرور و نشہ کے نشہ میں سوئے پڑے تھے۔ صبح ہوتے ہوتے یہ سب کے سب عذاب الٰہی کا شکار بن گئے۔ اور کوئی چیز ان کے لئے نفع بخش ثابت نہ ہوئی۔

ماذا کانت فی الحیاۃ لاھلھا عذابا فصارت فی الممات عذابا

وہ مقاصد جو ان کی زندگی میں ان کے لئے عذاب تھے۔ موت کے بعد بھی ان کے لئے عذاب ہی رہے۔

افسوس صد ہزار افسوس ساری لذتیں مسرتیں ختم ہو گئیں۔ اور حسرتیں ساتھ لے گئے۔ خواہشات کی ساری رگیں ٹوٹ گئیں۔ اور شقاوت و بدبختی ورثہ میں لے گئے۔ عیش و عشرت کی ساعتیں بہت کم ملیں۔ لیکن دائمی عذاب ساتھ لے گئے۔ پرخار چراگاہوں سے چارہ کھایا۔ لیکن درد و عذاب اپنے سروں پر لاد گئے۔ افسوس شہوات و خواہشات کے نشہ نے انکو افاقہ کا موقع ہی نہ دیا۔ جب آیا تو اس وقت جبکہ ان کی آبادیاں دردناک عذاب میں دھر لی گئیں۔ غفلت نے ان کو اس بے خبر سلا دیا کہ ہلاکت و بربادی کے وقت تک جاگ ہی نہ سکے۔ افسوس وہ اس وقت بیدار ہوئے اور نادم ہوئے جبکہ بیداری اور ندامت ان کے کام نہیں آسکتی۔ اور اب وہ اپنی بدکرداریوں بداعمالیوں پر آنسو کے بدلے خون رونے لگے۔

Marfat.com

اے کاش! تم ان لوگوں کے حالات دیکھ لیتے۔ کہ وہ کس طرح اُلٹ دیئے گئے۔ نیچے اوپر کر دیئے گئے۔ اور اب ان کے منہ اور جسم سے آگ جھڑ رہی ہے۔ جہنم کے پرخطر طبقوں میں جل رہے ہیں۔ لذیذ شراب کی بجائے گرم پیپ پی رہے ہیں۔ ان کے چہرے جھلس گئے ہیں۔ اور انہیں کہا جا رہا ہے۔ اپنے اعمال کا مزہ چکھو۔

اصلوها فاصبروا اولا تصبروا سواء علیکم انما تجزون ما کنتم تعلمون: (طور)	اس میں داخل ہو۔ اور صبر کرو یا نہ کرو۔ تمہارے لئے برابر ہے۔ تم کو تمہارے کئے کی سزا دی جائے گی۔

اس کے بعد اللہ تعالےٰ اس قوم کے پیروؤں۔ اور بدکرداروں کو سخت سے سخت وعید سے ڈراتا ہے۔ فرماتا ہے۔

وما هی من الظالمین ببعید: (۱) (ہود)	اور وہ مشہور آبادی ان ظالموں سے کچھ دور نہیں ہے۔

فصل

(ان لوگوں کے جوابات جو لواطت کی عقوبت کو زنا کی عقوبت سے)
(کم بتلاتے ہیں)

جو لوگ کہتے ہیں کہ لواطت ایک ایسی معصیت اور گناہ ہے جس کی حد اللہ تعالےٰ نے متعین نہیں کی۔ اور اس لئے لواطت کی عقوبت زنا کی عقوبت سے کم ہے

اس قول کے چند جوابات ہیں:

اوّل۔ یہ کہ دین الٰہی کے مبلغ حضرت پیغمبر خدا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے لواطت کی حد قتل مقرر فرمائی ہے۔ اور قتل کا حکم حتمی اور یقینی ہے۔ خدا کا رسول جو چیز بھی شروع فرماتا ہے۔ وہ خدا ہی کی جانب سے شروع ہوتی ہے۔ پس اگر تمہارا مقصد یہ ہے۔ کہ لواطت کی حد شرعاً مشروع نہیں ہے۔ تو یہ قطعاً غلط ہے۔ اور اگر تمہارا

---

(۱) یہاں علامہ ابن قیم نے اس مضمون سے چند حسرتناک اشعار لکھے ہیں۔ ہم نے غیر ضروری سمجھ کر یہ اشعار چھوڑ دیئے ہیں۔ مترجم۔

Marfat.com

مقصد یہ ہے کہ قرآن حکیم کی کسی نص سے حد ثابت نہیں ہے تو یہ صحیح ہے۔ لیکن ا
انتفاءِ حکم لازم نہیں آتا۔ کیونکہ اسکی حد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت

دوم۔ یہ کہ تمہارا یہ استدلال حکم رجم سے ٹوٹ جاتا ہے۔ کیونکہ رجم کا حکم۔ سنت نبوی سے ثابت ہے۔ قرآن سے نہیں۔

اگر تم کہو کہ رجم کا حکم قرآن سے ثابت ہے۔ جس کے الفاظ قرآن سے منسوخ ہو گئے ہیں اور حکم باقی ہے تو ہم کہیں گے۔ شراب نوشی کی حد سے یہ دلیل ٹوٹ جاتی ہے کہ شراب نوشی کی حد سنت نبوی سے ثابت ہے۔

سوم۔ یہ کہ ایک خاص معین دلیل کی نفی سے مطلق دلیل کی نفی۔ لازم نہیں اور نہ ہی مدلول کی نفی لازم آتی ہے۔ اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ جس دلیل کی تم نفی کر رہے ہو وہ منتفی نہیں ہے۔

تم یہ کہتے ہو کہ لواطت ایک ایسا فعل ہے۔ جو طبائع انسانی کے خلاف اور طبیعتیں اس سے نفرت کرتی ہیں۔ اور اس لئے لواطت کرنا مردہ عورت چوپائے کے ساتھ وطی کرنے کے مانند ہے۔ اس کا جواب ہم چند طریقوں سے دیتے ہیں۔

اوّل۔ یہ کہ تمہارا یہ قیاس بالکل غلط قیاس ہے۔ یہ قیاس رسول اللہ کی سنت اور اجماع صحابہ کے خلاف ہے۔ اس لئے مردود ہے۔ جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا۔

دوم۔ یہ کہ حسین و خوبصورت مرد کے ساتھ کہ جس کا فتنہ تمام فتنوں کو ہوا دیتا ہے وطی کرنے کو گدھے۔ چوپائے۔ اور مردہ عورت کے ساتھ جماع کرنے پر قیاس کرنا ایک باطل قیاس ہے۔ کیا کسی حسین و خوبصورت آدمی کو کوئی گدھی۔ گائے اور مردہ عورت کے برابر کہہ سکتا ہے؟ کیا گدھی۔ گائے پر کوئی عاشق ہو سکتا ہے؟ یا انکا عشق کسی کو اسیر بنا سکتا ہے؟ اور کسی کے فکر اور نفس پر غالب آ سکتا ہے۔ اب بتاؤ اس قیاس سے فاسد ترین قیاس کونسا قیاس ہو سکتا ہے؟

سوم۔ یہ کہ تمہاری یہ دلیل اس سے بھی ٹوٹ جاتی ہے۔ کہ اگر کوئی شخص اپنی ماں بہن۔ بیٹی سے وطی کرتا ہے۔ تو باوجودیکہ یہاں طبعی نفرت مکمل طریقہ پر موجود ہے اسے سخت سے سخت سزا دی جائیگی۔ اور ایک قول کے بموجب اس پر سخت ترین عقوبت جاری کی جائے گی۔ یہ شخص محصن ہو یا غیر محصن قتل کیا جائے گا۔ اور ایسی ہی ایک روایت

میں امام احمد بن حنبلؒ سے یہی مروی ہے۔ اور امام اسحاق بن راہویہؒ۔ اور محدثین کی ایک بہت بڑی جماعت اس کی قائل ہے۔

اور سنن ابی داؤد۔ سنن ترمذی۔ میں حضرت براء بن عازب رضؓ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں۔

لقیت عمی۔ ومعہ الرایۃ فقلت له الی این تریدہ؟ قال بعثنی رسول اللہ صلعم الی رجل نکح امرأۃ ابیہ من بعدہ۔ ان اضرب عنقہ۔ وآخذ مالہ:

(قال الترمذی ہذا حدیث حسن)

میں اپنے چچا سے ملا۔ ان کے ہمراہ علم تھا۔ میں نے ان سے پوچھا۔ کہاں کا ارادہ رکھتے ہیں؟ انہوں نے کہا۔ مجھے رسول اللہ صلعم نے ایک آدمی کی طرف بھیجا ہے۔ جس نے اپنے باپ کی بی بی سے باپ کے مرنیکے بعد نکاح کیا ہے۔ میں جاکر اس کی گردن اڑا دوں۔ اور اس کا مال لے لوں۔

جوزجانی کہتے ہیں۔ براء کے چچا کا نام حارث بن عمرو ہے۔

اور سنن ابی داؤد۔ اور ابن ماجہ کے اندر حضرت ابن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔

من وقع علی ذات محرم فاقتلوہ۔

جو آدمی اپنے ذی محرم کے ساتھ زنا کرے اسے قتل کردو۔

حجاج بن یوسف کے سامنے ایک شخص کو پیش کیا گیا۔ جس نے اپنی بہن پر قبضہ جمار کھا تھا۔ حجاج نے اسے مجوس رکھنے کا حکم دیا۔ اور کہا اس کے متعلق آنحضرت صلعم کے صحابہ سے مسئلہ دریافت کرو۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مطرف رضؓ سے دریافت کیا گیا انہوں نے کہا۔ آنحضرت صلعم سے میں نے سنا ہے۔

من تخطی حرمۃ المؤمنین فخطوا وسطہ بالسیف:

جو آدمی ایمان والوں کی حرمت کاٹے اسے تم بھی کمر سے کاٹ دو۔

گو اس حدیث میں وسط درمیان سے کاٹ دینے کا حکم ہے۔ لیکن اصل مسئلہ کی مستقل دلیل اسمیں موجود ہے۔ اور وہ یہ کہ جس سے کسی حال میں بھی وطی وجماع جائز نہ ہو اس سے وطی وجماع کرنیوالے کی سزا اور حد قتل ہے۔ اور اس پر وہ حدیث بھی دلالت

Marfat.com

کرتی ہے جہاں بیٹی کے ساتھ جماع کرنے سے قتل واجب کرتی ہے۔ دیگر ذوات محارم کے متعلق بھی یہی کہا جائے گا کہ جو آدمی ایسی عورت سے وطی جماع کرے جس سے کسی حال میں وطی جماع جائز نہیں۔ اس کی حد قتل ہے۔ جس طرح کہ لوطی کی حد قتل ہے۔

تحقیق یہ ہے کہ ان ہر دو مسئلوں پر نص سے استدلال کیا جا سکتا ہے۔ نیز قیاس صحیح بھی ان ہر دو مسئلوں کی صحت پر شہادت دیتا ہے۔ البتہ کچھ اختلاف ہے۔ اور وہ یہ کہ اس خصوصیت رشتہ کی وجہ سے قتل کی سزا دی جائے گی۔ یا حد زنا کی بنا پر؟ اور اس میں دو قول ہیں۔ امام شافعیؒ۔ امام مالکؒ اور امام احمدؒ ایک روایت کے مطابق اس طرف گئے ہیں۔ کہ اس کی حد۔ زنا کی حد ہو گی۔ اور امام احمدؒ۔ امام اسحاقؒ۔ اور محدثین کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ ہر حال میں قتل کرنا یہی اس کی حد ہے۔

یہ تمام حضرات اس امر پر بھی متفق ہیں کہ اگر کسی شخص نے کسی ذی محرم سے نکاح کر لیا اور اس سے جماع کیا۔ اور اس کی حرمت سے وہ واقف تھا تو اس پر زنا کی حد جاری ہو گی۔ صرف امام ابو حنیفہؒ کا اس بارے میں یہ مسلک ہے کہ چونکہ شبہ کی گنجائش موجود ہے۔ اس لئے حد ساقط ہو جائے گی۔

اس کے جواب میں دوسرا فریق یہ کہتا ہے۔ نکاح کا نام دھر کر اس نے جماع کیا ہے اس لئے جرم اور زیادہ وزنی ہو جاتا ہے۔ دو حرام چیزوں کا اس نے ارتکاب کیا ہے۔ ایک تو یہ کہ وہ عقد حرام کا مرتکب ہوا۔ دوسرا جماع حرام کا مرتکب ہوا جب حرام عقد کے ساتھ۔ جماع حرام ضم ہو گیا۔ تو عقوبت و سزا کیونکر ہلکی ہو گی۔

مردہ عورت کے ساتھ جماع و وطی کرنے کے متعلق فقہا کے دو قول ہیں۔ اور یہ دونوں قول امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ کا مسلک ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ مردہ عورت کے ساتھ زنا کرنے سے حد واجب ہو گی۔ اور یہ امام اوزاعی کا قول ہے۔ اس پر حد یقیناً جاری ہو گی۔ کیونکہ اسکا یہ فعل ایک بہت بڑا جرم ہے اسلئے کہ ایک اس نے فحش کام کیا اور پھر مردے کی حرمت توڑ دی۔

فصل

چوپائے کے ساتھ بدفعلی کرنے سے حد لازم ہو گی یا تادیبی تعزیر؟

Marfat.com

چوپائے کے ساتھ وطی اور بدفعلی کرنے کی عقوبت دسزا کے متعلق تین قول ہیں۔

اوّل۔ یہ کہ چوپائے کے ساتھ بدفعلی کرنے والے کی تادیب کی جائے گی اس پر حد نہیں ہوگی۔ یہ قول امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ کا ہے۔ اور ایک قول امام شافعیؒ کا بھی ہے۔ اور امام اسحاقؒ کا بھی یہی قول ہے۔

دوم۔ یہ کہ اس کا حکم زانی کا حکم ہے۔ اگر کنوارا۔ غیر شادی شدہ ہے۔ تو اسے کوڑے لگائے جائیں گے۔ اور اگر محصن شادی شدہ ہے۔ تو اسے رجم کیا جائے گا۔ اور یہ قول حضرت حسنؒ کا ہے۔

سوم۔ یہ کہ اس کا حکم لوطی کا حکم ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ کی بھی یہی تصریح ہے۔

ان ہر دو مختلف اقوال کے پیش نظر یہ امر مستخرج و مستنبط ہوتا ہے کہ یا تو حتمی طور پر قتل کر دینا اس کی حد ہے یا اس کی حد وہ حد ہے جو زنا کی ہے؟

جو لوگ اس کی حد قتل بتلاتے ہیں وہ استدلال میں ابوداؤد کی وہ روایت پیش کرتے ہیں جو حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔

من اتی بھیمۃ فاقتلوہ واقتلوا معہ۔ جو شخص چوپائے کے ساتھ بدفعلی کرے اسے قتل کر دو۔ اور اس کے ساتھ چوپائے کو بھی قتل کر دو۔

اور یہ اس لئے کہ یہ وطی و دخول ایسا ہے۔ کہ کسی حال میں حلال نہیں۔ لہٰذا اس کی حد قتل ہے۔

اور جو لوگ اس کے متعلق حد کے قائل نہیں۔ وہ یہ کہتے ہیں۔ کہ اس بارے میں کوئی صحیح حدیث موجود نہیں ہے۔ اگر کوئی صحیح حدیث موجود ہوتی تو ہم ضرور اس کے قائل ہو جاتے۔ اس کی مخالفت کا ہمارے پاس کوئی راستہ ہی نہ ہوتا۔ چنانچہ اسمٰعیل بن سعید الشالنجیؒ اس باب میں کہتے ہیں۔ میں نے امام احمدؒ سے پوچھا کہ چوپائے کے ساتھ بدفعلی کرنے والے کا کیا حکم ہے؟ تو امام صاحب خاموش ہو رہے۔ اور عمرو ابن ابی عمرو کی حدیث اس بارے میں ثابت شدہ حدیث نہیں ہے۔ طحاوی اس حدیث کو ضعیف کہتے ہیں۔ نیز یہ روایت حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے لیکن خود ان کا فتویٰ اس کے خلاف ہے۔ وہ یہ فتوے دیتے ہیں کہ اس پر حد

Marfat.com

نہیں ہے ۔چنانچہ ابوداود رح کہتے ہیں۔ابن عباس کا یہ فتوے ان کی حدیث کو ضعیف قرار دیتا ہے۔

اوراس میں بھی کوئی شبہ نہیں ہے کہ اس بارے میں طبعی زجر توبیخ باعتبار لواطت طبعی زجرو توبیخ سے زیادہ قوی ہے ۔اور ظاہر ہے کہ انسانی طبائع میں چوپائے کے ساتھ وطی ودخول کرنے اورانسان کے ساتھ وطی ودخول کرنے میں زمین و آسمان کا فرق ہے ۔اوراسلئے ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا۔ قیاس فاسد ہے۔

فصل

(مرد سے مرد کی وطی ودخول کو دو عورتوں کی)
(باہمی مساحقت پر قیاس کرنا غلط ہے)

کسی مرد کے مرد کے ساتھ وطی کرنے کو دو عورتوں کی مساحقت پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق اورفاسد ترین قیاس ہے۔وہاں ایلاج ودخول متصور نہیں ہے۔بلکہ یہ ایسا ہے ۔کہ ایک مرد دوسرے مرد سے بلا ایلاج دخول کے مباشرت کرلیتا ہے۔علاوہ ازیں بعض احادیث مرفوعہ کے اندر یہ بھی وارد ہے۔

اذا اتت المرأة المرأة فهما زانيتان:۔	عورت عورت سے اختلاط کرے تو وہ دونوں زناکار ہیں۔

لیکن اس میں حد لازم نہیں آتی ۔کیونکہ اس میں ایلاج ودخول متصور نہیں ہے گواس پر زنا کا اطلاق ہوا ہے۔مگر یہ اسی قسم کا زنا ہے ۔جو آنکھ۔قدم۔زبان وغیرہ کا زنا ہوا کرتا ہے ۔اوراس پر بھی زنا کا اطلاق ہوتا ہے۔

جب یہ امر ثابت اوروا ضح ہوگیا تو اب یہ بھی سمجھ لو کہ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع واتفاق ہے کہ اپنے مملوک وغلام کے ساتھ لواطت کرنا ویسا ہی ہے ۔جیسا کسی اورکے ساتھ لواطت کرنا۔جن لوگوں کا خیال ہے کہ اپنے مملوک وغلام کے ساتھ لواطت جائز ہے۔ اوروہ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں۔

الاعلی ازواجهم او ما ملكت ايمانهم فانهم غير ملومين (سورة المؤمنون والمعارج)	اورجو لوگ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں سوائے اپنی بیبیوں۔اوراپنی باندیوں۔

Marfat.com

کیونکہ اس صورت میں ان پر ملامت نہیں۔

جو لوگ مملوک ہاندی پر مملوک غلام کو قیاس کرتے ہیں۔ وہ کافر ہیں ایسے لوگوں سے توبہ کرنے کا مطالبہ اسی طرح کیا جائے گا۔ جس طرح مرتد سے توبہ کرنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے اگر توبہ کر لیوے فبہا ورنہ اسے قتل کر دیا جائے۔ اپنے مملوک و غلام سے لواطت کرنا گناہ ہے اور حکم کے لحاظ سے وہی حکم رہتا ہے۔ جو غیر کے مملوک و غلام کے ساتھ لواطت کرنے کا ہے۔ یا غیر مملوک سے لواطت کرنے کا ہے۔

فصل

مرض عشق کی دوا، آنکھوں کی حفاظت و نگرانی ہے خدا اور بصیرت عطا فرماتا ہے۔ اور اس کے قلب کو ثابت و مستقیم رکھتا ہے

اب اگر کہا جائے کہ باوجود ان تمام باتوں کے آیا اس مہلک مرض کی کوئی دوا بھی ہے یا نہیں؟ اس قاتل جادو کے اتار کا کوئی منتر ہے یا نہیں؟ ان مہلک خیالات کے دفعیہ کا کیا ذریعہ اور کیا طریقہ ہے؟ کیا اس کے لئے مقصود تک پہونچنے کی کوئی راہ ہے یا نہیں؟ کیا خواہش کا نشہ اتارنے اور اس نشہ سے افاقہ حاصل کرنے کی کوئی شکل ہے یا نہیں؟ کیا کسی طبیب کے پاس مرض عشق کی دوا ہے؟ اور عاشق کے قلب میں جو مرض اپنی جگہ کر چکا ہے۔ اور وہ اپنا دل کھو چکا ہے اس کا کوئی علاج ہے؟ کیا وہ پھر اپنے قلب کا مالک ہو سکتا ہے۔ اس کا کیا طریقہ ہے؟ اس کے قلب کو کیوں کر اور کس طرح صحت نصیب ہو سکتی ہے؟ اس کا حال یہ ہو چکا ہے۔ کہ محبوب کے بارے میں کوئی ملامت کرتا ہے۔ تو وہ بجائے شرمندہ ہونے کے اس سے لذت اندوز ہوتا ہے۔ اگر کوئی نصیحت کرتا ہے۔ تو وہ اس بارے میں اور تیز گام ہو جاتا ہے۔ اس کا قلب زبانِ قال سے پکارتا ہے۔

وقف الھوی بی حیث انت فلیس لی	متاخر عنہ ولا متقدم
تیری محبت نے مجھے وہاں لا کھڑا کر دیا جہاں تو ہے۔	اب مجھے یہاں سے نہ کوئی پیچھے ہٹا سکتا ہے۔ نہ آگے بڑھا سکتا ہے۔

اغلباً اصل استفتاء کے اندر جو پہلا سوال ہے۔ اور جس مرض کی دوا طلب کی گئی ہے

Marfat.com

اس کا مقصد یہی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں اللہ تعالےٰ نے جو مرض بھی پیدا کیا ہے اس کی دوا
پیدا کی ہے لیکن دوا جو جانتا ہے۔ جانتا ہے۔ جو نہیں جانتا وہ نہیں جانتا۔

اس مرض کے علاج کے دو طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ سرے سے مرض کا مادہ بھی پیدا نہ ہو
پائے۔ دوسرا یہ کہ مادہ تو پیدا ہو چکا ہے۔ اور اب اس کا قلع قمع کیا جائے اور یہ دو
باتیں خدا جس کے لئے آسان کر دیتا ہے۔ آسان ہے۔ اور خدا کی مدد جس کے لئے نہ
اس کے لئے دشوار ہے۔ سارے اختیارات خدا کے ہاتھ میں ہیں۔

اس مرض کو روکنے کے دو طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ آنکھ کی حفاظت کی جائے۔ کیو
نظر و نگاہ ابلیس لعین کا زہر میں بجھا ہوا تیر ہے جس کی نظر و نگاہ آزاد ہے اسکی حرکت
دائمی ہیں۔ آنکھ کی حفاظت میں بے شمار فوائد ہیں۔

اوّل۔ یہ کہ اس سے حکم الٰہی کا امتثال ہوتا ہے۔ اور امتثال امر بندے کی دنیا
عقبیٰ کی اصل سعادت ہے۔ امتثال امر سے بہتر دنیا عقبیٰ میں بندے کے لئے کوئی نفع بخش
چیز نہیں۔ اور دنیا میں جس شخص نے بھی دنیا اور آخرت کی سعادت حاصل کی ہے۔ ہر
امتثال امر ہی کے ذریعہ حاصل کی ہے۔ اور جو آدمی بھی دنیا اور آخرت کی شقاوت کا حقدار
ہے وہ حکم الٰہی کی خلاف ورزی ہی سے حقدار ہے۔

دوم۔ یہ کہ آنکھ کی حفاظت میں یہ فائدہ ہے کہ وہ سموم و زہر آلود تیر جو قلب
تک پہونچکر انسان کو ہلاک کر دیتا ہے۔ قلب تک پہونچنے نہیں پاتا۔

سوم: یہ کہ آنکھ کی حفاظت سے قلب کو ذات الٰہی سے انسیت و محبت پیدا ہوتی
ہے۔ اور پوری طرح جمعیت خاطر حاصل ہو جاتی ہے۔ اور نگاہ آزاد ہوتی ہے
تو قلب منتشر اور پراگندہ ہو جاتا ہے۔ اور یہ چیز بندے کو خدا سے دور پھینک دیتی ہے
پس آزاد نگاہی سے زیادہ بندے کے حق میں کوئی مضرت رساں چیز نہیں۔ آزاد
نگاہی بندے اور خدا کے درمیان وحشت کا موجب بن جاتی ہے۔

چہارم۔ یہ کہ آنکھ کی حفاظت سے انسان کا قلب قوی اور مضبوط رہتا ہے۔
اور قلب ہمیشہ خوشی و مسرت میں رہتا ہے۔ جس طرح کہ آنکھ کی آزادی سے قلب
کمزور اور ہر وقت مغموم و محزون رہا کرتا ہے۔

Marfat.com

پنجم: یہ کہ نگاہ پست رکھنے سے قلب میں نور پیدا ہوتا ہے۔ جسطرح کہ آزاد رکھنے سے تاریک ہو جاتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے جو خدا آنکھ کی حفاظت کا ذکر کرنے کے بعد ہی آیت نور پیش کرتا ہے۔ فرماتا ہے۔

قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم :

(سورۃ النور)

اے پیغمبر! مسلمانوں سے کہدو کہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں۔ اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرتے رہیں۔

اس کے بعد ہی فرمایا۔

اللہ نور السمارات - والارض مثل نورہ کمشکات فیھا مصباح :

(سورۃ النور)

اور اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق ہو اور طاق کے اندر چراغ ہو۔

یعنی جو مومن قلب اوامر کی اطاعت اور نواہی خداوندی سے اجتناب کرتا ہے اس کی مثال ایسی ہوتی ہے۔

اور جب نورانی ہو جاتا ہے تو ہر جانب سے خیرات و برکات۔ نجات و فلاح کے وفود اس کی جانب دوڑ آپڑتے ہیں۔ جس طرح کہ تاریک قلب کی طرف مصائب و آلام شر و فساد تکالیف و اذیات کے دل بادل دوڑ پڑتے ہیں۔ اور چہار طرف سے اُسے گھیر لیتے ہیں۔

قلب کا نور تمام ضلالتوں۔ بدعتوں۔ گمراہیوں۔ اور خواہشات کی پرستش سے بندے کو روکتا ہے۔ اور اس سے دور رکھتا ہے۔ اسباب سعادت کے امراض سے محفوظ رکھتا ہے۔ شقاوت کے اسباب کے اشتغال سے محفوظ رکھتا ہے جب یہ نور مفقود ہو جاتا ہے تو بصیرت و بصارت دونوں ختم ہو جاتی ہے اور انسان تاریکیوں کی کوٹھڑیوں میں ٹامک ٹوئیاں مارتا رہتا ہے۔

ششم: یہ کہ نگاہ کی حفاظت صحیح اور سچی فراست بندے کے اندر پیدا ہوتی ہے جس سے حق و باطل۔ صادق۔ کاذب میں بندہ امتیاز کر سکتا ہے چنانچہ شاہ شجاع کرمانی کہا کرتا تھا۔ جو آدمی اتباع سنت کے ذریعے اپنے ظاہر کی۔ اور مراقبہ کے ذریعہ اپنے باطن کی تعمیر کر لیتا ہے۔ اور محرمات سے اپنی نگاہ پست کر لیتا ہے۔ شہوات و

Marfat.com

خواہشات سے اپنے کو بچاتا ہے۔ اور اکل حلال کا اپنے کو عادی کر لیتا ہے۔ اس کی فراست کبھی خطا نہیں کرتی"۔ خود شاہ شجاع کا حال یہ تھا۔ کہ اس کی فراست کبھی خطا نہیں کرتی تھی۔

حق سبحانہ تعالیٰ کا یہ عام دستور رہا ہے کہ اعمال کا بدلہ اعمال کی جنس سے دیتا ہے۔ جو آدمی صرف خدا کی رضامندی کی خاطر کسی چیز کو چھوڑتا ہے۔ خدا اس کے بدلہ میں بہترین چیز عطا فرماتا ہے۔ پس جب بندہ خدا کی رضامندی کے لیے اپنی آنکھ اور نگاہ پست کر لیتا ہے۔ تو خدا اس عمل کے بدلہ میں اسے بصیرت عطا فرماتا ہے اور اسے علم و ایمان۔ اور معرفت و فراست کی برکتوں سے نوازتا ہے۔ اور یہ چیزیں اسے قلب کی بصیرت ہی کے ذریعہ حاصل ہوتی ہیں۔ دیکھو لوطیوں کے متعلق خدا کا جو ارشاد ہے۔ بالکل اس کے خلاف ہے۔

لعمرك انهم لفي سكرتهم يعمهون ؛ (سورۃ الحجر)	اے محمد! تمہاری جان کی قسم وہ لوگ اپنے نشے میں بدمست ہیں اندھوں کی طرح ٹامک ٹوئیاں مارتے ہیں۔

ان لوگوں کی حالت کو خدا نشہ بازوں کی حالت سے تعبیر کرتا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ ان کی عقلیں فاسد اور خراب ہو گئی ہیں۔ اور اندھا ہونے کے معنی یہ ہیں کہ ان کی بصارتیں خراب ہو چکی ہیں۔

پس صورتوں کے تعلق سے فساد عقل لازم ہے۔ اور جس کی بصیرت ختم ہو جاتی ہے اس کا قلب مسکر اور نشہ باز کا سا ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

سكران سكر هوى وسكر مدامة	ومتى افاقة من به سكران
یہ لوگ خواہشات اور خواہشات کی مداومت کے نشہ سے بدمست ہیں۔	ایسے بدمستوں کو افاقہ کب میسر آسکتا ہے۔

کسی دوسرے شاعر نے کہا ہے۔

قالوا جننت بمن هوى فقلت لهم	العشق اعظم مما بالمجانين
لوگ کہتے ہیں تو اپنے محبوب کی محبت میں مجنوں ہو گیا ہے۔	میں نے ان سے کہا عشق تو مجانین و دیوانوں سے بھی زیادہ سخت ہے۔

Marfat.com

العشق لایستفیق الدھر صاحبہ وانما یصرع المجنون فی الحین

عشق کے مارے ہوئے کو تو کبھی افاقہ ہی نہیں ہوتا۔ اور مجنوں پر تو کبھی کبھی بے ہوشی کا دورہ پڑتا ہے۔

ھفتم۔ یہ کہ نگاہ پست رکھنے سے قلب کے اندر استقامت اور ثبات شجاعت و قوت پیدا ہوتی ہے۔ اور خدا اس کے بصیرت و محبت۔ قدرت و قوت کے خزانے جمع کر دیتا ہے۔ چنانچہ ایک شعر کے اندر وارد ہے۔

الذی یخالف ھواہ یفر الشیطان من ظلہ : جو آدمی اپنی خواہشات کی مخالفت کرتا ہے شیطان اس کے سایہ سے بھاگتا ہے۔

خواہشات کی پیروی کرنے والے کو تم سراسر اس کے خلاف پاؤ گے۔ وہ اپنے نفس کو ذلیل و خوار کر دیتا ہے۔ اپنے کو بے قدر۔ ذلیل اور حقیر بنا لیتا ہے جو آدمی خواہشات کی پیروی نہیں کرتا۔ بلکہ اس کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ ایسا نہیں ہونے دیتا۔ جیسا کہ حضرت بصریؒ کا قول ہے: "اگرچہ ان لوگوں کے نچران کو اٹھائے پھرتے ہیں اور گدھے پر وہ سوار ہوتے ہیں۔ لیکن حقیقۃً معصیت و گناہ تو خود ان کی گردن پر سوار ہے۔ جو آدمی خدا کی نافرمانی کرتا ہے۔ خدا اسے ذلیل و خوار ہی کر کے چھوڑتا ہے۔

خدا نے عزت کو طاعت و عبادت کے ساتھ وابستہ کیا ہے۔ اور ذلت کو معصیت و گناہ کے ساتھ۔

وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین (سورۃ المنافقون) اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں ہی کے لئے ہیں۔

اور فرماتا ہے۔

ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین ؛ (سورۃ آل عمران) اگر تم مسلمان ہو تو سست نہ پڑو۔ اور نہ رنج کرو۔ کیونکہ تم ہی لوگ غالب رہو گے اگر تم ایمان والے ہو۔

اوپر یہ بات ظاہر ہے کہ ایمان نام ہے۔ قول و فعل۔ اور ظاہر و باطنی عمل کا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

من کان یرید العزۃ فللہ العزۃ جمیعا جو شخص عزت چاہتا ہے۔ تو ساری عزتیں

Marfat.com

الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ : (سورۃ فاطر)

اللہ ہی کے لئے ہیں۔ اس کی طرف پاکیزہ باتیں چڑھتی ہیں۔ اور نیک عمل اسے بلند کر دیتا ہے۔

یعنی جو عزت کا خواستگار ہے اسے چاہیئے کہ خدا کی طاعت و عبادت کرتا رہے اور اچھے کلام۔ اچھے اعمال سے خدا کو یاد کرتا رہے۔

دعائے قنوت کے اندر وارد ہے۔

انہ لایذال من والیت ولا یعز من عادیت :

جس سے تو دوستی کرتا ہے۔ اسے کوئی ذلیل نہیں کر سکتا۔ اور جس سے تو دشمنی کرتا ہے کوئی عزت نہیں دے سکتا۔

جو شخص خدا کی اطاعت و فرمانبرداری کرتا ہے خدا اس سے اس کی اطاعت کے مطابق محبت کرتا ہے۔ اور اطاعت کے مطابق اسے عزت سے سرفراز فرماتا ہے۔ اور جو اس کی نافرمانی کرتا ہے۔ اس سے وہ عداوت کرتا ہے اور اس کی معصیت و نافرمانی کے اعتبار سے اسے ذلیل و بے عزت کرتا ہے۔

ھشتم۔ یہ کہ نگاہ و نظر پشت رکھنے سے شیطان کے لئے قلب تک پہونچنے کا راستہ بند کر دیتا ہے۔ کیونکہ شیطان نگاہ و نظر ہی کی راہ سے قلب تک پہونچتا ہے شیطان نظر و نگاہ کی راہ سے اس قدر تیزی سے جا گھستا ہے کہ کسی خالی جگہ میں خواہش بھی اس تیزی سے نہیں پہونچ سکتی۔ شیطان منظور الیہ کی صورت و شکل بن کر بڑی تیزی سے قلب کی طرف دوڑ پڑتا ہے اور اسے نہایت مزین اور آراستہ کر کے قلب کے سامنے پیش کرتا ہے۔ اور قلب کو بڑی بڑی تمنائیں۔ آرزوئیں۔ اور امیدیں دلاتا ہے پھر اس کے اندر شہوت کی آگ مشتعل کر دیتا ہے۔ اور پھر رفتہ رفتہ معاصی و گناہ کا اس آگ میں جھونکتا رہتا ہے۔ اور شیطان اسی صورت و شکل کے ذریعہ معاصی و گناہ کرانے میں کامیاب ہوتا ہے۔ اس کے بعد آگ کے شعلوں میں بری طرح گھر جاتا ہے اس کی سانس سے بھی آگ کے شعلے اٹھتے ہیں۔ اور انہی شعلوں میں وہ جلتا بھنتا رہتا ہے۔ کیونکہ قلب ہر جانب سے اس آگ میں گھر جاتا ہے اور جس طرح بکری کو تنور کے اندر بھوننے کے لئے رکھا جاتا ہے اور اس کے جانب آگ

ہوتی ہے۔ اس طرح قلب آگ کے اندر وسط میں پڑا ہوا جلتا رہتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ شہوت پرستوں کے لئے خدا نے محرمات کی صورتوں اور شکلوں کے مطابق عقوبت و سزا مقرر کی ہے۔ اور برزخ میں ان کے لئے آگ کے تنور بنا رکھے ہیں۔ اور ان کی روحوں کو قیامت تک کے لئے ان تنوروں میں مقید کر دیا ہے جیسا کہ خدا نے اپنے پیغمبر حضرت رسول اللہ صلعم کو اس کی کیفیت سے خواب میں آگاہ باخبر کیا ہے۔ اور یہ خواب کی حدیث بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث ہے۔

نہم۔ یہ کہ غض بصر۔ یعنی نگاہ پست کر لینے۔ اور محرمات سے نظر کو بچانے سے قلب کو اس قدر فراغت و اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ کہ بندہ اپنے مصالح۔ اور مفید اشتغال پر پوری یکجہتی۔ اور کامل یکسوئی کے ساتھ غور کر سکتا ہے بخلاف اس کے کہ جب نگاہ آزاد و آوارہ رہے۔ اور نظر محرمات پر دوڑتی رہے تو انسان کا دل تشتت و انتشار اضطراب و بے چینی کا چشمہ بن جاتا ہے اور یہ چیز مفید امور اور مصالح پر غور و فکر کرنے سے روکتی ہے۔ اور اس لئے اس کے جس قدر بھی کام ہوتے ہیں۔ پراگندہ ہو جاتے ہیں۔ اور یہ صرف خواہشات نفس ہی کے پیچھے لگا رہتا ہے۔ اور رب العالمین کے ذکر سے بالکل غافل اور بے خبر ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا واتبع ھواہ وکان امرہ فرطا:

اور اس شخص کا کہا مت مانو جس کے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے۔ اور وہ اپنی خواہشات کے پیچھے لگا ہوا ہے اور اس کا کام حد سے گذرا ہوا ہے۔

آزاد نگاہی سے یہ تینوں باتیں جو آیت کے اندر مذکور ہیں۔ بقدر آزادی لازم و ضروری ہو جاتی ہے۔

دہم۔ یہ کہ آنکھ اور قلب کے درمیان ایک ایسا سوراخ اور راستہ ہے۔ جس کی وجہ سے نگاہ اور قلب میں اس قدر اتحاد و یکجہتی رہتی ہے۔ کہ جس کام میں آنکھ مشغول ہو جاتی ہے قلب بھی مشغول ہو جاتا ہے۔ اور قلب مشغول ہو جاتا ہے تو آنکھ بھی مشغول ہو جاتی ہے۔ ایک کی اصلاح سے دوسرے کی اصلاح۔ ایک کے فساد سے دوسرے کا فساد لازم و مظلوم ہیں۔ جب انسان کا قلب فاسد ہو جاتا ہے۔ تو اس کی قوت فکریہ

Marfat.com

فاسد ہو جاتی ہے۔ اور جب اس کی نگاہ فاسد ہو جاتی ہے۔ تو قلب فاسد ہو جاتا ہے اور نگاہ اچھی رہتی ہے تو قلب اچھا رہتا ہے۔

جب کسی انسان کی آنکھ۔ نگاہ و منظر فاسد اور خراب ہو جاتی ہے۔ اور نگاہ کی خرابی کی وجہ قلب فاسد اور خراب ہو جاتا ہے تو اس کا حال مزبلہ کا سا ہو جاتا ہے جہاں نجاستیں اور ناپاکیاں، کوڑا اور میل کچیل پھینکا جاتا ہے۔ اور اب وہ اس قابل ہی نہیں رہتا کہ اس کے اندر خدا کی معرفت۔ خدا کی محبت۔ رجعت الی اللہ خدا سے اُنس تقرب الٰہی۔ اور سرور تقرب کو اس کے اندر جگہ مل سکے۔ بلکہ اس کے اندر وہی امور رستے بستے ہیں جو ان مقدس اوصاف کی اضداد ہیں۔

غض بصر۔ حفاظت نظر۔ اور پست نگاہی کے فوائد کی طرف یہ ایک مختصر اجمالی اشارہ ہے۔ جس سے تمہیں اسکے حاصل ہونے والے فوائد کی خبر ہو سکے گی۔

فصل

اس مرض کی مدافعت کا دوسرا طریقہ صحیح بصیرت محبوب مکروہ کے درجات کا امتیاز ادنیٰ محبوب کے مقابلہ میں اعلیٰ محبوب کی ترجیح ہے۔

مرض عشق کی مدافعت کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ قلب کو ایسے امور میں مشغول رکھا جائے جو اس میں مبتلا ہونے سے دل کو روک سکیں۔ اور اس کی شکل یہ ہے، کہ خطرہ خوف اور ڈر اس کے سامنے پیش کیا جائے۔ یا کوئی ایسی محبت پیش کر دی جائے جو اسے جبراً اپنی طرف کھینچ لے۔ اور دوسری جانب روک دے۔

جب تک قلب میں اس امر کا خوف نہ ہو کہ فلاں چیز کا فوت ہونا اس محبوب و مطلوب کے حصول سے زیادہ مضرت رساں ہے۔ یا فلاں چیز کا حاصل کرنا اس محبوب و مطلوب کے فوت سے زیادہ مضر ہے۔ یا فلاں چیز کی محبت اس کیلئے اس محبوب و مطلوب سے زیادہ نافع اور موجب خیر ہے۔ یا فلاں چیز کا فوت ہونا اس محبوب و مطلوب کے فوت سے زیادہ مفید ہے جب تک یہ حقیقت اس کے سامنے نہیں آتی۔ لازمی طور پر وہ صورتوں اور شکلوں کے عشق میں گرفتار رہے گا۔

Marfat.com

اس کی شرح و توضیح اس طرح ہے کہ نفس کسی محبوب و مطلوب کو اس وقت تک ترک نہیں کرتا جب تک کہ اس کے سامنے کوئی اس سے اعلیٰ و برتر محبوب و مطلوب نہ آئے۔ یا اسے اس امر کا خطرہ اور خوف نہ ہو کہ فلاں ناگوار چیز یا فلاں مصیبت و مشکل جو میرے سامنے آئے گی اس کی مدافعت اس محبوب کے فوت ہونے سے میرے لئے زیادہ مضر ہوگی یا ایسا شخص دو باتوں کا محتاج ہے۔ اگر وہ ان دو باتوں کو یا دو میں سے کسی ایک کو ضائع کر دیتا ہے۔ تو وہ اپنی جان کو قطعاً کوئی نفع نہیں پہونچا سکتا۔

اوّل۔ یہ کہ اس کے اندر صحیح بصیرت موجود ہو جس کے ذریعہ وہ محبوب اور مکروہ کے درجات کو سمجھ سکے اور ان میں فرق و امتیاز کر سکے۔ اور اعلیٰ محبوب کو ادنیٰ محبوب کے مقابلے میں ترجیح دے سکے اور بڑے مکروہ کے مقابلے میں ادنیٰ مکروہ بڑی مصیبت کے مقابلہ میں ادنیٰ مصیبت کو برداشت کر لیوے اور عقل و دانشمندی کا یہی خاصہ اور خصوصیت ہے جو اس طریقہ کے خلاف ہے۔ وہ عقلمند اور سمجھدار نہیں ہے۔ بلکہ بعض اوقات چوپائے اور جانور اس سے زیادہ سمجھتے ہیں۔

دوم۔ یہ کہ اس کے اندر عزم و ہمت۔ صبر و استقامت کی پوری پوری قوت ہو۔ تاکہ پوری ہمت سے وہ کام کر گذرے۔ اور جو کام چھوڑنے کے قابل ہو اسے چھوڑ سکے بسا اوقات دیکھا گیا ہے کہ آدمی ان امور کو۔ اور ان قدروں کو۔ اور قدر و قیمت کی تفاوت کو اچھی طرح سمجھتا ہے لیکن اس کے اندر عزم و ہمت کی کمی ہوتی ہے۔ اور حرص نفس عزم و ہمت کی کمی اور خست کی وجہ سے نافع ترین چیز کو خسیس ترین چیز کے مقابلہ میں ترجیح دینے سے قاصر ہو جاتا ہے۔ ایسا شخص نہ خود اپنی جان کو نفع پہونچا سکتا ہے۔ نہ کسی دوسرے کو۔ خدا امامت فی الدین کا درجہ صرف اسی کو عطا کرتا فرماتا ہے جو صبر و یقین کا حامل ہو۔ فرماتا ہے۔

وجعلنا منهم آئمة يهدون بامرنا لما صبروا وكانوا بآياتنا يوقنون : (سجدہ)	اور انہی میں سے ہم نے کچھ پیشوا بنا کر بھیجے جو ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے۔ جبکہ انہوں نے صبر کیا۔ اور ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔

اس قسم کے آدمی اپنے علم سے خود بھی نفع حاصل کر سکتے ہیں اور دوسرے کو بھی انے

Marfat.com

نفع پہونچتا ہے۔

بعض لوگ بالکل اس کے برعکس ہوا کرتے ہیں۔ نہ وہ خود نفع اٹھا سکتے ہیں۔ اور نہ دوسروں کو اس سے نفع پہونچتا ہے۔

بعض ایسے ہوتے ہیں کہ اپنے علم سے خود نفع اٹھاتے ہیں۔ لیکن دوسروں کو نفع نہیں پہونچا سکتے۔

پہلی قسم کے لوگ اپنے نور کی روشنی میں چلتے ہیں۔ اور دوسروں کو بھی اس نور سے فائدہ پہونچاتے ہیں۔ دوسری قسم کے لوگوں میں نور کی قندیلیں بالکل بجھی ہوئی ہوتی ہیں وہ خود بھی تاریکیوں میں ٹامک ٹوئیاں مارتے پھرتے ہیں۔ اور دوسروں کو بھی تاریکیوں میں بھٹکاتے پھرتے ہیں۔ اور تیسری قسم کے لوگ اپنے نور کی روشنی میں خود ہی چلتے ہیں۔ اور خود ہی اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ دوسرے اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

فصل

(مجبوب حقیقی سچی محبت ہو تو اس میں غیر کی شرکت ممکن نہیں)

تب یہ مقدمہ اور تمہید سمجھ چکے تو اب سمجھ لو کہ قلب کے اندر محبوب اعلیٰ کی محبت اور اس کا عشق اور محسوس صورتوں کا عشق ایک جا جمع نہیں ہو سکتا۔ یہ دونوں باہم ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اور ضد کبھی ایک جگہ جمع نہیں ہوا کرتی ہیں۔ بلکہ یہ لازم و ضروری ہے کہ ایک کی محبت دوسرے کی محبت کو قلب سے نکال باہر کرے۔

پس جس کی محبت قوی تر ہے۔ اور اس کی ساری محبتیں اس محبوب اعلیٰ سے وابستہ ہیں جس کی محبت کے سوا تمام محبتیں باطل اور موجب عذاب ہیں۔ ایسا شخص دنیا کی ساری محبتوں سے منہ موڑ لیتا ہے۔ اسکے سوا تمام سے اپنا رشتہ توڑ لیتا ہے۔ وہ اگر خدا کے سوا کسی اور سے محبت بھی کرتا ہے تو صرف محبوب اعلیٰ کی خاطر۔ یا اس لئے کہ یہ محبت محبوب اعلیٰ کی محبت کا ایک ذریعہ ہے۔

یہ شخص محبوب اعلیٰ کے سوا تمام سے اپنا رشتہ توڑ لیتا ہے۔ یا پھر وہ اس چیز کو توڑ دیتا ہے جو اس محبوب اعلیٰ کی محبت کے مخالف ہو یا محبوب اعلیٰ کی محبت میں کہیں کچھ رخنہ اندازی ہوتی ہے۔ محبت صادقہ کا اقتضاء تو یہ ہے کہ محبوب صرف ایک ہو۔ اور کسی کو اس کا

Marfat.com

محبت میں شریک نہ کیا جائے۔

انسان جب کبھی اپنے جیسے انسان ہی سے محبت کرتا ہے۔ تو محبوب کبھی گوارا نہیں کرتا کہ محبت کرنے والا کسی دوسرے کو اس کا شریک کرلیوے۔ بلکہ اگر وہ ایسا محسوس کرے تو اس پر بگڑتا ہے۔ اس پر برہم ہوتا ہے۔ محبت کرنے والے کو اپنے پاس نہیں آنے دیتا۔ اسے دھتکار دیتا ہے۔ اور کہہ دیتا ہے۔ تیرا دعوائے محبت جھوٹا ہے۔ حالانکہ یہ محبوب اس امر کا اہل بھی نہیں ہے۔ کہ محبت کی تمام ترقوتیں اس کے قدموں پر سرنگوں ہو جائیں۔ تو پھر وہ حبیب اعلیٰ۔ محبوب برتر و بالا کہ تمام تر محبتوں کا حقدار صرف وہی ہے۔ کیونکر گوارا کریگا کہ اس کی محبت میں کسی اور کو شریک کیا جائے؟ اور حال یہ ہے کہ اس کی محبت کے سوا تمام محبتیں موجب عذاب۔ اور باعث وبال ہیں۔ اور یہی وجہ ہے جو اللہ تعالیٰ اس آدمی کو کبھی نہیں بخشے گا جو اس کی محبت میں کسی دوسرے کو شریک کرے گا۔ اس کے سوا دوسروں کو جسے چاہے گا بخشدے گا۔

پس وہ شخص جو صورتوں سے محبت کرتا ہے۔ وہ اپنے لئے نافع ترین محبت کو فوت کردیتا ہے۔ اب بندہ ان دو محبتوں میں سے جسے چاہے اختیار کرلے۔ یہ دو محبتیں ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتیں۔ نہ دونوں کی دونوں مرتفع ہوسکتی ہیں جو شخص محبت الٰہی۔ ذکر خداوندی۔ اور شوق لقاء رب سے اعراض کرتا ہے۔ خدا اسے دنیا میں بھی غیروں کی محبت میں گرفتار کردیتا ہے۔ اور عالم برزخ۔ اور عالم آخرت میں بھی اسے عذاب دیتا ہے۔ بتوں کی محبت کے ذریعہ عذاب دیتا ہے صلیب کی محبت کے ذریعہ۔ آگ کی محبت کے ذریعہ۔ امردوں اور لونڈوں کی محبت کے ذریعہ۔ عورتوں کی محبت کے ذریعہ۔ کاروبار۔ خاندان۔ قبیلہ اور دوست واحباب کی محبت کے ذریعہ۔ یا اس سے بھی کم تر درجہ کی حقیر بے وقعت بے قدر۔ اور ادنیٰ چیزوں کی محبت کے ذریعہ اسے عذاب میں مبتلا کرتا ہے اور انسان تو ہر حال میں اپنے محبوب ہی کا بندہ ہوتا ہے۔ وہ محبوب خواہ کوئی ہو۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

انت القتیل لکل من احببته　　فاختر لنفسك فی الهوی من تصطفی

Marfat.com

جس سے تو محبت کرتا ہے تو اس کا کشتہ ہے۔

پس تو اسے اپنے لئے منتخب کر جسے تو اپنے لئے مخصوص کیا کرتا ہے۔

پس جس کا معبود۔ مالک۔ مولا خدا نہیں۔ اس کا معبود و مالک اور مولا اس کی خواہشات ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

افرأیت من اتخذ الٰھہ ھواہ واضلہ اللہ علی علم۔ وختم علی سمعہ وقلبہ وجعل علی بصرہ غشاوۃ۔ فمن یھدیہ من بعد اللہ۔ افلا تذکرون (سورۃ الجاثیہ)

بھلا اس شخص کو دیکھو جس نے اپنی خواہش کو معبود بنا لیا ہے اور باوجود اس کے ذی علم ہونے کے اللہ نے اسے گمراہ کر دیا ہے۔ اور اس کے گوش و ہوش اور قلب پر مہر لگا دی ہے۔ اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا ہے۔ اب اللہ کے سوا اس کو کون راہ پر لا سکتا ہے؟ کیا تم سوچتے نہیں؟

فصل

محبت کے درجات و مراتب درجات کے نام اور ان کی خصوصیات اور محبت کے اسباب

تعبد کی یہ خاصیت ہے کہ خضوع و انکساری کے ساتھ محبوب سے محبت کی جائے۔ اور محبوب کے سامنے اپنے کو ذلیل و حقیر اور بے قدر و بے توقیر کر دیا جائے۔

جب آدمی کسی سے محبت کرتا ہے۔ اور محبوب کے سامنے خضوع و انکساری ظاہر کرتا ہے تو اس کا قلب اس کی عبادت کرتا ہے۔ بلکہ محبت کے آخری درجہ کا نام ہی تعبد ہے۔ اور محبت کے اس درجہ کا نام عربی میں التتیم بھی ہے۔

محبت کے ابتدائی درجہ کو "علاقہ" کہتے ہیں۔ اور اسے علاقہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں قلب کا محبوب سے تعلق قائم ہوتا ہے۔

شاعر کہتا ہے۔

تعلقت لیلیٰ وھی ذات تمائم ولم یبد للاتراب من ثدیھا حجم

لیلیٰ سے میری ابتدائی محبت اس وقت ہوئی جب کہ وہ ابھی تعویذوں والی تھی اور کھیلنے

سے لئے اس کی چھاتیوں پر کوئی ابھار شروع نہیں ہوا تھا۔

ایک دوسرا شاعر کہتا ہے۔

اعلاقۃ ام الولید بعد ما	افنان راسك کالثغام الابیض
اب تم ام الولید سے عشق کرنے چلے ہو۔	جب کہ تمہارے سر کی زلفیں سفید ثغام[1] کی طرح کے ہو چکے۔

علاقہ کے بعد الصبابہ کا درجہ ہے۔ اسے الصبابہ اس لئے کہتے ہیں۔ کہ اس میں قلب پوری گرویدگی کے ساتھ محبوب کی طرف جھک پڑتا ہے۔

یشکی المحبون الصبابۃ لیتنی	تحملت ما یلقون من بینھم وحدی
محبت کرنیوالے صبابہ کی شکایت کرتے ہیں	کاش کہ تمام محبت کرنیوالوں کا سارا بوجھ میں اکیلا ہی اٹھا لیتا۔
فکانت لقلبی لذۃ الحب کلھا	فلم یلقھا قبلی محب ولا بعدی
تو محبت کی ساری لذت میرے ہی دل کے لئے ہوئی۔	کوئی محبت کرنے والا اس لذت کو نہ مجھ سے پہلے پاتا اور نہ میرے بعد۔

اس کے بعد الغرام کا درجہ ہے۔ الغرام نام ہے قلب کی اس محبت کا جو قلب کے اندر ہمیشہ کے لئے لازمی طور پر جاگزیں ہو جاتی ہے۔ اور جو کسی وقت بھی قلب سے الگ نہیں ہوتی۔ قرضدار کو غریم اس لئے کہا جاتا ہے۔ کہ جب تک وہ قرض ادا نہیں کر لیتا وہ قرض میں پھنسا رہتا ہے۔ اور اسی معنی میں خدا کا یہ ارشاد ہے۔

ان عذابھا کان غراما: (سورۃ الفرقان) بلاشبہ اس کا عذاب لازم ہونے والا ہے۔

علماء متاخرین نے عموماً الغریم۔ الغرام کا لفظ محبت کے معنی میں زیادہ استعمال کیا ہے شعراء عرب نے اس لفظ کو عموماً محبت ہی کے معنی میں زیادہ استعمال کیا ہے۔ دوسرے معنی میں بہت کم استعمال کیا ہے۔

اسکے بعد درجہ ہے عشق کا۔ یہ افراطِ محبت کا درجہ ہے۔ پروردگار عالم کی محبت میں عشق کا لفظ استعمال نہیں ہوتا۔ نہ اس کے حق میں اس لفظ کا اطلاق صحیح ہے۔

---

[1] ثغام ایک پودا ہے جس میں سفید پھول اور سفید ہی پھل آتے ہیں۔

Marfat.com

اس کے بعد درجہ ہے شوق کا ۔ اور شوق نام ہے قلب کے اس سفر کا جو پوری تیزی سے محبوب کی طرف شروع کیا جائے ۔ شوق کا اطلاق پروردگار عالم کے متعلق ہوتا ہے۔ جیسا کہ مسند امام احمد میں حضرت عمار بن یاسرؓ کی حدیث میں مروی ہے ۔ حضرت عمارؓ نے ایک مرتبہ کامل اطمینان ۔ اور پورے خضوع وخشوع کے ساتھ نماز گذاری ۔ ختم نماز کے بعد لوگوں نے ان سے پوچھا کہ آپ نے اس قدر اطمینان کے ساتھ نماز کیوں اس قدر لمبی کی ؟ انہوں نے جواب دیا ۔ میں نے نماز میں وہ دعائیں پڑھیں ۔ جو آنحضرتؐ پڑھا کرتے تھے ۔

اللّٰھم ! انی اسئلك بعلمك الغیب ۔ وقدرتك علی الخلق ۔ احینی اذا کانت الحیات خیرا لی وتوفنی اذا کانت الوفات خیرا لی اللّٰھم ! انی اسئلك خشیتك فی الغیب والشھادۃ ۔ واسئلك کلمۃ الحق فی الرضاء والغضب ۔ واسئلك القصد فی الفقر والغنیٰ ۔ واسئلك نعیما لا ینفد ۔ واسئلك قرۃ عین لا تنقطع واسئلك الرضاء بعد الموت ۔ واسئلك لذۃ النظر الی وجھك الکریم ۔ واسئلك الشوق الی لقائك ۔ فی غیر ضراء مضرۃ ولا فتنۃ مضلۃ ۔ اللّٰھم ! زینا بزینۃ الایمان واجعلنا ھداۃ مھتدین ؛

اے اللہ ! میں تجھ سے علم غیب کی برکت سے اور مخلوق پر جو تیری قدرت ہے ۔ سوال کرتا ہوں ۔ جب تک زندگی میرے لئے بہتر ہے ۔ مجھے زندہ رکھ ۔ اور جب تو جانے کہ میرے لئے موت بہتر ہے ۔ تو مجھے موت دے ۔ اے اللہ ! میں چھپے اور ظاہر تجھ سے تیرا خوف مانگتا ہوں ۔ اور خوشی اور غصے میں کلمہ حق کہنے کی تجھ سے توفیق مانگتا ہوں ۔ اور محتاجی وآسودگی میں تجھ سے درمیانی رفتار مانگتا ہوں ۔ اور تجھ سے نہ ختم ہونے والی نعمت مانگتا ہوں منقطع نہ ہونیوالی اور تجھ سے آنکھوں کی ٹھنڈک مانگتا ہوں ۔ اور تجھ سے تیرے فیصلے کے بعد راضی ہونا مانگتا ہوں اور تجھ سے مرنے کے بعد عیش کی ٹھنڈک مانگتا ہوں اور تجھ سے تیرے رخ کی طرف دیکھنے کی لذت مانگتا ہوں اور تیری ملاقات کا شوق مانگتا ہوں وہ جو تکلیف دہ ایذا رسانی اور گمراہ کرنیوالے فتنے سے پاک ہو ۔ اے اللہ ! تو ہمیں ایمان کی زینت سے آراستہ

Marfat.com

کر۔ اور ہم کو ہدایت کرنے والے اور ہدایت
پائے ہوئے بنا دے۔

ایک دوسرے اثر میں یہ الفاظ ہیں۔

طال شوق الابرار الی وجھك،
وانا الی لقائك اشد شوقا؛

تیری ذات کے لئے ابرار کا شوق بہت طویل
ہے۔ اور میں تیری ملاقات کا بہت شائق
ہوں۔

اور یہاں شوق کا لفظ اسی معنی میں مستعمل ہوا ہے جس کی تعبیر اس حدیث میں ہوئی ہے۔ آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے۔

من احب لقاء اللہ۔ احب اللہ
لقائہ؛

جو آدمی خدا کی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے۔
خدا اس کی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے۔

بعض اہل بصیرۃ آیت

من کان یرجو لقاء اللہ فان
اجل اللہ لآت؛

جو شخص اللہ سے ملنے کی امید رکھتا ہے تو
اللہ کا وعدہ ضرور آنے والا ہے۔

کے بارے میں کہا ہے۔ چونکہ خدا کو اس امر کا علم ہے کہ اس کے دوست اس کی ملاقات کے شائق اور متمنی ہیں۔ اور ان کے قلوب کے جذبات محبت اس وقت تک ٹھنڈے نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ اس سے ملاقات نہیں کر لیں گے لہذا اس نے ان کے لئے ایک اجل و میعاد متعین کر دی۔ اور اس اجل و میعاد پر ان سے ملاقات کا وعدہ کر لیا۔ تاکہ انہیں کچھ تسلی و تسکین ہو جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ طیب اور پاکیزہ۔ اور خوشگوار زندگی ان ہی لوگوں کی زندگی کا نام ہے۔ اس سے بہتر۔ خوشگوار اور پر نعمت زندگی کسی کی ہو ہی نہیں سکتی۔ اور اسی حیات طیبہ۔ اور نفیس ترین زندگی کا تذکرہ اس آیت کے اندر کیا گیا ہے۔

من عمل صالحا من ذکر و
انثی وھو مومن فلنحیینہ
حیاۃ طیبۃ: (سورۃ النحل)

جس نے بحالت ایمان نیک کام کیا خواہ
وہ مرد ہو یا عورت ہم اس کو پاکیزہ
زندگی عطا کریں گے۔

اس حیات و زندگی سے وہ حیات و زندگی مراد نہیں ہے جو اہل ایمان۔ اور اہل کفر میں

Marfat.com

اورابرار و فجار میں مشترک ہے۔ مثلاً اچھا کھانا ملے۔ اچھا لباس اور کپڑا ملے۔ اچھی عو
سے۔ یہ چیزیں تو خدا کے دشمنوں کو بھی حاصل ہیں۔ بلکہ بمقابلہ خدا کے دوستوں کے خدا کے
دشمنوں کو زیادہ حاصل ہیں۔

اسی آیت میں خدا نے اس امر کی ضمانت دی ہے اور وعدہ کیا ہے کہ وہ عمل صا
کرنے والوں کو حیات طیبہ۔ خوشگوار زندگی سے نوازے گا۔ یقیناً خدا اپنے وعدے کا سچا ہے
وہ کبھی اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرے گا۔ اور انسان کو اس سے بڑھ کر کون سی
زندگی چاہیئے کہ اس کی ساری توجہات خدا ہی کی طرف ہو جائیں۔ اور صرف اسی کی رضا
و رضا جوئی کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ اس کے قلب میں کسی قسم کا تشتت و اضطراب نہ رہے
قلب کی تمام تر توجہ خدا ہی کی طرف رہے۔ اس کے تمام افکار جو منقسم و منتشر ہوتے ہ
اور ہر وادی میں پراگندہ صورت میں گھومتے پھرتے ہیں وہ صرف خدائے واحد پر۔ اس
رضامندی و رضا جوئی پر مجتمع ہو جائیں۔ اور وہ صرف اپنے محبوب اعلیٰ ہی کا ذکر کر
اور اس پر محبت خداوندی۔ شوق لقاء محبوب اعلیٰ۔ اور محبوب اعلیٰ سے انس اور تقرب
پر غالب آجائے۔ اور اس کے سارے ہموم و غموم۔ فرحتیں اور مسرتیں اور تصورات اسی محبوب اعلیٰ
گرد طواف کرتے رہیں۔ بلکہ اسکے خطرات قلب بھی اس محبوب اعلیٰ کے گرد طواف کرتے رہیں۔ ایسا آدمی
خاموش بھی رہتا ہے۔ تو صرف خدا کے لئے۔ خدا کی رضا جوئی کے لئے۔ وہ بولتا بھی ہے تو صرف
خدا کے لئے سنتا بھی ہے تو خدا کے لئے۔ دیکھتا بھی ہے تو خدا کے لئے، اور خدا کے ساتھ۔ خدا
رضامندی کے لئے۔ اور اس کی تمام تر حرکات و سکنات صرف اسی کی مرضی۔ اسی کی رضامند
و رضا جوئی کے لئے ہوتی ہیں۔ اسی ۔ ۔ ۔ وہ اپنی زندگی گذارتا ہے۔ اور اسی پر وہ م
ہے۔ اور اسی پر آخرت میں اٹھایا جائے گا۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔ حدیث
قدسی میں خدا فرماتا ہے۔

ما تقرب الی عبدی بہ	میرا بندہ مجھ سے تقرب حاصل کرتا ہے
بمثل اداء ما افترضت علیہ	اس کے پاس وہ ہوتا ہے۔ جو اس پر میں
ولا یزال عبدی یتقرب الی	فرض کیا تھا۔ اور یہ میرا بندہ تو امن کے ذر
بالنوافل حتی احبہ، فاذا	مجھ سے تقرب حاصل کرتا ہے تا آنکہ میں اس سے
احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ و	کرنے لگتا ہوں۔ اور جب میں اسے اپنا دوست

ویدہ الذی یبطش بھا ۔ ورجلہ
الذی یمشی بھا ۔ منی لیسمع ۔ وبی
یبصر ۔ وبی یبطش ۔ وبی یمشی
ولئن سئلنی لاعطینہ ۔ ولئن
استعاذنی لاعیذنہ ۔ وما
ترددت فی شئ انا فاعلہ
ترددی عن قبض روح عبدی
المومن ۔ یکرہ الموت واکرہ
مسائتہ ولا بد لہ منہ ۔

ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے
وہ سنتا ہے ۔ اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس
سے وہ دیکھتا ہے ۔ اور اس کا ہاتھ بن جاتا
ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے ۔ اس کا پاؤں
بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے پس وہ میری ہی
مدد سے سنتا ہے ۔ میری ہی مدد سے دیکھتا ہے ۔
میری ہی مدد سے پکڑتا ہے ۔ اور میری ہی مدد
سے چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے ۔ تو
میں اسے دیتا ہوں ۔ اور اگر وہ میری پناہ مانگتا
ہے تو میں اسے پناہ دیتا ہوں ۔ میں جو کچھ کرنا چاہتا
ہوں اس میں مجھے کبھی تردد نہیں ہوتا جیسا
تردد مجھے میرے مومن بندے کی روح قبض
کرنے میں ہوتا ہے وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں
ایسی کوئی بات پسند نہیں کرتا جو اسے بری لگے
لیکن موت سے اس کو چارہ نہیں ہے ۔

اس حدیث قدسی کے معنے اور اسرار غلبۃ السطح ۔ کثیف القلب انسان ہرگز نہیں سمجھ سکتا ۔ حدیث کی مراد یہ ہے کہ خدا کی محبت کے اسباب دو قسم کے ہیں ۔ فرائض کا ادا کرنا اور نوافل کے ذریعہ تقرب خداوندی حاصل کرنی ۔ خدا نے حدیث میں یہ خبر دے دی کہ جو لوگ مجھ سے تقرب اور نزدیکی حاصل کرنا چاہیں ۔ وہ پہلے فرائض ادا کریں اس کے بعد نوافل کی کوشش کریں ۔ نوافل کا درجہ فرائض ادا کرنے کے بعد ہے خدا سے محبت کرنے والا جب نوافل کی کثرت کرتا ہے ۔ تو وہ خدا کا محبوب بن جاتا ہے ۔ تو یہ محبت ایک اور محبت کی موجب بن جاتی ہے ۔ جو پہلی محبت سے مافوق اور قوی تر ہوتی ہے یہ محبت اس کے قلب کو غیر محبوب کی فکر و اہتمام سے مستغنی کر دیتی ہے اسکی روح فکر اغیار کے مقابلہ میں غالب آجاتی ہے اور اس میں کسی غیر کی گنجائش نہیں چھوڑتی اسکے سامنے صرف اسی محبوب کی محبت اور اسی محبوب کا ذکر ہوتا ہے ۔ اور بس ۔ یہ اور یہی محبت اسکے

Marfat.com

قلب کے زمام کی مالک ہو جاتی ہے۔ اور اس پر اسی طرح مستولی اور غالب ہو جاتی ہے طرح ایک محبوب پر کسی محب صادق کی محبت مستولی اور غالب آجاتی ہے۔ کہ اس کی محبت تمامتر قوتیں اور کوششیں صرف اسی محبوب کے لئے وقف ہو جاتی ہیں۔ اور بلاریب یہ ایسا محب اور دوست ہوتا ہے کہ محبوب ہی کے لئے سنتا ہے۔ اور دیکھتا ہے اور محبوب ہی پکڑتا اور چلتا ہے۔ محبوب ہی اس کے قلب میں بسا ہوا ہوتا ہے اور ہر وقت اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور ہمہ وقت اس کا مونس اور ساتھی اور رفیق ہوتا ہے۔

حدیث میں جہاں حرف با آیا ہے۔ مصاحبت اور معیت کے لئے ہے۔ اور وہ معیت ہے۔ جس کی نظیر و مثال نہیں مل سکتی۔ اس مصاحبت و معیت کا سمجھ اخبار و احادیث کے الفاظ اور احادیث کے ظاہر معنی سے ممکن نہیں۔ یہ مسئلہ محض نہیں ہے۔ بلکہ دوسرے ہی شعبہ کا مسئلہ ہے۔ اور یہ کیفیت تو ایک ایسی کیفیت ہے ایک انسان دوسرے انسان سے محبت کرنے لگتا ہے تو پیدا ہو جاتی ہے۔ حالانکہ انسان کی محبت کے لئے پیدا نہیں کیا گیا اور جو اس کی فطرت سے خارج ہے۔ جیسے بعض محبت کے مارے نے کہا ہے۔

خیالك فی عینی وذکرك فی فمی ومثواك فی قلبی فاین تغیب

میری آنکھ میں تیرا خیال ہے اور زبان پر تیرا ذکر تیرے آرام کی جگہ میرا قلب ہے پس اب تو کہاں جا

ایک اور شاعر کہتا ہے۔

وتطلبهم عینی وهم فی سوادها ویثنیهم قلبی وهم بین اضلعی

میری آنکھیں ان کو ڈھونڈتی ہیں اور حال یہ ہے کہ وہ ان کے دل میں ہیں اور میرا قلب ان کا مشتاق ہے حالانکہ وہ میری بغل میں ہیں۔

ومن عجب انی احن الیهم فاسئل عنهم من لقیت وهم معی

عجیب بات ہے کہ میں محبت سے ان کی طرف کھنچتا ہوں اور جو مجھ سے ملتا ہے اس سے انکا حال پوچھتا ہوں اور حال یہ ہے کہ وہ میرے ساتھ ہی ہے۔

کسی اور شاعر نے کہا ہے۔

ان قلت غبت فقلبی لا یصدقنی واذا نطقت فمکان السر لم یخن

اگر میں کہوں کہ تو مجھ سے غائب ہے تو میرا کیونکہ تو میرے قلب میں ایسی جگہ چھپا ہوا ہے

قلب میری تصدیق نہیں کرتا۔ کہ تو غائب ہو ہی نہیں سکتا۔

اذقلت ماغبت قال القلب ذاکذب فقد تحیرت بین الصدق والکذب

یا اگر میں یہ کہوں کہ تو غائب نہیں ہے تو آنکھیں جھٹلاتی ہیں تو اب میں اس صدق و کذب میں حیران ہوں۔

محبوب سے محب جس قدر قریب ہوتا ہے دوسرا کوئی اس قدر نہیں ہوتا۔ اور بسا اوقات یہ محبت اس قدر راسخ اور جاگزین ہو جاتی ہے کہ محبت کرنیوالا اپنی جان تک کو فراموش کر جاتا ہے۔ لیکن محبوب کو کسی حال میں فراموش نہیں کرتا۔ جیسا کہ کہا گیا ہے۔

اریدلانسی ذکرہ فکانما تمثل لی لیلی بکل سبیل

اس کے ذکر کو بھی بھلا دینا چاہتا ہوں۔ مگر ہوتا یہ ہے کہ لیلیٰ ہر راستہ پر میرے سامنے ہوتی ہے

کسی اور شاعر نے کہا ہے۔

قلب کی طرف سے بھلا دینے کا ارادہ کیا جاتا ہے۔ اور طبیعت الگ کرنے سے انکار کرتی ہے۔

حدیث مذکور میں خدا نے کان۔ آنکھ۔ ہاتھ اور پاؤں کا ذکر خصوصیت سے کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ تعقل و ادراک کے آلات اور عمل کے ذرائع ہیں۔ کان۔ آنکھ قلب کے سامنے تقصد و ارادہ۔ کراہت و نفرت کو لاتے ہیں۔ اور یہی قلب کے سامنے محبت و عداوت بھی پیش کرتے ہیں۔ اور پھر ہاتھ اور پاؤں کو قلب ان چیزوں میں استعمال کرتا ہے جب بندے کے کان اور آنکھ خدا کے ساتھ ہو جاتے ہیں۔ تو قلب اپنے آلات ادراک کی طرف سے بالکل محفوظ ہو جاتا ہے۔ اور جب وہ اس کے اندر محفوظ ہو گیا۔ تو پھر محبت و عداوت میں بھی وہ محفوظ ہو جاتا ہے۔ اور جب وہ اس بارے میں محفوظ ہو گیا۔ تو سمجھ لو ہاتھ اپنی گرفت۔ اور پاؤں چلنے میں محفوظ ہو جاتے ہیں۔

غور کرو یہاں خدا نے صرف کان۔ اور آنکھ۔ ہاتھ اور پاؤں کے ذکر پر اکتفا کر لی۔ زبان کا ذکر نہیں کیا۔ اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ کان سے سننا اور اس کا ادراک کبھی اختیاری ہوتا ہے۔ اور کبھی غیر اختیاری۔ آنکھ سے دیکھنے کا بھی یہی حال ہے کبھی اختیاری ہوتا ہے کبھی غیر اختیاری۔ ہاتھ اور پاؤں کا بھی یہی حال ہے۔ لیکن زبان کا حال دوسرا ہے۔ یہ بغیر مقصد و ارادہ کے حرکت ہی نہیں کرتی۔ نیز بمقابلہ دیگر جوارح اور اعضاء کے قلب سے تعلق اور اشتغال۔ زبان ہی کو ہوتا ہے۔ اور قلب کے تاثرات

Marfat.com

سے سب سے زیادہ زبان ہی متاثر ہوتی ہے کیونکہ زبان قلب کی ترجمان۔ اور پیغامبر ہے۔
غور کرو جب بندہ خدا سے محبت کرنے لگتا ہے۔ اور فرائض و نوافل کے ذریعہ اس کا
مقرب بندہ ہو جاتا ہے۔ تو اس کا کیا حال ہوتا ہے؟ اس کے سننے دیکھنے۔ چلنے پھرنے اور
پکڑنے کی کیا کیفیت ہوتی ہے؟ خدا فرماتا ہے

کنت سمعه الذی یسمع به۔ وبصره الذی یبصر به۔ ویده التی یبطش بها ورجله التی یمشی بها۔

میں اس کا کان ہوتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔ میں اس کی آنکھ ہوتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ میں اس کا ہاتھ ہوتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔ میں اس کا پاؤں ہوتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔

اس سے اللہ تعالیٰ یہ ثابت کرتا ہے کہ کان اور آنکھ کے ادراکات۔ اور ہاتھ پاؤں کی حرکات میں خدا تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے۔

غور کرو! اس کیفیت کا اظہار وہ اس طرح کرتا ہے۔

بی یسمع۔ وبی یبصر وبی یبطش وبی یمشی

میرے ساتھ سنتا ہے میرے ساتھ دیکھتا ہے۔ میرے ساتھ پکڑتا ہے۔ میرے ساتھ چلتا ہے

یہ نہیں فرمایا۔

لی یسمع۔ ولی یبصر۔ ولی یبطش ولی یمشی۔

میرے لئے سنتا ہے۔ میرے لئے دیکھتا ہے۔ میرے لئے پکڑتا ہے۔ اور میرے لئے چلتا ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہاں بی کی جگہ لی ہونا چاہیئے۔ لی اظہار عنایت اور خصوصیت پر زیادہ دلالت کرتا ہے۔ کہ یہ کام خدا کے لئے کئے گئے ہیں۔ اور یہ معنی و نوع عمل میں خدا کی معیت پر زیادہ دلالت کرتے ہیں۔ لیکن یہ ایک اہم اور سخت ترین غلطی ہے۔ کیونکہ یہاں لفظ یا محض استعانت کے لئے نہیں ہے۔ کیونکہ ادراکات خواہ وہ ابرار کے ہوں۔ خواہ فجار و فساق کے محض خدا کی معونت ہی سے وقوع میں آتے ہیں۔ یہاں یا مصاحبت و معیت کے لئے ہے جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ بندہ اس حال میں سنتا۔ دیکھتا۔ پکڑتا اور چلتا

ہے کہ خدا اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور یہ معنی ایک دوسری حدیث سے بھی واضح ہوتے ہیں۔

انا مع عبدی ما ذکرنی وتحرکت بی شفتاہ۔

میں اپنے بندے کے ساتھ ہوں۔ جب وہ مجھے یاد کرتا ہے۔ اور میرے لئے اس کے ہونٹ حرکت کرتے ہیں۔

اور یہ وہی خاص قسم کی مصاحبت و معیت ہے۔ جو اس آیت کے اندر ہے۔

ان اللہ معنا (سورۃ التوبہ)

اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

اور جو اس حدیث کے اندر مذکور ہے۔

ما ظنک باثنین اللہ ثالثھما

ان دو کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے جن میں تیسرا خدا ہے۔

اور وہ مصاحبت و معیت ہے جو اس آیت کے اندر ہے۔

وان اللہ لمع المحسنین۔

اور اللہ نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اور جو اس آیت میں ہے۔

ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون۔

بے شک اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جنہوں نے پرہیز گاری کی اور وہ نیکیاں کرنے والے ہیں

اور جو اس آیت میں ہے۔

واصبروا ان اللہ مع الصٰبرین۔ (سورۃ الانفال)

اور صبر کرو۔ بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اور اس آیت میں ہے۔

کلا ان معی ربی سیھدین۔ (سورۃ الشعراء)

موسیٰ نے کہا ہرگز نہیں۔ میرے ساتھ میرا رب ہے۔

اور اس آیت میں ہے جسکے اندر خدا نے حضرت موسیٰؑ۔ اور حضرت ہارونؑ کو خطاب کرتے ہوئے کہا ہے۔

انني معکما اسمع واری۔ (سورۃ طٰہٰ)

میں تم دونوں کے ساتھ ہوں۔ سنتا ہوں۔ اور دیکھتا ہوں۔

مصاحبت و معیت کے اس معنی پر صرف حرف با ہی دلالت کرتا ہے۔ حرف لام دلالت نہیں کرتا۔ بندے کے اخلاص۔ اور اس کے صبر و توکل۔ اور مقامات عبودیت

Marfat.com

کے نزدال ۔ اور مصاحبت ومعیت کا اظہار وبیان صرف حرف با ہی کے ذریعہ ہو سکتا ہے نہ کہ لام کے ذریعہ ۔

خدا کی یہ مصاحبت ومعیت جب بندے کے ساتھ ہوتی ہے تو بندے کی ساری مشقتیں اور سارے مصائب و آلام آسان ہو جاتے ہیں ۔ اور ہر قسم کا خوف وہراس اس کے حق میں امن واطمینان کا باعث بن جاتا ہے ۔ خدائی مصاحبت ومعیت ہر قسم کی صعوبات ومشکلات کو آسان کر دیتی ہے ۔ اور ہر بعید چیز قریب ہو جاتی ہے ۔ احزان ہموم وغموم اس پر اللہ تعالیٰ کی معیت ہی میں نہیں ہوتے ۔ اللہ تعالیٰ ہر حال میں اس کے ساتھ ہوتا ہے ۔ اسلئے نہ اسے ہم ہوتا ہے نہ غم ۔ نہ حزن ہوتا ہے ۔ نہ ملال ۔ اور یہ معنی حرف با ہی کے ذریعہ واضح ہوتے ہیں ۔ اگر یہ معنی فوت ہو جائیں ۔ تو سمجھ لو ۔ بندہ کا قلب ماہی بے آب کی طرح تڑپتا ہے ۔

جب کسی بندے کو پروردگار عالم سے مصائب ومشکلات میں یہ مصاحبت ومعیت حاصل ہو جاتی ہے ۔ تو پھر اس کی تمام تر حوائج وضروریات میں بھی اس کی مصاحبت ومعیت ہوتی ہے ۔ اور خدا اس کی تمام تر حوائج وضروریات ۔ اور سوالات کو پورا کرتا رہتا ہے جیسا کہ خود خدا نے فرمایا ہے

ولئن سئلنی لاعطینہ ۔ ولئن استعاذنی لاعیذنہ ۔

اور اگر میرا بندہ مجھ سے مانگتا ہے ۔ تو میں اسے دیتا ہوں ۔ اور مجھ سے پناہ چاہتا ہے تو میں اسے پناہ دیتا ہوں ۔

یعنی بندہ جب میرے ارادہ کی موافقت کرتا ہے ۔ میرے احکام کی تعمیل کرتا ہے مشکلات ومصائب میں میرے پاس آتا ہے ۔ اور اپنی احتیاجات کو وہ میرے آگے نہایت بیم ورجاء کے ساتھ پیش کرتا ہے ۔ تو میں ضرور اس کا ساتھ دیتا ہوں ۔ اور مکروہات ومشکلات میں مجھ سے پناہ چاہتا ہے ۔ تو میں اسے پناہ دیتا ہوں ۔

یہ مصاحبت اور اس قسم کی معیت خدا نے جابنیں سے ثابت کی ہے ۔ اور یہ مصاحبت ومعیت وہ رشتہ ہے کہ خدا اپنے ایسے بندے کی موت میں بھی تردد کرنے لگتا ہے کیونکہ اس بندے کو موت پسند نہیں ۔ اور جو چیز اس بندے کو پسند نہیں اسے پروردگار عالم بھی پسند نہیں کرتا ۔ جب اس بندے کی کسی قسم کی برائی ۔ اور رنج اسے پسند نہیں تو اس کا مقتضاء

Marfat.com

یہ ہے کہ خدا اسے موت بھی نہ دے۔ لیکن بندے کی مصلحت اسی میں ہے کہ وہ اسے موت سے ہم آغوش کردے۔ کیونکہ خدا موت اسی لیے بھیجتا ہے۔ کہ وہ اسے دوبارہ زندہ کریگا۔ مرض و بیماری میں اس لئے مبتلا کرتا ہے کہ اسے صحت و صلاحیت سے نواز ے گا۔ اسے فقیر و مسکین اس لئے بناتا ہے کہ اسے غنی اور بامراد بنائے گا۔ جب اس کے کچھ روکتا ہے۔ تو کچھ عطا کرنے کے لئے ہی روکتا ہے۔ اسے اپنے باپ آدمؑ کی صلب میں رکھ کر اس لئے جنت سے نکالا ہے کہ وہ اسے پھر جنت میں داخل کرے۔ اس کے باپ کو خدا اخرج منھا (جنت سے نکل جا) کہہ کر جنت سے نکال دیا ہے۔ اور اس لئے نکال دیا ہے۔ کہ دوبارہ پھر اسے جنت میں داخل کرے۔

درحقیقت یہی ذات۔ اور یہی خدا حقیقی محبت کے لائق ہے۔ اور یہی حقیقی محبوب ہے۔ اس کے سوا نہ کوئی حبیب ہو سکتا ہے نہ محبوب۔ اگر بندے کا ہر ہر بال۔ خدا کی محبت سے مست و سرشار ہو جائے تب بھی بندے پر جو خدا کا حق ہے ادا نہیں ہو سکتا کسی شاعر نے کیا اچھا کہا ہے۔

تقل فؤادك حيث شئت من الهوى	ما الحب الا للحبيب الاول
اپنے دل کو خواہشات میں جہاں چاہو بھٹکاؤ	محبت تو صرف حبیب اول کے لیے ہی ہے۔
كم منزل فى الارض يالفه الفتى	وحنينه ابدا لاول منزل
زمین کی بہت منزلوں سے نوجوان الفت رکھتا ہے۔	لیکن اس کے دل کی بے قراری تو ہمیشہ پہلی ہی منزل کے لئے ہے۔

فصل

تعبد کی حقیقت یہ ہے کہ محبوب کے سامنے
اپنے کو انتہا درجہ ذلیل و خاکسار کر دیا جائے

اس کے بعد محبت کا وہ درجہ ہے جسے التتیم کہتے ہیں۔ یہ محبت کا آخری درجہ ہے۔ التتیم کے یہ معنی ہیں کہ محب اپنے محبوب کی عبادت و پرستش کرنے لگ جائے چنانچہ عرب کا محاورہ ہے۔ جب انسان کسی عبادت کرنے لگتا ہے۔ تو کہتے ہیں۔ تیّمہ الحب (محبت نے اس کو بندہ بنا لیا ہے)

Marfat.com

اور یہ جملہ بھی اس معنی میں ہے میتم اللہ یعنی عبداللہ۔
اور تعبد وعبادت کی یہ حقیقت ہے کہ محب اپنے محبوب کے سامنے انتہا درجہ کا خضوع وخاکساری ظاہر کرے۔ اور اس کے سامنے اپنے کو انتہا درجہ ذلیل و بے توقیر بنالیتا ہے۔ اور اسی محاورہ میں عرب کا یہ قول ہے طریق معبد (ذلیل شدہ راستہ) یعنی وہ راستہ جسے مدتوں تک روندا کر ذلیل و پامال کیا گیا ہو۔ پس عبد و بندہ وہ ہے جسے محبت نے محبوب کے سامنے خاضع اور سرنگوں کر دیا ہو۔ اور یہی وجہ ہے کہ بندے کے تمام مقامات وحالات میں عبودیت سب سے زیادہ اشرف واعلیٰ مقام ہے۔ اور اسی لئے سلوک کی راہ میں تعبد سے بڑھ کر کوئی شریف ترین منزل نہیں اور یہی وجہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اکرم الخلائق۔ محبوب ترین بندے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اہم سے اہم مقام میں بھی وصف تعبد کے ساتھ یاد فرمایا ہے۔ مقام دعوت۔ مقام تحدی بالنبوۃ۔ مقام معراج میں بھی وصف عبودیت سے یاد فرمایا ہے۔ فرماتا ہے۔

وانہ لما قام عبد اللہ یدعوہ۔ کادوا یکونون علیہ لبدا: (سورۃ الجن)

اور یہ ہوا یہ کہ جب اللہ کا بندہ اللہ کی عبادت کرنے کھڑا ہوا تو جن اس پر غول کے غول جھکے پڑتے تھے۔

یہ مقام دعوت میں فرمایا۔ مقام تحدی نبوت کے مقام میں فرماتا ہے۔

وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ: (سورۃ البقرۃ)

اگر تمہیں اس کلام کی صداقت میں کوئی شبہ ہے جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے تو ایسی ایک سورت ہی بنا لاؤ۔

مقام اسراء ومعراج کے موقعہ میں فرماتا ہے۔

سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ (سورۃ الاسرا)

پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندہ کو رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کو لے گیا۔

اور شفاعت کی ایک حدیث وارد ہے۔

اذھبوا الی محمد صلی اللہ علیہ وسلم عبد غفر اللہ لہ ما تقدم من ذنبہ وما

تم لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ۔ وہ ایسا عبد (بندہ) ہے جس کے تمام اگلے پچھلے گناہ

Marfat.com

تاخر : خدا نے معاف کر دیئے ہیں

آنحضرتؐ کو یہ مقام شفاعت کمال عبودیت و کمال مغفرت کے ذریعہ سے حاصل ہوا ہے۔

اللہ تعالےٰ نے مخلوق کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور خدا کا کوئی بھی شریک نہیں اور محبت کی تمام انواع و اقسام میں عبادت ایک کامل ترین نوع اور اکمل ترین قسم ہے۔ عبادت میں انتہائی خضوع و خشوع اور انتہائی ذلت و خاکساری ہوا کرتی ہے اور اسلام کی اصل حقیقت بھی یہی ہے حقیقۃً ملت ابراہیمی بھی یہی ہے جس سے بجز سفیہ النفس اور احمق کے کوئی روگردانی ہی نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ خود خدا فرماتا ہے۔

ومن یرغب عن ملۃ ابراھیم الا من سفہ نفسہ۔ الایۃ (سورۃ البقرا)

اور ابراہیم کے طریقہ سے وہی منہ پھیر سکتا ہے جس کی خود عقل ماری گئی ہو۔ اور یہی وجہ ہے جو خدا کے نزدیک شرک سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں۔ شرک کے سوا وہ دوسرے گناہ معاف کرے گا۔ لیکن شرک کبھی معاف نہیں کرے گا۔

اور خدا کے ساتھ اصل شرک یہی ہے کہ خدا کی محبت میں کسی اور کو شریک کیا جائے جیسا کہ خدا فرماتا ہے

ومن الناس من یتخذ من دون اللہ اندادا یحبونھم کحب اللہ والذین آمنوا اشد حبا للہ (بقرہ)

اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو خدا کے علاوہ اور کو شریک بناتے ہیں جن سے ایسی کی محبت کرتے ہیں جیسی خدا سے کرنی چاہیئے۔ البتہ جو لوگ ایمان دار ہیں ان کو اللہ کی محبت سب سے زیادہ ہوتی

خدا اس آیت میں یہ خبر دیتا ہے کہ بعض لوگ خدا کے ساتھ دوسروں کو شریک بنا لیتے ہیں اور اس سے ویسی ہی محبت کرتے ہیں جیسی وہ خدا کی ذات سے کرتے ہیں

اور خدا اس آیت میں یہ بھی خبر دیتا ہے کہ ایمان والے خدا کی ذات سے انتہا درجہ کی محبت رکھتے ہیں اور ایسی کہ یہ مانند و مثیل بنانے والے اپنے مانند و مثیل سے رکھتے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ بلکہ آیت کے یہ معنی ہیں کہ یہ مانند و مثیل گھڑنے والے جس قدر خدا سے محبت رکھتے ہیں اس سے زیادہ خدا پر ایمان لانے والے خدا سے

Marfat.com

محبت رکھتے ہیں - یہ مانند و مثیل گردانتے والے خدا سے محبت رکھتے ہیں لیکن جب وہ خدا کے ساتھ اپنے مانند و شبیون کو اس محبت میں شریک کر لیتے ہیں تو خدا سے جو انہیں محبت ہے وہ کمزور ہو جاتی ہے اور موحدین خدا کی محبت میں مخلص ہوتے ہیں اس لئے ان کی محبت خدا سے بہت زیادہ ہوتی ہے۔

اور مشرک لوگ اپنی محبت میں رب العالمین کے ساتھ دوسروں کو شریک گردانتے ہیں اور ان کو خدا کا ہمسر مانند و مثیل بنا لیتے ہیں۔

خدا نے مخلوق کو پیدا کیا ہے اس کا مقصد یہی ہے کہ مخلوق خالص خدا سے محبت کرے۔ کسی دوسرے سے محبت نہ کرے اور اسی لئے خدا ان لوگوں سے سخت ناراض ہوتا ہے جو کسی اور کو اپنا ولی۔ مددگار شفیع و سفارشی بناتے ہیں چنانچہ خدا کبھی ان ہر دو چیزوں کو ساتھ ہی ساتھ بیان کرتا ہے اور کبھی علیحدہ علیحدہ بیان کر کے اپنی ناراضگی و خفگی کا اظہار کرتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔

ان ربکم اللہ الذی خلق السموٰت والارض فی ستۃ ایام ثم استوی علی العرش یدبر الامر ما من شفیع الا من بعد اذنہ (سورۃ یونس)

بلاشبہ تمہارا رب وہی اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا اور پھر عرش پر جلوہ افروز ہوا وہ ہر کام کی تدبیر کرتا ہے اس کی اجازت کے بغیر کوئی سفارش نہیں کر سکتا

اور فرماتا ہے۔

اللہ الذی خلق السماوات والارض وما بینھما فی ستۃ ایام ثم استوی علی العرش مالکم من دونہ من ولی ولا شفیع افلا تذکرون (سورۃ الٓمٓ سجدہ)

اللہ ہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں میں ہے چھ دن کے اندر پیدا کیا۔ پھر عرش پر جلوہ افروز ہوا۔ اس کے سوا تمہارا کوئی حمایتی ہے اور نہ سفارشی کیا پھر بھی تم نصیحت نہیں پکڑتے

اور فرماتا ہے

وانذر بہ الذین یخافون ان یحشروا الی ربھم لیس لھم من دونہ ولی ولا شفیع لعلھم یتقون۔

اور اس قرآن کے ذریعہ ان لوگوں کو ڈراؤ جنکو اپنے پروردگار کے حضور جمع ہونیکا خوف ہے نہ خدا کے سوا ان کا کوئی حمایتی ہے نہ سفارشی کیا عجب ہے وہ

Marfat.com

(سورۃ الانعام) پرہیزگار بن جائیں۔

اور فرماتا ہے۔

ام اتخذوا من دون اللہ شفعاء قل لو کانوا لا یملکون شیئا ولا یعقلون: قل للہ الشفاعۃ جمیعا

کیا ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو سفارشی بنا رکھا ہے۔ کہدو۔ اگرچہ وہ کسی چیز کا اختیار نہ رکھتے ہوں اور نہ سمجھتے ہوں۔ کہدو ساری سفارشیں اللہ ہی کیلئے ہیں

(سورۃ الزمر)

اور فرماتا ہے

من ورائھم جھنم ولا یغنی عنھم ما کسبوا شیئا ولا ما اتخذوا من دون اللہ اولیاء ولھم عذاب عظیم:

ان کے پیچھے جہنم ہے ان کی کمائی اس سے انہیں بچا سکے گی اور نہ وہ معبود جن کو اللہ کے سوا انہوں نے حمایتی بنا رکھا ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہوگا

(سورۃ الجاثیہ)

جو بندہ صرف اپنے رب کو اپنا ولی اور دوست بناتا ہے تو اگر وہ کسی اور کو اپنا ولی، مددگار، دوست اور شفاعتی سفارشی بناتا ہے تو صرف خدا کے لئے بناتا ہے۔ اور مومنین، صالحین کے ساتھ اپنا رشتہ موالاۃ و محبت جوڑتا اور استوار کرتا ہے۔ اور یہ مومنین اللہ کی راہ میں اس کے ولی و مددگار ہوتے ہیں۔ یہ موالاۃ و محبت اور چیز ہے۔ بخلاف اس صورت کے، کہ بندہ خدا کے علاوہ دوسروں کو اپنا ولی اور دوست بنائے۔ یہ دوسری چیز ہے۔ یہ اور رنگ ہے اور وہ دوسرا رنگ۔ شفاعت شرکیہ کا اور رنگ ہے۔ اور شفاعت حقہ کا جس کا توحید وابستہ ہوتی ہے دوسرا رنگ ہے۔ اور اہل شرک اور اہل توحید کی تفریق کا یہی مقام ہے۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم

مقصد یہ ہے کہ حقیقت عبودیت اور عبودیت کے موجبات محبت اور لوازمات محبت میں کسی کو شریک بنا لینے کے بعد خالص نہیں رہ سکتی ہیں بخلاف اس کے کہ اگر خدا کے لئے کسی سے محبت کی جائے تو یہ محبت لوازمات عبودیت اور موجبات عبودیت میں سے ہے۔ جیسا کہ آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا۔ بلکہ آپ سے محبت کرنا۔ اور ایسی محبت کرنا کہ اپنی جان و مال آباؤ اجداد اور اولاد سے بھی

Marfat.com

زیادہ ہو۔ اور ان تمام کی محبت سے آپ کی محبت کو مقدم سمجھنا۔ عین تکمیل ایمان ہے۔ آپ سے اس قسم کی محبت کئے بغیر ایمان مکمل ہی نہیں ہو سکتا۔ اور یہی وجہ ہے کہ آپ سے محبت کرنا خدا سے محبت کرنے کے معنی میں ہے۔ اور یہی حکم ہے ہر اس محبت کا جو للہ فی اللہ ہو۔ جیسا کہ صحیحین کے اندر ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا:۔

ثلاث من کن فیہ وجد بھن حلاوۃ الایمان

تین چیزیں جس کے اندر ہوں گی۔ وہ ایمان کی حلاوت پائے گا۔

صحیحین کے اندر دوسرے الفاظ یہ ہیں۔

لا یجد عبد طعم الایمان الا من کان فی قلبہ ثلاث خصال۔ ان یکون اللہ ورسولہ احب الیہ مما سواھما وان یحب المرء لا یحبہ الا للہ۔ وان تکرہ ان یرجع الی الکفر بعد ان انقذہ اللہ منہ کما یکرہ ان یقذف فی النار:

بندہ ایمان کا مزہ نہیں پاتا جب تک کہ اس کے قلب میں تین خصلتیں موجود نہ ہوں۔ اللہ اور اللہ کا رسول اسے تمام سے زیادہ محبوب ہو۔ اور یہ کہ کسی سے محبت رکھے تو صرف خدا کے لئے رکھے اور یہ کہ جس کفر سے خدا نے اسے نکالا ہے اس کی طرف پھر لوٹنے کو وہ ایسا برا سمجھے جس طرح کہ وہ آگ میں ڈال دیئے جانے کو برا سمجھتا ہے۔

اور سنن کے اندر ایک حدیث ہے۔

من احب للہ۔ وابغض للہ واعطی للہ ومنع للہ۔ فقد استکمل الایمان

جس نے اللہ کے لئے محبت کی۔ اور اللہ کے لئے دشمنی کی۔ اور اللہ کیلئے دیا اور اللہ کیلئے روک دیا تو اس نے اپنے ایمان کی تکمیل کر لی۔

اور ایک دوسری حدیث میں ہے۔

ما تحاب رجلان فی اللہ الا کان افضلھما اشدھما حبا لصاحبہ

جو دو آدمی خدا کے لئے آپس میں محبت رکھتے ہیں ان میں افضل آدمی وہ ہے جو اپنے ساتھی سے بہت زیادہ محبت رکھتا ہے

یہ محبت تو محبت الٰہی کے لوازمات و موجبات میں سے ہے اور جس قدر بھی یہ

Marfat.com

محبتِ قوی اور زیادہ ہوگی ۔ محبت الٰہی کی جڑیں قوی اور مضبوط ہونگی ۔

فصل

(محبت کے اقسام)

محبت کی چار قسمیں ہوتی ہیں ۔ جن کے مابین فرق و امتیاز واجب اور ضروری ہے اور جو لوگ اس راہ میں بھٹک جاتے ہیں وہ ان اقسام محبت کے مابین تمیز و تفریق نہ کرنے کے سبب ہی سے گمراہ ہوئے ہیں ۔

اول ۔ اللہ سے محبت کرنا ۔ صرف اتنی محبت عذاب الٰہی سے نجات پانے ۔ اور ثواب آخرت سے فائز المرام ہونے کے لئے کافی نہیں ہے ۔ کیونکہ خدا سے محبت تو مشرک ۔ کافر صلیب پرست اور یہودی بھی رکھتے ہیں ۔

دوم ۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اس سے محبت کرنا اور یہی محبت انسان کو اسلام میں داخل کرتی ہے اور کفر سے نجات دیتی ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا دوست وہی ہے جس کے اندر یہ محبت زیادہ پائیدار اور زیادہ شدید ہو ۔

سوم :۔ الحب للہ والحب فی اللہ یعنی جو محبت صرف اللہ کے لئے ہو اور اللہ ہی کی راہ میں ہو ۔ یہ محبت اس امر کو لازم اور واجب کر دیتی ہے کہ بندہ ہر اس شے سے محبت کرے جس سے خدا محبت کرتا ہے اور یہ محبت بھی اس وقت صحیح ہے جبکہ بندہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے محبت کرے اور اللہ کی راہ میں محبت کرے ۔

چہارم ۔ وہ محبت جو خدا کی محبت کے ساتھ کسی دوسرے سے بھی محبت کی جائے ۔ یہ مشرکانہ اور شرکیہ محبت ہے ۔ جو آدمی اللہ کے ساتھ کسی اور سے بھی محبت کرتا ہے ۔ اور وہ محبت اللہ کے لئے ۔ اللہ کی مرضی کے مطابق نہیں ہے ۔ اللہ کے دین کے لئے نہیں ہے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ خدا کے ساتھ دوسروں کو خدا کا شریک و سہیم بنا رہا ہے اور مشرک خدا سے اسی قسم کی محبت کیا کرتے ہیں ۔

محبت کی ایک پانچویں قسم بھی ہے جس سے ہمیں بحث نہیں ۔ اور وہ طبعی محبت ہے اس محبت کی حقیقت یہ ہے کہ انسان ان چیزوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی طبعی

Marfat.com

مقتضیات سے ہیں۔ مثلاً پیاسا آدمی پانی سے محبت کرتا ہے۔ بھوکا روٹی سے محبت کرتا ہے۔ ایک شخص نیند سے اور اپنی بی بی بچوں سے محبت کرتا ہے۔ یہ محبت مذموم نہیں جب تک کہ یہ محبت اسے ذکر خداوندی سے غافل نہ کردے۔ اور خدا کی محبت سے بھٹکا کر اپنے اندر الجھا نہ دے۔ جیسا کہ خدا کا ارشاد ہے:۔

یا ایھا الذین امنوا لاتلھکم اموالکم ولا اولادکم عن ذکر اللہ (سورۃ المنافقون)

مسلمانو! تم کو نہ تمہارے مال یا خدا سے غافل بنادیں نہ تمہاری اولاد

اور ارشاد فرماتا ہے:۔

رجال لاتلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ (سورۃ النور)

وہ لوگ جن کو اللہ کی یاد سے نہ تجارت روکتی ہے اور نہ خرید و فروخت۔

فصل

(محبت کا بلند ترین مقام یعنی مقام خلّت)

اس کے بعد خلّۃ کا درجہ ہے۔ خلت کمال محبت کا نام ہے۔ خلت میں قلب کے اندر محبوب کی محبت کے سوا کسی کی بھی محبت نہیں ہوا کرتی۔ محبوب کی محبت کے سوا قلب میں کسی کی محبت کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ خلت ایک ایسا منصب ہے جو کسی قسم کی شرکت کو برداشت نہیں کرتا اور یہ منصب صرف خدا کے دو خلیلوں ہی کے لئے مخصوص تھا۔ حضرت ابراہیم اور حضرت محمد رسول اللہ علیہما الصلوٰۃ والسلام کیلئے جیسا کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔

ان اللہ اتخذنی خلیلا کما اتخذ ابراھیم خلیلا

خدا نے مجھے اپنا خلیل بنالیا ہے جس طرح ابراہیمؑ کو اس نے اپنا خلیل بنایا ہے۔

اور صحیح بخاری کے اندر ہے۔

لوکنت متخذا من اھل الارض خلیلا لاتخذت ابا بکر خلیلا: ولکن صاحبکم خلیل اللہ

اگر زمین والوں میں سے کسی کو میں اپنا خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا لیکن تمہارا یہ دوست تو اللہ کا خلیل ہے۔

Marfat.com

ایک اور حدیث کے اندر ہے۔

انی ابراء الی کل خلیل من خلتہ:

میں خدا کی خلت کی وجہ سے ہر دوسرے خلیل کی خلت سے پاک ہوں۔

حضرت ابراہیمؑ نے بارگاہ خداوندی میں لڑکے کی التجا کی کہ اے خدا تو مجھے لڑکا دے خدا نے ان کو لڑکا دیا اس لڑکے سے ان کو قلبی محبت ہوگئی۔ اور قلب کا ایک گوشہ لڑکے کی محبت سے پر ہوگیا۔ خدا کو اپنے خلیل کی یہ بات پسند نہ آئی۔ یہ اُسے گوارا نہ ہوا کہ میرے خلیل کے قلب میں میرے سوا کسی اور کو جگہ دیجائے۔ خدا نے حکم دیا کہ اس لڑکے کو میرے لئے ذبح کر دو۔ یہ حکم حضرت ابراہیمؑ کو خواب میں دیا گیا۔ تاکہ آپ کا پورا پورا امتحان کیا جا سکا۔ خدا کا یہ مقصد نہ تھا کہ حضرت ابراہیمؑ اپنے بچہ کو ذبح کریں۔ بلکہ مقصد یہ تھا حضرت ابراہیمؑ کے قلب سے بچہ کا تعلق منقطع کر دیا جائے اور آپ کا قلب صرف اللہ تعالےٰ کے لئے مخصوص ہو جائے۔ جب حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انشراح صدر کے ساتھ حکم الٰہی کی تعمیل کی اور بچہ کی محبت کے مقابلہ میں خدا کی محبت کو مقدم رکھا تو خدا کا جو مقصد تھا پورا ہوگیا اور بچہ کو ذبح کرنیکا حکم دیا تھا اٹھا دیا گیا اور اس عظیم الشان ذبیحہ کے بدلہ میں فدیہ مقرر کر دیا۔ کیونکہ پروردگار عالم جب کبھی کسی چیز کا حکم دیتا ہے تو اسے سرے سے بالکلیہ ختم نہیں کرتا بلکہ یا تو اس کے کچھ حصہ کو اٹھا دیتا ہے اور کچھ کو باقی رکھا جاتا ہے یا اس کے بدلہ میں کوئی اور چیز مقرر کر دی جاتی ہے جیسا کہ اس عظیم الشان ذبیحہ کے بدلہ میں فدیہ مقرر کر دیا جیسا کہ آنحضرتؐ کے حضور میں۔ حاضری کے وقت صدقہ دینا فرض کیا گیا تھا[1] پھر اس کی فرضیت کو اٹھا کر اُسے مستحب کر دیا گیا اور جیسا کہ پچاسؔ وقت کی نمازوں کے بدلہ میں پانچ وقت کی نمازیں باقی رکھی گئیں اور نمازوں کا ثواب پچاسؔ نمازوں کا ہی باقی رکھا گیا اور ایسا وہ اس لئے کرتا ہے اس نے خود فرمایا۔

ما یبدل القول لدی۔ میرے پاس بات بدلی نہیں جاتی۔

تو یہ نمازیں فعل و عمل کے لحاظ سے پانچ ہیں۔ لیکن اجر و ثواب کے لحاظ سے پچاسؔ ہی ہیں۔

فصل

---

(۱) جیسا کہ سورہ مجادلہ کے اندر ہے۔ یا ایھا الذین آمنوا اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجوٰکم صدقۃ۔ (مسلمانو! جب تم رسول سے کوئی راز کھولو تو راز کھولنے سے پہلے کچھ صدقہ دے دیا کرو)

Marfat.com

(محبت عام ہے اور خلۃ محبت کے ایک خاص درجہ کا نام ہے)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ محبت کا درجہ خلۃ کے درجہ سے بلند اور کامل ترین ہے۔۔۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام خلیل اللہ (اللہ کے خلیل تھے) اور آنحضرت محمد رسول اللہ حبیب اللہ (اللہ کے حبیب) ہیں۔ اُن لوگوں کا یہ کہنا جہالت پر مبنی ہے۔ کیونکہ محبت عام ہے اور خلت خاص خلت محبت کے آخری اور انتہائی درجہ کا نام ہے جیسا کہ خود آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ عقل و دانشی کا تقاضا ہے کہ اعلیٰ۔ برتر محبوب کو ادنی محبوب کے مقابلہ میں ترجیح دی جائے۔

ان اللہ اتخذ ؐ خلیلا کما اتخذ ابراھیم خلیلا

اللہ تعالےٰ نے آپ کو اپنا خلیل بنا لیا ہے۔ جس طرح ابراہیم کو اپنا خلیل بنا لیا تھا۔

نیز تم پہلے پڑھ چکے کہ آنحضرتؐ نے صاف صاف فرما دیا کہ پروردگار عالم کے سوا میں کسی کو اپنا خلیل نہیں بنا سکتا۔ حالانکہ آپ کو حضرت عائشہ صدیقہؓ کے والد حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر بن الخطابؓ سے بھی محبت تھی۔ اور خود آپ نے اس کی خبر دی ہے۔ نیز اللہ تعالےٰ نے خود ہی فرمایا ہے کہ اللہ یحب التوابین (توبہ کرنے والوں کو خدا محبوب رکھتا ہے) یحب الصابرین (صبر کرنیوالوں کو خدا محبوب رکھتا ہے) یحب المحسنین (احسان کرنے والوں کو خدا محبوب رکھتا ہے)۔ یحب المتقین (پرہیزگاروں کو خدا محبوب رکھتا ہے۔) یحب المقسطین (انصاف کرنیوالوں کو خدا محبوب رکھتا ہے)

لیکن خدا کی خلت تو صرف حضرت ابراہیم اور حضرت محمد رسول اللہ علیہما الصلاۃ والسلام ہی کے لئے مخصوص ہے حدیث میں وارد ہے۔

الشاب التائب حبیب اللہ

نوجوان توبہ کرنے والا خدا کا حبیب ہے۔

پس ان کا یہ کہنا محض ان کی کم علمی۔ اور کم فہمی کی بنا پر ہے اور خدا کے رسول کو سمجھ ہی نہیں سکے

فصل

بندہ دو محبوب چیزوں میں سے اعلیٰ محبوب کو اور دو مکروہ چیزوں میں سے آسان مکروہ کو کیوں اختیار کرتا ہے

پہلے تمہیں معلوم ہو چکا ہے کہ بندہ اپنے کسی محبوب۔ اور محبوب چیز اور خواہش کو اس وقت

ترک کرتا ہے جبکہ اس کے سامنے کوئی دوسرا محبوب اور دوسری خواہش دوسری محبوب ترین چیز ہو محبوب ترین چیز کے مقابلہ میں کمتر محبوب چیز کو ترک کر دیتا ہے جس طرح محبوب ترین چیز کے لئے وہ مکروہ و تکلیف دہ چیز کو برداشت کر لیتا ہے اور بڑی مصیبت، بڑی تکلیف، بڑے مکروہ سے نجات حاصل کرنے کے لئے چھوٹی مصیبت اور چھوٹا مکروہ اختیار کر لیتا ہے۔

اور تم پہلے معلوم کر چکے ہو کہ عقل و دانش کی یہ خاصیت، اور تقاضا ہے کہ اعلیٰ و برتر محبوب کے مقابلہ میں۔ ادنیٰ محبوب کو ترک کر دیا جائے اور بڑے مکروہ بڑی تکلیف و بڑی مصیبت کے مقابلہ میں چھوٹے مکروہ چھوٹی تکلیف اور چھوٹی مصیبت کو اختیار کیا جائے۔

اور یہ بھی پہلے بیان ہو چکا ہے کہ یہ بات محبت و عداوت کی قوت و ضعف پر مبنی ہے۔ اور دلیلوں کے بغیر یہ چیز حاصل نہیں ہوتی۔ ایک قوت ادراک دوسری شجاعت قلبی۔

جب انسان کے اندر قوت ادراک کم ہو اور محبوب و مکروہ کے درجات و مراتب کو سمجھ نہ سکتا ہو یا پھر اس کا نفس و قلب کمزور ہو تو اس فعل و عمل سے وہ قاصر رہتا ہے باوجودیکہ وہ جانتا ہے کہ اس کے حق میں اصلح چیز کونسی ہے؟ اصلح چیز اختیار کرنے سے اس کا نفس اور قلب اس کی مطاوعت نہیں کرتا۔ الا جب کسی انسان کی قوت ادراک صحیح ہوتی ہے اس کا نفس قوی اور مضبوط ہوتا ہے اور اس کے اندر شجاعت و دلیری موجود ہوتی ہے تو وہ اعلیٰ محبوب کو ادنیٰ محبوب کے مقابلہ میں۔ اور بڑے مکروہ اور بڑی مصیبت کے مقابلہ میں ادنیٰ اور چھوٹے مکروہ اور چھوٹی مصیبت کو ترجیح دیتا ہے۔ اور اس طرح وہ اپنے لئے سعادت کے سارے اسباب مہیا کر لیتا ہے۔

کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کی شہوانی طاقت۔ عقل و ایمان کی طاقت کے مقابلہ میں قوی ہوتی ہے تو اس صورت میں غالب قوت کمزور قوت کو مغلوب کر لیتی ہے۔

کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کی قوت ایمانی۔ قوت عقل۔ قوت شہوات کے مقابلہ میں قوی اور طاقتور ہوتی ہے تو قوت ایمانی و عقل قوت شہوانی کو مغلوب کر لیتی ہے۔

جب کسی طبیب کے پاس کوئی مریض آتا ہے اور طبیب تشخیص مرض کے بعد مضر اشیاء سے اسے پرہیز کرنے کی ہدایت کرتا ہے لیکن مریض کا نفس، اور اس کی خواہشات عقل پر غالب آجاتی ہیں اور وہ مضر اشیاء استعمال کر لیتا ہے۔ تو طبیب اس کے متعلق یہ رائے قائم کر لیتا ہے کہ اس کی قوت ادراکی کمزور ہے اور دوا اسے سود مند نہیں ہو سکتی۔ یہی حال قلب کے مریضوں کا ہے جس کی قوت شہوانی قوی ہوتی ہے تو اس کا قلب اسی چیز کو ترجیح دیتا ہے جو اس کے مرض کو اور زیادہ کر دیتی ہے۔

Marfat.com

پس ثابت ہو گیا کہ ہر قسم کے شر۔ اور خرابی کی اصل جڑ ضعف اور عجز۔ ضعف نفس۔ اور نفس کی دنائت ورذالت ہے۔ اور خیر و فلاح کی اصل جڑ کمال ادراک۔ کمال قوت نفس۔ اور نفس کی شرافت و شجاعت ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ہر چیز۔ ہر کام۔ ہر عمل و کردار کا مبدا اور منبع محبت و ارادہ ہے اور ہر چیز کے ترک کا مبدا اور منبع اس کی کراہت و عداوت اور نفرت ہے۔ قلب کی یہی دو قوتیں سعادت و شقاوت کی اصل اور بنیاد ہیں۔ اور عقل اختیاری اسی وقت ہوتی ہے جبکہ محبت اور ارادہ کا سبب پایا جاتا ہے۔ اور اس لیے کسی کام کا ترک کرنا اس لیے ہوتا ہے کہ اس کا مقتضا اور سبب مفقود ہوتا ہے۔ اور کبھی اس لیے ہوتا ہے کہ اس کے اندر بغض و کراہت موجود ہوتی ہے جو اسے اس کام سے روک لیتی ہے اور امر و نہی کا تعلق اسی بغض و کراہت اور نفرت سے ہوتا ہے اور اسی کو اصطلاح میں کیف" کہتے ہیں۔ اور ثواب و عقاب کا تعلق اسی سے ہے۔

ہمارے اس بیان سے وہ ابہام جو مسئلہ ترک کے متعلق کیا جاتا ہے کہ ترک امر وجودی ہے یا عدمی؟ رفع ہو جاتا ہے۔

اور مسئلہ کی تحقیق یہ ہے کہ ترک کی دو قسمیں ہیں۔ وہ ترک جس کی اضافت سبب مقتضی کی طرف ہو یہ عدمی ہے اور وہ ترک جس کی اضافت کسی سبب مانع من الفعل کی طرف ہو یہ وجودی ہے۔

فصل

(آدمی کے لئے انبیاء و مرسلین کا طریقہ)
(زیادہ مفید اور زیادہ آسان ہے)

فعل ہو یا ترک فعل، دونوں امر اختیاری ہیں، ایک جانور جب دونوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرتا ہے تو یہ سمجھ کر اختیار کرتا ہے کہ اس سے کوئی فائدہ اسے حاصل ہوگا چاہے وہ حصول لذت کا فائدہ ہو یا ازالہ تکلیف کا فائدہ، اسی لئے محاورہ ہے کہ اس کا کلیجہ ٹھنڈا ہوا، اس کا دل ٹھنڈا ہوا۔

ھی الشفاء لداء لو ظفرت بھا ولیس منھا شفاء الداء مبذول

تو اسے پا جائے یہ وہ مقصود ہے کہ ہر ذی عقل اس کو ترجیح دیتا ہے، حتیٰ کہ بے عقل جانور بھی نفع اور استفادہ کو ترجیح دیتا ہے۔

لیکن افسوس یہ ہے کہ بہت سے آدمی اس معاملہ میں غلطی کر جاتے ہیں اور بدترین قسم کی غلطی کر جاتے

ہیں وہ ایسی لذت کو حاصل کرنیکی کوشش کرتے ہیں جس کا نتیجہ سخت رنج والم ہوتا ہے انسان یہ خیال کرتا ہے کہ وہ لذت افروز ہو رہا ہے اور دل کی ٹھنڈک اسکو حاصل ہو رہی ہے مگر بعد میں جا کر وہ اسکی وجہ سے انتہائی رنج والم محسوس کرتا ہے اور ہر اس آدمی کی یہی شان ہوا کرتی ہے جو عواقب اور انجام پر نظر نہ رکھتے ہوئے فوری منفعت پر نظر رکھتا ہے اور عقل کا خاصہ تو یہ ہے کہ عواقب اور انجام پر نگاہ رکھی جائے عقلمند اور دانشمند آدمی وہ ہے جو جلد ختم ہونیوالی لذت کے مقابلہ میں دائمی لذت کو ترجیح دے اور احمق اور بیوقوف آدمی وہ ہے جو اپنی ابدی اور ہمیشہ رہنے والی لذت و راحت اور خوشگوار عیش کو جلد سے جلد ختم ہونیوالی لذت و راحت کے مقابلہ میں فروخت کر دے۔ یہ جلد ختم ہونیوالی لذت و راحت طرح طرح کے آلام و خطرات سے بھری ہوئی ہوتی ہے اور اس قدر جلد ختم ہو جاتی ہے کہ ادہر لذت و راحت میسر آئی اور ادھر آلام و خطرات اور رنج و سخن کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ میں نے عقلاء کی کوششوں پر غور کیا تو یہ معلوم ہوا کہ سب ہی مطلوب واحد ہی کی طلب میں کوشاں ہیں گو انکی راہیں مختلف ہیں۔ سب کے سب یہی کوشش کرتے ہیں کہ رنج و غم و الم و مصیبت سے اپنے آپ کو بچائیں اور اسی کے لئے کوئی کھانے پینے کی کوشش کرتا ہے کوئی تجارت کے لئے دوڑا دوڑی کرتا ہے کوئی شادی و نکاح کی مجلسیں جماتا ہے۔ کوئی گاتا ہے۔ کوئی بجاتا ہے۔ کوئی رقص و سرود سے دل بہلاتا ہے کوئی لہو و لعب میں وقت گذارتا ہے مقصد اور مطلوب سب کا ایک ہی ہے کہ رنج و الم ہم و غم سے اپنے کو محفوظ رکھے۔

میں کہتا ہوں۔ بے شک عقلاء کا یہی مطلوب اور یہی مقصد ہے اور ہر ایک اسی کے لئے کوشاں ہے۔ لیکن اکثر و بیشتر طریقے اس مطلوب و مقصد کے خلاف ہی جا رہے ہیں۔ میں مانتا ہوں کہ سب کا مقصد یہی ہے کہ خدا کی طرف اپنے آپ کو موڑیں۔ اور صرف اسی کی ذات سے ان کا معاملہ ہو۔ اور ہر شئی کے مقابلہ میں صرف اسی کی رضامندی حاصل کی جائے۔ لیکن ان تمام راستوں میں سے ایک راستہ ہی مجھے ایسا نظر نہیں آتا جو خدا تک پہونچتا ہو۔ خدا تک پہنچنے کا راستہ صرف ایک ہی ہے اور وہ صرف انبیاء و مرسلین کا راستہ ہے جنہیں خدا نے بھیجا ہی اس لئے ہے کہ وہ لوگوں کو ہدایت کریں اور لوگوں کو صراط مستقیم کی طرف دعوت دیں۔ اس راہ پر چلنے والے اگر اپنا دنیوی حصہ فوت ہی کر دیں تو وہ اس اعلیٰ اور بہتر حصہ سے تو ضرور کامیاب ہو جاتا ہے جس کے حاصل ہونے کے بعد سمجھ لو اس کا کوئی حصہ فوت ہی نہیں ہوا اور جس کو یہ حصہ مل گیا سمجھ لو اسے ہر چیز مل گئی۔ اور اگر وہ اس کے ساتھ ہی ساتھ دنیا کے حصہ سے بھی کامیاب ہو جائے تو سمجھ لو کہ اسے ہر طرح کی خوشی حاصل ہو گئی۔ پس بندے کے لئے اس راہ۔ اور اس طریقہ سے بہتر اور سود مند کوئی راہ اور کوئی طریقہ نہیں۔ اس سے بڑھ کر موصل الی المطلوب۔ موجب فرحت و بہجت اور باعث سرور و سعادت کوئی راستہ ہی نہیں و باللہ التوفیق۔

فصل

(محبوب کی دو قسمیں ہیں محبوب لذاتہ محبوب لغیرہ)

محبوب دو قسم کے ہوا کرتے ہیں۔ محبوب لذاتہ۔ اور محبوب لغیرہ۔ اور محبوب لغیرہ کے لئے یہ لازمی ہے کہ اس کی انتہا محبوب لذاتہ پر ہو۔ کیونکہ اگر محبوب لذاتہ پر انتہا "تسلسل پیدا ہو جائے گا جو محال ہے ہر وہ محبوب جو ذات الٰہی کے سوا ہے وہ محبوب لغیرہ ہے اور سوائے ذات خدائے واحد کے کوئی ایسا نہیں جسے محبوب لذاتہ۔ اور محبوب لذاتہ بنایا جائے۔ خدا کی ذات کے سوا جس سے بھی محبت ہوگی۔ وہ ذات رب العالمین کی محبت کے ماتحت ہوگی۔ مثلاً فرشتوں سے اور انبیاء کرام۔ اور اولیاء اللہ سے محبت کرنا۔ ان سے محبت کرنا خدا کی محبت کے تابع ہے اور بالذات اور نظر نہیں ہے انسے محبت کرنا خدا کی محبت کے لذات میں ہے کیونکہ محبوب کی محبت کے لئے یہ لازمی امر ہے کہ محبوب جس سے محبت کرے اس سے بھی محبت کی جائے۔

یہ مقام ایک نہایت ہی غور طلب اور قابل اعتبار مقام ہے۔ یہ وہ مقام ہے جس سے محبت نافعہ اور محبت غیر نافعہ کا فرق و امتیاز معلوم ہوتا ہے۔

اچھی طرح سمجھ لو کہ محبت لذاتہ۔ محبت لذاتہ اسی ذات سے ہو سکتی ہے جس کا کمال اس کے لوازمات ذات سے ہو۔ اس کی ربوبیت و غنا اس کی ذات کے لوازم سے ہو اور انسان اس ذات کے سوا کسی سے بغض و عداوت۔ کراہت و نفرت کرتا ہے تو وہ صرف اس لئے کرتا ہے کہ وہ اس محبوب لذاتہ کی محبت کے خلاف متضاد و مناقض ہے۔

اور محبوب لذاتہ کے سوا جس چیز سے بھی اس کو بغض کراہت۔ نفرت ہوگی۔ وہ اسی قدر ہوگی۔ جس قدر یہ چیزیں محبوب لذاتہ سے زیادہ منافی اور متضاد ہوں گی۔ اسی قدر اس سے کراہت۔ نفرت بغض و بعد زیادہ ہوگا۔ جو اعیان اوصاف۔ افعال و ارادات اس محبوب لذاتہ کے منافی ہونگے۔ وہ بقدر اپنی منافات الگ الگ ایک دوسرے سے بعید ہوں گے اور اسی منافات کے بقدر باہم کراہت و عداوت ہوگی۔ اور اسی منافات و تضاد کے مطابق اس سے بغض و عداوت ہوگی۔

محبت اور محبوب کے تعلق کی جانچ کے لئے جو میزان ہم نے پیش کی ہے وہ ایک بہترین میزان ہے۔ یہ ایک ایسی عادل میزان ہے کہ جس سے پروردگار کی موافقت و مخالفت۔ موالات و

Marfat.com

مداوت۔ دوستی و دشمنی پورے پورے عدل وانصاف کے ساتھ ہوتی اور جانچی جاسکتی ہے۔

اگر ہم دیکھیں کہ ایک شخص کسی ایسی چیز۔ یا ایسے امر۔ یا ایسے آدمی سے محبت کرتا ہے جس سے پروردگار عالم سخت نفرت کرتا ہے۔ یا وہ اس چیز سے نفرت کرتا ہے جس سے پروردگار عالم کو محبت ہے تو ہم کو اسکی محبت و نفرت کا اندازہ اس پیمانہ کے ذریعہ پوری طرح ہو سکتا ہے۔

اور جب ہم دیکھیں کہ وہ اس چیز سے محبت کرتا ہے جس سے پروردگار عالم محبت کرتا ہے اور اس سے کراہت کرتا ہے جس سے پروردگار عالم کراہت کرتا ہے۔ اور پھر جو چیز پروردگار عالم کو زیادہ محبوب ہے اس سے وہ زیادہ محبت کرتا ہے۔ اور دوسرے کے مقابلہ میں اسے ترجیح دیتا ہے۔ اور جس چیز سے پروردگار عالم نفرت اور عداوت رکھتا ہے اس سے یہ بھی نفرت و عداوت رکھتا ہے۔ اور جس قدر خدا کو اس چیز سے نفرت و کراہت ہے اس قدر اس کو بھی نفرت و کراہت ہے۔ تو اس سے ہم سمجھ لیں گے کہ اس کے اندر خدا کی موالات و محبت یا کراہت و نفرت اسی محبت و کراہت۔ الفت و نفرت کے مطابق ہے۔

اس اصول و کلیہ کو اپنے ذہن کے اندر رکھ کر اپنے اندر اور غیر کے اندر ولی و عبد۔ خدائے وحدہ لاشریک کی محبت و کراہت کا اندازہ لگاؤ۔ خدائے قدوس کی محبت کا معیار اس کی محبت و خفگی کی موافقت و مطابقت ہے۔ اس کی موالات کچھ نماز روزے کی کثرت۔ اور مختلف اقسام کی ریاضتوں کی کثرت پر موقوف نہیں ہے۔ بلکہ اس کی محبت و خفگی کے ساتھ موافقت پر موقوف ہے جسے خدا محبوب رکھتا ہے اسے محبوب رکھے اور جس سے وہ نفرت کرتا ہے نفرت کرے۔ اسی کا نام ولایت ہے۔

محبوب لغیرہ۔ یا محبت لغیرہ کی دو قسمیں ہیں۔ اول یہ کہ محبت کرنے والے کو اپنے محبوب کے ادراک سے لذت حاصل ہوتی ہے۔ دوم یہ کہ اس محبت سے محبت کرنے والے کو رنج والم اور تکلیف ہی پہونچتی ہو۔ لیکن اس محبت کو وہ صرف اس لئے برداشت کرتا ہے کہ یہ محبت اسے محبوب تک پہونچتی رہتی ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھو کہ دوا مریض کو سخت مکروہ معلوم ہوتی ہے۔ اور دوا پیتا ہے تو نہایت کبیدہ خاطر ہو کر پیتا ہے لیکن اس لئے پیتا ہے کہ اس سے صحت حاصل ہو جائے جو ایک محبوب ترین چیز ہے۔ دیکھو قرآن حکیم کے اندر ہے۔

کتب علیکم القتال وھو کرہ لکم وعسیٰ ان تکرھوا شیئا وھو خیر لکم	تم پہ جہاد فرض کیا گیا ہے اگرچہ وہ تم پر شاق ہے لیکن ممکن ہے ایک چیز تم پر شاق ہو لاوہ تمہارے حق میں بہتر

Marfat.com

وعسی ان تحبوا شیاء وھو شر لکم ہو اور ایک چیز تمکو محبوب و پسندیدہ ہو اور وہ تمہارے
واللہ یعلم وانتم لا تعلمون (سورۃ البقر) حق میں بری ہو اور یہ اللہ جانتا ہے اور تم ناواقف ہو۔

اس آیت میں خدا نے یہ خبر دی کہ قتال و جہاد سے لوگوں کو نفرت اور کراہت ہے۔ لیکن پھر بھی انکے حق میں یہی مبشر۔ اور موجب خیر و برکت ہے کہ اس کے ذریعہ وہ اپنے اس محبوب تک پہونچ سکتے ہیں جو سب سے بڑا۔ سب سے زیادہ اس کے حق میں نافع محبوب ہے۔

انسان عموماً راحت۔ فراغ اور رفاہیت کو محبوب رکھتا ہے لیکن انسانوں کے حق میں یہ باتیں اور یہ چیزیں موجب شر۔ اور باعث تباہی ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ اس سے انسان اس محبوب حقیقی کو بھول جاتا ہے اور چھوڑ بیٹھتا ہے۔

عقلمند انسان اس محبوب کی لذت کی طرف نہیں دیکھتا جو اسے فوری طور پر حاصل ہوتی ہے۔ اور جلد ختم ہو جاتی ہے۔ فوری لذت کو وہ دائمی نفع پر ترجیح نہیں دیتا۔ اور نہ وہ فوری الم و راحت کو دیکھتا ہے کیونکہ یہی چیز بعض اوقات اس کے حق میں موجب شر بن جاتی ہے بلکہ کبھی یہی بات اسے انتہائی رنج و الم کی طرف کھینچ لے جاتی ہے اور بڑی سے بڑی لذت اس سے فوت ہو جاتی ہے بلکہ خاص الخاص بات تو یہ ہے کہ عقلاء زمانہ کا۔ اور دانشمندان زمانہ کا یہ اصول رہا ہے۔ کہ بڑی سی بڑی مشقتیں صرف اس لئے برداشت کرتے ہیں کہ بعد میں جا کر انہیں۔ لذت و سرور حاصل ہو۔ اور یہ لذت و سرور بھی گو جلد منقطع ہو جاتا ہے۔ لیکن انسان بامید لذت و سرور اس کے لئے مشقت برداشت کرتا ہے۔

مذکورۂ بالا بیان سے یہاں چار باتیں پیدا ہوتی ہیں۔ اول۔ یہ کہ ایک مکروہ سے دوسرا مکروہ پیدا ہوتا ہے۔ ایک مکروہ دوسرے مکروہ تک پہونچاتا ہے۔ دوم۔ یہ کہ ایک مکروہ جو اپنے محبوب تک پہونچاوے۔ سوم۔ محبوب جو محبوب تک پہونچائے۔ چہارم۔ جو محبوب مکروہ تک پہونچائے۔

وہ محبوب جو محبوب تک پہونچاتا ہے اس کے فعل و عمل کے دواعی دو امر ہیں۔ اور دوسرے میں اور جو مکروہ سے مکروہ تک پہونچاتا ہے۔ اس کے اندر ترک فعل کے دواعی دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ان کے علاوہ دوسری دو قسمیں جو باقی ہیں۔ انکا یہ حال ہے کہ یہاں دو مختلف دواعی ہوا کرتے ہیں۔ دواعی فعل اور دواعی ترک۔ اور ہر داعیہ انسان کو اپنی اپنی جانب کھینچتا ہے اور غور کیا جائے تو یہی دو قسمیں حقیقتاً ابتلاء و امتحان کے مواقع ہیں۔ چنانچہ نفس انسانی ہر اس چیز کو جو اس کے سامنے اور اس کے قریب اور نزدیک ہوتی ہے اپنی جانب

Marfat.com

سمجھتا ہے اور یہ وہی چیز ہے جو اسے دنیا میں فوری طور پر حاصل ہوتی ہے۔ لیکن عقل و ایمان کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ انسان وہ چیز حاصل کرے۔ جو اس کے لئے زیادہ سے زیادہ دیرپا۔ اور زیادہ سے زیادہ نافع ہو۔ اور یہ نفع بھی دائمی ہو۔

انسان کا قلب ان ہر دو مختلف جذبات کے درمیان دوڑتا پھرتا ہے۔ کبھی ایک کی طرف دوڑتا ہے۔ کبھی دوسرے کی طرف لپکتا ہے اور شرعاً۔ قدراً۔ ابتلا و امتحان۔ اور تکلیف کا اصل مقام بھی یہی ہے

عقل و ایمان کا داعی ہر وقت یہ ندا دیتا ہے۔

حی علی الفلاح فلاح و خیر کی طرف آؤ!

نجر و صبح کے وقت وہ لوگ قابل تعریف ہیں جو شر و فساد۔ فتنہ و فتور سے گریز کرتے ہیں۔ اور فلاح و صلاح کے راستہ پر چل رہے ہیں۔ اور شام کے وقت وہ لوگ قابل تعریف اور موجب ستائش ہیں جو متقی اور پرہیزگار ہیں۔ اگر اس پر کسی کی محبت کی تاریکیاں غالب آجاتی ہیں اور چھا جاتی ہیں اور شہوت و ہوس اس پر حکومت کرنے لگ جاتی ہے تو یہی منادی ندا دیتا اور پکارتا ہے۔ اے نفس! ذرا صبر کر جا۔ یہ لذت تو گھڑی بھر کی ہے۔ گناہ باقی رہ جائے گا ہر چیز اور ہر لذت آنی جانی ہے اور زائل ہو کر ہی رہے گی۔

فصل

(اعمال دینیہ کی اصل اللہ۔ اور اللہ کے رسول کی محبت ہے)
(ملت کے باپ حضرت ابراہیم کے بعد جو کلمہ ہمیشہ کے لئے باقی)
(رہا وہ "لا الہ الا اللہ" ہے مومن باخلاص کی عیش)
(و زندگی سب سے بہتر اور خوشگوار ہوتی ہے)

ہر عمل خیر و شر۔ فعل حق کی باطل کی اصل محبت ہے۔ اب سمجھ لو کہ اعمال دینیہ کی اصل اللہ اور اس کے رسول کی محبت ہے۔

اقوال دینیہ کی اصل اللہ۔ اور اللہ کے رسول کی تصدیق ہے۔ جو ارادہ ہی اللہ۔ اور اللہ کے رسول کی محبت کی تکمیل میں رکاوٹ پیدا کرے اور محبت میں مزاحمت کرے۔ سمجھ لو تکمیل تصدیق

Marfat.com

میں وہ رکاوٹ پیدا کر رہا ہے۔ اور اصل ایمان کے خلاف ہے۔ اور اس سے ایمان کی جڑیں بہت ہی کمزور ہو جاتی ہے۔

اگر یہ ارادہ وہ جو اللہ اور اللہ کے رسول کی محبت میں رکاوٹ پیدا کرتا ہے۔ زیادہ قوی زیادہ تیز زیادہ مضبوط ہے تو وہ اصل محبت و تصدیق کے بالکل مخالف اور مقارض ہو جاتا ہے۔ اور نوبت کفر و شرک بلکہ شرک اکبر تک پہونچ جاتی ہے۔ اور اگر اصل محبت و تصدیق کے معارض و مخالف نہیں ہے تو یہ تو لابدی ہے کہ یہ ارادہ محبت و تصدیق کی تکمیل میں قباحت اور رخنے ضرور ڈالتا ہے۔ اور اسے کمزور کر دیتا ہے اور بندے کی عزیمت و ہمت۔ قوت پرواز قوت طلب میں فتور اور نقص پیدا کر دیتا ہے اور پھر وصل و وصال۔ واصل و وصول۔ حصول مطلوب کی راہ میں یہ چیز ایک زبردست حجاب پیدا کرتی ہے۔ اور طالب کی راہ کاٹ دیتی ہے۔ راغب کی رغبت کو تلخ اور کڑوی کر دیتی ہے۔

دنیا میں کوئی موالات۔ کوئی محبت کامل، صالح۔ موجب خیر و فلاح نہیں ہو سکتی۔ جب تک اس محبت و موالات کے لئے دشمنیاں بھی مول نہ لے لی جائیں۔ جیسا کہ خدائے قدوس قرآن حکیم کے اندر امام الحنفاء و امام المحبین حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کا قول نقل فرماتا ہے جو انہوں نے اپنی قوم کے سامنے پیش کیا تھا۔

افرأیتم ما کنتم تعبدون. انتم و آباؤکم الاقدمون فانهم عدو لی الا رب العالمین (سورۃ الشعراء)

کچھ تمہیں خبر بھی ہے کہ جن چیزوں کو تم اور تمہارے اگلے باپ دادا پوجتے چلے آئے ہو یہ تو میرے دشمن ہیں، ہاں میرا دوست پروردگار عالم ہے

حضرت خلیل اللہ علیہ الصلاۃ والسلام کی محبت و موالات اور خلت۔ اسی وقت صحیح ہو سکتی تھی جبکہ آپ کی دشمنی غیر اللہ کے مقابلہ میں پوری طرح ابھر آتی۔ اللہ تعالیٰ سے دوستی۔ ولایت۔ موالات۔ مودت اسی وقت صحیح ہو سکتی تھی۔ جبکہ وہ خدا کے سوا ہر معبود سے اپنے کو بری کر لیتے۔ اور تمام معبودان باطل سے پوری قوت سے اپنے کو بری۔ اور پاکیزہ بنا لیتے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق خدا کا ایثار ہے۔

قد کانت لکم اسوة حسنة فی ابراهیم والذین معه اذ قالوا لقومهم انا برآء منکم و مما تعبدون من دون الله کفرنا بکم و بدا بیننا و بینکم العداوة والبغضاء ابدا حتی تؤمنوا بالله

مسلمانو تمہارے لئے ابراہیم اور جو لوگ انکے ساتھ تھے انکا اچھا نمونہ موجود ہے جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ ہم کو تم سے اور تمہارے معبودوں سے جنکی تم خدا کے سوا پرستش کرتے ہو کچھ سروکار نہیں ہم تم کو بالکل نہیں مانتے ہم میں تم میں دائمی دشمنی

Marfat.com

وحدہ : (سورۃ الممتحنۃ) — اور نہ ختم ہونیوالا بغض ہوتا آنکہ تم ایک اکیلے خدا پر ایمان نہ لے آؤ

اور فرماتا ہے۔

واذ قال ابراھیم لابیہ وقومہ انی براء مما تعبدون الا الذی فطرنی فانہ سیھدین وجعلنا کلمۃ باقیۃ فی عقبہ لعلھم یرجعون : (سورۃ الزخرف)

اور ایک وقت ابراہیم نے اپنے باپ اور قوم سے کہا کہ جنکی تم پرستش کرتے ہو مجھکو تو انسے کچھ سروکار نہیں مگر ہاں مجھے اس خدا سے سروکار ہے جس نے مجھے پیدا کیا سو وہی راہ راست بھی دکھائیگا اور انہوں نے اس عقیدہ توحید کو ایسا محکم کیا کہ وہ بات انکی نسل میں باقی چلی آئی انکی غرض یہ تھی کہ یہ لوگ خدا کیطرف رجوع کریں

یعنی موالات و مودت۔ اور محبت کو صرف خدا کے ساتھ مخصوص کر دینا اور خدائے معبود حقیقی کے سوا تمام معبودان باطل سے منہ موڑ لینا ایک ہمیشہ باقی رہنے والا کلمہ ہے جو انبیاء کرام اور پیروان انبیاء کرام سے بطور تورات چلا آرہا ہے اور وہ یہی کلمہ "لا الہ الا اللہ" ہے۔

اور یہی وہ کلمہ ہے جو امام الحنفاء (حضرت ابراہیمؑ) اپنے متقین اور پیروکاروں کو قیامت تک کے لئے ورثہ اور ترکہ میں دیا ہے۔

اور یہی وہ کلمہ ہے جس سے زمین و آسمان قائم ہیں۔ اور جس پر خدا نے اپنی ساری مخلوق کی فطرت کو قائم کیا ہے۔ اس کلمہ پر ملت کی تاسیس ہوتی ہے۔ اور اسی پر قبیلہ کی بنیادیں قائم ہوتی ہیں۔ اور اسی کلمہ کے لئے جہاد کی تلواریں ہمیشہ بے نیام ہوتی چلی آئیں۔ اور یہ کلمہ تمام بندوں کے لئے محض اللہ کا حق ہے۔ اسی کلمہ سے خون۔ مال۔ اولاد اور ذریتہ کا تحفظ ہوتا ہے اس سے اس دنیا میں بھی تحفظ ہوتا ہے۔ اور اسی سے عذاب قبر۔ عذاب جہنم سے بھی نجات ملے گی۔ یہ کلمہ ایک زبردست خدائی منشور ہے۔ اس کلمہ کے بغیر کوئی شخص جنت میں نہیں جاسکے گا۔ یہ کلمہ خدا کی مضبوط رسی ہے۔ انسان اس وقت تک خدا تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ اس مضبوط رسی کو تھام کر آگے نہ بڑھے۔ یہ اسلام کا مقدس و پاکیزہ کلمہ ہے۔ اسی کلمہ سے شقی و سعید۔ مقبول و مردود کا فرق ظاہر ہوتا ہے۔ اور اسی کلمہ سے دار الکفر۔ دار الاسلام کے راستہ الگ ہو جاتا ہے۔ اسی کلمہ سے دار النعیم اور دار الشفاء کے درمیان امتیاز ہوتا ہے اور یہی کلمہ وہ عمود و ستون ہے۔ جو فرائض و سنن کا بار اٹھائے ہوئے ہے اور یہی وہ مقدس کلمہ ہے۔ جس کے متعلق آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا ہے۔

ومن کان آخر کلامہ لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ : جسکا آخری کلمہ لا الہ الا اللہ ہو وہ جنت میں داخل ہوگا

Marfat.com

اس مقدس کلمہ کی حقیقی روح اور راز یہ ہے کہ رب العالمین جل شانہٗ وتقدست اسمائہ وتبارک اسمہ۔ وتعالیٰ جدہ ولا الہ غیرہ کی ذات کو محبت واجلال عظمت وجلالت خوف ورجاء منفرد مانا جائے۔ اور اس کے تو ربعات میں مثلاً توکل۔ انابت۔ رغبت ورہبت وغیرہ میں منفرد ویکتا مانا جائے۔ اسکی ذات کے سوا بندہ کسی سے محبت نہ رکھے اگر کسی سے محبت کرے تو صرف اس لئے کہ اس سے محبت کرنا محبوب اعلیٰ کی محبت کے تابع ہے اور محبوب حقیقی واصلی کی محبت کا ذریعہ یا اضافہ محبت کا وسیلہ ہے ایسا بندہ خدا کی ذات کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا اور خدا کی ذات کے سوا کسی سے امید وابستہ نہیں رکھتا۔ کسی پر توکل واعتماد نہیں کرتا۔ رغبت ورہبت امید وبیم صرف ذات الٰہی سے رکھتا ہے اور بس۔ وہ قسم کھاتا ہے تو صرف خدا کی۔ منت مانتا ہے تو صرف خدا کی۔ توبہ وانابت کے لئے ہاتھ پھیلاتا ہے تو صرف اسی کے سامنے۔ اطاعت وپیروی کرتا ہے تو صرف خدا کی۔ طلب خیر وفلاح کی آرزو رکھتا ہے تو صرف بارگاہ خداوندی سے۔ ہر قسم کے شدائد وتکالیف میں امداد واستقامت کا ہاتھ پھیلاتا ہے تو صرف اس کے سامنے۔ التجا کرتا ہے تو اسی کی بارگاہ میں سجدہ کرتا ہے تو اسی کی جناب میں سجود کرتا ہے تو اسی کے لئے۔ اور اسی کے نام پر اور اسی کے نام سے۔

تمام امور اگر ایک جملہ میں جمع کر دیئے جائیں تو یوں کہئے۔ کہ ہر قسم کی عبادتیں صرف اللہ ہی کیلئے ہیں وہ تمام عبادتوں کا حقدار ہے اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ کی حقیقت بھی یہی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس کلمہ کی حقیقی معنی میں شہادت دینے والے پر خدا نے جہنم حرام کر دی ہے اور فرمایا ہے۔ جو شخص بھی اس حقیقت کے ساتھ کلمہ شہادت کی تصدیق کریگا اور اس پر قائم رہے گا اس کا جہنم میں جانا محال اور ناممکن ہے چنانچہ ارشاد خداوندی ہے۔

والذین ھم بشھاداتھم قائمون (سورۃ المعارج) اور وہ جو اپنی گواہیوں پر ثابت قدم رہے۔

یعنی بندے کے ظاہر وباطن۔ قلب وقالب میں یہ شہادت قائم وراسخ ہو چکی ہے۔

تصدیق شہادت کی صورتیں مختلف ہیں۔ بعض کی شہادت مردہ ہوتی ہے بعض کی شہادت خفتہ ہوتی ہے اگر اسے جگایا جائے تو جلد جاگ اٹھتی ہے۔ بعض کی شہادت بیٹھی ہوئی ہوتی ہے اور بعض کی کھڑی ہوئی۔

اور یہ شہادت قلب کے اندر اسی طرح ہوتی ہے، جس طرح جسم کے اندر روح ہوا کرتی ہے۔ اور روح کے حالات بھی مختلف ہوتے ہیں۔ بعض موت کے قریب ہوا کرتی ہیں۔ بعض روحیں ایسی ہوتی ہیں۔ جنہیں صرف زندہ کیا جا سکتا ہے۔ بعض روحیں ایسی ہوتی ہیں۔ جو ہر طرح صحیح و

سالم ہوا کرتی ہیں اور جسم کے تمام مصالح کو صحیح حوار پر قائم رکھے ہوئے ہیں چنانچہ حدیث صحیح کے اندر آنحضرتؐ سے مروی ہے۔

انی لا علم کلمۃ لا یقولہا عبد عند الموت الا وجدت روحہا روحًا: مجھے ایک ایسا کلمہ معلوم ہے اگر بندہ مرنیکے وقت اسے کہہ لیگا۔ تو اسکی روح اس کلمہ سے دوسری روح حاصل کر لیگی

اس روح کی حیات و زندگی اس کلمہ سے وابستہ ہے۔ جس طرح کہ جسم کی حیات و زندگی اس روح سے وابستہ ہے۔

وہ آدمی جو موت کے وقت اس کلمہ کو ادا کرتا ہے اور اس پر مرتا ہے تو اسے جنت حاصل ہوتی ہے اور جنت میں پوری آزادی و عشرت سے ساتھ رہنے کا حقدار بن جاتا ہے۔ تو وہ شخص جس کی ساری زندگی اس کلمہ پر گذری۔ اور زندگی بھر اس نے کلمہ کو اپنائے رکھا تو اسکی کیا شان ہونی چاہیئے؟ یقیناً اس کی روح جنت الماوی کے اندر سیر کرتی رہے گی اور پوری عیش و عشرت سے سیر کریگی جیسا کہ خدا کا ارشاد ہے۔

واما من خاف مقام ربہ ونہی النفس عن الھوی. فان الجنۃ ھی الماوی (سورۃ النازعات) اور جو اپنے پروردگار کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہشات سے روکا اسکا ٹھکانا جنت ہے

بندے خدا کے حضور میں جب قیامت کے دن حاضر ہونگے اس دن ایسے ہی آدمیوں کے لئے جنت ہے۔ جنت ایسے ہی آدمیوں کا مقام اور مادی و ملجا ہے۔

اور جبکہ معرفت الٰہی محبت خداوندی۔ انس باللہ۔ شوق لقاء رب العالمین اور مقاء رب العالمین سے فرح و مسرت۔ رضاء الٰہی دنیا میں۔ انسان کی روح کا مادی اور ملجا ہے۔ جب دنیا میں ایسے آدمی کا مادی و ملجاء یہ جنت اور ایسی جنت ہے تو پھر معاد و آخرت کا کیا کہنا؟ یقیناً جنت الخلد اسکا مادی ملجاء اور ٹھکانا ہوگی۔

پس جو آدمی دنیا کی اس جنت سے محروم رہا وہ جنت الخلد سے یقیناً محروم رہے گا یعنی ابرار۔ خدا کے نیک بندے اگرچہ بظاہر تنگ عیش نظر آئیں۔ لیکن وہ نعمت و راحت ہی میں ہونگے اور فساق و فجار لوگ یہاں و وہاں ہر دو جگہ جہنم میں ہونگے۔ اگرچہ دنیا کی ساری وسعتیں انکے لیے موجود ہوں جیسا کہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

من عمل صالحا من ذکر وانثی وھو مؤمن فلنحیینہ حیاۃ طیبۃ (سورۃ النحل) جو شخص نیک عمل کریگا مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان بھی رکھتا ہو تو ہم اسکی زندگی اچھی طرح بسر کرائیں گے

طیب الحیات اور بہترین زندگی جس کا اس آیت میں ذکر ہوا ہے سو وہ اسی دنیا کی زندگی ہے اور اسی بہترین زندگی کا نام دنیا کی جنت ہے جیسا کہ خدا کا ارشاد ہے۔

فمن یرد اللہ ان یھدیہ یشرح	خدا جس شخص کو چاہتا ہے کہ اسے راہ راست دکھائے
صدرہ للاسلام۔ ومن یرد ان یضلہ	اسکے سینے کو اسلام کیلئے کھول دیتا ہے اور جس شخص کو چاہتا ہے کہ
یجعل صدرہ ضیقا حرجا (سورۃ الانعام)	اسے گمراہ کرے تو اسکے سینے کو تنگ اور بھینچا ہوا کر دیتا ہے

اب تم ہی بتلاؤ کہ شرح صدر سے زیادہ اور بڑی نعمت کیا ہو سکتی ہے؟ اور ضیق صدر تنگی قلب سے زیادہ کونسا بڑا اور سخت عذاب ہو سکتا ہے۔

اور اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا	آگاہ رہو خاصان خدا ایسے امن میں ہونگے کہ قیامت
ھم یحزنون۔ الذین آمنوا وکانوا یتقون:	کے دن نہ ان پر خوف طاری ہوگا اور نہ وہ آزردہ
لھم البشری فی الحیٰوۃ الدنیا وفی الآخرۃ	خاطر ہونگے یہ وہ لوگ ہیں جو خدا سے ڈرتے رہے انکے
لا تبدیل لکلمات اللہ ذالک	لئے دنیا کی زندگی میں بھی خوشخبری ہے اور آخرت
ھو الفوز العظیم (سورۃ یونس)	میں بھی خدا کی باتوں میں فرق نہیں آتا یہی بڑی کامیابی ہے

پس وہ مومن مخلص بندہ جسے خدائے قدوس سے کامل ترین خلوص ہے اس کی زندگی ہی کا عیش۔ بہترین زندگی اور بہترین عیش ہے۔ اور ایسا آدمی سب سے زیادہ خوشحال۔ مرفہ الحال اور مالا مال ہے ایسے آدمی کو سب سے زیادہ انشراح صدر اور سرور قلب حاصل ہوتا ہے اور یہ وہ جنت ہے جو اسے دنیا میں وعدے کی جنت سے قبل ہی حاصل ہوگی چنانچہ آنحضرت کا ارشاد ہے۔

اذا امررتم برياض الجنة فارتعوا:	جب تم جنت کی کیاریوں سے گذرو تو اس میں چرلیا کرو

یہ سن کر صحابہ عرض کرتے ہیں۔ یا رسول اللہ۔ جنت کی کیاریاں کہاں۔ اور کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا۔

حلق الذکر	ذکر خداوندی کے حلقے

اور اسی قسم کی جنت کے متعلق آنحضرتؐ کا یہ ارشاد بھی ہے۔

مابین بیتی ومنبری روضۃ من	میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جنت
ریاض الجنۃ:	کی کیاریاں ہیں۔

Marfat.com

اور آپ کا یہ ارشاد بھی اسی قسم کی جنت کے متعلق ہے۔ صحابہ رضوان اللہ تعالےٰ اجمعین نے آپ سے صوم وصال کے متعلق دریافت کیا (۱) تو آپ نے لوگوں کو منع کر دیا۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔

انک تواصل — آپ تو اس طرح روزے رکھتے ہیں۔

آپ نے اس کا جواب دیا۔

انی لست کھیئتکم انی اظل عند ربی یطعمنی ویسقینی : — میرا حال تمہاری طرح نہیں ہوں میرا حال یہ ہے کہ میرا رب مجھے کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے۔

اس حدیث میں آپ یہ خبر دیتے ہیں کہ جو غذا اور جو خوراک آپکو مل رہی ہے وہ پروردگار کی جانب سے مل رہی ہے اور وہ اس محسوس اور ظاہر کھانے پینے کے قائم مقام ہوتی ہے اور غذا اور خوراک آپ کو مل رہی ہے وہ صرف آپ ہی کے لئے مخصوص ہے دوسرے کسی کو حاصل نہیں ہے۔

جب خدا کا ایک بندہ کھانے پینے سے صرف محبوب اعلیٰ کی رضامندی و رضاجوئی کے لئے احتراز کرتا ہے۔ تو اسے اسکے عوض ایسی چیز دیجاتی ہے۔ جو پوری طرح اسکی قائمقام کرتی ہے۔ اس ظاہر خوراک و غذا سے اسے مستغنی کر دیتی ہے جیسا کسی شاعر نے کہا ہے۔

لھا احادیث من ذکراک تشغلھا — عن الشراب وتلھیھا عن الزاد

اسکے پاس تجھے یاد کرنے کی کچھ ایسی باتیں ہیں جو اسے کھانے پینے سے بھی غافل اور خود فراموش بنا دیتی ہیں۔

لھا بوجھک نور تستضیٔ بہ — ومن حدیثک فی اعقابھا حادی

تیرے چہرے کے نور سے وہ روشنی حاصل کرتی ہے اور تیری گفتگو اس کے لئے حدی خوانی کرتی ہے۔

اذا اشتکت من کلال السیر اعدھا — روح اللقاء، فتحیی عند میعاد

جب سفر کے تکان کی اسے شکایت پیدا ہوتی ہے تو ملاقات کی روح اسے وعدہ دیکر ایسے میعاد تک کیلئے پھر زندہ کر دیتی ہے

ہر وہ چیز جس کا وجود بندے کے لئے مفید ہے اور بندہ اس کا محتاج ہے اس کا فقدان بندے کے لئے سخت موجب تکلیف ہوگا۔ جس طرح کہ کسی چیز کا عدم بندے کے لئے نافع ہے تو اس کا

---

(۱) صوم وصال اس روزے کا نام ہے کہ کئی کئی دن تک درمیان میں بلا افطار اور بلا سحری۔ بلا کچھ کھائے پیئے کئی کئی دن تک مسلسل متواتر متصل روزے رکھے جائیں۔ اس طرح روزہ رکھنا شرعاً ممنوع اور حرام ہے۔ ۱۲ منہ۔

وجود اس کے حق میں سخت تکلیف دہ ہوگا۔

کوئی ایسی چیز جو علی الاطلاق بندے کے حق میں نافع اور مفید ہے وہ ہے اقبال اللہ اور اشتغال بذکر اللہ۔ خدا سے محبت۔ اور اس محبت سے لذت اندوز ہونا۔ اور خدا کی مرضی و رضامندی کو ہر چیز پر ترجیح دینا۔ بلکہ اپنی حیات و زندگی اور دنیا کی ہر نعمت سرور و مسرت۔ فرحت و بہجت اور اپنی زندگی کی ہر چیز کو اسی خدا سے وابستہ کر دینا۔ ایسے امر کا بندہ کے لئے معدوم و مفقود ہو جانا اس کے لئے تمام تکالیف سے زیادہ تکلیف دہ عذاب ہے۔ مگر چونکہ اس کی روح دوسرے ظاہری امور و مشاغل میں خود مستغرق رہتی ہے اس لئے آلام و مصائب۔ اور تکلیف و عذاب اس کی آنکھوں سے اوجھل رہتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ جس کی جدائی اور فراق اس کے سب سے زیادہ موجب رنج و الم ہے اور سخت سے سخت موجب تکلیف ہے وہ بھی اس سے غائب ہو جاتی ہے اور غائب رہتی ہے اور اسکی حالت بعینہ اس نشہ باز بدمست کی سی ہو جاتی ہے جو نشہ شراب میں چور ہے۔ اس کا گھر جل رہا ہے۔ مال و اولاد تباہ ہو رہی ہے۔ لیکن وہ نشہ میں اسقدر مدہوش و بے خبر ہے کہ اسے کسی چیز کی ہی نہیں ہے۔ اس وقت ان اشیاء کا جلنا۔ تباہ و برباد ہونا اور اس تباہی و بربادی کی تکلیف اس کی قوت شعور سے باہر ہے کیونکہ شراب کے نشہ نے اسکی قوت شعور کو بیکار کر دیا ہے" لیکن جب یہ صحیح و تندرست ہو جاتا ہے نشہ آور ہو جاتا ہے اور شراب کی بے ہوشی مدہوشی سے اسے افاقہ ملتا ہے اور ہوش سنبھالتا ہے تو اس وقت اسے اپنے حالات کا پتہ لگتا ہے۔ بالکل ٹھیک یہی دنیا اور آخرت کی زندگی کا یہی حال ہے جب دنیا سے کوچ ہوگا۔ جو امور پردہ غیب میں ہے شہود میں آئینگے اور آخرت کی چیزیں یکے بعد دیگرے سامنے آئینگی۔ اب وہ دنیا سے جانے کی تیاری کر رہا ہے۔ دنیا سے منتقل ہو کر بارگاہِ الٰہی میں پہونچ رہا ہے اور اب وہ اپنے سامنے آلام و حسرتوں کا انبار پاتا ہے" مصائب و عذاب دیکھتا ہے اور اس وقت جو آلام و حسرتیں مصائب عذاب اسکے سامنے ہیں وہ اسقدر خطرناک ہیں کہ دنیوی آلام و تکالیف سے کئی ہزار گنا اور پھر یہ کہ دنیا میں انسان کو کوئی تکلیف پہونچتی ہے تو وہ اسکی تلافی کی امید رکھتا ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ دنیا میں جو چیز بھی اس کے ہاتھ سے نکل گئی ہے وہ تھی ہی اس لئے کسی نہ کسی دن ختم ہوگی فنا ہونیوالی ہی تھی باقی رہنے والی نہیں تھی۔

Marfat.com

بتاؤ اس شخص کا کیا حال ہوگا؟ جسکی ایسی چیز ضائع ہوگئی ہے جس کا عوض و بدلہ ہی نہیں ہوسکتا۔ اور یہ ایسی چیز ہے کہ اگر ساری دنیا اور دنیا میں کچھ ہے سب کا سب ہی اسکے عوض دے دیا جائے۔ یہ سب محض بے حیثیت ہونگی۔ اگر حق سبحانہ و تعالےٰ اس فوت شدہ چیز اور اسکی حسرت و الم کے عوض اسے موت دیدے تو بندہ اس کا حقدار بھی ہے اور موت ہی اس کے لئے ایک بہترین تمنا۔ اور خوش آئند آرزو اور بڑی سے بڑی حسرت ہوسکتی ہے۔

اور پھر یہ تمام باتیں بھی اسوقت ہیں جبکہ رنج و الم محض فوت شدہ اشیاء کے متعلق ہو پھر اس شخص کا کیا حال ہے؟ جس کی روح اور جسم پر دوسرے بہت سے امور کا بار بھی ہو جسکے اٹھانے کی اس کے اندر طاقت و قدرت بھی نہ ہو۔

مبارک ہے وہ ذات جس نے اس ضعیف و کمزور مخلوق کو اسی قسم کے آلام و مصائب کا محل بنایا اور اس کے کندھے اس قابل بنا دیئے کہ ایسے عظیم الشان بوجھ کو اٹھا سکیں۔ جسے بڑے بڑے پہاڑ بھی نہیں اُٹھا سکے۔

اسوقت تم اپنے سامنے اپنے محبوب کو لے آؤ جو دنیا میں سب سے زیادہ تمہیں محبوب ہے جس کی جدائی تمہیں قطعاً گوارا نہیں ہے۔ یہ محبوب یکایک تم سے چھن گیا اور تم سے الگ کر لیا گیا بتاؤ اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا؟ حالانکہ یہ ایسا محبوب ہے کہ اس کا عوض اور بدل ممکن ہے جس محبوب کا بدل اور عوض ہی نہیں اور وہ فوت ہوگیا تو تمہارا کیا حشر ہوگا! کیا اچھا کسی شاعر نے کہا ہے۔

من کل شیئ اذا ضیعتہ عوض ۔۔۔ وما من اللہ ان ضیعتہ عوض

تمکو ہر چیز کا جو تم ضائع کردو عوض مل سکتا ہے لیکن اگر تو نے خدا کو کھو دیا تو اسکا کوئی عوض و بدل نہیں

اور ایک حدیث قدسی کے اندر ہے۔

ابن آدم خلقتك لعبادتی فلا	اے آدم کے بیٹے میں نے تجھے اپنی عبادت کے لئے
تلعب وتکفلت برزقك فلا	پیدا کیا ہے تو لہو و لعب میں نہ پڑ جا میں نے تیرے
تتعب۔ ابن آدم اطلبنی تجدنی	رزق کی کفالت کی ہے خواہ مخواہ تعجب و مشقت میں نہ
فان وجدتنی وجدت کل شئ	پڑ اے آدم کے بیٹے مجھے طلب کر تو مجھے پائیگا اگر تو نے
وان فتك فاتك کل شئ فانا	مجھے پالیا تو ہر چیز پالی اور تو نے مجھے کھو دیا تو ہر چیز کھو دی

احب الیک من کل شیئ : اور حال یہ ہے کہ میں تجھے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہوں

فصل

(جو شخص خدا کی محبت کو فوت کر دیتا ہے اس سے ہر چیز فوت ہو جاتی ہے)

محبت ایک جنس ہے جس کے ماتحت بہت سی نوعین ہیں جو اپنی اپنی قدر و صف کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف اور متفاوت ہیں اور اس لئے اغلب یہ ہے کہ خدا پر جس نوع کا اطلاق ہوتا ہے وہ وہی ہوتی ہے جو ذات الٰہی کے ساتھ مختص اور مخصوص ہوتی ہے اور وہی اس کا سزاوار ہوتا ہے۔

کسی دوسرے کے لئے اس کا اطلاق صحیح نہیں ہوتا نہ کسی دوسرے کے اندر اس کی صلاحیت ہوتی ہے۔ سوائے ذات خداوندی کے کوئی بھی اسکی اہلیت و صلاحیت نہیں رکھتا مثلاً عبادت۔ انابت وغیرہ۔

کبھی محبت کا ذکر اس کے اسم مطلق کے ساتھ ہوا کرتا ہے۔ جیسا کہ خدا کا ارشاد ہے۔

فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم و یحبونہ۔ (سورۃ المائدہ) ع

وہ ایسے لوگ موجود کریگا جن کو وہ دوست رکھتا ہوگا اور وہ اسکو دوست رکھتے ہونگے۔

اور ارشاد ہے۔

ومن الناس من یتخذ من دون اللہ اندادا یحبونھم کحب اللہ والذین آمنوا اشد حبا للہ (سورۃ البقرہ)

اور لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے سوا اوروں کو بھی شریک کر لیتے ہیں اور جیسی محبت خدا سے کرنی چاہیے ویسی محبت وہ ان سے رکھتے ہیں اور جو ایمان والے ہیں انکو سب سے بڑھکر خدا کی محبت ہے

محبت کی مذموم ترین نوع وہ محبت ہے جس کے اندر اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو اس کا شریک و ساجھی بنا لیا جائے۔ بندہ کسی کو خدا کے برابر اور اس کا مثیل بنا کر اس سے محبت کرنے لگے

محمود ترین۔ اعلیٰ ترین عظیم ترین محبت کی نوع وہ ہے کہ اگر اللہ وحدہ لاشریک کی ذات سے محبت کیجائے اور کسی کو اس میں اس کا شریک و ساجھی نہ بنایا جائے۔ اور سعادت کی اصل اور سرچشمہ یہی محبت ہے اس محبت کے بغیر کوئی انسان نجات نہیں پا سکتا۔

Marfat.com

اور شقاوت و بدبختی۔ محرومی و بدنصیبی کی اصل اور جڑ محبت مذمومیہ شرکیہ ہے۔ اور ہمیشہ کے لئے جہنم میں وہی شخص رہے گا۔ جس کے اندر یہ مذموم محبت شرکیہ موجود ہوگی۔

وہ لوگ جہنم میں نہیں جائیں گے جو صرف خدا سے محبت کرتے ہیں اور صرف اسی کی عبادت کرتے ہیں اور اس محبت و عبادت میں کسی کو خدا کا شریک نہیں بناتے ایسے لوگ اگر اپنے دوسرے گناہوں کی وجہ سے جہنم میں بھی داخل ہونگے تو یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں نہیں رہیں گے قرآن حکیم نے جس محبت کا امر و حکم دیا ہے اس کا مدار یہی محبت اور اس کے لوازم ہیں اور جس محبت سے وہ روکتا اور منع کرتا ہے وہ دوسری قسم کی محبت اور اس کے لوازم ہیں اور خدا نے ان ہر دو قسم کی محبت کی مثالیں دی ہیں پیمانے بتاتے ہیں قصص و حکایات، دونوں قسموں کے لوگوں کے اعمال کردار اور ہر دو قسموں کے اولیاء معبودوں کی تفصیل۔ افعال اور معاملات کی خبریں اور واقعات پیش کئے ہیں ان ہر دو قسم کے لوگوں کا حال ہر سہ عالم یعنی عالم دنیا، عالم برزخ، عالم آخرت میں کیا ہوگا؟ اور ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائیگا۔ اس کا ذکر بھی تفصیل سے کر دیا ہے اور غور کیا جائے تو سارا قرآن انہی دو قسم کے لوگوں کی شان میں وارد ہوا ہے اور تمام انبیاء و مرسلین کی دعوت کی اصل بھی یہی خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت ہے جو کمال محبت، کمال خضوع و خشوع اور بارگاہ خداوندی میں انتہائی تذلل، خاکساری اور خدا کی عظمت و جلالت اور اس کے لوازم اور اس کے مناسب اور لازمی طاعات و تقویٰ پر مشتمل اور متضمن ہے۔

چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے اندر حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

والذی نفسی بیدہ لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من ولدہ۔ ووالدہ۔ والناس اجمعین:	قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اسوقت تک تم میں سے کوئی آدمی مومن نہیں ہو سکتا جبتک میں اسے اس کی اولاد اور اس کے والد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔

صحیح بخاری میں حضرت عمر بن الخطابؓ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ آنحضرتؐ سے میں نے عرض کیا۔

واللہ لانت احب الی من کل شیئ الا نفسی۔	قسم خدا کی آپ ہر چیز سے زیادہ مجھے محبوب ہیں سوائے میری جان کے۔

یہ سن کر آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا۔

لا یا عمر! حتی اکون احب الیک	اے عمر! ہرگز نہیں جبتک کہ میں تم کو

Marfat.com

من نفسك:

تمہاری جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہوں۔

یہ سن کر حضرت عمرؓ نے کہا۔

والذی بعثك بالحق لانت احب الی من نفسی :

قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق لے کر بھیجا ہے۔ آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا۔

الآن یا عمر! (بات بنی)

اے عمر اب (بات بنی)

جبکہ خدا کے خاص بندے اور اس کے رسول کی محبت کے بارے میں یہ وارد ہے۔ جب تک ان سے اپنے ماں باپ اولاد حتی کہ اپنی جان سے بھی زیادہ محبت نہیں ہوگی کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا۔ تو لب تبلاد جس ذات نے اپنے اس بندے کو اپنا رسول و پیغمبر بنا کر بھیجا اس کی محبت کس قدر مقدم ہوگی۔ پروردگار عالم کی محبت کسی اور کی محبت کے مقابلہ میں اپنی قدر وصف۔ اور تقریر و تخصیص کے لحاظ سے بالکل مخصوص اور منحصر ہے اور خدا کی محبت تو اس طرح واجب اور لازم ہے کہ بندے کو خدا اپنی، اولاد، اپنے ماں باپ بلکہ اپنی آنکھ اور جان سے بھی زیادہ محبوب ہو اور اس معبود و حق کی محبت کے مقابلہ میں ہر چیز کی محبت ہیچ نظر آئے۔

محبت کا عام قاعدہ یہ ہے کہ ہر چیز من وجہ محبوب ہوا کرتی ہے۔ اور من وجہ غیر محبوب نیز یہ بھی قاعدہ ہے کہ چیز کی محبت کبھی لذاتہ ہوا کرتی ہے اور کبھی لغیرہ۔ لیکن وہ ذات جو ہمیشہ محبوب ہے اور لذاتہ محبوب ہے وہ صرف خدا کے واحد لاشریک کی ذات ہے۔

لو کان فیھما آلھۃ الا اللہ لفسدتا

اگر آسمان و زمین میں اللہ کے سوا اور بھی اللہ ہوتے تو یہ آسمان و زمین دونوں ہی تباہ ہو جاتے۔

(سورۃ الانبیاء)

خدا پرستی اور عبودیت نام ہی ہے اللہ سے محبت، اس کی اطاعت اور اس کے حضور عاجزی کے اظہار کا۔

فصل

(عالم علوی۔ اور عالم سفلی کی تمام تر حرکتوں کا اصل موجب)
(محبت ہے۔ یہی علت فاعلی ہے اور یہی علت غائی)

Marfat.com

عالم علوی ۔اور عالم سفلی میں جسقدر بھی حرکات صادر ہوتی ہیں ۔ انکی اصل و منبع محبت ہے ۔محبت ہی ان حرکات کی علت فاعلی ہے اور محبت ہی علت غائی ۔اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حرکتیں تین قسم کی ہیں ۔حرکت اختیاری (ارادی) حرکت طبعی اور حرکت قسری ۔حرکت طبعی کی اصل سکون ہے ۔کیونکہ جسم اسی وقت حرکت کرتا ہے جبکہ وہ اپنے مستقر اور مرکز طبعی سے علیحدہ ہو جاتا ہے اسوقت جسم صرف اس لیے حرکت کرتا ہے کہ وہ اپنے مرکز طبعی ۔اور اصل مستقر پر جلد سے جلد پہونچ جائے اور یہ جسم صرف اس لیے حرکت کرتا ہے کہ ایک قاسر حرکت دینے والا اسے حرکت دے رہا ہے ۔بنا بریں جسم کی یہ حرکت قسری اور جبری ہے ۔اور جس چیز کی بھی حرکت طبعی بذاتہ ہوا کرتی ہے اس کا مطالبہ اور مقتضی یہی ہوا کرتا ہے کہ وہ اپنے اصل مرکز کی طرف جلد سے جلد عود کر آئے ۔

غرض اجسام کی حرکت خواہ قسری ہو خواہ طبعی دونوں کسی محرک قاسر کے تابع ہوتی ہے اور یہ محرک قاسری ان دونوں حرکتوں کا موجب ہوتا ہے ۔اور حرکت اختیاری ارادی جو دوسری دو حرکتوں کی اصل خود ارادہ اور محبت کی تابع ہوتی ہے ، اس طرح ہر سہ قسم کی حرکتیں محبت اور ارادے کے تابع ہیں ۔

حرکتیں صرف تین ہی قسم کی ہو سکتی ہیں ۔اس کی دلیل یہ ہے کہ متحرک اگر ایسا ہے کہ اسے حرکت کا شعور ہے تو اس حرکت کو حرکت ارادی کہیں گے ۔اور اگر اسے حرکت کا شعور نہیں ہے تو پھر یہ دیکھیں گے کہ آیا وہ اپنی طبیعت کے مطابق حرکت کر رہا ہے ؟ یا اس کے خلاف ؟ اگر طبیعت کے مطابق حرکت کر رہا ہے تو اسے حرکت طبعی کہیں گے اور اگر اس کے خلاف حرکت کر رہا ہے تو اسے حرکت قسری کہا جائے گا ۔

جب تمہیں حرکت کی قسمیں معلوم ہو گئیں تو یہ سمجھ لو کہ آسمان ۔زمین اور آسمان و زمین کے اندر کی اشیاء میں جو بھی حرکت ہو گی خواہ وہ افلاک و سماوات کی حرکت ہو ۔یا سورج ۔چاند نجوم و ستاروں کی ۔ہوا ۔بادل ۔باران ۔نباتات ۔درخت کی حرکت ہو ۔خواہ کسی مادہ کے حمل میں بچہ کی حرکت ہو ۔تمام حرکتیں مدبرات امر ۔مقسمات امر ۔ملائکہ ۔اور فرشتوں کے واسطے اور ذریعہ سے ہی سرزد ہوتی ہے ۔جیسا کہ قرآن و سنت کی نصوص سے اس کا ثبوت ملتا ہے اور اس پر ایمان لانے ہی سے فرشتوں پر پورا پورا ایمان ہو سکتا ہے خدائے قدوس نے رحم پر بارش

Marfat.com

دریا دلوں پر۔ نباتات پر۔ ہواؤں پر۔ آسمان و زمین پر۔ سورج چاند۔ نجوم و ستاروں پر فرشتے مقرر کر رکھے ہیں۔ اور پھر ہر انسان کے لئے خدا نے چار چار فرشتے مقرر کر دیئے ہیں۔ دائیں بائیں کراماً کاتبین مقرر کر دیئے ہیں۔ اور آگے پیچھے محافظ فرشتے مقرر کر دیئے ہیں۔ نیز ہر انسان کی روح قبض کرنے پر۔ اور روح کو اپنے اصل مستقر یعنی جنت یا دوزخ تک پہونچانے پر فرشتے مقرر کر دیئے ہیں۔ قبر کے امتحان۔ سوال و جواب۔ قبر کے عذاب اور قبر کی نعمتوں اور راحتوں کیلئے فرشتے مامور ہیں۔ اور پھر ایسے فرشتے بھی مقرر کر دیئے ہیں کہ حشر کے دن جب بنی آدم اپنی قبروں سے اٹھیں تو انہیں ہنکا کر میدان حشر میں لیجائیں اور حساب و کتاب کے بعد جہنم کے حقداروں کو جہنم میں لیجائیں۔ اور عذاب کے شکنجوں میں کسیں۔ اور جنت کے حقداروں کو جنت میں لے جا کر داخل کریں۔ اور خدا کے عطیات و انعامات ان تک پہونچا دیں۔ پہاڑوں پر فرشتے مامور کر دیئے گئے ہیں کہ انکو مضبوط تھامے رہیں۔ بادلوں پر فرشتے مامور فرمائے کہ وہ بادلوں کو حکم الٰہی کے مطابق چلاتے رہیں۔ برسات پر فرشتے مامور فرما دیئے کہ امر الٰہی کے مطابق۔ قدر معلوم کے موافق خدا کی مشیت کے ماتحت پانی برسائیں۔ جنت اور جنت کے باغوں پر فرشتے مامور کر دیئے کہ وہ جنت میں عمدہ۔ اور خوبصورت درخت لگائیں۔ فرش و فروش۔ لباس اور کپڑے تیار کریں اور جنت کو آراستہ کرتے رہیں۔ اور جنت میں ہمہ قسم کی آسائشوں کا انتظام کرتے رہیں اور اسی طرح جہنم پر بھی خدا نے فرشتے مامور کر دیئے ہیں۔

غرض! فرشتے خدائے قدوس کا لشکر۔ اور اس کے نظام کو چلانے والے کارکن ہیں۔ اور لفظ "ملک" اسی امر کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ یہ ملائکہ اور فرشتے خدا کے حکم کو نافذ اور جاری کرتے ہیں۔ انہیں خود کسی قسم کا اختیار حاصل نہیں ہے۔ بلکہ ہمہ قسم کا اختیار صرف خدائے قدوس ہی کو حاصل ہے۔ فرشتوں کا کام صرف اسقدر ہے کہ خدا کی مخلوق کی تدبیر اور تنظیم کرتے رہیں۔ اور خدا کے عطیات خدا کی مخلوق پر خدا کے امر و حکم کے مطابق تقسیم کرتے رہیں۔ چنانچہ قرآن حکیم کے اندر فرشتوں کے متعلق وارد ہے خدا کے فرشتوں کا بیان ہے۔

وما نتنزل الا بامر ربك له ما بين ايدينا وما خلفنا وما بين ذلك وما كان ربك نسيا۔	اور ہم تمہارے پروردگار عالم کے بدون دنیا میں آنہیں سکتے اور جو کچھ تمہارے آگے ہونے والا ہے۔ اور جو کچھ ہم سے پہلے ہو چکا ہے اور جو کچھ ان دونوں وقتوں کے درمیان ہے سب اسکے حکم سے ہے اور تمہارا پروردگار عالم

(سورۃ مریم) بھول جانے والا نہیں ہے۔

اور خدا فرماتا ہے۔

وکم من ملك فی السماوات لا تغنی شفاعتهم شیئا الا من بعد ان یاذن اللہ لمن یشاء ویرضی (سورۃ النجم)

اور کتنے ہی فرشتے آسمانوں میں ہیں کہ انکی سفارش کچھ بھی کام نہیں آتی مگر جب خدا اجازت عطا فرمادے اسکے بعد ان لوگوں کے لئے جن کیلئے خدا چاہے اور راضی بھی ہو۔

خدا نے کچھ ایسے فرشتوں کی قسم بھی کھائی ہے جو مخلوق میں امر الٰہی۔ اور نظام خداوندی کو جاری اور نافذ کیا کرتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔

والصافات صفا فالزاجرات زجرا فالتالیات ذکرا۔

(سورۃ الصافات)

قسم ہے ان جماعتوں کی جو صف بستہ رہتی ہیں پھر قسم ہے ان جماعتوں کی جو ڈانٹتی ہیں پھر قسم ہے ان جماعتوں کی جو تلاوت قرآن کرتی ہیں تاکہ حجت پوری ہو اور ڈرایا جائے۔

اور ارشاد ہے۔

والمرسلات عرفا فالعاصفات عصفا والناشرات نشرا فالفارقات فرقا فالملقیات ذکرا عذرا او نذرا۔

(سورۃ المرسلات)

ان ہواؤں کی قسم جو معمولی رفتار سے چلائی جاتی ہیں پھر زور پکڑ کر تیز ہو جاتی ہیں اور بادلوں کو ابھار کر چاروں طرف پھیلا دیتی ہیں پھر جدا کر دیتی ہیں اور پھر دلوں میں خدا کا خیال ڈال دیتی ہیں۔

اور ارشاد ہے۔

والنازعات غرقا والناشطات نشطا۔ والسابحات سبحا فالسابقات سبقا فالمدبرات امرا:

(سورۃ النازعات)

اور ان فرشتوں کی قسم جو گھس کر جان نکالتے ہیں اور ان فرشتوں کی قسم جو ایمان والوں کی جان ایسی آسانی سے نکالتے ہیں جیسے بند کھول دیتے ہیں اور فرشتوں کی قسم جو تیرتے پھرتے ہیں پھر لپکتے ہیں پھر جیسا حکم ہوا اسکے مطابق انتظام کرتے ہیں۔

ان قسموں کی حقیقت یعنی اسرار اور راز ہم نے اپنی کتاب "اقسام القرآن" کے اندر پوری تفصیل وضاحت سے بیان کر دیئے ہیں۔

اس حقیقت کے ذہن نشین ہونے کے بعد یہ بات تم بآسانی سمجھ لو گے کہ یہ تمام محبتیں۔ حرکتیں ادائے۔ افعال و اعمال۔ رب الارض و رب سماوات کی عبادتیں ہی ہیں۔ اور طبعی اور قسری حرکتیں۔ اس

Marfat.com

محبت کے تابع ہیں۔ اگر محبت نہ ہو تو افلاک۔ سماوات کا دور کسی طرح نہیں چل سکتا۔ نہ محبت کے بغیر ستارے۔ سیارے حرکت کر سکتے ہیں۔ نہ حرکت دینے والی ہوائیں حرکت کر سکتی ہیں۔ نہ یہ باران رحمت کے اٹھانے والے بادل حرکت کر سکتے ہیں۔ نہ شکم مادر کے اندر بچے حرکت کر سکتے ہیں نہ دانے زمین کو پھاڑ کر اُگ سکتے ہیں۔ نہ دریاؤں اور سمندروں میں جہازوں کو چلانے والی موجیں اُٹھ سکتی ہیں۔ نہ عطیات خداوندی کے تقسیم کرنے والے فرشتے۔ اور دنیا کی تدبیر و تنظیم پر مامور شدہ فرشتے اس کے بغیر حرکت کر سکتے ہیں۔ اور نہ یہ آسمان و زمین اور آسمان و زمین کی مخلوق حرکت کر سکتی ہے۔ نہ وہ اپنے خالق و فاطر کی تسبیح و تہلیل کر سکتے ہیں۔ پاک و مقدس ہے وہ ذات جس کی زمین و آسمان تسبیح پڑھا کرتے ہیں۔ اور زمین و آسمان کی ہر چیز اس کی تسبیح پڑھا کرتی ہے۔

وان من شیٔ الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقھون تسبیحھم انہ کان حلیما غفورا۔

(سورۃ الاسراء)

اور جتنی چیزیں ہیں سب اسکی حمد و ثنا کے ساتھ اسکی تسبیح و تقدیس کر رہی ہیں مگر تم انکی تسبیح و تقدیس نہیں سمجھ سکتے اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ بڑا تحمل والا بڑا ہی گذر کرنے والا ہے۔

نمبر

(موجودات کی صلاح و فلاح اسی میں ہے کہ اس کی تمام حرکات اور تمام محبتیں صرف خالق حقیقی کیلئے ہوں۔ توحید اسی کا نام ہے کہ معبود صرف خدا ہی کو مانا جائے)

مذکورہ بالا حقیقت سمجھ لینے کے بعد۔ یہ سمجھ لو کہ ہر جاندار کے اندر ارادہ۔ محبت اور عمل و فعل موجود ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے اسکی اصلاح و درستگی ہوا کرتی ہے۔ اور ہر متحرک کی حرکت کی اصل محبت ارادہ ہے۔

مخلوقات و موجودات کی صلاح و فلاح اسی میں ہے کہ اس کی تمام حرکات۔ اور محبتیں صرف اپنے فاطر۔ خالق۔ باری۔ وحدہ لاشریک کے لئے ہوں۔ جس طرح کہ مخلوقات و موجودات کا وجود صرف خدائے وحدہ لاشریک کی تخلیق و تبدیع کی وجہ سے ہے۔ اسکی تمام حرکات اور محبتیں بھی صرف خدائے وحدہ لاشریک ہی کے لئے ہونی چاہئیں۔ اور اسی حقیقت کی بنا پر خدا نے فرمایا ہے۔

Marfat.com

لو كان فيهما الهة الا الله لفسدتا فسبحان الله رب العرش عما يصفون۔ (سورۃ الانبیاء)

اگر زمین و آسمان میں اللہ کے سوا اور بھی اللہ ہوتے تو یہ زمین و آسمان دونوں ہی برباد ہو گئے ہوتے تو جیسی جیسی باتیں یہ لوگ کرتے ہیں اللہ جو عرش کا مالک ہے۔ ان باتوں سے پاک ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے اندر لفسدتا۔ (زمین و آسمان برباد ہو جاتے) فرمایا ہے اور لما وجدتا (زمین و آسمان موجود نہ ہوتے) نہیں فرمایا۔ نیز لکانا معدومین (زمین و آسمان معدوم ہوتے) یا۔ لعدمتا (زمین و آسمان معدوم ہو جاتے) نہیں فرمایا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس امر پر قادر ہے کہ زمین و آسمان کو فساد و خرابی کی شکل میں بھی باقی رکھے۔ لیکن علی وجہ الکمال علی وجہ الاصلاح بصورت استقامت۔ زمین و آسمان کا باقی رہنا اسی وقت ممکن ہے جبکہ خدا صرف ایک وحدہ لاشریک ہو۔ کیونکہ زمین و آسمان اور زمین و آسمان کی ہر چیز۔ اور زمین و آسمان کے تمام رہنے سہنے والوں کا معبود صرف خدائے وحدہ لاشریک ہی ہے۔ اگر اس عالم کے دو معبود ہوتے تو نظام عالم کلیتہً درہم برہم ہو جاتا کیونکہ بر تقدیر دو خدا ہونے کے دونوں ایک دوسرے پر غالب اور بالاتر رہنے اور اپنی الٰہیہ و الوہیت میں متفرد۔ اور تنہا رہنے کا خواہشمند ہوگا۔ کیونکہ کمال آلہیہ و الوہیت میں کسی کا شریک ہونا۔ اسکی الٰہیہ و الوہیت کے اندر نقص ظاہر کر رہا ہے۔ اس لئے کہ جو ذات الٰہ اور معبود ہو وہ کبھی گوارا نہیں کرتی کہ یہ ناقص اور کمزور اللہ و معبود بنا رہے۔ اور پھر اگر ان دو اللہ اور دو خداؤں۔ اور دو معبودوں میں سے کوئی ایک اللہ اور ایک معبود دوسرے کو مغلوب کر لیتا ہے تو وہ جو غالب اور قہرمان ہوگا۔ وہ اللہ اور معبود ہوگا۔ اور جو مغلوب و مقہور ہوگا وہ اللہ اور معبود نہیں ہو سکتا اور اگر یہ حالت ہے کہ دونوں میں سے کوئی ایک بھی دوسرے کو مغلوب و مقہور نہیں کر سکتا۔ اور ایک دوسرے پر غالب نہیں آسکتا تو دونوں کا کمزور ہونا لازم آتا ہے۔ دونوں کی الوہیت ناقص و ناتمام ہے لہذا اس صورت میں یہ لازم ہے کہ ان دونوں پر کوئی تیسرا اللہ اور معبود ہو۔ جو ان ہر دو پر غالب ہو۔

اور ان ہر دو پر حکومت و فرمانروائی کرے۔ اور اگر کوئی تیسرا ان دونوں پر حاکم نہیں ہے تو پھر یہ ہوگا کہ یہ دونوں اپنی اپنی مخلوق کو لے کر ایک دوسرے پر حملہ کرنے۔ ایک دوسرے پر غلبہ پانے۔ اور ایک دوسرے کو مغلوب کرنیکی کوشش کرینگے اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں زمین و آسمان اور جو کچھ زمین و آسمان میں ہے۔ فاسد اور تباہ و برباد ہو کر رہ جائے گا۔ یہ بالکل واضح بات ہے کہ اگر دو بادشاہ ایک ملک میں ہوں تو ملک تباہ ہو جائے گا۔ اور ایک عورت کے دو شوہر ہوں گے

تو عورت تباہ ہو جائے گی۔ ایک مادہ دو نروں سے حاملہ ہو تو مادہ تباہ ہو جائے گی۔ دنیا کی بربادی اور فساد بادشاہوں اور خلیفوں کے باہمی اختلاف ہی کی وجہ سے ہوتی ہے۔ دشمنان اسلام نے جب کبھی کسی اسلامی ملک پر حملہ کیا ہوگا۔ یا طمع و لالچ کی نظریں اسلامی ملک کی طرف بڑھائی ہونگی۔ اسی وقت اٹھائی اور بڑھائی ہونگی؟ جبکہ مسلمان باہمی اختلاف و فساد کے اندر مبتلا ہونگے اور ایک دوسرے کے خلاف اپنی اپنی بالادستی کے لئے کوشاں ہوں گے۔

غرض! آسمانوں کی اور زمینوں کی صلاح و استقامت اور مخلوقات کا بہترین اور کامل ترین نظام۔ اس امر کی زبردست دلیل ہے کہ اس نظام کو چلانے والی وہ ذات ہے جس کی شان میں یہ کہا گیا ہے۔

لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک
لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی
ویمیت وھو علی کل شئی قدیر:

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اسکا کوئی شریک نہیں۔ ملک اسی کا ہے اور ساری تعریفیں اسی کیلئے ہیں وہی زندہ کرتا ہے وہی مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر بڑا قدرت والا ہے۔

عرش اعلیٰ سے لے کر تحت الثرا تک خدا کی ذات کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہی ایک ہی ذات معبود ہے۔ اور بس۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

ما اتخذ اللہ من ولد وما کان
معہ الہ اذا لذھب کل الہ
بما خلق ولعلی بعضھم
علی بعض سبحان اللہ عما یصفون
عالم الغیب والشھادۃ فتعالی عما
یشرکون: (سورۃ المومنون)

نہ تو اللہ نے کسی کو بیٹا بنایا۔ اور نہ اسکے ساتھ کوئی اور خدا ہے۔ ورنہ ہر ایک خدا اپنی مخلوقات کو الگ لئے پھرتا اور آپس میں لڑتے اور ایک دوسرے پر غالب آجاتا۔ جیسی جیسی باتیں یہ لوگ اللہ کی نسبت بیان کرتے ہیں اللہ ان سے پاک ہے وہ غائب و حاضر سب جانتا ہے اور وہ لوگوں کے شرک سے بالاتر ہے۔

اور ارشاد ہے۔

ام اتخذوا الھۃ من الارض
ھم ینشرون: لو کان فیھما الھۃ
الا اللہ لفسدتا۔ سبحان اللہ رب
العرش عما یصفون۔ لا یسئل عما
یفعل وھم یسئلون۔

کیا ان لوگوں نے ایسے معبود بنا رکھے ہیں جن کو یہ لوگ خود زمین سے بنا کھڑے کرتے ہیں۔ اگر زمین و آسمان میں خدا کے سوا اور معبود ہوتے تو زمین و آسمان دونوں کبھی کے برباد ہو گئے ہوتے تو جیسی جیسی باتیں یہ لوگ بناتے ہیں اللہ جو عرش کا مالک ہے وہ ان باتوں سے پاک ہے

(سورۃ الانبیاء) جو کچھ وہ کرتا ہے اسکی باز پرسی اس سے نہیں کی جاسکتی۔

اور ارشاد ہوتا ہے۔

قل لو کان معہ الھۃ کما یقولون اذا لابتغوا الی ذی العرش سبیلا (سورہ بنی اسرائیل)

اے پیغمبر! ان لوگوں سے کہو اگر خدا کے ساتھ جیسا یہ لوگ کہتے ہیں اور معبود بھی ہوتے تو اس صورت میں ان معبودوں نے خدا تک پہنچنے کا رستہ کبھی کا ڈھونڈ نکالا ہوتا۔

یعنی یہ لوگ ایک دوسرے پر غلبہ پانے کے لئے ایک دوسرے پر جبر اور زبردستی کرنیکے راستے تلاش کر لیتے جس طرح سلاطین اور بادشاہ ایک دوسرے پر غلبہ پانے کے لئے کیا کرتے ہیں اور زبردستی کرنے کے راستے تلاش کرتے رہتے ہیں۔

اور آیت کے جو یہ معنی ہم نے بیان کئے ہیں اس پر ایک دوسری آیت دلالت کرتی ہے خدا فرماتا ہے۔

ولعلی بعضھم علی بعض اور بعض۔ بعض پر غالب آجاتے۔

ہمارے شیخ حضرت تیمیہؒ اس آیت کے معنی اور کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں آیت کے صحیح معنی یہ ہیں کہ یہ لوگ تقرب و طاعت کے ذریعے خدا تک پہونچنے کی راہ تلاش کر لیتے اب بتاؤ تم خدا کو چھوڑ کر ان کی عبادت کس طرح کرتے ہو؟

اگر وہ لوگ کہ جن کے ذریعہ تم تقرب حاصل کرتے ہو معبود ہوتے جیسا کہ ان لوگوں کا خیال ہے تو پھر بھی یہ لوگ خدا کے بندے ہی ہوتے ہیں۔ خدا تو نہیں ہوتے۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں آیت کے اس معنی پر یہ آیت کئی وجوہ سے دلالت کرتی ہے۔

اول - یہ کہ خدا ارشاد فرماتا ہے۔

اولائک الذین یدعون، یبتغون الی ربھم الوسیلۃ ایھم اقرب و یرجون رحمتہ ویخافون عذابہ (سورۃ الاسراء)

یہ لوگ جن کو مشرکین حاجت روا سمجھ کر پکارتے ہیں ان میں سے جو دوسروں کی نسبت زیادہ مقرب ہیں۔ وہ اپنے پروردگار کی زیادہ قربت حاصل کرنے کے ذریعہ تلاش کرتے رہتے ہیں۔ اور اسکی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اسکے عذاب سے ڈرتے ہیں

یعنی تم مجھے چھوڑ کر جن دوسروں کی عبادت کرتے ہو۔ وہ تو میرے ہی بندے ہیں جس طرح کہ تم میرے بندے ہو۔ اور یہ بھی میری رحمت کے خواہاں ہیں اور میرے عذاب سے ڈرتے ہیں۔

Marfat.com

بھلا جب حقیقت یہ ہے تو پھر تم خدا کو چھوڑ کر ان کی عبادت و پرستش کیا کرتے ہو؟

دوم۔ یہ کہ حق تعالےٰ نے یہاں یہ نہیں کہا کہ۔

لا تبغوا علیہ سبیلا — اس پر غلبہ پانے کا راستہ تلاش کریں گے۔

بلکہ یہ کہتا ہے۔

لا تبغوا الیہ سبیلا — اس کی طرف جانے کا راستہ تلاش کرینگے۔

لفظ الیہ اور الی تقرب و نزدیکی کے لئے مستعمل ہے۔ مثلاً اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے

اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ — اللہ سے ڈرتے رہو اور اس تک پہونچنے کے ذریعہ کی جستجو کرتے رہو۔

(سورۃ المائدہ)

غلبہ اور قہر پانے کے مواقع میں لفظ علی مستعمل ہے۔ مثلاً

فان اطعنکم فلا تبغوا علیھن سبیلا — پھر اگر تمہاری باتیں ماننے لگیں تو بھی ان پر ناحق کے پہلو نہ ڈھونڈتے پھرو۔

(سورۃ النساء)

سوم۔ یہ کہ کفار مشرکین یہ قطعاً نہیں کہتے تھے کہ انکے معبود خدا پر غلبہ کرنا چاہتے ہیں۔ خدا کے مقابلہ میں علو۔ رفعت و بلندی چاہتے ہیں بلکہ حق سبحانہ و تعالےٰ ان کے بارے میں یہ فرماتا ہے

قل لو کان معہ آلھۃ کما یقولون۔ — اے پیغمبر! ان لوگوں سے کہو اگر خدا کے ساتھ جیسا یہ کہتے ہیں اور معبود ہوتے ہیں

ان کا کہنا یہی تو تھا کہ ان کے رب اور معبود بھی تو تقرب خداوندی کے خواستگار ہیں انہیں جو پوجتا ہے ان کو وہ خدا کے قریب کر دیتے ہیں تو اب خدا فرماتا ہے اگر بات یہی ہے جو تم کہا کرتے ہو تو تمہارے یہ معبود بھی تو خدا کے بندے ہی ہونگے۔ تو اب گویا خدا کے فرمان کے یہ معنی ہونگے کہ تم لوگ خدا کو چھوڑ کر خدا کے بندوں۔ اور اس کے غلاموں کی عبادت کیوں کیا کرتے ہو؟ خاص خدا کی عبادت کیوں نہیں کرتے؟

فصل

(محبت محمودہ۔ اور محبت مذمومہ)

(ہر محبت کے لئے خواہ وہ نافع ہو یا)

(مضرت رساں کچھ وجد ذوق حلاوت)

Marfat.com

(شوق لازم اور ضروری ہے)

ہر محبت کے کچھ آثار۔ توابع۔ لوازم اور احکام ہوتے ہیں محبت خواہ محمود تا ہو یا مذموم نفع بخش ہو یا مضرت رساں کیسی ہی محبت ہو اس کے آثار و احکام ضرور نمایاں ہوتے ہیں۔ چنانچہ وجد۔ رزق۔ حلاوت۔ شوق۔ انس۔ وصل و اتصال۔ قرب۔ انفصال و بعد ہجر کے صدمات۔ وصل و قرب کا سرور و فرحت۔ بعد ہجر کا حزن و غم اور رنج و کربہ وغیرہ یہ تمام امور محبت کے آثار۔ احکام اور لوازم ہیں۔ لیکن محمود ترین۔ نافع ترین محبت وہ ہے جو محبت کرنیوالے کو دنیا اور آخرت کی فلاح و بہبود سے ہم آغوش کرے اور دنیا و آخرت کی سعادت اور نفع کی طرف اسکا ہاتھ پکڑ لے جائے اسی قسم کی محبت سعادت دارین کا عنوان ہے۔ اور وہ محبت جو دنیا و آخرت کی مضرت کی طرف کھینچ لے جائے شقاوت و بدبختی کا عنوان ہے۔

ہر شخص جانتا ہے کہ ایک عقلمند و دانشمند۔ اس محبت کو اختیار نہیں کر سکتا جو اس کے لیے مضرت رسان ہو۔ اور اسے شقاوت و بدبختی کے غار میں دھکیل دے۔ اور مضرت رسان محبت کا صدور انسان سے صرف جہالت و ظلمت کی وجہ سے ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ انسان کا نفس اسے مضرت رسان محبت کی طرف لیجاتا ہے۔ نفس کی یہ خاصیت ہے کہ وہ انسان کو نقصان دہ۔ مضرت رساں چیز ہی کی طرف لیجاتا ہے جس میں اسے کسی قسم کا بھی نفع نہیں ہوتا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ نفس کی پیروی کرنا اپنی جان پر ظلم کرنا ہے اور یہ اس لیے ہوتا ہے کہ انسان محبوب کی محبت سے پیش آنیوالے حالات و حوادث سے بے خبر ہوتا ہے اور بغیر سوچے سمجھے اور اس کے نقصانات سے لاعلم ہو کر اسکو اپنا محبوب بنا لیتا ہے اور اس محبوب کے اندر جو مضرتیں موجود ہیں۔ یا جو خرابیاں اسکی محبت میں مضمر ہیں اس کا شعور تک اسکو نہیں ہوتا۔ اور یہ حال اُن لوگوں کا ہوتا ہے۔ جو بغیر علم۔ بلا سوچ بوجھ کے محض خواہشات۔ شہوات کی اتباع و پیروی کیا کرتے ہیں۔ یا پھر ان لوگوں کا یہ حال ہوتا ہے جو ایسی محبت کی مضرتوں سے تو واقف ہیں۔ اسکی مضرتوں کو جانتے پہچانتے اور سمجھتے ہیں لیکن پھر بھی وہ اپنی خواہشات کو اپنی معلومات پر ترجیح دیتے ہیں اور اس صورت میں کبھی یہ ہوتا ہے کہ محبت دو چیزوں سے مرکب ہو جاتی ہے۔ اعتقاد فاسد اور اتباع خواہشات اور محبت فاسد کی پیدائش محض جہالت و حماقت۔ اور اعتقاد فاسد کی وجہ سے ہوتی ہے اور اکثر محبتیں دنیا میں اسی قسم کی ہوتی ہیں۔ یا پھر یہ کہ جہالت اور اعتقاد فاسد کے ساتھ بعض اوقات دوسرے امور اس کے اندر جمع ہو جاتے ہیں۔ جو باہم ایک دوسرے کے معین و مددگار بن کر اس کو شہوات کی

طرف موڑ دیتے ہیں جس کی وجہ سے حق اور باطل اس پر مشتبہ ہو جاتے ہیں اور محبوب کا معاملہ اسکے سامنے بظاہر ایک آراستہ صورت میں پیش ہوتا ہے اور ان شبہات کی تائید و معاونت سے شہوات اسکو اپنی گرفت میں لے لیتی ہے۔ اور اسے کشاں کشاں محبوب تک کھینچ کر لے جاتی ہے اور پھر شبہات و شہوات کے لشکر عقل و ایمان کے لشکروں کے مقابلہ میں پوری قوت سے ٹوٹ جاتے ہیں اور پھر جانبین میں پوری قوت سے معرکے شروع ہو جاتے ہیں اور بالآخر وہ غالب و ظفر یاب ہوتا ہے جو قوی تر اور مضبوط ہوتا ہے۔

جب یہ حقیقت تمہارے ذہن نشین ہو گئی تو اب سنو کہ محبت کی ہر نوع اور ہر قسم کے توابع اور لوازم کا حکم وہی ہوتا ہے جو اس کے متبوع کا ہوتا ہے۔ جو محبت کہ محمود و نافع ہے۔ اور اس کے لئے عنوان سعادت ہے جس سے اس کی دنیا و عقبیٰ کی فلاح وابستہ ہے۔ اس محبت کے تمام توابع، لوازم اور آثار اس کے حق میں نافع اور سود مند ہونگے اور ان توابع و لوازم کا وہی حکم ہوگا جو ان کے متبوع کا ہے مگر انسان محبت محمودہ کے لئے روتا ہے تو یہ رونا اس کے حق میں نافع ہے۔ اسے حزن و غم لاحق ہوتا ہے تو اسے نفع بخش ہے۔ فرح و مسرت حاصل ہو تو اسے سود مند ہے۔ انشراح و انبساط پیدا ہوتا ہے تو اس کے لئے مفید ہے۔ انقباض پیدا ہو تو موجب سعادت ہے غرض! یہ تمام امور اصل متبوع کی طرف سفر محبت کی منزلیں قرار پا جاتی ہیں۔ از دیاد محبت۔ رنج محبت۔ قوت محبت۔ اصل محبت کے احکام میں شامل ہو جاتے ہیں۔

مغفرت رساں محبت اور اس کے تمام توابع و لوازم اور آثار انسان کے لئے مغفرت رساں ہیں اور اسے رب العالمین کی بارگاہ سے دور پھینکدیتے ہیں۔ مغفرت رساں محبت جہاں کہیں اور جس شخص میں بھی اپنے توابع و لوازم۔ اور آثار میں منقلب اور نمایاں ہوگی مغفرت رساں ہی ہوگی۔ اور اپنے پروردگار سے بعد و دوری ہی پیدا کریگی جس منزل جس مقام میں یہ محبت پہنچیگی خسارہ ہوگا اور رب العالمین سے بعد و دوری اس کے ساتھ ہی ساتھ ہوگی۔ طاعت و معصیت کے ہر کام کی شان یہی ہے۔ طاعت و اطاعت سے جو چیز بھی پیدا ہوگی وہ طاعت کنندہ مطیع کے لئے زیادتی اجر فراوانی ثواب۔ قرب رب العالمین کا موجب ہوگی اور جو چیز معصیت اور نافرمانی سے پیدا ہوگی۔ وہ خسران۔ خذلان۔ بعد عن اللہ کا موجب ہوگی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ذلك بانهم لا يصيبهم ظمأ — یہ اس لئے کہ ان جہاد کرنیوالوں کو خدا کی راہ میں پیاس

Marfat.com

ولا نصب ولا مخمصة فی سبیل اللہ ولا یطئون موطئا یغیظ الکفار ولا ینالون من عدو نیلا الا کتب لھم بہ عمل صالح ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین ۔ ولا ینفقون نفقۃ صغیرۃ ولا کبیرۃ ولا یقطعون وادیا ۔ الا کتب لھم لیجزیھم اللہ احسن ما کانوا یعملون ۔

(سورۂ توبہ)

اور محنت اور بھوک کی تکلیف پہونچتی ہے تو اور جن مقامات پر کافروں کو انکا چلنا پھرنا ناگوار گذرتا ہے۔ وہاں چلتے ہیں تو اور دشمنوں سے کچھ مل ملا رہتا ہے تو ہر کام کے بدلے انکا ایک عمل لکھا جاتا ہے بیشک اللہ نیکوں والوں کا اجر کو ضائع نہیں ہونے دیتا اور تھوڑا یا بہت کچھ راہ خدا میں صرف خرچ کرتے ہیں اور جو میدان انکو طے کرنے پڑتے ہیں یہ سب ان کے نام لکھا جاتا ہے تاکہ اللہ انکو ان کے اعمال کا بہتر سے بہتر بدلہ عطا فرمائے۔

یہاں پہلی آیت میں خدا یہ خبر دیتا ہے کہ طاعت و عمل ۔ اور فعل و کردار سے ان کے حق میں عمل صالح لکھا جاتا ہے دوسری آیت میں یہ خبر دیتا ہے کہ جو اعمال صالحہ ان سے صادر ہوتے ہیں اور جنکے حق میں لکھے جاتے ہیں ان ہر دو میں افضل یہ ہے کہ پہلا امر افضل و اجل نہیں ہے۔ بلکہ دوسرا۔ صادر ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس کیلئے عمل صالح لکھا جاتا ہے دوسرا امر یعنی انسان کا عمل افضل ہے جو انکے حق میں لکھا جاتا ہے

ہر قتیل محبت کو چاہیئے کہ اس فصل کا مطالعہ پوری توجہ سے کرے تاکہ اس کے مطالعہ سے اسے معلوم ہو جائیگا کہ کونسی محبت اسکے لئے مفید اور موجب سعادت ہے اور کونسی موجب نقصان و خسران؟

سیعلم یوم العرض ای بضاعۃ	اضاع وعند الوزن ما کان حصلا
عنقریب پیشی کے دن وہ جان لیگا کہ کونسی پونجی	اس نے ضائع کردی اور تولنے کے وقت کونسی چیز اسے حاصل ہوئی

فصل

(دین کے معنی میں خشوع خضوع اور خاکساری داخل ہیں)
(اللہ تعالےٰ اپنے فضل و کرم ۔ عدل و انصاف اور خُلق میں)
(صراط مستقیم پر ہے خدا کے اسماء و صفات جن عدل و حکمت)
(رحمت و احسان فضل و کرم ۔ ثواب و عقاب کے مواقع میں کمال مقتضی کے موجبات ہیں)

جس طرح محبت اور ارادہ ہر فعل و عمل کی اصل ہے ۔ جیسا کہ تم معلوم کر چکے ۔ یہ محبت و

Marfat.com

ارادہ ہر دین کی بھی اصل ہے۔ خواہ دین حق ہو یا دین باطل۔ کیونکہ "دین" اعمال ظاہرہ اور باطنہ کا نا
ہے اور ظاہر ہے کہ ان تمام اعمال ظاہرہ و باطنہ کی اصل یہی محبت و ارادہ ہے۔ اور دین نام ہے طاعت
عبادت اور خلق حسن کا۔ یہ طاعت ایسی ہونی چاہیئے کہ للہی اور دائمی ہو۔ اس طرح کہ یہ انسان کا خلقی
اور عادتی وظیفہ بن جائے۔ اور اس معنی کی رو سے اللہ تعالےٰ نے دین کو خلق سے تعبیر کیا ہے فرماتا ہے

وانک لعلی خلق عظیم (سورۃ القلم) اے بیشک تمہارے اخلاق البتہ بڑے اعلیٰ درجے کے ہیں

اس آیت کے متعلق حضرت امام احمد بن حنبل۔ حضرت امام ابن عیینہؒ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت
ابن عباسؓ فرماتے ہیں لعلی خلق عظیم کے معنی ہیں لعلی دین عظیم۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے کسی نے پوچھا کہ آنحضرتؐ کے اخلاق کیا ہیں؟ انہوں
نے جواب دیا۔

کان خلقہ القرآن: آپ کے اخلاق قرآن ہے۔

دین کے معنی میں اذلال اور قہر و غلبہ دونوں داخل ہیں۔ نیز اس کے معنی میں ذلت و خاکساری
خضوع و طاعت بھی داخل ہے اور یہی وجہ ہے۔ دین اعلیٰ سے اسفل کی طرف جھکاتا ہے۔ جیسا کہ عرب
کا محاورہ ہے۔

دنتہ فدان میں نے جبراً اُسے جھکایا تو وہ جھک گیا۔

اور یہ بات ادنیٰ سے اعلیٰ کے سامنے ہوا کرتی ہے جیسا کہ عرب کا محاورہ ہے۔

دنت اللہ - ودنت للہ۔ میں اللہ کے آگے جھکا اور اللہ کے لئے جھکا۔

اور عرب کا محاورہ ہے۔

فلان لایدین اللہ دنیا۔ ولایدین اللہ بدین۔ فلاں آدمی خدا کے سامنے نہیں جھکتا اور وہ اللہ کے آگے جیسا جھکنا چاہیئے نہیں جھکتا۔

اور عرب کا محاورہ ہے۔

فدان اللہ اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی

یعنی وہ اسکی اطاعت کرتا ہے اسے محبت کرتا ہے اس سے ڈرتا ہے۔

اور عرب کا محاورہ ہے۔

ودان اللہ وہ خدا کے آگے جھک گیا۔

یعنی خدا کے حضور میں اس نے خضوع و خشوع کا اظہار کیا اور اپنے کو اس نے خدا کے

سامنے عاجز اور سرنگوں کر دیا اور اس کے سامنے اپنے کو جھکا دیا اور ذلیل و خاکسار کر لیا اور خدا کا مطیع و فرمانبردار ہو گیا۔

دین کی دو قسمیں ہیں۔ دین ظاہر اور دین باطن۔ دین باطن کے لئے خضوع اور محبت لازمی ہے۔ جیسا کہ عبادت کے اندر ہوا کرتی ہے۔ بخلاف دین ظاہر کے کہ اس میں محبت لازم نہیں ہے۔ اگرچہ اس میں انقیاد۔ اطاعت اور ذلت پائی جاتی ہے۔

اللہ تعالےٰ نے قیامت کے دن کا نام "یوم الدین" رکھا ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ اس دن لوگوں کو انکے اعمال کا بدلہ دیگا۔ اچھے اعمال کا اچھا بدلہ۔ اور برے اعمال کا برا بدلہ دیگا۔ اس معنی کے لحاظ سے لفظ "دین" جزا و بدلہ۔ اور حساب کے معنی پر مشتمل ہے۔ اور اس معنی کی رو سے قیامت کے دن کو "یوم الجزاء"۔ "یوم الحساب" کہا گیا ہے۔

اور اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

فلولا ان کنتم غیر مدینین ترجعونھا ان کنتم صادقین (سورۃ الواقعہ)

اگر تم کسی کے دبیل نہیں بنتے، اور سچے ہو تو جان کو لوٹا کیوں نہیں لاتے۔

یعنی اگر تم خدا کی ربوبیت میں نہیں ہو۔ اس کے سامنے مقہور و مغلوب نہیں ہو اور وہ تمہیں جزا اور بدلہ نہیں دیگا تو پھر تم اپنی روح کو واپس کیوں نہیں لوٹا لاتے؟

یہ آیت مزید تشریح کی محتاج ہے۔ یہ آیت "منکرین بعث" یا "منکرین قیامت" منکرین حساب کے مقابلہ میں۔ بطور حجت وارد ہوتی ہے اور یہ ضروری ہے کہ "حجت" "دلیل" اپنے "مدلول" کو مستلزم ہو تاکہ جب دلیل سامنے آجائے تو مدلول فوراً سامنے آجائے۔ ذہن اسی وقت مدلول کیطرف منتقل ہو جائے۔ کیونکہ دلیل و مدلول میں باہم تلازم ہوا کرتا ہے اور اسی لئے ملزوم اپنے لازم کے لئے دلیل ہوا کرتا ہے اور اس کے برعکس ہونا ضروری نہیں ہے ہو سکتا ہے کہ دلیل موجود ہو۔ لیکن مدلول تک نہ پہنچ سکے۔

آیت کے استدلال کی صورت یہ ہے۔ کفار عرب "یوم البعث" یعنی قیامت کے دن اور جزا و سزا کا انکار کرتے تھے اس لئے وہ رب العالمین سے کفر و انکار کرتے تھے اسکی قدرت و ربوبیت اور حکمت کا بھی انکار کرتے تھے۔

یہاں دو باتیں لازم اور ضروری تھیں یا تو وہ اس امر کے مقر اور معترف ہیں کہ انکا کوئی رب ایسا ہے جو قاہر۔ غالب اور زبردست ہے اور ایسا غالب اور زبردست ہے کہ بندوں پر اسکا پورا تصرف اور غلبہ ہے

Marfat.com

جب چاہتا ہے بندوں کو مارتا۔ اور جلاتا ہے اور انکو جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے اور جس چیز سے منع کرنا چاہتا ہے منع کر دیتا ہے نیکوکاروں کو اجر و ثواب سے نوازتا ہے اور بدکاروں کو عذاب دیتا ہے۔ اور یہ وہ اس شان اور صفات کے رب سے منکر ہیں۔ اگر وہ اس کا اقرار کرتے ہیں۔ تو یوم بعث۔ یوم حشر و نشر اور امری۔ جزائی دین کا اقرار کرتے ہیں۔ اور اگر وہ اس سے انکار کرتے ہیں۔ تو کفر کر رہے ہیں۔ اور خدا کا انکار کر رہے ہیں اور وہ یہ سمجھ رہے ہیں۔ کہ انکا کوئی "رب" اور پروردگار نہیں ہے۔ نہ وہ کسی کے محکوم ہیں نہ انکا کوئی ایسا رب ہے اور جو ان پر متصرف، اور غالب ہے۔ اس قسم کے لوگوں سے کہا جاتا ہے اگر ایسا ہے تو پھر تم اپنی موت کو کیوں دفع نہیں کرتے؟ جب وہ تمہارے پاس آتی ہے تم اسے کیوں نہیں ہٹا دیتے؟ اور اپنی روح کو جبکہ وہ حلقوم تک پہنچ جاتی ہے اپنی جگہ واپس کیوں نہیں لے آتے؟

آیت کا خطاب ان لوگوں کو ہے جن پر نزع کا وقت طاری ہے اور وہ اپنی موت کو سامنے دیکھ رہے ہیں۔ ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ تم اپنی روح کو اپنی جگہ واپس کیوں نہیں لے آتے؟ اگر تم اس پر قادر ہو۔ اور تم کسی دوسرے کی ربوبیت میں نہیں ہو۔ اور تم کسی غالب قادر کے سامنے کہ جس کے احکام تم پر جاری ہوں۔ جس کے اوامر و نواہی تم پر نافذ ہوں۔ مغلوب و مقہور نہیں ہو تو پھر تم اپنی روح کو کیوں واپس نہیں لوٹاتے؟

خدا کی وحدانیت و ربوبیت۔ بندوں پر خدا کے تصرف اور نفوذ احکام کے بارے میں یہ آیت ایک زبردست اور قوی ترین دلیل ہے۔

دین دو قسم کا ہے۔ دین شرعی امری۔ اور دین حسابی جزائی۔ اور یہ ہر دو قسم کے دین صرف اللہ وحدہ لاشریک ہی کے لئے ہیں۔ اور دین کل کا کل یا تو امر ہے۔ یا جزاء۔ اور ان ہر دو دینوں کی اصل محبت ہے۔ کیونکہ خدا نے جو کچھ بھی مشروع فرمایا ہے اور جس چیز کا بھی حکم دیا ہے۔ ظاہر ہے وہی چیز ہے جو خدا کو محبوب اور پسندیدہ ہے اور جس سے وہ راضی ہے اور جس چیز سے بھی وہ منع کرتا ہے وہ وہی چیز ہے جسے خدا مکروہ سمجھتا ہے اور جس سے وہ بغض و نفرت کرتا ہے کیونکہ یہ اس چیز کے بالکل منافی ہے جسے وہ محبوب رکھتا ہے اور جس سے وہ راضی ہے۔

دین امری کا مرجع خدا کی محبت و رضامندی ہے اور بندے کا دین اسی وقت مقبول ہے جبکہ اسکی محبت و رضامندی شامل ہو۔ جیسا کہ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے۔

ذاق طعم الایمان من رضی باللہ — اس نے ایمان کا مزہ چکھا جو اللہ کی ربوبیت سے

Marfat.com

راضی ہوا اور اسلام کو اپنا دین بنا کر اور محمدؐ کو رسول مان کر راضی ہوا

غرض! دین کی عمارت محبت پر قائم ہے اور محبت ہی کی وجہ سے دین شروع ہوا ہے اور محبت ہی کے لئے شروع ہوا ہے اور دین جزائی کا بھی یہی حال ہے۔ کیونکہ دین جزائی دو باتوں پر مشتمل ہے جن میں نیکو کاروں کو احسان و نیکی کا بدلہ دیا جائے اور مجرم۔ بدعمل۔ بدکرداروں کو انکے جرم کا بدلہ دیا جائے اور یہ ہر دو باتیں خدا کو محبوب اور پسندیدہ ہیں کیونکہ یہ عین اس کا عدل و فضل ہے۔ اور عدل و فضل خدا کے صفات کمالیہ ہیں اور حق سبحانہ اپنی صفات و اسماء کو محبوب رکھتا ہے اور اسے بھی محبوب رکھتا ہے جو ان صفات و اسماء کو محبوب رکھے

اور یہ ہر دو قسم کے "دین خدا کی صراط مستقیم" ہے جس پر خدا ہے۔ اللہ تعالےٰ اپنے اوامر اور نواہی۔ ثواب و عقاب میں اسی صراط مستقیم پر ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ اپنے پیغمبر ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول کو نقل فرماتا ہے جو انہوں نے اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

انی اشھد اللہ واشھدوا انی بری مما تشرکون من دونہ فکیدونی جمیعا ثم لا تنظرون انی توکلت علی اللہ ربی وربکم۔ ما من دابۃ الا ھو آخذ بناصیتھا ان ربی علی صراط مستقیم۔ (سورۃ ہود)	میں خدا کو گواہ کرتا ہوں تم بھی گواہ رہو کہ خدا کے سوا تم جو شریک بناتے ہو۔ میں ان سے بالکل بیزار ہوں تو تم سب ملکر میرے ساتھ اپنی بدی کر چلو اور مجھے مہلت نہ دو میں تو اللہ ہی پر بھروسہ رکھتا ہوں کہ وہ میرا اور تمہارا پروردگار ہے جتنے جاندار ہیں سب ہی کی تو چوٹی اسکے ہاتھ میں ہے بے شک میرا رب سیدھے راستے پر ہے۔

خدا کے پیغمبر حضرت ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب سمجھ لیا کہ رب العالمین اپنے خلق۔ امر۔ ثواب و عقاب۔ قضا و قدر۔ منع و عطاء۔ عافیت و بلاء۔ توفیق اور خذلان میں بالکل صراط مستقیم پر ہے اور ان امور میں وہ اپنے کمال مقدس سے خالی نہیں ہوتا جو اس کے اسماء و صفات کے مقتضیات سے ہیں۔ اور اس کے اسماء و صفات۔ عدل و حکمت۔ رحمت و احسان۔ فضل و کرم۔ ثواب کو ثواب کی جگہ اور عقوبت کو عقوبت کے مقام میں صرف کرتے ہیں۔ اور توفیق و خذلان۔ عطاء منع۔ ہدایت و ضلالت کو ٹھیک ٹھیک اپنے اپنے صحیح مقامات پر رکھتے ہیں۔ اور خدا کے اسماء و صفات جس کمال مقدس کے مقتضی ہیں۔ اس میں کامل اور مکمل ہیں کہ خدا کمال حمد و ثنا کا حقدار ہے تو حضرت ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اندر علم و عرفان کی ایسی لہر دوڑ گئی کہ اپنی قوم کے اجتماع میں بلا خوف و خطر کھڑے ہو گئے اور نڈر دل لے کر خدائے قدوس کی عظمت و جلالت کو سامنے رکھ کر پکار اٹھے۔

انی اشھد اللہ ۔ واشھدوا ان بریئ مما تشرکون من دونہ۔ (سورۃ ہود)

میں خدا کو گواہ بناتا ہوں۔ اور تم بھی گواہ رہو۔ کہ خدا کے سوا جو تم دوسرے کو شریک بناتے ہو میں اس سے بری ہوں۔

اس کے بعد خدا کا یہ پیغمبر خدا کی قدرت عامہ۔ اس کے قہر و غلبہ کی عمومیت۔ اور خدا کے سوا تمام پر خدا کے قہر و غلبہ کی۔ اور خدا کی عظمت و جلالت کے سامنے ہر شئی کے جھکنے۔ ذلیل ہونے اور مغلوب و مقہور رہنے کی خبر دیتا ہے۔

ما من دابۃ الا ھو آخذ بناصیتھا جتنے جاندار ہیں سب کی چوٹی اسکے ہاتھ میں ہے

پکار اٹھے کہ جس کی پیشانی اور چوٹی دوسرے کے ہاتھ میں ہے۔ خود دوسرے کے قبضہ میں ہے۔ دوسرے کے قہر و غلبہ۔ دوسرے کی سلطنت و فرمانروائی میں ہے۔ وہ ایسے لوگوں سے کیونکر ڈر سکتا ہے۔ ایسے لوگوں سے ڈرنا انتہا درجہ کی ذلالت اور قبیح ترین ظلم ہے۔

اس کے بعد خدا کا یہ پیغمبر خبر دیتا ہے۔ خدا صراط مستقیم پر ہے اور ہر وہ چیز جو اس کی قضاء و قدر فیصلہ کرے۔ صراط مستقیم ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ بندہ خدا کے ظلم و جور سے نہیں ڈرتا۔ کیونکہ اس ذات سے ظلم و جور ممکن ہی نہیں ہے اور اس لیے میں خدا کی ذات کے سوا کسی سے ڈرتا نہیں کیونکہ "میری پیشانی" "میری چوٹی" "میرے اختیارات" اسی کے ہاتھ میں ہیں۔ اس کے ظلم و جور سے میں قطعاً بے خوف ہوں کیونکہ وہ صراط مستقیم پر ہے ظلم و جور اس کی شان نہیں۔

حق سبحانہ و تعالیٰ کی ذات وہ ذات ہے کہ بندوں کے حق میں اسی کا حکم جاری ہوتا ہے اور اس کے فیصلہ میں عدل ہے۔ ملک اسی کا ہے۔ اور وہی حمد و ثنا کا مستحق ہے۔ بندوں پر اس کا تصرف عدل و فضل کی حدود سے باہر نہیں ہے۔ اگر وہ دیتا ہے تو یہ اس کا کرم ہے۔ ہدایت و راہنمائی کرتا ہے۔ خیر و فلاح کی توفیق عطا فرماتا ہے تو عین اس کا فضل اور اس کی رحمت ہے۔ اگر منع کرتا ہے اور اپنے انعامات سے کسی کو محروم کر دیتا ہے۔ یا کسی کو ذلیل کرتا ہے۔ یا گمراہ کرتا ہے۔ رسوا کرتا ہے شقی و بدبخت گردانتا ہے تو یہ اس کا عدل اور اس کی حکمت ہے۔

غرض دینے میں لینے ہیں۔ عطا و بخشش میں۔ اور عطا و بخشش سے محروم رکھنے میں۔ خدا صراط مستقیم پر ہے۔

چنانچہ حدیث صحیح کے اندر وارد ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

ما اصاب عبدا قط هم ولا حزن. فقال اللهم انی عبدك وابن عبدك. وابن امتك ناصیتی بیدك. ماض فی حكمك عدل فی قضائك. اسئلك اللهم بكل اسم هو لك. سمیت به نفسك او انزلته فی كتابك. او علمته احدا من خلقك او استأثرت به فی علم الغیب عندك ان تجعل القرآن ربیع قلبی و نور صدری و جلاء همی و حزنی و ذهاب همی وغمی، الا اذهب الله همه وغمه. وابدله فرجا مكانه۔

جب کسی بندے کو کوئی مصیبت اور رنج پہونچے تو وہ یہ پڑھ لیوے "اے اللہ میں تیرا بندہ ہوں۔ تیرے بندے کا بیٹا ہوں تیری بندی کا بیٹا ہوں۔ میری پیشانی اور چوٹی تیرے ہاتھ میں ہے مجھ پر تیرا ہی حکم جاری ہوتا ہے میرے حق میں تیرا فیصلہ عین عدل ہے۔ اے اللہ میں تیرے ہر اس نام سے جو تو نے اپنے لئے رکھا ہے یا جو تو نے اپنی کتاب میں اتارا ہے۔ یا تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھایا ہے۔ یا جسے تو نے اپنے علم غیب کے اندر محفوظ کر رکھا ہے تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو قرآن کو میرے قلب کی شادابی اور میرے سینے کا نور اور میرے ہم و غم۔ حزن و ملال کے دفعیہ کا سبب بنا دے!! اس کے پڑھنے سے خدا اس کے ہم و غم کو دور کر دیگا اور اسکی جگہ فراخی اور کشادگی عطا فرمائے گا۔

حدیث کا یہ حکم رب العالمین کے کونی اور امری ہر دو حکموں پر مشتمل اور اختیاری اور غیر اختیاری محل پر جو قضاء و قدر ہو اس پر مشتمل ہے۔ یہ ہر دو قسم کے حکم بندوں کے حق میں جاری ہیں اور ہر دو قسم کے فیصلے بندوں کے حق میں عدل ہیں۔ پس یہ حدیث مذکورہ بالا آیت ہی سے مستفاد اور ماخوذ ہے۔ آیت میں اور حدیث میں انتہائی قریبی نسبت ہے

فصل

(صورتوں سے عشق اور حسن پرستی کے دنیوی۔ اخروی مفاسد)

اب ہم عشق اور حسن پرستی کے دنیوی۔ اخروی مفاسد کو ایک مستقل فصل میں پیش کرکے اصل سوال کے جواب کو ختم کر دیتے ہیں اگرچہ اس کے مفاسد اس قدر

Marfat.com

ہیں۔ کہ بیان کرنیوالا جس قدر بھی بیان کرے کم ہیں۔

عشق وحسن پرستی کا اولین اور بالذات خاصہ یہ ہے کہ وہ سب سے پہلے قلب کو فاسد اور خراب کر دیتا ہے جب قلب فاسد اور خراب ہو جاتا ہے تو انسان کے تمام ارادے۔ اقوال اور افعال خراب ہو جاتے ہیں اور توحید کے تمام مورچے فاسد اور خراب ہو کر رہ جاتے ہیں۔ یہ تو تم اوپر پڑھ چکے ہو۔ اور اللہ تعالےٰ نے چاہا تو ہم کچھ اور آگے بیان کریں گے۔

مرض عشق۔ اور صورت پرستی کے متعلق دو گروہ کی حکایت خدائے قرآن حکیم کے اندر بیان کی ہے۔ لوطیوں کا قصہ اور عورتوں کا قصہ۔ چنانچہ قرآن حکیم کے اندر حضرت یوسفؑ۔ اور عزیز مصر کی بی بی کے عشق ومحبت اور اس کی عیاری۔ مکاری کا قصہ بیان فرمایا ہے۔ اور وہ ہر حالت بیان کی ہے جو اس بارے میں حضرت یوسفؑ پر گذری۔ اور انکے صبر وثبات۔ عفت پاکدامنی تقویٰ وپرہیزگاری نے انکو جس مقام پر پہونچایا اس کی سرگذشت بیان کی۔ نیز وہ مصیبت بیان کی جس سے حضرت یوسفؑ کو دوچار ہونا پڑا۔ واقعہ یہ ہے کہ اس بارے میں حضرت یوسفؑ نے جس صبر وثبات اور تقویٰ وپرہیزگاری کا ثبوت دیا ہے دوسرا کوئی نہیں دے سکتا سوائے اس شخص کے جسے پروردگار عالم صبر وثبات سے نوازے۔ کیونکہ ہر کام اپنے دواعی واسباب کی قوت اور بلا رکھنے والے اسباب کے زوال سے سب حال ہوا کرتا ہے۔ یہاں دواعی جرم اور ارتکاب جرم کے اسباب کامل طور پر موجود تھے۔ اور موجود ہونے کی چند وجوہ ہیں۔

۱۔ یہ کہ مرد کی طبیعت خدا نے کچھ ایسی بنائی ہے کہ وہ عورت کی طرف مائل ہوتا ہی ہے جس طرح پیاسا آدمی پانی کی طرف۔ یا بھوکا آدمی کھانے کی طرف مائل ہوتا ہے۔ بلکہ بہت سے لوگ ایسے دیکھے گئے ہیں کہ کھانے پینے میں صبر کر جاتے ہیں۔ مگر عورت کے متعلق صبر نہیں کر سکتے۔ اور یہ بات بھی اگر حلال وجائز شکل میں ہو تو کچھ مذموم نہیں ہے۔ بلکہ قابل تعریف ہے جیسا کہ امام احمد بن حنبلؒ کی کتاب الزہد کے اندر حضرت انسؓ سے ایک حدیث مروی ہے۔

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

حبب الی من دنیاکم الطیب. والنساء	تمہاری دنیا میں سے دو چیزیں مجھے محبوب ہیں
اصبر علی الطعام۔ والشراب. ولا	خوشبو اور عورتیں۔ میں کھانے پینے سے صبر کر
اصبر عنھن۔	سکتا ہوں لیکن عورتوں سے صبر نہیں کر سکتا۔

۲۔ حضرت یوسفؑ نوجوان آدمی تھے۔ اور ظاہر ہے کہ نوجوان کی شہوت کی حدت اور گرمی بہت زیادہ اور تیز تر ہوا کرتی ہے۔

Marfat.com

۳۔ حضرت یوسفؑ مجرد تھے نہ کوئی بی بی تھی۔ نہ کوئی باندی جس سے اپنی شہوت پوری کر سکتے اور خواہش و شہوت کی آگ بجھا سکتے۔

۴۔ آپ غریب الوطن اور مسافر تھے اور ظاہر ہے۔ غربت و مسافرت میں اس قسم کا کام کرنے میں وہ دقتیں پیش نہیں آتیں جو وطن میں پیش آتی ہیں۔ جو دقتیں اہل و عیال۔ جاننے پہچاننے والوں میں پیش آتی ہیں۔ وہ اجنبیوں میں پیش نہیں آتیں۔

۵۔ یہ عورت صاحبِ منصب و جمال تھی۔ منصب و جمال کے ساتھ ہی ساتھ اس کا شوہر اس کا مطیع و فرمانبردار تھا۔ اور ہر وقت اسکی رضا جوئی میں رہتا تھا۔

۶۔ یہ کہ عورت اس فعل سے انکار نہیں کر رہی تھی۔ بلکہ وہ خود حضرت یوسفؑ کو اس کام کے لئے مجبور کر رہی تھی۔ بعض آدمیوں کی طبیعت ہوا کرتی ہے کہ جب عورت انکار کرتی ہے تو انکی رغبت اس سے کم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اس میں وہ اپنی ذلت اور توہین سمجھتے ہیں۔ اور اس کے آگے جھکنے میں اپنی بے عزتی اور بے توقیری خیال کرتے ہیں اور بہت سے آدمی ایسے بھی ہوتے ہیں کہ انکار سے انکی آتش محبت اور تیز ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

وزادنی کلفا فی الحب انہ منعت　　امر شیئ الی الانسان ما منعا

اگر وہ منع کرتی ہے تو محبت کی تکلیف اور بڑھ جاتی ہے۔　　کیونکہ جس چیز سے انسان کو منع کیا جاتا ہے وہ اسے زیادہ محبوب ہو جاتی ہے

غرض لوگوں کی طبیعتیں اس بارے میں مختلف ہیں۔ بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ عورت اپنی رغبت و محبت ظاہر کرتی ہے تو انکی محبت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے اور انکار کرتی ہے تو محبت مضمحل ہو جاتی ہے۔

ایک قاضی کا قصہ مجھے معلوم ہے اس کی بی بی یا باندی جب کبھی اس سے انکار یا بے توجہی برتتی تو انکی محبت و خواہش مضمحل ہو جاتی۔ اور ایسی مضمحل ہو جاتی کہ وہ پھر کبھی اسکے پاس نہیں جاتے تھے۔

بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ وہ منع و انکار سے انکی آتش محبت اور تیز ہو جاتی ہے اور جسقدر منع و انکار زیادہ ہوتا ہے آتش محبت اور تیز تر ہو جاتی ہے۔ اور اسے اپنی کامیابی و ظفرمندی کی کوششوں میں اور زیادہ لذت آتی ہے۔ جیسا کہ کسی چیز کو محنت مشقت اور مشکلات کے بعد حاصل کرنیکے بعد اس میں لذت آتی ہے یا کوئی چیز بڑی منت۔ سماجت۔ خوشامد و لجاجت سے حاصل ہوتی ہے اسمیں لذت آتی ہے۔

Marfat.com

۷۔ یہ کہ حضرت یوسفؑ کو خود اس عورت نے مجبور کرنیکی کوشش کی تھی۔ خود اسی نے اس کا
کے لئے آپکو مجبور کرنا چاہا تھا۔ اس لئے بیان طلب وسوال منت وسماجت۔ خوشامد ولجاجت کی
ضرورت ہی نہ تھی۔ رغبت وطلب کی ذلت اسی کے سر تھی۔ آپ کے سر نہ تھی۔ وہی عاجز وذلیل تھی
اور آپ ایک مطلوب محبوب۔ اور عزیز مرغوب تھے۔

۸۔ یہ کہ حضرت یوسفؑ اس عورت کے گھر میں رہتے سہتے تھے۔ اس کے محکوم تھے اسکے قابو
میں تھے اور اس طرح کہ اس کی اطاعت سے روگردانی کیجائے تو وہ آپکو ہر طرح کی تکلیف پہونچا سکتی
تھی اور اس لحاظ سے یہاں رغبت کا داعیہ بھی موجود ہے۔ اور خوف ہراس کا بھی۔

۹۔ یہ کہ یہاں اس بات کا بھی کوئی خوف اور ڈر نہ تھا کہ خود یہ عورت۔ یا دوسرا کوئی
آدمی اس راز کو افشا کر دے گا۔ کیونکہ وہ خود ہی اس کام کو چھپاتی تھی۔ اور اس کی خواہشمند
تھی اور اس کام کے ارادہ سے اس نے اپنے دروازے بند کر دیئے تھے اور تما
رقیبوں اور نقیبوں کو وہاں سے الگ کر دیا تھا۔

۱۰۔ یہ کہ حضرت یوسفؑ اس عورت کے غلام اور مملوک تھے۔ ہمہ وقت گھر میں
تھے۔ ہر وقت اندر جاتے آتے تھے۔ ہر وقت اس کے حضور میں رہا کرتے تھے۔ ان پر اس قسم کا شبہ ہو
کیا جا سکتا تھا۔ اور عورت کی جانب سے اس خواہش کے اظہار سے پہلے بھی آتے جاتے تھے اور ہر طرح
امین سمجھے جاتے تھے۔ اور ظاہر ہے یہ بات اس کام کے لئے ایک قوی ترین داعیہ ہے، جیسا کہ اشراف
عرب کی ایک شریف خاتون نے کہا ہے۔ کسی نے اس سے پوچھا۔ کس بنا پر تو نے زنا کا ارتکاب
کیا؟ اس نے جواب دیا۔ فساد وخرابی قریب تھی۔ اور کالی راتیں تھیں۔ یعنی یہ آدمی میرے
کے قریب ہی سویا کرتا تھا اور اندھیری راتیں ہماری پردہ پوشی کرتی تھیں۔

۱۱۔ یہ کہ عزیز مصر کی بی بی نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اس کام پر مجبور کرنے کے لئے مکر
عیار۔ حیلہ جو۔ اور عیاری۔ مکاری۔ کبادی کی فنکار عورتوں کو اس کام میں مدد دینے کے لئے جمع کیا
تھا۔ کہ وہ اس کام میں۔ اس کی امداد کریں۔ اور اپنے اپنے چرتروں کو بروئے کار لائیں
اس نے حضرت یوسفؑ کو ان کے سامنے پیش کیا۔ اور اپنی ناکامی اور نامرادی
ان کے سامنے شکایت کی۔ اور ان سے امداد کی خواہاں ہوئی۔ اور حضرت یوسفؑ نے اس
وقت ان کے مقابلہ میں کامیابی کے لئے خدا کی بارگاہ سے امداد چاہی۔ اور
عرض گذار ہوئے۔

Marfat.com

والا تصرف عنی کیدھن أصب الیھن واکن من الجاھلین۔ (سورۃ یوسف)

اور اگر ان کے پھندوں کو تو نے مجھ سے دفع نہ کیا تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور نادانوں میں ہو جاؤں گا۔

۱۲۔ یہ کہ حضرت یوسفؑ کو جیلخانہ بھیجنے اور ذلیل و رسوا کرنیکی اس عورت نے دھمکی دی۔ کہ اگر تم میرا مقصد پورا نہیں کرو گے تو میں تمہیں جیل بھیجدونگی۔ اور ذلیل و رسوا کرونگی ظاہر ہے یہ ایک زبردستی ہے بدکاری پر جبر و اکراہ کیا جا رہا ہے کیونکہ یہ اس عورت کی دھمکی ہے جو ایسا کر سکتی ہے غور کرو یہاں داعیہ شہوت بھی موجود ہے اور جیل سے۔ اور جیل کی ذلت و تکلیف سے سلامتی تلاش کرنیکا داعیہ بھی موجود ہے۔

۱۳۔ یہ کہ اس عورت کے شوہر نے حضرت یوسفؑ کے متعلق کبھی غیرت و غیوت۔ اور شبہ کا اظہار نہیں کیا تھا۔ جس سے یہ خیال کیا جائے کہ دونوں میں تفریق و جدائی پیدا کیجائیگی اور ایک دوسرے کو علیحدہ کر دیا جائے گا۔ بلکہ بی بی کا معاملہ طشت از بام ہو جاتا ہے۔ اسوقت بھی وہ اپنی بی بی اور حضرت یوسفؑ کو خطاب کر کے کہتا ہے۔ حضرت یوسفؑ سے کہتا ہے۔

اعرض عن ھذا (سورۃ یوسف) یوسف اس کو جانے دو

اور بی بی سے کہتا ہے۔

استغفری لذنبک انک کنت من الخاطئین۔ (سورۃ یوسف) تو اپنے قصور کی معافی مانگ کیونکہ سراسر تیری ہی خطا ہے۔

یہ ظاہر ہے۔ کہ شوہر کی غیرت اس کام میں ایک زبردست رکاوٹ ہوا کرتی ہے اور یہاں یہ رکاوٹ بھی مفقود ہے۔

غرض ہر قسم کے دواعی و اسباب کے ہوتے ہوئے بھی حضرت یوسفؑ خدا کی رضامندی رضا جوئی۔ اور اس کے خوف کو مقدم رکھتے ہیں۔ اور محبت خداوندی انکا دامن پکڑتی ہے اور ثابت قدم رکھتی ہے۔ اور زنا کے مقابلہ میں وہ جیل اور جیل کی اسیری کو پسند کر لیتے ہیں۔ چنانچہ قرآن حکیم آپ کے غریمانہ قول کو یوں نقل کرتا ہے۔

رب السجن احب الی مما یدعوننی الیہ (سورۃ یوسف)

اے میرے رب جس کی طرف یہ عورتیں مجھے بلاتی ہیں۔ قید میں اپنا جانا اس سے رہنا زیادہ پسند ہے۔

حضرت یوسفؑ خوب سمجھ رہے تھے کہ ۱۱ اور مصیبت جیل گئے بغیر ٹلنے والی نہیں ہے اور

Marfat.com

واقعہ یہ ہے کہ پروردگار عالم آپکی دستگیری نہ فرماتا۔ تو مصر کی عورتوں نے جو کمند اور پھندے آپ کے لئے بچھائے تھے ان سے بچ نکلنا بہت دشوار تھا۔ آپ طبعی طور پر اسطرف جھک پڑتے اور جاہلوں کی فہرست میں اپنا نام لکھوا دیتے۔ اور یہ حضرت یوسفؑ کا کمال علم و معرفت تھا۔ کہ آپنے اپنے رب اور اپنے نفس اور اپنے مقام کو اچھی طرح سمجھ لیا۔ اور صبر و ثبات کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔

حضرت یوسفؑ کے اس قصہ میں بڑی بڑی عبرتیں۔ اور بے شمار فوائد و حکمتیں مضمر ہیں۔ جو ہزاروں فوائد پر مشتمل ہے۔ خدائے قدوس توفیق عطا فرمائے کہ ہم اس کے فوائد کو ایک مستقل تصنیف کی شکل میں دنیا کے سامنے پیش کر سکیں۔

فصل

(عشاق و حسن پرستوں کا دوسرا گروہ لوطی ہے)

عشاق و حسن پرستوں کا دوسرا گروہ جس کا تذکرہ خدا نے قرآن حکیم کے اندر کیا ہے۔ وہ لوطیوں کا گروہ ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وجاء اهل المدينة يستبشرون. قال هولاء ضيفي فلا تفضحون. واتقوا الله ولا تخزون: قالوا اولم ننهك عن العالمين؟ قال. هولاء بناتي ان كنتم فاعلين. لعمرك انهم لفي سكرتهم يعمهون (سورۃ حجر)	اور شہر کے لوگ بارادۂ بدخوشیاں مناتے ہوئے لوطؑ کے پاس پہونچے لوط نے ان سے کہا یہ میرے مہمان ہیں تو مجھے تم فضیحت نہ کرو اور خدا سے ڈرو اور مجھے رسوا نہ کرو۔ وہ بولے کیا ہم نے تمکو دنیا جہان کے لوگوں کی مدافعت نہیں کر دی تھی؟ لوط نے کہا اگر تم کو کرنا ہے۔ تو یہ میری بیٹیاں ہیں ان سے نکاح کر لو۔ اے پیغمبر! تمہاری جان کی قسم یہ لوط کی قوم کے لوگ اپنی بدمستی پر بڑے جھوم رہے تھے۔

عشق کی یہ دو صورتیں ہیں۔ جو دو قسم کے گروہ کے متعلق خدا نے پیش کی ہیں۔ جن کا قصہ خدا نے قرآن حکیم کے اندر بیان کیا ہے۔ اور ہر دو قسم کا عشق۔ اور حسن پرستی اس نے حرام قرار دی ہے۔ لیکن لوگوں نے اس کی پرواہ نہیں کی ہے۔ اور اس عشق اور حسن پرستی کی مضرتوں اور نقصانات

کی اہمیت کو نہیں سمجھا۔

عشق و حسن پرستی ایسا لا علاج مرض ہے کہ بڑے بڑے اطباء اس کے علاج سے قاصر اور عاجز ہو چکے ہیں۔ مریضان عشق کی صحت و شفاء ناممکن ہے۔ قسم خدا کی یہ ایک مہلک مرض اور قاتل زہر ہے۔ جس پر بھی اس نے وار کیا ختم کر کے چھوڑا۔ اور اس کی قید و بند سے نجات دلانا ساری دنیا کیلئے دشوار و ناممکن ہو گیا۔ جس جگہ بھی یہ آگ مشتعل ہوئی۔ اس سے نکلنا اور نکالنا دشوار ہو گیا۔

اس عشق و محبت اور صورت پرستی کی بہت سی قسمیں ہیں۔ یہ عشق انسان کو کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ اگر انسان اپنے معشوق کو معبود بنا لے۔ اور اس سے اسی قسم کی محبت کرنے لگے۔ جیسی خدا سے کی جاتی ہے تو یہ کفر ہے۔ اور اگر یہ محبت ایسی ہو کہ خدا کی محبت سے بھی زیادہ ہو تو یہ بڑی ہی خطرناک اور مہلک محبت ہے۔ یہ ایسا عشق اور ایسی محبت ہو گی۔ جسے خدا کبھی نہیں بخشے گا۔ کیونکہ یہ عظیم ترین شرک ہے اور خدا کا یہ فیصلہ ہے کہ وہ شرک کو کبھی معاف نہیں کرے گا۔ شرک کے سوا دوسرے گناہ توبہ و استغفار سے معاف کر دے گا۔ لیکن شرک ایسا گناہ ہے۔ جو ہرگز معاف نہیں کیا جائے گا۔

اس عشق شرکی و عشق کفری کی علامت یہ ہے کہ عاشق اپنے معشوق کی رضامندی کو خدا کی رضامندی کے مقابلہ میں ترجیح دے۔ جب معشوق کا حق اور خدا کا حق، معشوق کی طاعت اور خدا کی طاعت باہم ٹکرائیں تو وہ معشوق کے حق اور معشوق کی طاعت کو مقدم سمجھے۔ معشوق کی رضامندی کو خدا کی رضامندی کے مقابلہ میں ترجیح دے۔ اور اپنے تمام اوقات معشوق کے لئے وقف کر دے اور اگر خدا کے لئے کچھ وقت نکالے بھی تو وہی جو معشوق کے اوقات سے فاضل ہو۔

اب تم عشاق و حسن پرست لوگوں کے حالات پر غور کرو۔ کیا ٹھیک ٹھیک ان حالات پر منطبق نہیں ہوتے؟ ان لوگوں کے حالات کو تم ایک پلہ میں رکھو اور ان کی توحید کو ایک پلہ میں رکھو اور ان کے ایمان کو ایک پلہ میں رکھو۔ اور تولو اور اندازہ کرو کہ کیا اللہ اور اس کے رسول کی رضاجوئی اور عدل الٰہی کے مطابق ہیں۔۔؟

بعض عشاق تو وصل معشوق کو توحید رب العالمین سے بھی زیادہ محبوب رکھتے ہیں۔ جیسا کہ کسی خبیث نے کہا ہے۔

یتوشفن من فمی رشفات ھن احلی فیہ من توحید

میرے لعاب دہن کے چند قطرے جو ان کے منہ میں جاتے ہیں۔ یہ ان کے منہ میں توحید سے بھی زیادہ شیریں ہوتے ہیں۔

ایک اور خبیث کہتا ہے۔ وصل معشوق مجھے پروردگار کی رحمت سے زیادہ مرغوب ہے۔

Marfat.com

العیاذ باللہ

ایک اور شاعر کہتا ہے۔

وصلک اشہی الی فؤادی　　من رحمۃ الخالق الجلیل

تیرا وصل میرے دل کو خالق جلیل کی　　رحمت سے زیادہ مرغوب ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس قسم کا عشق ایک عظیم ترین شرک ہے چنانچہ بہت سے عشاق صاف لفظوں میں اس کی تصریح کر رہے ہیں کہ "ان کے قلوب میں معشوق کے سوا کسی کی جگہ نہیں معشوق ان کے پورے قلب کا مالک ہو جاتا ہے۔ اور یہ لوگ اپنے معشوق کے خالص غلام اور بندے بن جاتے ہیں۔ اپنے پروردگار خالق جل جلالہ کی عبودیت و غلامی چھوڑ کر اپنے جیسے مخلوق کی عبودیت و غلامی پر راضی ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ عبودیت اسی کمال محبت اور خضوع انکساری ہی کا تو نام ہے ان لوگوں نے بھی اپنی محبت اور خضوع اور خاکساری کو اپنے معشوق تک منحصر کر دیا ہے اور اپنی عبودیت کو اس کے چرنوں میں ڈال دیا ہے اور ظاہر ہے۔ اس امر عظیم کے مفسدے میں اور زنا کاری کے مفسدے میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ زنا کبیرہ گناہ ہے جس طرح دوسرے کبائر ہیں۔ اور یہ شرک ہے۔ چنانچہ بعض کا قول ہے۔ کہ ان صورتوں کی پرستش سے زنا کرنا میرے نزدیک زیادہ محبوب ہے۔ اگر میں عشق و حسن کے امتحان و ابتلاء کے مقابلہ میں کسی سے زنا کر لوں تو یہ مجھے زیادہ پسند ہے کیونکہ عشق میرے قلب کو معشوق کی عبادت کرا لیتا ہے اور قلب کو خدا کی طرف سے موڑ کر اپنی طرف جھکا لیتا ہے۔

فصل

(عشق و حسن پرستی کے مفاسد اور ان کا علاج)

عشق ایک مرض مہلک ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ پہلے انسان اچھی طرح سمجھ لے کہ جس مرض اور بیماری میں یہ مبتلا ہوا ہے۔ وہ سراسر توحید خداوندی کے خلاف اور متضاد ہے۔ اس کے کچھ ایسی ظاہری اور باطنی عبادتیں کرتا رہے۔ جو اس کے قلب سے عشق کے افکار کا تسلسل منقطع کر دے۔ بارگاہ خداوندی میں انتہائی عاجزی اور خاکساری کے ساتھ التجاء اور تضرع بہت زیادہ کرے کہ وہ اس مرض کو دفع فرمائے۔ اور اس کے قلب کو اپنی طرف موڑ دے۔

اس مرض کی دوا اس سے بہتر اور سود مند کوئی نہیں کہ اخلاص کے ساتھ خدا کی طرف رجوع کیا جائے اور یہی وہ دوا ہے۔ جس کا ذکر خدا نے قرآن حکیم کے اندر فرمایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے

Marfat.com

كذالك لنصرف عنه السوء والفحشاء انه من عبادنا المخلصين :

اس طرح ہم نے یوسفؑ کو ثابت قدم رکھا تاکہ بدکاری اور بے حیائی سے ان کو دور رکھیں۔ بلاشبہ کہ وہ ہمارے نیک بندوں میں سے ہے۔

آیت میں خدا یہ خبر دیتا ہے کہ حضرت یوسفؑ کو ان کے اخلاص کی وجہ سے عشق کی مصیبت اور بدکاری سے بچا لیا گیا۔ جب قلب کے اندر خلوص ہوتا ہے اور اخلاص کے ساتھ صرف اللہ کے لئے عمل ہوتا ہے تو عشق حرام ایسے دل میں جاگزیں نہیں ہو سکتا۔ عشق حرام اسی قلب میں جگہ بناتا ہے۔ جو خالی ہوتا ہے۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

اتانی هواها قبل ان اعرف الهوى فصادف قلباً خالیا فتمكنا

میں محبت کو جانتا بھی نہ تھا۔ اس سے پہلے محبوبہ کی محبت میرے پاس آ گئی۔

اس نے قلب کو خالی پایا تو وہ جاگزین ہو گئی۔

عقلمند اور ذی ہوش کو سمجھنا چاہیئے کہ عقل اور شریعت تحصیل مصالح اور اس کی تکمیل اور مفاسد کی مدافعت کو واجب اور لازم قرار دیتی ہے۔ جب کسی عقلمند کے سامنے کوئی ایسی چیز پیش آئے جس کے اندر مصلحت بھی ہے اور مفسدہ بھی۔ تو اس وقت اس پر دو باتیں لازم ہو جاتی ہیں ایک علمی، دوسری عملی، علمی یہ ہے کہ انسان مصلحت و مفسدہ میں سے راجح پہلو پر غور کرے اور پوری کوشش سے راجح پہلو کو سمجھے اور جو پہلو اصلح ہو اسے اختیار کرے۔ کیونکہ اصلح پر عمل کرنا انسان کے لئے واجب اور ضروری ہے۔

یہ معلوم ہے کہ عشق اور صورت پرستی میں نہ کوئی دینی مصلحت موجود ہے۔ نہ دنیوی اور اگر اس میں کوئی مصلحت موجود بھی ہو تو اس سے کہیں زیادہ اس کے اندر دینی، دنیوی مفاسد موجود ہوتے ہیں اور یہ کئی طریقوں پر ہے۔

اول یہ کہ پروردگار عالم کی محبت و ذکر کے ساتھ مخلوق کی محبت و ذکر میں اسے مشغولیت ہو جاتی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ یہ دونوں چیزیں ایک قلب میں اور ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں اور اس لئے یہ ہر دو چیزیں باہم ایک دوسرے پر غالب ہونے کی کوشش کرتی رہتی ہیں۔ اور بالآخر جو غالب آتا ہے۔ اسی کی سلطنت و حکومت قلب پر قائم ہو جاتی ہے اور قلب اسی کا ہو کر رہ جاتا ہے۔

دوم یہ کہ معشوق کے عشق و محبت میں اس کا قلب سخت ترین عذاب کا شکار ہو جاتا ہے جس سے اس کو کسی وقت بھی نجات نہیں ملتی۔ اور جو آدمی خدا کے سوا کسی اور سے محبت کرتا ہے۔ اس کے لئے

Marfat.com

یہ عذاب لازم اور ضروری ہے۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

فما فی الارض اشقی من محب وان وجد الھوی حلوا لمذاق

محبت کرنیوالے سے زیادہ اس زمین پر کوئی بدبخت نہیں اگرچہ محبت کا مزہ میٹھا اسے معلوم ہوتا ہے۔

تراہ باکیا فی کل حین مخافۃ فرقۃ او لاشتیاق

تم دیکھوگے کہ وہ ہر وقت روتا ہی رہے گا۔ یا تو فراق کے خوف سے یا وصال کے شوق میں

فیبکی ان ناوا شرقا الیھم ویبکی ان دنوا خوف الفراق

اگر معشوق دور ہوتا ہے تو شوق کے مارے روتا ہے۔ اور اگر قریب ہوتا ہے تو فراق کے خوف سے ہوتا ہے

فتسخن عینہ عند الفراق وتسخن عینہ عند التلاق

پس اس کی آنکھیں فراق کے وقت گرم آنسو ٹپکاتی ہیں: اور ملاقات کے وقت بھی روتی ہیں۔

غرض! عشق وہ مصیبت ہے کہ عاشق لذت اندوز ہوتا ہے۔ تب بھی اس کا قلب عذاب میں مبتلا رہتا ہے۔

سوم: یہ کہ معشوق عاشق کا اسیر اور غلام بن جاتا ہے اور ایسا اسیر و غلام کہ وہ اسے ہر وقت ذلیل و خوار اور رسوا کرتا رہتا ہے۔ لیکن عشق کا نشہ اس پر کچھ اس طرح سوار رہتا ہے کہ اسے اس ذلت و رسوائی کی مصیبت کا شعور و احساس تک نہیں ہونے پاتا اور اس کے قلب کی حالت اس چڑیا کی سی ہو جاتی ہے۔ جو کسی بچہ کے ہاتھ میں گرفتار ہوتی ہے۔ بچہ اسے ستاتا رہتا ہے اور اسے ایک کھیل و تماشہ سمجھتا ہے۔ لیکن چڑیا کی جان جاتی ہے۔ غرض! عاشق کی حالت ایک دست و پا بستہ قیدی کی سی ہے۔ بخلاف اس کے جو اس بیماری سے آزاد ہے۔ وہ اس مصیبت سے بھی آزاد ہے۔ عاشق کی حالت کے متعلق کسی نے کہا ہے۔

طلیق برای العین وھو اسیر علیل علی قطب الھلاک یدور

عاشق بظاہر تو آزاد نظر آتا ہے مگر وہ ایک قیدی ہے۔ وہ ایک بیمار ہے جو ہلاکت کے محور پر گھوم رہا ہے۔

ومیت یری فی صورۃ الحی غاریا ولیس لہ حتی النشور نشور

وہ ایک مردہ ہے جو زندوں کی طرح چلتا پھرتا نظر آتا ہے۔ لیکن حشر کے دن تک بھی اسکا زندہ ہونا دشوار ہے۔

اخو غمرات صناع فیھن قلبہ فلیس لہ حتی الممات حضور

وہ ایسے غاروں میں پڑا ہے جہاں اس کا قلب کھو گیا۔ اب موت تک اسے پھر اس کا قلب ملنے کا نہیں۔

چہارم: یہ کہ عشق انسان کو دینی، دنیوی مصالح سے بالکل غافل اور بے خبر کر دیتا ہے۔ اور اسے

عشق کی مشغولیتوں ہی میں مصروف رکھتا ہے۔ اس لئے عشق صورت پرستی سے بڑھ کر مصالح دین و دنیا کو ضائع کرنے والی کوئی چیز نہیں۔ کیونکہ دینی مصالح کا دار و مدار جمعیت قلب، جمعیت خاطر اور توجہ الی اللہ پر ہے اور عشق صورت پرستی قلب و نظر کو کلیتہً متفرق و منتشر کر دیتی ہے اور مصالح دینیہ حقیقتہً مصالح دین پر موقوف ہیں۔ پس جس کے مصالح دینی ضائع ہوں گے۔ اس کے مصالح دنیوی یقیناً زیادہ سے زیادہ ضائع ہو جائیں گے۔

پنجم : یہ کہ عشق کے لئے دنیا و آخرت کی آفتیں اس قدر زیادہ اور تیز ہوتی ہیں۔ گویا خشک لکڑی میں آگ رکھنے کی دیر ہے۔ بلکہ خشک لکڑی میں آگ اسقدر جلد تیز نہیں ہوتی جتنی زیادہ یہ آگ تیز ہو جاتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عشق جسقدر قلب سے نزدیک ہوتا جاتا ہے۔ اور عاشق سے جس قدر اس کا اتصال بڑھتا جاتا ہے۔ اسی قدر وہ خدا سے دور ہوتا جاتا ہے۔ اور اس لئے خدا سے جس قدر عشاق کو بُعد و دوری ہوتی ہے۔ کسی کو نہیں ہوتی۔ اور جب انسان کا قلب خدا سے دور ہو جاتا ہے تو ہر طرف سے اس پر آفتیں ٹوٹ پڑتی ہیں۔ کیونکہ شیطان کا اس پر غلبہ ہو جاتا ہے اور ظاہر ہے جس آدمی پر اس کا دشمن غالب آجائے۔ وہ مصائب ڈھانے میں کسی قسم کی کمی نہیں کرے گا۔ اور جس قدر بھی اس کے امکان میں ایذا رسانی اور تکلیف دینی ہوگی۔ وہ اسے ضرر پہنچائے گا۔ اب سوچو! کہ اس قلب کا کیا حال ہوگا۔ جس پر اس کا قوی ترین دشمن پوری طرح غلبہ پالے۔ اور اس پر حاوی ہو جائے اور ایسا دشمن کہ ساری مخلوق سے زیادہ اس کی عیب جوئی اور تخریب میں لگا ہوا ہو۔ اور اسے اپنے حقیقی دوست سے کہ جس کی دوستی اور نزدیکی کے بغیر اسے سعادت نصیب نہیں ہو سکتی۔ فلاح و نجات اور فرحت و مسرت میسر نہیں آسکتی، بھٹکانے پر تلا ہوا ہے۔

ششم : یہ کہ جب اس کا یہ دشمن اس کے قلب پر قابض ہو جاتا ہے اور اس پر اپنی سلطنت و فرمانروائی قائم کر لیتا ہے تو پھر وہ اس کے ذہن کو کلیتہً خراب کر دیتا ہے۔ اور اس کے اندر خیالات و وساوس کی گندگیاں بھر دیتا ہے اور بسا اوقات اسے دیوانہ بنا کر رکھ دیتا ہے اور ایسا پاگل کر دیتا ہے کہ وہ اپنی عقل سے کسی قسم کا فائدہ بھی نہیں اٹھا سکتا۔

عشاق کی یہ حالت ہر جگہ ہوتی ہے اور بعض واقعات مشاہدے سے گذرے ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ انسان کے اندر اہم ترین قوت عقل ہے۔ اس عقل کی وجہ سے انسان دیگر حیوانات کے مقابلہ میں ممتاز ہے۔ جب یہ عقل ہی ماری جائے تو وہ ایک جانور سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ بلکہ جانور بھی اس سے اچھا ہے۔ اور یہ جانور سے بھی بدتر ہے۔

Marfat.com

مجنوں کی عقل لیلیٰ نے اور اس کے ہمنواؤں کی عقل ان کے معشوقوں نے عشق و محبت ہی کے ذریعہ خراب کی ہے۔ یا کسی اور چیز کے ذریعہ؟ عشاق کا جنون تو عجیب و غریب ہوا کرتا ہے۔ ہر ایک کا جنون دوسرے کے جنون کو مات کر دیتا ہے۔ جیسا کہ شاعر نے کہا ہے۔

قالوا جننت بمن تهوی فقلت لهم — العشق اعظم مما بالمجانين

لوگوں نے کہا کہ تو اپنے محبوب کی محبت میں دیوانہ ہو گیا ہے:: میں نے ان سے کہا عشق تو دیوانوں کے ردگ سے بھی بڑا روگ ہے۔

العشق لا یشفیق الدهر صاحبه — وانما یصرع المجنون بالحین

عشق کے مارے کو کبھی افاقہ ہی نہیں ہوتا۔ اور دیوانوں پر تو کبھی کبھی ہی دورہ پڑا کرتا ہے۔

ھفتم۔ یہ کہ عشق انسان کے حواس بگاڑ دیتا ہے۔ اور بالکل فاسد کر کے رکھ دیتا ہے۔ اور یہ فساد معنوی بھی ہوتا ہے اور صوری بھی۔ فساد معنوی، فساد قلب کے تابع ہے۔ جب انسان کا قلب فاسد اور خراب ہو جاتا ہے تو اس کی آنکھیں کان، زبان تمام چیزیں فاسد اور خراب ہو جاتی ہیں اور پھر وہ اپنے معشوق کی قبیح ترین چیز کو بھی اچھی سمجھنے لگتا ہے۔ جیسا کہ مسند امام احمد میں ایک مرفوع حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

حبك الشئ یعمی ویصم — کسی شے کی محبت تمہیں اندھا اور بہرہ بنا دیتی ہے۔

محبت قلب کو اندھا کر دیتی ہے جس کی وجہ سے اسے محبوب کی برائیاں دکھائی نہیں دیتیں۔ کان کو بہرہ کر دیتی ہے جس سے کان دنیا کی ملامت سننے نہیں پاتے۔ اور پھر معشوق کی طرف اس کی رغبت معشوق کے عیوب کی پردہ پوشی کرتی رہتی ہے۔ کیونکہ انسان جس سے محبت کرتا ہے۔ اس کے عیوب نہیں دیکھا کرتا۔ اور عیوب اس وقت نظر آنے لگتے ہیں جبکہ اس کی محبت کم ہو جاتی ہے۔ شدید ترین رغبت و شوق اور افراط محبت اس کی آنکھوں پر ایک زبردست پردہ بن کر چھا جاتی ہے اور چیز کو اس کی اصل حالت میں دیکھنے سے قاصر کر دیتی ہے۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

هوتیك اذ عینی علیها غشاوة — فلما انجلت قطعت نفسی الومها

میں نے تجھ سے محبت اس وقت بھی کی جبکہ میری آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ جب یہ پردہ ہٹ گیا تو میرے نفس نے اس کی محبت کے رشتے توڑ دیئے۔

انسان جس چیز میں گھس پڑتا ہے۔ اسے اس چیز کے عیوب نظر نہیں آتے اور جو اس سے باہر ہوتا ہے۔ اسے بھی اس کے عیوب نہیں دکھائی دیتے۔ اس کے عیوب تو اسوقت معلوم ہوتے ہیں۔ جب اس میں گھس کر پھر باہر آجائے۔ اور یہی وجہ ہے کہ جو صحابہ کفر و جاہلیت دیکھنے کے بعد اسلام لائے۔ ان کا درجہ

ان مسلمانوں سے بڑھا ہوا تھا۔ جو اسلام میں پیدا ہوئے تھے۔ چنانچہ حضرت عمر بن الخطابؓ فرماتے ہیں۔

انما ینقض الاسلام عروۃ عروۃ اذا ولد فی الاسلام من لا یعرف الجاھلیۃ ؛

نیز اسلام کی کڑی کڑی ٹوٹ جائے گی۔ جبکہ اسلام میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے۔ جنہوں نے جاہلیۃ کو نہیں دیکھا۔

حواس ظاہری کے فاسد و خراب ہونے کی صورت یہ ہے کہ عشق جسم کو بیمار اور لاغر کر دیتا ہے۔ بلکہ بسا اوقات عاشق کو گور میں پہنچا دیتا ہے۔ جیسا کہ بہت سے عشق کے ماروں کے قصے سنے جاتے ہیں۔

ایک مرتبہ عرفات کے میدان میں حضرت ابن عباسؓ کے پاس ایک نوجوان کو پیش کیا گیا۔ جو بالکل حقیر اور لاغر ہو گیا تھا۔ ہڈیوں پر چمڑے کے سوا کچھ نہ تھا۔ حضرت ابن عباسؓ نے اسے دیکھ کر فرمایا۔ یہ ایسا کیوں ہو گیا ہے؟ لوگوں نے کہا۔ عشق و محبت نے اس کو ایسا کر دیا ہے۔ چنانچہ اس دن سے حضرت ابن عباسؓ روزانہ عشق سے پناہ مانگا کرتے تھے۔

ھشتم : یہ کہ عشق افراط محبت کا نام ہے۔ محبت اسقدر غلبہ پا جائے کہ اس کے قلب اور دل پر معشوق کی حکومت قائم ہو جائے۔ اور اس کے خیالات، تصورات، ذکر و فکر پر پورا پورا قابو پا لے اور کسی وقت بھی اس کا دل و دماغ معشوق کے تصور سے خالی نہ ہو۔ جب اس حد تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ تو پھر اس کا نفس خواطر نفسانیہ ہی کے اندر الجھ کر رہ جاتا ہے اور اس طرح نفس کی تمام قوتیں معطل اور مختل ہو کر رہ جاتی ہیں اور اس کے تعطل و اختلال کی وجہ سے جسم و روح پر وہ وہ آفتیں ٹوٹ پڑتی ہیں۔ کہ انسان کا جینا دشوار ہو جاتا ہے اور اس کا علاج ناممکن ہو جاتا ہے اور پھر اس کے تمام افعال و کردار تمام مقصد و مطالب، تمام اوصاف و اطوار متغیر اور مختل ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اور انسان اپنی اصلاح و بہبود سے قطعاً قاصر ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ کسی شاعر کا قول ہے۔

الحب اول ما یکون لجاجۃ ۔۔۔ یاتی بھا دتسرقہ الاقدار

محبت آغاز میں محض ایک لہر ہوتی ہے۔ ۔۔۔ اور پھر تقدیر اسے آگے بڑھاتی رہتی ہے۔

حتی اذا خاض الفتی لجج الھوی ۔۔۔ جائت امور لا تطاق کبار

یہاں تک کہ جب کوئی جوان محبت کی لہروں میں گھس پڑتا ہے۔ تو پھر وہ حالات پیش آتے ہیں۔ جو بڑے بڑوں کی طاقت سے باہر ہوتے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ عشق کی ابتداء سہل و آسان ہے۔ عشق کا وسط اور درمیانی حصہ ہم و غم، حزن و

ملال اور قلب کی بیماری ہے۔ اور عشق کا انجام اگر پروردگار عالم کی مہربانی نہ ہو۔ اور اس کی عنایت دستگیری نہ فرمائے۔ تو پریشانی، تباہی، ہلاکت اور موت ہے۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

وعش خالیا فالحب اولہ عناً واوسطہ سقم وآخرہ قتل

خالی الذہن زندگی گذارو کیونکہ محبت کی ابتداء پریشانی ہے اور وسط بیماری اور انجام موت۔

کسی اور شاعر نے کہا ہے۔

تولع بالعشق حتی عشق فلما استقل بہ لم یطق

عشق کے خارزار میں اس نے گھسنے کی کوشش کی تا آنکہ عاشق ہو گیا۔ جب عشق نے اسکے اندر مستقل جگہ بنالی تو اسمیں برداشت کی طاقت نہ رہی۔

رأی لجۃ ظنہا موجۃ فلما تمکن غرق

اسنے ایک لہر دیکھی۔ گمان کیا کہ ایک موج ہی تو ہے لیکن جب اسنے قابو پالیا تو غرق ہو کر رہ گیا۔

اور واقعہ یہ ہے کہ یہ خود اسی کا جرم ہے اور اسی کا گناہ ہے اس نے خود اپنی جان پر ظلم کیا ہے۔ اور اس پر ٹھیک ٹھیک عربی کی یہ مثل صادق آتی ہے۔

یداک اوکتا وفوک نفخ (۱) تیرے ہاتھوں نے مشکیزہ کا منہ باندھا اور تیرے ہی منہ نے پھونک ماری۔

فصل

عاشق خود اپنے معشوق پر ظلم کرتا ہے اور بلا وجہ معشوق کو رسوا کرتا ہے۔ عشق کے اسباب۔ پاک عشق کی مثالیں۔ حضرت عتبہ بن الحباب بن المنذر رضؓ کا قصہ۔

---

(۱) یہ ایک ضرب المثل ہے۔ کسی جزیرہ میں کوئی آدمی رہتا تھا۔ اس نے ارادہ کیا کہ اپنی مشک کے ذریعہ دریا عبور کر کے کنارہ پر جائے۔ اپنی مشک میں اس نے اپنے منہ سے پھونک کر ہوا بھری۔ اور اپنے ہاتھ سے اس کا منہ باندھا۔ لیکن اس میں جسقدر اہتمام کی ضرورت تھی نہیں کیا۔ مشک پر سوار ہو کر دریا میں اتر پڑا۔ جب وسط دریا میں پہنچا تو مشک سے ہوا خارج ہونے لگی اور وہ ڈوبنے لگا۔ کسی آدمی سے جو کشتی پر اس کے قریب تھا امداد چاہی۔ اس نے جواب دیا۔ اوکتاید اک وفوک نفخ (تیرے ہاتھوں نے مشک باندھی تھی۔ اور تیرے منہ نے اس میں ہوا بھری تھی) یہ ضرب المثل اس آدمی کیلئے بولی جاتی ہے۔ جہاں پہنچ ہی ہاتھوں بلا عمل لی جائے جیسی کرنی ویسی بھرنی۔

Marfat.com

عاشق کے تین مقام ہیں۔ ابتدائی مقام۔ درمیانی مقام۔ انتہائی مقام عشق کا ابتدائی مقام ہی قابل غور ہے۔ انسان کے لئے واجب ہے۔ کہ وہ غور کرے اور سوچے کہ از روئے قدر و شرع معشوق تک پہنچ سکتا ہے۔ یا نہیں ؟ اگر وہ نہیں پہنچ سکتا تو ہر ممکن طریقہ سے وہ اس کی مدافعت کرے اور کسی طرح بھی اس کی جانب توجہ نہ کرے۔ اگر پوری مدافعت کے بعد بھی وہ اس کی مدافعت نہ کرسکا۔ اور محبوب کی طرف اقدام سفر جاری رکھا۔ اور درمیانی اور انتہائی مقام سامنے آگیا۔ تو اب اس کا فرض ہے۔ کہ محبت کو چھپائے اور لوگوں پر اپنی محبت ظاہر نہ کرے۔ محبوب کو رسوا اور ذلیل نہ کرے۔ لوگوں میں جگ ہنسائی نہ ہونے دے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے شرک کے ساتھ ظلم بھی شامل ہو جاتا ہے اور اس بارے میں جو بھی ظلم ہوگا۔ وہ بڑے سے بڑے ظلم ہوگا۔ کیونکہ ایسا اوقات یہ ظلم معشوق اور اس کے کنبے اور متعلقین کے حق میں مال و دولت کی تباہی و بربادی سے بڑھ کر ظلم ہوتا ہے۔ کیونکہ اس عشق کی وجہ سے خواہ مخواہ معشوق کی ہتک بے عزتی ہوتی ہے۔ جا بجا چرچا ہوتا ہے۔ طرح طرح کی بے سروپا باتیں اس کے متعلق اڑائی جاتی ہیں۔ اور پھر ماننے والے ایسی باتیں بہت کچھ مان لیتے ہیں۔ اور جھٹلانے والے جھٹلا بھی دیتے ہیں۔ لیکن واقعہ یہ ہے۔ کہ ادنیٰ سے ادنیٰ شبہ کی بنا پر اس بات کی تصدیق کرنے والے زیادہ ہوا کرتے ہیں۔ جب کبھی کہا جائے۔ کہ فلاں مرد یا فلاں عورت نے ایسا کام کیا تو ایک ہزار میں نو سو ننانوے آدمی اس کو سچ مان لیں گے۔ اور صرف ایک ہی آدمی اس کی تکذیب کریگا۔ خصوصاً عاشق کی بات بے گناہ معشوق کے حق میں اور معشوق کی بات کے مقابلہ میں قطعی اور یقینی مانی جاتی ہے۔ اگر معشوق کے متعلق غلط، جھوٹا، بے سروپا افتراء اور بہتان باندھا جائے تو لوگ اسے مان لیتے ہیں اور اس پر یقین کر لیتے ہیں۔ اور اس بات کو ایسی یقینی مان لیتے ہیں کہ جھوٹ کا احتمال تک نہیں سمجھا جاتا اگر کہیں عاشق و معشوق اتفاق سے کسی جگہ مجتمع ہو گئے۔ تو معشوق کی شامت ہی آگئی۔ تمام لوگ یہی کہتے ہیں کہ یہ کسی عہد کی بنا پر یہاں جمع ہوئے ہیں۔ اور پھر اس بارے میں طرح طرح کی بدگمانیاں اور شبہات و خیالات پیدا ہوتے ہیں اور جھوٹی، غلط، بے سروپا باتوں کا یقین کر لیا جاتا ہے اور اس طرح یقین کر لیا جاتا ہے۔ جس طرح محسوس و چشم دید امور کا یقین کر لیا جاتا ہے اور یہی وہ چیز تھی جس کی بنا پر آنحضرتؐ کی محبوبہ طیبہ مطیبہ حضرت عائشہ صدیقہؓ پر اہل افک نے تہمت لگائی تھی۔ جس کی صفائی خدا کی جانب سے کی گئی اور یہ الزام اس شبہ کی بنا پر لگایا گیا تھا۔ کہ صفوان بن معطل تنہا اسلامی فوج کے پیچھے آرہے تھے۔ انہوں نے دور سے حضرت عائشہ صدیقہؓ کو دیکھا۔ اور فوراً اپنے اونٹ پر سے نیچے اتر گئے۔ اور آپ کو اس پر بٹھا لیا اور خود اونٹ کی نکیل پکڑ کر آگے چلنے لگے۔ اس پر مردود لوگوں نے الزام کھڑا کر دیا اور اگر خدا آپ کی برأت و صفائی

Marfat.com

نہ فرماتا۔ پشت پناہی نہ فرماتا۔ اور تہمت لگانے والوں کی تکذیب نہ فرماتا۔ تو معاملہ کچھ اور ہی بن کر رہ جاتا۔

مقصد یہ ہے کہ حرام و ناجائز کے لئے عاشق کا اظہار عشق معشوق کے حق میں زبردست ظلم ہے۔ اس پر اس کے خاندان اور قرابتداروں پر بلاوجہ ظلم و جور ہے۔ اپنا عشق ظاہر کر کے اسے بدگمانیوں کا نشانہ بنایا جاتا ہے اور لوگوں کی بدگمانیوں کی تصدیق کی جاتی ہے۔

اور اگر وہ معشوق کو اپنی طرف مائل کرنے کی غرض سے کسی کو واسطہ اور ذریعہ بناتا ہے۔ تو یہ ظلم بالائے ظلم ہے۔ اس سے بے گناہ معشوق کی خواہ مخواہ تشہیر اور رسوائی ہوتی ہے۔ اور جو درمیانی واسطہ اور ذریعہ ہے وہ دیوث بنتا ہے۔

جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت ستانی، رشوت دہانی کے درمیانی واسطہ پر لعنت بھیجی ہے تو پھر اس دیوث کے لئے کیا کچھ نہ کہا ہوگا۔ جو عاشق و معشوق کی حرام ملاقات کا ذریعہ اور واسطہ ہے۔ اس صورت میں معشوق پر خود عاشق تو ظلم کرتا ہے اور ان سے بھی اس پر ظلم کرا رہا ہے۔ اپنی ناپاک غرض پوری کرنے کے لئے معشوق کی جان۔ مال۔ آبرو عزت پر خود ظلم کرتا ہے، دوسروں سے بھی ظلم کراتا ہے۔ اور بسا اوقات اس کی یہ غرض اس وقت پوری ہوتی ہے۔ جبکہ اس آدمی کو قتل کر دیا جائے۔ جو اس کی غرض میں حارج اور حائل ہے۔ اور افسوس ہے کہ عشق نے دنیا میں ہزاروں لاکھوں خون کرا دیئے۔ کسی نے اپنے شوہر کو قتل کر دیا۔ کسی نے اپنے سید و آقا کو قتل کر دیا۔ اور افسوس ہے کہ یہ خون بلا قصاص اور بغیر دیت و خونبہا کے اڑ گئے۔ اور کتنی ہی عورتیں اپنے شوہروں کے خلاف، کتنے ہی غلام اور باندیاں اپنے سید و آقاؤں کے خلاف خبیث بن کر رہ گئے۔ اور ظاہر ہے کہ آنحضرتؐ نے ان باتوں سے منع فرمایا ہے اور ایسا کرنے والوں پر لعنت بھیجی ہے اور اس قسم کے لوگوں سے اپنے کو بری و بیزار بتایا ہے۔ اور اس گناہ کو اکبر الکبائر فرمایا ہے۔ اور جبکہ آنحضرتؐ نے اس امر کی ممانعت فرما دی ہے کہ اپنے بھائی کے پیغام پر دوسرا پیغام نہ کرے۔ اور جب ایک بھائی کسی چیز کا نرخ اور بھاؤ ٹھہرا رہا ہو تو اس پر گر کر نرخ بھاؤ اور قیمت نہ بڑھائے تو بتاؤ کہ اس آدمی کا کیا حال ہوگا جو کسی عورت کو اس کے شوہر کے خلاف اور باندی کو سید و آقا کے خلاف ورغلائے۔ اور ان میں باہم تفریق کرنے کی کوشش کرے۔ صورتوں کے عاشق اور حسن پرست لوگ اور ان کے معاون و مددگار جو اس جرم کو جرم نہیں سمجھتے، دیوث ہیں۔ کیونکہ معشوقہ کے وصل سے عاشق اس کے شوہر کا اور باندی کے آقا کا شریک بن جاتا ہے اور یہ دیوثی ہے اور دوسرے پر ظلم و زیادتی ہے۔ اور ایسا جرم ہے۔ جو زنا سے کسی حال میں کم

نہیں۔ اگر زنا سے بڑھا ہوا نہیں ہے تو اس سے کم بھی نہیں ہے۔ یہ حق غیر ہے جو زنا سے توبہ کرنے پر بھی معاف نہیں ہو سکتا تو بندے سے خدا کا حق بساقط ہو سکتا ہے۔ بندے کا حق ساقط نہیں ہو سکتا۔ بندے کا حق، بندے کا مطالبہ قیامت تک باقی رہے گا۔

اگر بیٹے کو اس کے باپ کے خلاف ورغلایا جائے۔ جو دنیا میں تمام سے زیادہ اسے عزیز ہے۔ اس کے جگر کا ٹکڑا ہے۔ تو یہ باپ پر انتہائی ظلم ہے۔

اگر اپنی محبوبہ کو اس کے شوہر کے خلاف ورغلایا جائے۔ اور شوہر کے بستر پر جرم کا ارتکاب کیا جائے۔ یہ انتہائی ظلم ہے اور ایسا ظلم ہے کہ اس کا مال و متاع اور زندگی کا سارا اثاثہ اس سے چھین لیا جائے۔ تو ایسا ظلم نہ ہوگا۔ یہ ظلم ان تمام سے بڑھ کر ظلم ہے اور یہی وجہ ہے۔ جو شوہر کو اس سے سخت تکلیف ہوتی ہے۔ اس ظلم کے مساوی یہی ظلم ہو سکتا ہے کہ شوہر کو قتل کر دیا جائے۔ پس عاشق کے لئے بدکاری و زنا سے بڑھ کر کوئی جرم اور کوئی گناہ نہیں۔

اور اگر یہ حق کسی غازی۔ مجاہد فی سبیل اللہ کا ہے۔ جو جہاد کے لئے گیا ہوا ہے تو یہ مجرم قیامت کے دن اس مجاہد کے سامنے کھڑا کیا جائے گا۔ اور اسے خدا کی جانب سے حکم ہوگا۔

خذ من حسناته ما شئت — جتنا چاہو اس کی نیکیوں میں سے لے لو۔

اس جملہ کے بعد آنحضرت نے ارشاد فرمایا۔

فما ظنکم ؟ — اب تم کیا خیال کر سکتے ہو ؟

یعنی اب تم سمجھ سکتے ہو کہ اس کے پاس اس کی نیکیاں باقی کیا رہ جائیں گی ؟

اور اگر یہ مظلوم اس کا پڑوسی ہے یا ذی رحم محرم ہے اور اس کی بی بی کے ساتھ اس نے ایسا فعل کیا ہے تو اس ظلم کے ساتھ دوسرے کئی مظالم شامل ہو جائیں گے۔ اس نے پڑوسی پر ظلم کیا۔ ذی رحم کی حرمت توڑی۔ اور یہ معلوم ہے کہ پڑوسی کی حرمت توڑنے والا اور قاطع رحم جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

اور اگر یہ عاشق معشوق کے وصل کے لئے شیاطین سے جادو کے ذریعہ یا کسی اور طریقہ پر امداد چاہتا ہے۔ تو یہ ایک اور جرم اور ظلم ہے۔ یہ ظلم اسے شرک کی طرف کھینچ لے جائیگا اور یہ ظاہر ہے کہ جادو بجائے خود کفر ہے اور اگر یہ کام خود اس نے نہیں کیا۔ اس کے لئے کسی دوسرے نے کیا ہے۔ تو یہ بات تو یقینی ہے کہ یہ اس کفر پر راضی ہے اور اس لئے یہ ضرور کہا جائے گا کہ یہ اس کفر پر راضی ہے۔ کیونکہ اسی کے مقصد کے لئے کیا گیا ہے اور یہ بلا جبر و اکراہ اس پر راضی اور رضامند ہے اور ایسا کرنا بھی قریب بہ کفر ہے۔

Marfat.com

مقصد یہ ہے کہ اس بارے میں کسی قسم کا بھی تعاون اور امداد کی جائے تو وہ اثم و عدوان ظلم و جور۔ جرم و گناہ میں تعاون اور اس کی امداد ہے۔

عاشق کی غرض و مطلب کے حصول کے لئے ظلم و تعدی ہوتا ہے اور اس سے جو ضرر و نقصان ہوتا ہے یہ بالکل واضح اور ظاہر ہے۔ لیکن جب عاشق اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا ہے اور معشوق اس کا ہو جاتا ہے تو اس کے بعد معشوق کے مطالبات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور اب عاشق کے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ معشوق کے مطالبات پورے کرے۔ اب دونوں عاشق و معشوق ایک دوسرے کے معین و مددگار بن جاتے ہیں۔ دونوں کے دونوں ایک دوسرے کی اعانت کی خاطر ظلم و عدوان پر اتر آتے ہیں۔ معشوق اپنے عاشق کے اہل و عیال اور قرابت داروں پر اور غلام ہے تو سید و آقا پر اور اس کی بی بی پر ظلم و زیادتی کرنے میں اس کی شریک ہوتی ہے اور ظلم و عدوان میں اس کی اعانت کرتی ہے۔ اور اسی طرح عاشق اپنے معشوق کے اہل و عیال قرابتداروں پر ظلم کرتا ہے اور کراتا ہے۔

غرض! عاشق و معشوق دونوں اپنی اپنی اغراض کی خاطر خدا کے بندوں پر ظلم کرتے اور ظلم کراتے ہیں۔ اور ظلم کرنے میں ایک دوسرے کی اعانت و امداد کرتے ہیں۔ اور سارے مظالم دونوں کے اشتراک سے ہوتے ہیں۔ اور ساری قباحتیں ایک دوسرے کے تعاون سے وقوع میں آتی ہیں۔

اور یہ تو ایک عام عادت ہو گئی ہے کہ عاشق ایسے ایسے کاموں میں اپنے معشوق کی اعانت کرتا ہے۔ جو سراسر ظلم ہیں۔ تا آنکہ بسا اوقات معشوق کے لئے ایسا منصب حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جس کا وہ قطعی اہل نہیں ہوتا۔ نیز حرام و ناجائز مال کی تحصیل میں وہ معشوق کی اعانت و امداد کرتا ہے اور اگر اس کا معشوق کسی سے مخاصمت اور جھگڑا کرتا ہے تو عاشق اپنے معشوق ہی کی طرف داری اور جانبداری کرتا ہے۔ معشوق خواہ حق پر ہو خواہ ناحق پر، ظالم ہو یا مظلوم یہ تمام مظالم عاشق اپنے معشوق کے حصول اور اس کی رضا مندی کے لئے کر گزرتا ہے۔ اس کے حصول اور رضا مندی کے لئے لوگوں پر نظر ڈالتا ہے اور مال کی تحصیل کے لئے طرح طرح کے حیلے اور فریب کرتا ہے۔ معشوق تک پہنچنے اور اسے راضی کرنے کے لئے سرقہ، چوری، غصب، خیانت، ڈاکہ زنی، نقب زنی اور اس قسم کے بے شمار جرائم کا ارتکاب کرتا ہے۔ تا آنکہ بعض اوقات یہاں تک نوبت پہنچتی ہے۔ خون حرام، خون ناحق سے بھی اپنے دامن کو ملوث کر دیتا ہے۔

Marfat.com

غرض ! یہ اور اس قسم کی بے شمار آفتیں عشق و حسن پرستی میں موجود ہیں ۔ بعض اوقات یہ عشق کفر تک پہنچا دیتا ہے ۔ چنانچہ بہت سے ایسے واقعات ملتے ہیں کہ بعض لوگ اسلام میں پیدا ہوئے تھے عشق نے ان کو نصرانی اور عیسائی بنا دیا ۔ بعض مساجد کے مؤذن تک عشق کی خاطر نصرانی اور عیسائی بن گئے ۔ ایک مؤذن کا واقعہ ہے ۔ کہ اس نے مسجد کی چھت پر سے کسی عیسائی کی خوبصورت لڑکی کو دیکھ لیا ۔ اور اس پر شیفتہ ہوگیا ۔ اسی وقت وہ مسجد کی چھت سے اترا ۔ اور اس لڑکی کے پاس پہنچا ۔ اور اس سے شادی کی درخواست کی ۔ اس نے کہا میں عیسائی ہوں ۔ اگر تم عیسائی دین قبول کر لو تو شادی ہو سکتی ہے ۔ اس نے اسی وقت عیسائی دین قبول کر لیا ۔ اور اس سے شادی کر لی ۔ لیکن خدا کی شان کہ وہ ابھی اس سے خلوت بھی کرنے نہیں پایا تھا کہ اس دنیا سے چلتا بنا ۔ وہ اس عیسائی کے مکان کی چھت پر چڑھا ۔ اور پاؤں پھسل گیا اور اسی وقت گر کر مر گیا ۔ خسر الدنیا والآخرۃ ۔ یہ قصہ علامہ عبدالحق نے اپنی کتاب الیعاقبہ میں نقل کیا ہے ۔

عیسائیوں کا عام دستور رہا ہے کہ جب کبھی مسلمان ان کے ہاتھوں میں گرفتار ہوئے اور اسیر و قیدی ہو کر ان کے پاس پہنچے ۔ حسین و خوبصورت عورتیں ان کے پاس پہنچاتے اور ان عورتوں سے کہا جاتا کہ ہر ممکن طریقہ سے ان کو اپنی محبت کے جال میں پھانسو ۔ جب وہ محبت کے جال میں پھنس جائیں ۔ ان سے کہو اگر تم ہمارا دین قبول کر لو ۔ تو ہم تمہارے ساتھ شادی کرنے کو تیار ہیں ۔ اس موقعہ پر وہی خدا کا بندہ ثابت قدم رہ سکتا ہے ۔ جو ایمان کی حلاوت سے سرشار ہے ۔ اور جسے اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں حق اور قول پر ثابت اور قائم رکھے اور خدا ظالم کو تو گمراہ ہی کر دیتا ہے اور اس کے ساتھ وہی معاملہ کرتا ہے ۔ جو وہ چاہتا ہے ۔

غرض ! عشق کا معاملہ بڑا نازک ہے ۔ عاشق و معشوق دونوں ظلم کرتے ہیں ۔ ظلم کرنے میں دونوں ایک دوسرے کی امداد کرتے ہیں ۔ زنا ، بدکاری میں دونوں شریک ہیں ۔ اور اپنی اپنی جانوں پر ظلم کرنے میں ایک دوسرے کی معاونت و امداد کرتے ہیں ۔ ان میں سے ہر ایک اپنی جان پر اپنے ساتھی پر ظلم کرتا ہے اور ان کا یہ حکم دوسروں تک متعدی ہوتا ہے ۔ جیسا کہ تم پہلے معلوم کر چکے ۔ اور سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ یہ دونوں کے دونوں ہلاکت و بربادی اور تباہی کے لانے میں ایک دوسرے کے شریک ہو جاتے ہیں ۔

غرض ! عشق میں ہمہ قسم کی خرابیاں اور ہمہ قسم کے مظالم موجود ہیں ۔ اور اگر کہیں معشوق ناخدا

Marfat.com

ترس ہے تو اپنے عاشق کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے۔

اور معشوقان عشوہ گر کا یہ تو ایک عام دستور ہے کہ عشاق کو طرح طرح کے لالچ میں ڈال دیتے ہیں۔ ہر گھڑی مختلف طریقوں سے اپنے کو مزین اور آراستہ کر کے عاشق کو اپنی طرف متوجہ اور مائل کرتے ہیں اور ہر امکانی طریقہ سے اس پر ڈورے ڈالتے اور اسے شیفتہ بناتے ہیں۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ عاشق سے مال وزر کھینچے۔ لیکن اوقات اس وقت تک وہ عاشق کو اپنے پر قابو نہیں پانے دیتے۔ جب تک کہ وہ اپنی تمام غرضیں پوری نہ کر لے۔ اور یہ اس لئے کرتے ہیں کہ عاشق اپنی حاجت برآری کر کے کہیں اس سے بے پروا نہ ہو جائے۔ اس طرح معشوق اپنے عاشق پر ظلم کرتا ہے۔ اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ عاشق کو قتل کر دیتا ہے۔ تاکہ ہمیشہ کے لئے اس سے نجات پا جائے۔ خصوصاً اس وقت جبکہ معشوق کسی اور سے ملنے لگتا ہے۔

غرض! دنیا کے عاشق و معشوق بہتوں کو قتل کر چکے۔ بہتوں کو تعمتوں اور عیش آرام سے محروم کر چکے ہیں۔ بہت سے دولت مند گھرانے ان کے ہاتھوں تاراج و برباد ہو گئے۔ بہت سے ارباب مدارج منصبوں سے گرا دیئے گئے۔ بہت سے خاندان اور گھرانے ویران کر دیئے گئے۔ اور ان کے اہل و عیال بیٹے بیٹیاں تباہ حال کر دی گئیں۔

اگر ایک عورت اپنے شوہر کو دیکھتی ہے۔ کہ وہ کسی اور پر عاشق ہو گیا ہے تو وہ بھی اپنے لئے ایک معشوق کھڑا کر لیتی ہے۔ جس سے شوہر پر یہ مصیبت ٹوٹ پڑتی ہے کہ یا تو اسے طلاق دے کر گھر کو ویران کر لے۔ یا اسے گھر میں رہنے دے۔ اس کو اس کی حالت پر چھوڑ دے۔ اور خود شب و روز کڑھتا رہے۔ اس صورت میں بعض آدمی پہلی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ اور بعض دوسری صورت

عقلمند، ہوشمند انسانوں کا فرض ہے کہ وہ پوری ہوشیاری اور مستعدی سے عشق کے دروازے اپنے اوپر بند کر لے۔ تاکہ وہ ان مصائب و آلام اور تکالیف و اذیات کا شکار نہ بنے۔ کیونکہ عشق کا مارا بالآخر ہلاک و تباہ ہو جاتا ہے یا پھر ان مفاسد کا یا ان میں سے اکثر خرابیوں کا شکار تو ضرور ہوتا ہے۔ اور کم و بیش کچھ نہ کچھ مصائب تو اسے جھیلنے ہی پڑتے ہیں۔ اور جو آدمی بھی ایسا کرتا ہے۔ اپنی جان پر ظلم کرتا ہے۔ عورت پر ظلم کرتا ہے۔ کیونکہ اسے گمراہ کرتا ہے۔ جس سے وہ ہلاک ہوتی ہے۔ اور اس کی ہلاکت و تباہی کا سبب یہی شخص بنتا ہے۔ اگر یہ شخص بار بار اپنے جدید معشوق کی طرف نگاہ نہ کرتا۔ تو پسندیدگی پیدا نہ ہوتی اور اس سے وصل و ملاقات کی طمع اور تمنا نہ کرتا تو اس معشوق کی اس کے قلب میں جگہ نہ ہوتی۔ کیوں کہ عشق کا

Marfat.com

ابتدائی سبب یا تو نظر و نگاہ ہے۔ یا کان اگر اس کے بعد وصل معشوق کی طمع نہ ہوتی اور کلیتہً نا امید ہو جاتا تو اس کے اندر یہ عشق پیدا ہی نہیں ہو سکتا تھا۔ اور اگر طمع و تمنا بھی پیدا ہو جاتی لیکن پھر وہ عقل و خرد سے کام لے کر اپنی توجہ کو اس طرف سے ہٹا لیتا۔ اور دل کو ادھر مشغول نہ ہونے دیتا تو یہ عشق پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔ اور اگر وہ اپنی فکر و خیالات کی رو میں بہ گیا اور معشوق کے محاسن ہی کی طرف دیکھتا رہا۔ تو اس وقت بھی اس سے وہ خوف اس گناہ سے اس کو بچا لیتا۔ جو بہت بڑا اور زبردست خوف ہے۔ اور جو اس کے نزدیک لذت وصال کے مقابلہ میں بڑا ہی خطرناک ہے۔ یہ خوف خواہ دینی ہو جیسا کہ جہنم کا خوف۔ جبار حقیقی کے غضب کا خوف۔ یہ خوف اس کی طمع و لالچ اور فکر و عشق پر غالب آگیا ہوتا۔ تب بھی یہ عشق اس کے اندر پیدا نہ ہونے پاتا۔ اور دینی خوف نہیں تو کوئی دنیوی خوف اس کا دامن پکڑ لیتا۔ مثلاً اپنی جان و مال۔ عزت و آبرو کا خطرہ۔ لوگوں میں رسوائی اور ذلت۔ اگر یہ خوف داعیۂ عشق پر غالب آجاتا۔ تب بھی وہ اس عشق سے بچ جاتا۔ اسی طرح اگر وہ اس بات سے ڈرتا کہ اگر یہ عشق جاری رہا۔ تو وہ اس محبوب کو کھو دیگا۔ جو اس معشوق کے مقابلہ میں زیادہ محبوب اور زیادہ نافع ہے۔ اور اس کی محبت کو معشوق کی محبت پر ترجیح دیتا۔ تب بھی یہ عشق کی مصیبت اس سے ٹل جاتی۔

اگر یہ تمام صورتیں مفقود ہو جاتی ہیں۔ اور یہ تمام موانعات اسے عشق سے باز رکھنے میں ناکام ثابت ہوتے ہیں۔ تو اب اس کے قلب پر پوری طرح عشق مسلط ہو جاتا ہے اور اس کا قلب پوری طرح اس معشوق کی طرف جھک پڑتا ہے۔ اور اب وہ ہمہ قسم کی مصیبتوں کا شکار بن کر رہ جاتا ہے۔

اگر کہا جائے ؎ عیبش ہمہ گفتی، ہنرش نیز بگو!

تم نے عشق کی ساری مصیبتیں، آفتیں، مضرتیں اور مفاسد تو بیان کر دیئے لیکن کچھ اس کے فوائد اور منافع کا بھی ذکر کر دیتے کہ عشق طبیعت میں رقت، درد، و سوز پیدا کرتا ہے۔ نفس میں لطافت پیدا کرتا ہے۔ نفس کی مردنی اور اس کی مشقت و کلفت دور ہو جاتی ہے۔ عشق انسان کو مکارم اخلاق پر آمادہ کرتا ہے اور شجاعت و بہادری، کرم و سخاوت، مروت و رقت پیدا کرتا ہے۔ جوارح و جسم میں فربہی پیدا کرتا ہے۔ جیسا کہ یحییٰ بن معاذ الرازی سے مروی ہے کسی نے ان سے کہا۔ تمہارا بیٹا فلاں عورت پر عاشق ہو گیا ہے۔ اس کے جواب میں انہوں

Marfat.com

نے کہا الحمد للہ کہ خدا نے اسے انسان کی طبیعت عطا فرمائی ۔
بعض لوگوں نے کہا ہے ۔ "عشق شرفاء اور معزز لوگوں کے دل کی دوا ہے" ۔
کسی دوسرے نے کہا ہے ۔ عشق کی صلاحیت اسی میں ہوتی ہے ۔ جو پاک مروت ، پاکیزہ اخلاق رکھتا ہو ۔ یا پاکیزہ زبان اور کامل احسان رکھتا ہو ۔ یا پاکیزہ ادب اور ممتاز عادات رکھتا ہو ۔
کسی اور نے کہا ہے ۔ عشق بزدل نامرد کو مرد اور بہادر بنا دیتا ہے ۔ غبی کے ذہن کو روشن کر دیتا ہے ۔ بخیل کو سخاوت و کرم سکھاتا ہے ۔ بادشاہوں کا غرور توڑ دیتا ہے ۔ انسان میں اعلیٰ اخلاق پیدا کرتا ہے ۔ عشق ان لوگوں کا انیس ہے ۔ جن کا دنیا میں کوئی انیس نہیں ۔ ان لوگوں کا جلیس ہے ۔ جن کا کوئی جلیس نہیں ۔
کسی دوسرے نے کہا ہے ۔ عشق دنیا کی گرانباریوں کو ہلکا کر دیتا ہے ۔ روح میں لطافت پیدا کرتا ہے ۔ قلب کو کدورتوں سے پاک صاف کر دیتا ہے ۔ شرفا کو نیک اعمال و کردار پر ابھارتا ہے ۔ اور انسان کو مکارم اخلاق کا خوگر بناتا ہے ۔
بعض حکماء کہتے ہیں ۔ عشق نفس میں تازگی پیدا کرتا ہے ۔ اخلاق کو مہذب بناتا ہے ۔ عشق کا اظہار طبعی امر ہے ۔ اور اس کا اخفاء سراسر تکلیف ۔
کسی اور نے کہا ہے ۔ جس کا نفس خوش الحانی ۔ خوش گلوئی اور اچھی آواز اور خوبصورت چہرہ کو دیکھ کر اچھلنے کودنے نہ لگے ۔ وہ فاسد المزاج ہے ۔ اسے اپنا علاج کرنا ہے اور اسی معنی میں کسی نے یہ شعر کہا ہے ۔

اذا انت لم تعشق ولم تدر ما الھوٰی فمالک فی طیب الحیاۃ نصیب ۔
جب تک تم کسی پر عاشق نہیں ہوتے اور تمہیں یہ خبر ہی نہیں کہ محبت کیا ہے ۔ تو زندگی کی خوشگواریوں میں تمہارا کوئی حصہ نہیں ۔

کسی دوسرے شاعر نے کہا ہے ۔

اذا انت لم تعشق ولم تدر ما الھوی فقم واعتلف تبناً فانت حمار
جب تک تم کسی پر عاشق نہیں ہوتے ۔ اور محبت کو جانا نہیں کہ محبت کیا ہے ؟ تو اٹھو اور گھاس کھاؤ کہ تم گدھے ہو ۔

کسی اور شاعر نے کہا ہے ۔

اذا انت تشق ولم تدر ما الھوی فکن حجرا من یابس الصخر جلمدا

Marfat.com

اگر تم کسی پر عاشق نہیں ہوئے اور محبت کو نہیں پہچانا۔ تو تم خشک پتھروں میں سے ایک سخت ترین پتھر بن جاؤ۔

بعض لوگوں نے کہا ہے۔ عشاق وہ ہیں۔ جو عفیف اور پاکیزہ نفس ہوں۔ عشاق جب عفیف ہوتے ہیں تو بڑے بن جاتے ہیں۔ عفیف لوگ جب عاشق ہو جاتے ہیں تو ظریف بن جاتے ہیں۔ جیسا کہ بعض عشاق سے پوچھا گیا کہ اگر تم اپنے محبوب پر ظفر مند ہو جاؤ۔ تو کیا کرو؟ اس نے جواب دیا۔ اگر میں ظفر مند ہو جاؤں تو یہ کروں کہ اس کا منہ دیکھنے سے اپنی آنکھیں نیچی کر لوں اور اس کی یاد اس کی باتوں سے اپنے قلب کو خوش کرتا رہوں اور اس کی باتیں جو قابل کشف و اظہار نہ ہوں۔ ان کو مخفی رکھوں۔ اور کوئی بھی ایسی بات مجھ سے سرزد نہ ہو جو اس کے درجہ، مرتبہ اور منصب کے خلاف ہو۔ اس کے بعد اس نے یہ شعر پڑھے۔

لخلوبہ فاعف عنہ تکرما	خوف الدیانۃ لست من عشاقہ
اس سے تنہائی میں ملوں تو اس کے اکرام و احترام کی خاطر اس سے بچتا رہوں۔	دیانتداری کے خوف سے کہ کہیں میں اس کے عاشقوں میں سے نہیں ہوں۔
کالماء فی یدصائمٍ یلتذہ	فطما فیصبر عن لذیذ مذاقہ
اس طرح بچتا رہوں کہ کسی روزہ دار کے ہاتھ میں پانی ہے۔	پیاسے کو وہ بہت لذیذ ہے۔ لیکن وہ اس لذیذ کے چکھنے سے صبر کرتا ہے۔

ابو اسلمان بن ابراہیم نے کہا ہے۔ عاشق روحیں لطیف عطر ہیں۔ ان کے اجسام رقیق اور ہلکے پھلکے ہیں۔ ان کی زبانیں پاکیزہ ہے۔ ان کی باتیں مردہ دلوں میں جان ڈال دیتی ہیں اور عقل میں فراوانی پیدا کر دیتی ہیں۔ اگر عشق و محبت نہ ہو تو دنیا کی ساری نعمتیں بے کار اور ہیچ ہیں۔

کسی دوسرے نے کہا ہے۔ روح کے لئے عشق ایسا ہے۔ جیسا جسم کے لئے غذا۔ اگر تم کھانا چھوڑ دو گے۔ تو تمہیں نقصان ہوگا۔ اور ضرر پہنچے گا۔ اگر زیادہ کھا لو گے نقصان پہنچے گا۔ یہی حال عشق و روح کا ہے۔ اسی معنی میں کسی شاعر نے کہا ہے۔

خلیلی ان الحب فیہ لذاذۃ	وفیہ شقاء دائم و کروب
اے میرے دوست، محبت میں بڑی لذت ہے۔	اور اس میں دائمی بدنصیبی اور درد و دکھ بھی ہے۔
علی ذاک ماعیش یطیب تصبرہ۔	ولاعیش الا بالحبیب یطیب۔

Marfat.com

باوجود اس کے اسکے بغیر زندگی ناگوار ہے۔ اور زندگی تو محبوب ہی سے خوشگوار بنتی ہے۔

ولاخیر فی الدنیا بغیر صبابۃ ولا فی نعیم لیس فیہ حبیب

اور بغیر عشق و سوز و گداز کے دنیا میں کوئی خیر نہیں اور وہ نعمت ہی نہیں جس میں محبوب نہ ہو۔

خرائطی نے ابو غسان سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضؓ ایک روز کسی راستہ سے گذرے۔ دیکھا ایک جاریہ یہ شعر پڑھ رہی ہے۔

وھوایتہ من قبل قطع تمائمی متمایلا مثل القضیب الناعم

میرے بچپن کے تعویذ ابھی کاٹے بھی نہ گئے تھے کہ میں اس پر عاشق ہو گیا۔ اور اس طرح جھک پڑا۔ جیسے نرم ڈالی جھک پڑتی ہے۔

آپ نے اس جاریہ سے پوچھا۔ کیا تم حرہ ہو؟ اس نے کہا نہیں۔ باندی ہوں۔ آپ نے کہا تو کسی سے محبت رکھتی ہے؟ وہ شرما گئی۔ آپ نے اسے قسم دیکر پھر پوچھا؟ تو اس نے یہ شعر پڑھا۔

وانا التی لعب الھوی بفوادھا قتلت بحب محمد بن القاسم

میں وہ ہوں جس کے دل سے محبت نے کھیل کیا ہے۔ میں محمد بن القاسم کی محبت کی مقتولہ ہوں۔

آپ نے اس باندی کو اس کے آقا سے خرید لیا۔ اور اسے محمد بن القاسم بن جعفر بن ابی طالب کے پاس بھیجدیا۔ اور فرمایا۔ یہ وہ عورتیں ہیں جو مردوں کو فتنوں میں ڈالا کرتی ہیں۔ قسم خدا کی ان کے ذریعہ بہت سے اشراف موت کے گھاٹ اتر گئے۔ اور اچھے خاصے تندرست ان سے مصائب کا شکار ہو گئے۔

ایک مرتبہ حضرت عثمانؓ کی خدمت میں ایک جاریہ آئی۔ اور ایک انصاری کے متعلق دعویٰ پیش کر دیا۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔ بتا تیرا قصہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا۔ امیر المؤمنین اس انصاری کے بھتیجے سے مجھے عشق ہے اور میں اس کو چھوڑ نہیں سکتی۔ آپ نے انصاری کو بلا کر کہا۔ یہ باندی تم اپنے بھتیجے کو ہبہ کر دو۔ یا پھر مجھ سے اس کی قیمت لے لو۔ انصاری نے کہا۔ امیر المؤمنین آپ ہی گواہ رہیں کہ میں نے یہ لونڈی بھتیجے کو دیدی۔

عشق کی خرابیوں سے ہمیں انکار نہیں۔ لیکن یہ خرابیاں معشوق کے ساتھ بدکاری کرنے سے وابستہ ہیں۔ ہمارا کلام تو عفیفہ و پاک عشق میں ہے۔ ایک معقول آدمی کا عشق کہ جس کے اندر ایمان و دین موجود ہو۔ جس میں عفت و مروت موجود ہو۔ خدا سے اچھا معاملہ رکھتا ہو معشوق سے حرام کاری کرنے سے قطعاً بچتا ہو۔ کیونکر برا ہو سکتا ہے؟ ذرا تم اسلاف کرام اور

آئمہ اعلام کے عشق پر بھی غور کر لو۔ چند واقعات ہم آپ کے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔ عبداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعودؓ مدینہ منورہ کے ان سات فقہاء میں سے ایک ہیں۔ جن کی شہرت و مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ کسی نے بھی ان کی مخالفت نہیں کی۔ بلکہ ان کو برا کہنے والے کو ظالم کہا گیا ہے۔ ان کے یہ اشعار پڑھ لیجئے۔

کتمت الھوی حتی اضر بک الکتم
تو نے اپنی محبت کو چھپایا۔ تاآنکہ اس کتمان نے تجھے بہت ضرر پہنچایا۔

ولامك اقوام ولو مھم ظلم
اور لوگوں نے تجھ پر ملامت کی۔ لیکن ان کا ملامت کرنا تجھ پر ظلم ہے۔

فنم علیك الکاشحون وقبلھم
تمہارے دشمنوں نے تمہارا راز افشا کر دیا۔

علیك الھوی قدنم ما ینفع الکتم
اور تمہاری محبت سے پہلے بھی۔ جس پر محبت سوار ہوئی۔ ان کا لوگوں نے راز فاش کیا۔ اور چھپانے سے کوئی فائدہ نہ ہوا۔

تاصبحت کالنمری اذما حسرۃ
تیرا حال نمری کا سا ہو گیا۔ وہ ہند کے پیچھے حسرت سے مر گیا۔

علی اثرھند او کمن شفہ السقم
یا اس مریض کا سا جسے بیماری نے نحیف و لاغر کر دیا ہو۔

تجنبت اتیان الحبیب تا ثما
تو نے گناہ سمجھ کر محبوب کے پاس جانے سے اجتناب کیا۔

الا ان ھجران الحبیب ھو الاثم
لیکن خبردار کہ محبوب کی جدائی بھی گناہ ہے۔

فذق ھجرھا قد کنت تزعم انہ
پس اب تو محبوب کی جدائی کا مزہ چکھ، تو سمجھتا تھا۔

رشاد الابا رھما کذب الزعم
تو سیدھی راہ پر ہے۔ لیکن ایسا اوقات گمان جھوٹا پڑتا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اپنی بی بی فاطمہ بنت عبدالملک ابن مروان کی ایک باندی پر عاشق تھے۔ آپ کا قصہ تاریخ میں مشہور ہے۔ باندی نہایت حسین و خوبصورت تھی۔ اس سے آپ کو انتہا سے زیادہ محبت تھی۔ اکثر اپنی بی بی سے کہتے رہے کہ یہ باندی مجھے ہبہ کر دو۔ لیکن وہ انکار کرتی رہیں جب آپ خلیفہ ہوئے۔ آپ کی بی بی اس جاریہ کو عمدہ لباس سے مزین کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا۔ امیرالمؤمنین یہ باندی حاضر ہے۔ میں ہمیشہ اسے ہبہ کرنے سے انکار کرتی رہی۔ لیکن اب میرا جی چاہتا ہے کہ آپ اسے قبول کر لیں۔ بی بی کے جملے سنکر آپ کے چہرے پر تازگی آ گئی۔ اور فرمایا

بہت اچھا۔ باندی سامنے آئی تو آپ اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ خلوت میں لیجا کر فرمایا کپڑے اتار دو۔ اس نے کپڑے اتار دیئے۔ لیکن پھر فرمایا ابھی ٹھہرو۔ یہ بتاؤ تم پہلے کس کی ملکیت میں تھیں؟ فاطمہ کے پاس تم کس طرح اور کہاں سے پہنچیں؟ اس نے کہا۔ میں پہلے عامل کوفہ کے پاس تھی۔ حجاج بن یوسف نے اس عامل کو تباہ کر دیا۔ اور اس کا سارا مال۔ سامان لوٹ لیا۔ اس لوٹ میں بھی اس کے پاس پہنچی۔ حجاج نے مجھے عبدالملک کے پاس بھیج دیا۔ عبدالملک نے مجھے فاطمہ کو ہبہ کر دیا۔ آپ نے پوچھا وہ عامل اب کہاں ہے؟ اس نے کہا وہ تو مر گیا۔ آپ نے کہا اس کی کوئی اولاد ہے؟ اس نے کہا۔ ہاں لڑکا ہے۔ آپ نے کہا اس کی کیا حالت ہے؟ اس نے کہا نہایت خراب حالت ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا۔ تم اپنے کپڑے پہن لو۔ اور ابھی تم وہاں چلی جاؤ۔ جہاں رہا کرتی ہو۔ اس کے بعد آپ نے عراق کے عامل کو لکھا کہ فلاں آدمی فلاں کے بیٹے کو فوراً قاصد کے ہمراہ میرے پاس بھیج دو۔ چنانچہ وہ لڑکا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ حجاج نے جو کچھ تمہارے باپ کا چھینا ہے۔ اس کی فہرست تیار کر کے مجھے دو۔ اس نے فہرست بنا کر آپ کی خدمت میں پیش کی۔ آپ نے تمام چیزیں اور مال واپس کرنے کا حکم دیا۔ اور پھر یہ حکم بھی دیا کہ یہ باندی بھی اس کے حوالے کر دو۔ اس لڑکے سے آپ نے کہا یہ باندی بھی لے جاؤ تمہاری ہے۔ لیکن اس کو اپنے کام میں نہ لانا۔ شاید تمہارے باپ نے اس سے خلوت کی ہو۔ اور جس سے باپ نے خلوت کی ہو وہ بیٹے کے لئے جائز نہیں۔ لڑکے نے کہا۔ امیرالمؤمنین! یہ باندی آپ رکھ لیں۔ آپ نے فرمایا۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ لڑکے نے کہا۔ آپ اسے خرید لیں۔ آپ نے فرمایا۔ اگر میں ایسا کروں تو ان لوگوں میں میرا شمار نہیں کیا جائے گا۔ جن کے متعلق کہا گیا ہے۔

وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى — اور نفس کو ہوا اور خواہشات سے روک رکھا۔

جس وقت یہ نوجوان وہاں سے واپس ہوا۔ باندی اس کے ہمراہ تھی۔ باندی نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے خطاب کر کے کہا۔ امیرالمؤمنین! آپ کو مجھ سے عشق تھا۔ وہ کہاں گیا؟ آپ نے فرمایا۔ وہ اپنی جگہ پر ہے۔ بلکہ پہلے سے زیادہ ہے۔ اس باندی کا عشق آپ کو مرتے دم تک رہا لیکن خوف خداوندی کا وہ عالم تھا۔ جو تم نے پڑھ لیا۔

ابوبکر بن محمد بن داؤد ظاہری جو مختلف علوم و فنون، فقہ و حدیث، تفسیر و ادب کے ایک زبردست مشہور و معروف عالم تھے۔ ان کا عشق مشہور ہے۔ نفطویہ کہتے ہیں۔ انکے مرض موت کے وقت میں ان کے پاس گیا۔ انکی حالت دیکھ کر میں نے کہا۔ آپ کا یہ حال کیوں ہو گیا؟ انہوں نے کہا۔ جس نے

مجھ سے پڑھا ہے۔ اس کی محبت نے میرا یہ حال کر دیا ہے۔ میں نے کہا۔ تم اپنے معشوق سے فائدہ اٹھا سکتے ہو۔ پھر کیوں فائدہ نہیں اٹھاتے؟ فائدہ اٹھانے کی دو صورتیں ہیں۔ نظر مباح اور نظر حرام۔ نظر مباح نے تو میرا یہ حال کر دیا ہے۔ اور نظر حرام سے میں حضرت ابن عباس رضؓ کی اس حدیث کی وجہ سے بچتا ہوں۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔

من عشق وکتم وعف وصبر	جو شخص کسی پر عاشق ہو گیا۔ اور اس نے
غفر اللہ لہ ودخلہ الجنۃ۔	اپنے عشق کو چھپایا اور پاکدامن رہا۔ اور صبر کیا
	تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائے گا اور اسے
	جنت میں داخل کرے گا۔

اس کے بعد انہوں نے یہ شعر پڑھے۔

انظر الی السحر یجری من لواحظہ	ذرا سحر کی طرف دیکھو کہ وہ اپنی آخری جھلکیاں
	لے کر جا رہی ہے۔
وانظر الی حج فی طرق الساجی	اور معشوق کے سیاہ بڑے بڑے دیدے دیکھ کر
	وہ اپنی جگہ ساکن ہیں۔
کانھن نمال دب فی عاج	گویا ہاتھی دانت پر چیونٹیاں بکھری ہوئی ہیں۔

اس کے بعد انہوں نے یہ اشعار پڑھے۔

مالھم انکروا سواد الخد یہ	اس کے رخساروں پر سیاہی نکلی ہے۔ اس سے
	لوگ انکار نہیں کر سکتے۔
ان بلک عیب خدہ بدو الشعر	اگر رخساروں پر بال اگنا کوئی عیب ہے۔

ولا نیکرون ورد الخصون	اور ٹہنیاں نکل آئی ہیں۔ اس سے بھی انکار
	نہیں کر سکتے۔
فعیب العیون شعر الجفون	تو پھر پلکوں کے بال بھی آنکھوں کے عیب ہیں۔

لفظویہ نے کہا۔ آپ فقہ میں تو قیاس کو ناجائز کہتے ہیں۔ اور اشعار میں قیاس کو جائز رکھتے ہیں۔ انہوں نے کہا غلبہ عشق اور معشوق کی خوبروئی اور حسن کا یہ اثر ہے کہ اس نے مجھے قیاس پر مجبور کر دیا ہے۔ اس کے بعد وہ اسی دن رات میں انتقال کر گئے۔ اسی معشوق کے عشق کی وجہ سے انہوں نے کتاب الزہرہ لکھی ہے اور انہی کا یہ قول ہے "جو آدمی محبوب کی جانب سے مایوس ہو اور وہ اسی وقت نہ مر گیا۔ تو محبت اسے تازیانے لگاتی رہے گی۔"

Marfat.com

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب محبت کا پہلا وار ہوتا ہے۔ آدمی اس کے لئے پوری طرح مستعد نہیں ہوتا۔ لیکن جب قلب پر اس کا دوبارہ وار ہوتا ہے۔ وہ اسے روند ڈالتا ہے۔

انہی ابوبکر بن محمد بن داؤد ظاہری اور ابوالعباس ابن شریح کے درمیان وزیر ابوالحسن علی بن عیسیٰ کے روبرو ایلاء کے ایک مسئلہ میں مناظرہ ہوا۔ اثناء گفتگو میں کوئی بات زیر بحث آگئی تو ابن شریح کہنے لگے۔ آپ کہتے ہیں۔ جن لوگوں کی نگاہ زیادہ گھومتی ہے۔ ان کی حسرتیں زیادہ ہوتی ہیں۔ کیا یہ آپ فقہ کے ساتھ مذاق نہیں کر رہے ہیں۔؟ انہوں نے جواب دیا۔ میں آج بھی اسی پر قائم ہوں۔ اور کہتا ہوں۔

انزہ فی ردض المحاسن مقلتی	وامنع نفسی اذ تنال محرما
حسن کی کیاریوں میں میں نے اپنی آنکھوں کے دیدوں کو پاک رکھا۔	اور اپنی جان کو حرام تک جانے سے روک لیا۔
واحمل من ثقل الھوی ما لو انہ	یصب علی الصخر الاصم تھدما
اور میں محبت کا ایسا بار گراں اٹھا رہا ہوں کہ اگر	یہ سخت سے سخت پتھر پر آگرے تو وہ بھی پارہ پارہ ہو جائے۔
وینطق طرفی عن مترجم خاطری	فلولا اختلاس ودہ لتکلما
میری نوک زبان میرے دل کی ترجمانی کرتی ہے۔	اگر یہ اس کی محبت میں مبتلا نہ ہوتا تو اس سے باتیں کرنے لگتا۔
رایت الھوی دعوی من الناس کلھم	فلست اری ودا صحیحا مسلما
میں دیکھتا ہوں تمام لوگ محبت کا دعویٰ کرتے ہیں۔	لیکن میں انکی محبت کو صحیح سالم نہیں دیکھتا۔

اس پر ابوالعباس بن شریح نے کہا۔ تم کس بات پر میرے سامنے اتر رہے ہو؟ میں بھی کچھ کہہ سکتا ہوں۔ لیجئے سنیئے۔

مطاعمہ کالشھد فی نغماتہ	قدبت اسمعہ لذیذ سناتہ
اس کے نغموں میں شہد کی سی چاشنی ہے۔	اور میں نے اس طرح رات گذاری کہ ساری رات اس کی لذیذ آوازیں سنتا رہا۔
بصبابۃ ولحسنہ وحدیثہ	وانزہ اللحظات عن وجناتہ
اس کی محبت کی وجہ سے اس کے حسن اور اس کی	اور میں نے اس کے رخساروں کی طرف نگاہ کرنے

باتوں کی وجہ سے۔ سے اپنے کو پاک رکھا۔

حتی اذا ما الصبح لاح عمودہ ولی بخاتم دبہ دبرانہ

تاآنکہ صبح کی سفید دھاریاں ظاہر ہو گئیں۔ تو وہ اپنے پروردگار کا حکمنامۂ بخشش اور برائیت نامہ لے کر واپس لوٹا۔

یہ سن کر ابوبکر بن محمد بن داؤد ظاہری بولے۔ تم جو کچھ کہہ رہے ہو۔ وزیر صاحب سن رہے ہیں۔ وزیر صاحب آپ ان کے اس قول پر دو گواہ رکھیں۔ یہ کہہ رہے ہیں۔ کہ پروردگار کے حکمنامۂ بخشش اور اس کی برائیت کے وہ مالک ہیں۔ ابن شریح نے کہا۔ جو الزام آپ مجھے دے رہے ہیں۔ وہی الزام آپ کے کلام سے آپ پر ہے۔ آپ کہتے ہیں۔

انزہ فی روض المحاسن مقلتی واضع نفسی ان تنال محوما

وزیر صاحب یہ بات سن کر ہنس پڑے اور کہنے لگے۔ آپ دونوں صاحبوں نے آج مجلس لطف و ظرافت کو خوب گرم رکھا۔ بڑا لطف آیا۔ یہ قصہ ابوبکر خطیب نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔

ایک مرتبہ ابوبکر بن محمد بن ابو داؤد کے پاس اشعار میں یہ استفتاء آیا۔

یا بن داؤد یا فقیہ العراق افتنا فی فواتر الاحداق

اے ابن داؤد! اے فقیہ عراق ان لوگوں کے متعلق آپ ہمیں فتویٰ دیجئے جو چتونوں سے قتل کیا کرتے ہیں۔

ھل علیھا بما انت من جناح ام حلال بھا دم العشاق ؟

آپ کی رائے میں وہ کچھ گنہگار ہوتے ہیں۔ یا معشوق کے لئے عشاق کا خون حلال ہے ؟

اس کا جواب انہوں نے انہی دو بیتوں کے نیچے یہ لکھا۔

عندی جواب سائل العشاق فاسمعہ من قرح الحشا مشتاق

عشاق کے سائل کا جواب میرے نزدیک یہ ہے۔ زخمہائے درون سے بشوق سنو۔

لما سئلت عن الھوی ھیجتنی وارقت دمعا لم یکن مھراق

تو نے محبت کے بارے میں سوال کر کے مجھے ہیجان میں ڈال دیا۔ اور وہ آنسو جو ابھی بہے نہ تھے وہ بھی تو نے بہا دیئے۔

ان کان معشوقا یعذب عاشقا کان المعذب انعم العشاق

اگر کسی عاشق کو معشوق تکلیف پہنچاتا ہے۔ تو یہ ستم رسیدہ سب سے زیادہ لطف اندوز عاشق ہوگا۔

ان اشعار کے بعد مصنف ابن قیم الجوزیہ رحمۃ اللہ نے اور بہت سے اشعار اور ایک قدیم کہانی

Marfat.com

عاشق و معشوق کے مر جانے کی کسی کتاب سے نقل کر دی ہے۔ چوں کہ اس کا تعلق تمام تر عربی شاعری اور ادب سے ہے اور اس فصل کے مضمون کے لئے غیر ضروری ہے۔ اس لئے ترجمہ میں اسے چھوڑ دیا گیا۔

اگر عشق کے بارے میں اور کچھ نہیں تو صرف ایک حدیث جو مختلف اسنادوں سے مروی ہے۔ پیش کر دی جائے تو عشق کی اجازت اور رخصت کیلئے کافی ہے۔ تم نے عشق کے بارے میں جسقدر سختی بیان کی ہے وہ سختی تو ہے۔ مگر سوید بن سعید کی حدیث ہے کہ :۔

سوید عن علی بن مسہر - عن ابی یحییٰ القتات - عن مجاہد - عن ابن عباس مرفوعاً - من عشق فعف - وکتم فمات فھو شہید۔

سوید - عن علی بن مسہر - عن ابی یحییٰ القتات - عن مجاہد - عن ابن عباس مرفوعاً - جو کسی پر عاشق ہو گیا اور پاکدامن رہا، اور اپنے عشق کو چھپایا۔ جس سے وہ مر گیا تو وہ شہید ہے۔

یہ روایت سوید بن سعید نے ابن مسہر عن ہشام ابن عروۃ عن ابیہ عن عائشہؓ بھی روایت کی ہے اور اسے مرفوع کہا ہے۔

یہی روایت خطیب نے بروایت الازہری۔ عن المعافی بن ذکریا۔ عن عطیۃ، عن ابن الفضل۔ عن احمد بن مسروق عنہ بیان کی ہے۔

اور بروایت زبیر بن بکار عن عبدالعزیز الماجشون، عن عبدالعزیز بن ابی حاتم۔ عن ابن ابی نجیح عن مجاہد۔ عن ابن عباس بھی مروی ہے۔

مذکورۂ بالا اسانید سے حدیث مذکورۂ بالا مروی ہے، جو عشق کی رخصت کے لئے کافی وافی ہے۔ خود آنحضرت صلعم جو سید الاولین والآخرین اور رب العالمین کے رسول و پیغمبر ہیں۔ جب آپ کی نگاہ حضرت زینبؓ بنت جحشؓ پر پڑی۔ فرمایا۔

سبحان مقلب القلوب — پاک ہے دلوں کو لوٹ پھیر کرنے والی ذات۔

اس وقت حضرت زینبؓ حضرت زید بن حارثہؓ کے نکاح میں تھیں۔ جو آپ کے غلام تھے جب حضرت زیدؓ نے ان کو طلاق دینے کا ارادہ ظاہر کیا تو آپ نے فرمایا۔

امسک علیک زوجک — خدا سے ڈرو اور اپنی بی بی کو روکے رکھو۔

لیکن جب حضرت زیدؓ نے طلاق دیدی تو خود خدائے قدوس نے عرش پر حضرت زینبؓ کا نکاح آنحضرت صلعم سے پڑھا دیا۔ ولایت نکاح کے تمام امور خود خدائے قدوس نے انجام دیئے۔ اور اپنے پیغمبر صلعم پر اس نے یہ آیت اتاری۔

Marfat.com

واذ تقول للذی انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ امسک علیک زوجک واتق اللہ وتخفی فی نفسک ما اللہ مبدیہ وتخشی الناس واللہ احق ان تخشاہ

(سورہ الاحزاب)

اے پیغمبر! اس بات کو یاد کرو جب تم اس شخص کو سمجھاتے تھے جس پر اللہ نے انعام کیا اور تم بھی اس پر احسان کرتے رہے کہ اپنی بی بی کو اپنی زوجیت میں رہنے دو۔ اور اللہ سے ڈرو۔ اور تم اپنے دل میں چھپاتے تھے جس کو آخر کار اللہ ظاہر کرنے والا تھا۔ اور تم لوگوں سے ڈرتے تھے۔ اور خدا اس کا زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو۔

حضرت داؤد علیہ الصلاۃ والسلام خدا کے پیغمبر تھے۔ ان کی ننانوے (99) بیبیاں تھیں۔ ایک اور عورت سے ان کو عشق ہوگیا تو انہوں نے اس سے بھی نکاح کر لیا۔ اور سو عورتیں پوری کر لیں۔

امام زہری کہتے ہیں۔ اسلام میں سب سے پہلی محبت آنحضرت صلعم کی محبت ہے۔ جو آنحضرت صلعم کو حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سے تھی۔

امام مسروق، حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کو حبیبۃ رسول اللہ رب العالمین کہا کرتے تھے۔

ابوالقیس مولیٰ عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں۔ مجھے عبداللہ بن عمر رضؓ نے حضرت ام سلمہ رضؓ کے پاس یہ بات دریافت کرنے کے لئے بھیجا تھا کہ آنحضرت صلعم روزے کی حالت میں اپنی بیبیوں کا بوسہ لیا کرتے تھے یا نہیں؟ حضرت ام سلمہ رضؓ نے فرمایا نہیں۔ میں نے کہا حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ تو فرماتی ہیں۔ آنحضرت صلعم روزے کی حالت میں میرا بوسہ لیا کرتے تھے۔ حضرت ام سلمہ رضؓ نے فرمایا۔ آنحضرت صلعم جب حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کو دیکھ لیتے تو قابو سے باہر ہو جاتے تھے۔

سعید بن ابراہیم عن عامر بن سعید عن ابیہ مروی ہے۔ حضرت جبرئیلؑ روزانہ براق پر سوار ہو کر حضرت ابراہیمؑ کی ملاقات کے لئے آیا کرتے تھے۔ حضرت جبرئیلؑ کو آپ سے انتہا درجہ محبت تھی اور آپ کی ملاقات کے بغیر انہیں چین نہیں آتا تھا۔

خرائطی کہتے ہیں عبداللہ بن عمر رضؓ نے ایک رومی جاریہ خریدی تھی۔ اس سے آپ کو انتہا درجہ محبت تھی۔ ایک دن وہ چھپر پر سے گر پڑی تو آپ دوڑے۔ اور اس کے چہرے پر سے مٹی جھاڑنے لگے۔ اور فرمانے لگے۔ میں تم پر فدا ہو جاؤں۔ اس کے بعد آپ اس کا منہ چومنے لگے۔ یہ رومی جاریہ اکثر آپ کی شان میں کہا کرتی تھی۔

یا بطروق۔ انت قالون — اے میرے مولیٰ آپ بڑے اچھے آدمی ہیں۔

Marfat.com

اس کے کچھ دنوں بعد وہ بھاگ نکلی جس سے آپ کو سخت صدمہ ہوا۔ اور فرمانے لگے۔

قد کنت احسبنی قالون فانصرفت — فالیوم اعلم انی غیر قالون

اپنے کو واقعی میں اچھا آدمی سمجھتا تھا — لیکن وہ بھاگ گئی تو آج میں یہ سمجھا کہ میں اچھا آدمی نہیں ہوں۔

ابو محمد بن حزم کہتے ہیں۔ خلفاء راشدین اور آئمہ مجتہدین میں سے اکثر عشق میں مبتلا ہوئے ہیں۔ ایک شخص حضرت فاروق رضؓ سے کہنے لگا۔ امیر المومنین! میں نے اتفاق سے ایک عورت کو دیکھ لیا اور میں اس پر عاشق ہو گیا ہوں۔ آپ نے جواب دیا۔ ذالک مالا یملک (یہ وہ چیز ہے جو بندے کے اختیار سے باہر ہے)

فالجواب وباللہ التوفیق! اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اس بارے میں کلام کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ جائز نافع اور مضر ناجائز محبت میں فرق و امتیاز کر لیا جائے۔ صرف عشق محبت بحیثیت عشق و محبت کے نہ موجب مدح و قبول ہے۔ نہ قابل مذمت و انکار۔ یہاں ہم محبت نافع و جائز اور حرام و ناجائز کو واضح کر دینا چاہتے ہیں۔

سمجھ لینا چاہیئے کہ علی اور طلاق نافع ترین۔ واجب ترین۔ اعلیٰ و اجل محبت اس ذات کی محبت ہے جس کی محبت کے لئے جو انسان کی فطرت و جبلت میں داخل ہے۔ اسی محبت سے زمین آسمان قائم ہیں۔ اور یہ محبت ساری مخلوق کی فطرت میں داخل ہے۔ اور یہی محبت کلمہ شہادت اشہد ان لا الہ الا اللہ کا اصل راز ہے۔ الٰہ یا اللہ وہ ذات ہے جس سے محبت کی جا سکتی ہے۔ جس کا اجلال و تعظیم کی جا سکتی ہے۔ جس کے سامنے ذلت و خاکساری خضوع و خشوع کے ساتھ عبادت کی جا سکتی ہے۔ اور ظاہر ہے۔ عبادت صرف ایک ہی صحیح ہے کہ اس وحدہٗ لاشریک ہی کی عبادت کی جائے۔ اور عبادت اس کا نام ہے کہ خضوع و ذلت کے اظہار کے ساتھ اس سے محبت کی جائے۔ اس عبودیت میں کسی کو شریک بنانا عظیم ترین ظلم ہے۔ اور ایسا ظلم کہ خدا کبھی معاف نہیں کر سکتا۔ اگر کسی اور سے محبت کی جا سکتی ہے تو ذات الٰہی کی محبت کے ضمن میں کی جا سکتی ہے۔

اللہ حق سبحانہ و تعالےٰ کی محبت کے وجوب پر ساری آسمانی کتابیں۔ اور تمام انبیاء کرام کی دعوت دلالت کرتی ہے اور وہ فطرت دلالت کرتی ہے جس پر خدا نے اپنے بندوں کو پیدا کیا ہے اور وہ عقلیں دلالت کرتی ہیں جو انسان کے اندر خصوصی ترکیب کے ساتھ پیدا کی گئی ہیں

Marfat.com

اور وہ نعمتیں دلالت کرتی ہیں۔ جو خدا نے اپنے بندوں پر نازل کی ہیں۔ کیونکہ یہ انسانی فطرت ہے۔ کہ اس پر جو احسان کرے۔ اسے نوازے۔ اس سے محبت کرے۔ اور اسی وجہ سے اس ذات کی محبت نہایت اہم ہے۔ انسان پر جس قدر بھی احسانات ہیں۔ وہ اسی کے احسانات ہیں۔ اگر مخلوق اس پر جو احسانات کرتی ہے وہ بھی اس وحدہ لاشریک ہی کے احسانات ہیں۔ جیسا کہ خدا کا ارشاد ہے۔

وما بکم من نعمۃ فمن اللہ۔ الآیۃ (نحل)

اور جو نعمت بھی تم کو پہونچتی ہے اللہ کی جانب سے ہے اور اس کی مصنوعات و کمالات۔ اسکی جلالت و عظمت وجوب محبت پر دلالت کرتی ہے۔

عشق و محبت کے اصل و داعی دو ہیں۔ جلال اور جمال۔ اور یہ دونوں امر علی الاطلاق بدرجۂ اتم صرف ذات الٰہی کے اندر پائے جاتے ہیں۔ دوسرے کسی کے اندر نہیں پائے جاتے۔ خدا جمیل ہے۔ اور جمال کو محبوب رکھتا ہے۔ بلکہ ہمہ قسم جمال اسی کے لئے ہے اور اسی کی جانب سے ہے اور اس لئے من کل الوجوہ اسی کی ذات محبت کی مستحق ہے۔ کوئی دوسرا نہیں۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ (سورہ آل عمران)

اے پیغمبر! ان لوگوں سے کہو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو تم میری اتباع کرو۔ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔

اور ارشاد ہے

یاایھا الذین اٰمنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ۔ الآیۃ (سورۃ المائدہ)

مسلمانو! تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھر جائے تو خدا ایسے لوگ موجود کرے گا جن کو وہ دوست رکھتا ہوگا۔ اور وہ اس کو دوست رکھتے ہوں گے۔

ولایت۔ موالات کی اصل محبت ہے۔ اور محبت کے بغیر موالات پائی نہیں جا سکتی۔ جس طرح کہ عداوت کی اصل بغض و نفرت ہے۔ بغض و نفرت کے بغیر عداوت نہیں پائی جا سکتی۔

اور اللہ تعالےٰ ایمان والوں کا ولی ہے۔ اور ایمان والے خدا کے اولیاء ایمان والے خدا سے موالات رکھتے ہیں۔ اس لئے وہ خدا سے محبت رکھتے ہیں۔ اور خدا ان سے موالات کرتا ہے۔ اس لئے ان سے محبت کرتا ہے۔ پس خدا اپنے بندوں سے اسی قدر محبت کرتا ہے جس قدر وہ خدا سے موالات کرتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ جو خدا کو چھوڑ کر دوسرے سے موالات کرنے والوں سے خدا خفا اور ناراض ہوتا ہے۔ بخلاف خدا کے دوستوں کی محبت کے کہ یہ دوسری

Marfat.com

چیز ہے کیونکہ خدا کے دوستوں سے موالات و محبت کرنے والے خدا کو چھوڑ کر دوسرے کی محبت نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں سے محبت و موالات کرنا خدا ہی سے محبت و موالات کرنا ہے۔ خدا ان لوگوں سے خفا اور ناراض ہوتا ہے۔ جو دوسروں کو خدا کی محبت میں خدا کا ہمسر بنا لیوے۔ اور خدا خبر دیتا ہے کہ جو لوگ ایسا کرتے ہیں۔ وہ دوسروں کو خدا کا شریک بناتے ہیں۔

یحبونھم کحب اللہ۔ والذین اٰمنوا اشد حبا للہ:۔

وہ ان سے ایسی محبت کرتے ہیں۔ جیسی خدا سے محبت کی جاتی ہے۔ اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں۔ اللہ سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں۔

اور یہ بھی خدا نے خبر دی ہے کہ جو لوگ اپنے بنائے ہوئے شریکوں اور مثیلوں کو خدا کی محبت کے برابر بنا دیتے ہیں۔ وہ بھی جہنم میں جائیں گے۔ یہ لوگ اپنے معبودان باطل سے کہیں گے۔

تاللہ ان کنا لفی ضلال مبین
اذ نسویکم برب العالمین (سورہ الشعراء)

قسم خدا کی ہم تو صریح گمراہی میں تھے کہ ہم تم کو پروردگار کے برابر سمجھتے تھے۔

واقعہ یہ ہے کہ خدا نے اپنے رسول اور پیغمبر اسی لئے بھیجے ہیں کہ توحید فی المحبت کی لوگوں کو تعلیم دیں۔ اور اپنی ساری کتابیں بھی اسی غرض سے نازل فرمائی ہیں ابتدا سے لے کر آخر تک جس قدر بھی رسول اور پیغمبر آئے۔ اسی توحید فی المحبت کی دعوت کی غرض سے آئے اور اسی توحید فی المحبت ہی کے لئے آسمان، زمین، جنت، دوزخ پیدا کئے ہیں۔ جنت خدا نے اپنی توحید والوں کے لئے بنائی ہے۔ اور اس محبت میں کسی دوسرے کو خدا کا شریک قرار دینے والے کو مشرک کہا۔ اور مشرکوں کے لئے جہنم بنائی۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے قسم کھا کر فرمایا۔

لا یؤمن عبد حتی یکون الرسول احب الیہ من ولدہ و والدہ و الناس اجمعین

اس وقت تک بندہ مومن نہیں جب تک کہ رسول سے اپنی اولاد اپنے والد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبت نہ رکھے۔

جب رسول اللہؐ کی محبت کے متعلق یہ حکم ہے کہ پھر پروردگار جل جلالہ کی محبت کے متعلق

کیا حکم ہوگا؟ آنحضرتؐ نے حضرت عمر بن الخطابؓ سے فرمایا۔

لا حتی اکون احب الیک من نفسک — نہیں تم مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنی جان سے بھی زیادہ تم مجھے محبوب نہ رکھو۔

جب آنحضرتؐ کی محبت اور لزوم محبت کا یہ حکم ہے تو پھر رب العالمین۔ جل جلالہ و تقدست اسمائہ وصفاتہ وتبارک اسمہ وتعالیٰ ولا الہ غیرہ کی محبت وعبادت کا کیا حکم ہوگا؟ سب سے زیادہ اس کی محبت کیوں اقدم نہ ہوگی؟

بندوں کے پاس خدا کی جانب سے جو کچھ پہنچ رہا ہے۔ وہ اس امر کی دعوت دے رہا ہے کہ خدا ہی سے محبت کی جائے۔ اور جس سے خدا محبت کرتا ہے۔ اسی سے محبت کی جائے۔ اور جس سے خدا کراہت ونفرت کرتا ہے۔ اسی سے کراہت ونفرت کی جائے۔

خدا کی عطیات اور رکاوٹیں۔ معافات اور ابتلائیں۔ قبض وبسط عدل وفضل، مارنا جلانا لطف وکرم، رحمت واحسان، ستر پوشی وعفو حلم وصبر، اجابت دعا، دفع کرب وتکالیف مصیبت زدوں کی اعانت وامداد۔ اس کی یہ ساری مہربانیاں اور بلا غرض مہربانیاں ہیں۔ حالانکہ بندوں سے من الوجوہ مستغنی اور بے پرواہ ہے۔ یہ تمام باتیں انسان کو اس امر کی دعوت دے رہی ہیں کہ عبادت ومحبت صرف خدا ہی کی اور خدا ہی سے کی جائے۔ بلکہ اس نے اپنے بندوں کو مصیبت ونافرمانی کی جو قوت دے دی ہے اسی سے معصیت کے اسباب مہیا کر دیتا ہے۔ پھر بھی ان کی ستر پوشی کرتا ہے۔ اور بندے اپنی خواہشات پوری کر لیتے ہیں۔ اس وقت تک ان کی محافظت و نگرانی کرتا ہے۔ بندے معصیت ونافرمانی کرتے ہیں۔ اپنی خواہش پوری کرتے ہیں۔ پھر بھی وہ ان کی اعانت وامداد کرتا ہے۔ اور انہیں اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے۔ یہ تمام امور متقاضی ہیں کہ بندے صرف خدا ہی سے محبت کریں۔ اگر ایسا سلوک، بلکہ اس سے بھی کمتر درجہ کا سلوک بھی انسان کے ساتھ کوئی دوسرا کرے تو اپنے دل میں کوئی شخص محبت ایسے آدمی کے ساتھ باقی نہیں رکھ سکتا۔ پس بندے کامل جمعیت خاطر کے ساتھ ہمہ تن اس ذات سے محبت کیوں نہ کریں۔ جو ہمہ قسم کی نافرمانیوں اور گناہوں کے بعد بھی اپنے بندوں کے ساتھ احسان کرتی ہے؟ اور بندوں کی ہر ہر سانس اس کے احسانات سے گراں بار ہے اور خیر وفلاح کی تمام تر برکتیں اسی کی جانب سے اترتی ہیں۔ بندوں کا سر اور بد عملی دیکھتا ہے۔ پھر بھی اسے نعمتیں دیتا ہے۔ اور نعمتیں دے کر خوش ہوتا ہے اور خدا تو ان سے بالکل مستغنی اور بے پرواہ ہے۔ بندے گناہ اور نافرمانی کرتے ہیں۔ اور اس سے بغض وعناد کا ثبوت

دیتے ہیں۔ حالانکہ بندے ہر حال میں خدا کے محتاج ہیں۔ پھر بھی بندوں کے گناہ اور معصیت خدا کی خیر خدا کے احسانات وانعامات کو نہیں روکتے۔ بندوں کی شومئی اعمال اور نحوست عصیاں رب العالمین کے احسانات کو بند نہیں کر دیتی۔ پس وہ قلوب جو اس شان کے خدا سے محبت نہ کریں بلکہ دوسروں سے محبت کریں۔ وہ کس قدر منحوس ومشوم ہوں گے ؟

اگر کوئی آدمی تم سے محبت کرتا ہے یا تم اس سے محبت کرتے ہو تو اپنی اپنی اغراض کی بنا پر کرتے ہو لیکن رب العالمین اپنی غرض سے نہیں۔ تمہارے لئے اور تمہاری ہی غرض کے لئے تم سے محبت کرتا ہے جیسا کہ ایک حدیث قدسی میں ہے۔

عبدی کل یرید لك لنفسه وانا اریدك لنفسك — میرے بندے! ہر شخص تجھے اپنے لئے چاہتا ہے اور میں تجھے تیرے لئے چاہتا ہوں۔

پس بندوں کو شرم آنی چاہیئے کہ اس شان کے پروردگار سے وہ اعراض کرتے ہیں۔ اور دوسروں سے محبت کرتے ہیں۔ اور خدا کے سوا دوسروں کی محبت میں غرق اور محو رہتے ہیں۔

نیز یہ کہ مخلوق میں سے کوئی بھی تم سے اس وقت تک بھلائی اور اچھا معاملہ نہیں کرتا جب تک کہ وہ اپنا فائدہ نہ سوچ لے۔ لیکن رب العالمین کی شان یہ ہے کہ تمہارے ہی فائدہ کے لئے اور تمہاری ہی بھلائی کے لئے۔ تمہارے ساتھ بھلائی اور اچھا معاملہ کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ تمہیں بڑا سے بڑا فائدہ اور اعلیٰ سے اعلیٰ نفع پہونچے۔ نیکی کرو تو ایک درہم کے عوض دس اور دس سے لیکر سات سو تک اور اس سے بھی زیادہ تمہیں نفع ملے۔ اور اگر گناہ کرو تو ایک کے بدلہ میں ایک ہی سزا دے۔ اور توبہ کر لو تو یہ بھی معاف کر دے۔

نیز حق سبحانہ وتعالیٰ نے تم کو صرف اپنی ذات کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور ساری خدائی دنیا اور آخرت تمہارے لئے پیدا کی ہے۔ اب بتاؤ محبت کس سے کی جائے ؟ اور کس کی رضا جوئی کے لئے جد وجہد کی جائے ؟

نیز تمہارے مقاصد ومطالب کی بلکہ ساری مخلوق کے مقاصد ومطالب کی کنجیاں اس کے پاس ہیں اور وہ سب سے بڑا جواد سب سے بڑا کریم ورحیم اور سب سے بڑا سخی ہے۔ سوال کرنے سے پہلے بندوں کو نوازتا ہے اور بندوں کی امیدوں سے زیادہ ان کو دیتا ہے۔ بندوں کے قلیل سے قلیل عمل سے وہ خوش ہوتا ہے اور اسے بڑھا دیتا ہے۔ بندوں کی خطاؤں لغزشوں کو معاف کرتا ہے اور محو کر دیتا ہے۔ آسمانوں اور زمینوں کی ساری مخلوق اس کے سامنے اپنی احتیاجات پیش

Marfat.com

کرتی ہے۔ اس کی شان ہی کچھ عجیب و غریب ہے۔ کل یوم ھو فی شان ۔ وہ سب کی سنتا ہے سب کو دیتا ہے۔ کسی کو بھول نہیں جاتا۔ سائلین کی کثرت نہ اسے پریشان کرتی ہے۔ نہ اسے اس سے کوئی مغالطہ ہوتا ہے۔ وہ الحاح وزاری کرنے والوں سے نہ اکتاتا ہے۔ نہ تھکتا ہے بلکہ زیادہ الحاح وزاری کرنے والوں کو زیادہ محبوب رکھتا ہے۔ اور زیادہ چاہتا ہے۔ اور مانگنے والوں سے خوش ہوتا ہے۔ اور جو نہ مانگے اور سوال کرنے سے جان چرائے اس پر خفا اور ناراض ہوتا ہے۔ ایسے موقعوں پر وہ شرماتا ہے۔ جہاں بندہ نہیں شرماتا۔ اور پھر بھی اسکی ستر پوشی کرتا ہے اور ایسی ستر پوشی کہ بندہ خود اپنی ستر پوشی بھی اس طرح نہیں کر سکتا۔ وہ اپنے بندوں کو اپنے عطیات و انعامات، احسانات و مواہب، بخششوں اور رضامندیوں کی طرف پکار پکار کر بلاتا ہے۔ لیکن بندے دور بھاگتے ہیں۔ اور جب بندے دور بھاگتے ہیں تو اس نے اپنے رسول اور پیغمبر ان کے پاس بھیجے کہ وہ ان کو بلائیں اور منائیں۔ اور اپنا عہد اور معاہدہ ان رسولوں اور پیغمبروں کے ساتھ بھیجا کہ ان کے سامنے پیش کریں۔ اور اس کی طرف بلائیں۔ اور پھر صرف یہی نہیں بلکہ وہ خود نیچے اتر کر بندوں کی طرف آتا ہے اور کہتا ہے۔

من یسئلنی فاعطہ من یستغفرنی فاغفر لہ :

مجھ سے کون مانگتا ہے؟ میں اسے دوں۔ مجھ سے کون مغفرت چاہتا ہے۔ میں اسکی مغفرت کروں؟

اور کہتا ہے

ادعوك للوصل فتابی ۔ ابعث رسلی فی الطلب ۔ انزل الیك بنفسی اتاك فی النوم :

میں تجھے وصل کے لئے بلاتا ہوں۔ لیکن تو انکار کرتا ہے۔ تجھے بلانے کے لئے رسول اور پیغمبر بھیجے۔ میں خود اتر کر تیرے پاس آیا۔ نیند میں آکر میں نے تجھ سے ملاقات کی۔

پس انسانی قلوب خدا کی ذات سے محبت کیوں نہ کریں؟ کہ وہ ایسی ذات ہے کہ اس کے سوا بندوں پر کوئی احسان کرنے والا، برائیوں کو رفع کرنے والا۔ بندوں کی دعا قبول کرنیوالا گناہوں کا بخشنے والا۔ عیوب کی ستر پوشی کرنے والا۔ تکالیف و مصائب دور کرنیوالا۔ مصیبت زدوں کی امداد کرنے والا۔ حاجت مندوں کی حاجتیں پوری کرنے والا کون ہو سکتا ہے۔ خدا ہی ذکر و شکر، حمد و ثنا کا مستحق ہے اور بس وہی حقدار ہے کہ بندے اس کی عبادت کریں۔ وہی تو ہے جو مدد مانگنے والوں کی نصرت و امداد کرتا ہے۔ مملوکوں اور غلاموں پر سب سے زیادہ مہربان ہے۔ طلب کرنے والوں کیلئے

Marfat.com

سب سے بڑا سخی ہے اور دینے والوں میں سب سے بڑا دینے والا ہے۔ رحم کی درخواستیں کرنے والوں پر سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ مانگنے والوں پر سب سے زیادہ کرم اور بخشش کرنے والا ہے۔ التجا کرنے والوں کی سب سے زیادہ قدر کرنے والا ہے۔ اس پر توکل و اعتماد کرنے والوں کی کفالت کرنے والا ہے۔ بندوں پر ان کی ماؤں سے زیادہ مہربان ہے۔ بندوں کی توبہ سے وہ اس قدر خوش ہوتا ہے کہ کسی آدمی کی سواری گم ہو گئی۔ جس پر اس کا کھانا پینا۔ تمام سرمایہ اور مال و متاع اور سر و سامان لدا ہوا تھا، کسی مہلک سرزمین میں پہونچکر اس کی سواری گم ہو گئی۔ اور ہر چیز سے وہ محروم ہو گیا۔ بالآخر وہ زندگی سے تنگ آ گیا۔ اور موت کا انتظار کرنے لگا۔ اس حالت میں سواری اسے اصل حالت میں مل گئی۔ جو خوشی اس حالت میں اس اونٹ والے کو حاصل ہوتی ہے، توبہ کرنے والے سے خدا اسی طرح خوش ہوتا ہے۔

خدا وہ بادشاہ اور شاہنشاہ ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ اس کا کوئی مانند و مثیل نہیں۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز فانی ہے۔ اس کی اجازت اور حکم ہی سے اس کی اطاعت و عبادت کی جاتی ہے اس کی نافرمانی اس کے علم کے بغیر ناممکن ہے۔ اس کی عبادت کی جاتی ہے تو وہ شکر کرتا ہے حالانکہ اطاعت اور عبادت کی توفیق و انعام اسی کی جانب سے ہے اور پھر بھی اگر نافرمانی کی جاتی ہے، وہ مغفرت فرماتا ہے۔ اس کا حق ضائع کیا جاتا ہے پھر بھی وہ عفو و درگذر کرتا ہے وہ قریب و نزدیک والوں کا شاہد، محافظ، نگراں ہے۔ سب سے بڑا عہد وفا کرنے والا۔ سب سے بڑا عادل اور سب سے بڑا منصف ہے۔ بندوں کے ساتھ ہے۔ بندوں کی پیشانیاں اور چوٹیاں اور ان کے اختیارات اس کے ہاتھ میں ہیں۔ سارے آثار اس نے لکھ رکھے ہیں۔ بندوں کی اجل اس کے قلم سے لکھی جا چکی ہے۔ یہی ذات اور صرف یہی ذات ایسی ہے کہ قلوب خواہ مخواہ اس کی طرف کھنچتے ہیں۔ ہر مخفی چیز اس کے سامنے ظاہر اور روشن ہے۔ علانیہ اور ظاہر، غائب اور مستور چیزیں اس کے سامنے واضح اور روشن ہیں۔ ہر ایک اس کا محتاج ہے۔ ساری مخلوق اس کے نور کے سامنے جھکی ہوئی ہے۔ اس کی کنہہ و حقیقت معلوم کرنے سے دنیا عاجز اور قاصر ہے۔ فطرت اور دلائل دلالت کرتے ہیں کہ اس کا مثل، مانند، شبیہ، ممتنع اور محال ہے۔ ظلمتیں اس کے نور سے منور اور روشن ہیں اور زمین و آسمان اس کے نور سے منور ہیں۔ ساری مخلوق کو اس نے صالح بنایا۔ وہ سوتا نہیں۔ اور سونا اس کے لئے سزاوار نہیں۔ قسط و عدل کا پلہ کبھی جھکا دیتا ہے۔ کبھی اونچا کر دیتا ہے۔ بندوں کے رات کے اعمال دن نکلنے سے پہلے اور دن کے اعمال رات آنے سے پہلے اسکے سامنے پیش ہو جاتے ہیں۔

Marfat.com

اس کا نور اس کا حجاب ہے۔ اگر یہ حجاب اٹھا دیا جائے تو ساری مخلوق جل کر خاک ہو جائے۔

ما اعتاض یا ذل حبہا سواہ من عوض ولو ملک الوجود باسرہ

خدا سے محبت کرنے والا جو معاوضہ پائے گا وہ معاوضہ کسی کو بھی نصیب نہ ہوگا۔ اگرچہ وہ کل موجودات کا مالک ہی کیوں نہ بن جائے۔

فصل

لذت کا کمال محبوب کے کمال سے وابستہ ہے۔ بڑی سے بڑی نعمت دیدار الٰہی ہے اس کام کا سننا بھی بہت بڑی نعمت ہے۔ دنیا کی لذتیں تین ۳ قسم کی ہیں بہتر سے بہتر لذت وہ ہے جو آخرت کی لذت تک پہونچائے۔ بری لذت وہ ہے جو بندے کو آخرت کی لذت سے محروم کر دیوے۔

یہاں ایک عظیم الشان امر ہے۔ جس کی طرف ہر عقلمند کو توجہ کرنی چاہیے اور وہ یہ کہ لذت و سرور، فرحت و مسرت اور بہجت روح دو چیزوں سے وابستہ ہے۔ ایک یہ کہ محبوب اور محبوب کا جمال کامل و اکمل ہو کہ خود محبوب کا جمال انسان کو اپنی طرف جذب کر لیوے اور دوسری طرف سے اسے ہٹا دیوے۔

دوسری چیز یہ کہ محبوب سے کامل ترین محبت ہو۔ اور اس کی محبت میں تا امکان کوشش کی جائے اور اس سے تقرب و نزدیکی حاصل کرنے کی سعی کی جائے۔ اور اس تک پہونچنے میں ہر قسم کا ایثار کیا جائے اور ہر چیز سے اس کے تقرب کو مقدم سمجھا جائے۔

ہر عقلمند انسان یہ سمجھتا ہے کہ حصول محبوب کی لذت باعتبار قوت محبت کے ہے۔ جس قدر محبت قوی اور زیادہ ہوگی۔ اسی قدر لذت زیادہ ہوگی۔ مثلاً جسے پیاس کی شدت زیادہ ہوگی۔ اسے ٹھنڈے پانی کی لذت زیادہ حاصل ہوگی۔ جسے بھوک زیادہ ہوگی اسے کھانا زیادہ مرغوب ہوگا۔ اور کھانے میں زیادہ لذت حاصل ہوگی ایسی بے شمار مثالیں تم کو مل سکتی ہیں۔

نیز لذت باعتبار شوق۔ شدت ارادہ اور شدت محبت سے ہوتی ہے جس قدر شوق ارادہ محبت زیادہ اور قوی ہوگی۔ لذت زیادہ ہوگی۔

جب تم یہ معلوم کر چکے تو اب یہ سمجھ لو کہ لذت و سرور اور فرحت و مسرت فی نفسہ مطلوب چیز ہے

Marfat.com

بلکہ ہر عقلمند کی زندگی کا مقصود اعلیٰ ہے جبکہ لذت فی نفسہ ایک مطلوب چیز ہے تو وہ لذت جس کے بعد بڑا سے بڑا رنج اور تکلیف پہونچے۔ یا وہ لذت جو اس سے بڑی لذت سے محروم کر دیوے۔ وہ قابل مذمت لذت ہوگی۔ اب بتاؤ اس لذت کے متعلق تم کیا کہتے ہو جس کے بعد انسان کو بڑی سے بڑی بے پناہ حسرتیں برداشت کرنی پڑیں۔ اور جس کی وجہ سے وہ اعلیٰ سے اعلیٰ لذتوں سے محروم ہو جائے؟

واقعہ یہ ہے کہ لذت قابل تعریف اور موجب ستائش وہی ہے جس کے اندر کسی قسم کی تلخی اور کدورت نہ ہو۔ اور یہ لذت آخرت اور آخرت کی نعمتوں کی لذت ہے۔ انسان کی بہترین عیش اور مرغوب زندگی اسی لذت سے وابستہ ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے۔

بل تؤثرون الحیاۃ الدنیا والاخرۃ خیر وابقی (اعلیٰ)	بلکہ تم دنیا کی زندگی کو مقدم رکھتے ہو۔ حالانکہ آخرت دنیا سے کہیں بہتر اور زیادہ پائیدار ہے۔

فرعون کے جادوگروں نے ایمان لانے کے بعد یہ نعرہ لگایا تھا۔

فاقض ما انت قاض انما تقضی ھذہ الحیاۃ الدنیا۔ الآیہ (طٰہٰ)	اے فرعون! جو تو کرنے والا ہے کر گذر تو دنیا ہی کی زندگی پر حکم چلا سکتا ہے۔

اور خدا نے مخلوق کو پیدا ہی اس لئے کیا ہے کہ اپنے بندوں کو اور اطاعت گذاروں کو جنت الخلد کی اس دائمی نعمتوں سے سرفراز فرمائے۔ دنیا ختم ہونے والی ہے۔ دنیا کی لذتیں فانی اور کدورتوں سے پر ہیں۔ بخلاف آخرت کی لذتوں کے کہ یہ لذتیں حقیقی لذتیں ہیں اور ہمیشہ باقی رہنے والی لذتیں ہیں۔ آخرت کی لذتیں اور نعمتیں خالص، صاف ستھری اور کدورتوں اور آلام سے پاک ہیں۔ جنت کی لذتیں، جنت کی نعمتیں ایسی مرغوب ہیں کہ ہر انسان ان کی آرزو کرتا ہے۔ اور آنکھیں ان سے لذت اندوز ہوتی ہیں اور پھر یہ لذتیں، دائمی، ابدی لذتیں ہیں اور کسی کو معلوم نہیں کہ خدا نے اپنے بندوں کے لئے کیا کیا۔ اور کیسی کیسی چیزیں پردہ غیب میں مخفی رکھ چھوڑی ہیں؟ جنت میں تو وہ وہ چیزیں خدا نے رکھ چھوڑی ہیں۔ کہ آج تک نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہیں نہ کسی کان نے سنی ہیں۔ نہ اب تک کسی انسان کے قلب میں اس کا خطرہ اور خیال گذرا ہے۔ اور ناصح[1] قوم کا مقصد اس قول سے یہی تھا۔

یا قوم! اتبعون اھدکم سبیل الرشاد	اے میری قوم تم میری اتباع کرو۔ میں تم کو

---

[1] یہ ناصح قوم وہ تھا جو فرعون کے گھرانے سے تھا اور ایمان سے شرف اندوز ہونے کے بعد اپنی قوم کو نصیحت کر رہا تھا

Marfat.com

یا قوم! انما ھذہ الحیاۃ الدنیا متاع وان الآخرۃ ھی دار القرار (مومن)

راستہ دکھا دوں گا۔ اے قوم اس دنیا کی زندگی کے بس چند روزہ فائدے ہیں اور آخرت ہی ہمیشہ رہنے کا گھر ہے۔

خدا اس آیت میں یہ خبر دیتا ہے کہ دنیا ایک متاع اور سامان ہے۔ جس سے انسان کچھ استفادہ استمتاع کر سکتا ہے۔ ہمیشہ کا ٹھکانہ اور جگہ تو آخرت ہے۔

جب تم معلوم کر چکے کہ دنیا کی لذتیں ایک متاع اور سامان کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اور آخرت کی لذتوں کا ذریعہ ہے۔ دنیا مقصود بالذات بنا کر پیدا نہیں کی گئی۔ لہٰذا جو لذت کہ آخرت کی لذت کی طرف پہونچاتے اس سے لذت اندوز ہونا قابل مذمت نہیں ہے۔ بلکہ بایں حیثیت کہ یہ لذت آخرت کی لذت کا ذریعہ ہے قابل تعریف ہے۔

اب یہ سمجھ لو کہ آخرت کی بڑی سے بڑی نعمت و لذت یہ ہے کہ بندے کو اللہ تعالےٰ کا دیدار نصیب ہو۔ اور اس کا کلام سننا میسر آئے۔ اور اس سے تقرب و نزدیکی حاصل ہو۔ جیسا کہ حدیث رویت باری کے متعلق ایک صحیح حدیث کے اندر مروی ہے۔

فواللہ ما اعطاھو شیئا احب الھم من النظر الیہ:

قسم خدا کی انہیں اس سے زیادہ کوئی محبوب چیز نہیں دی گئی۔ کہ وہ اس کو دیکھیں گے۔

ایک دوسری حدیث ہے

انہ اذا تجلی لھو ورتوہ نسوا ما ھو فیہ من النعیم۔

جب خدا ان کے سامنے تجلی فرمائے گا تو وہ لوگ اپنی ساری نعمتیں بھول جائیں گے۔

نسائی اور مسند احمد کے اندر حضرت عمار بن یاسر کی حدیث ہے۔ آنحضرت صلعم اپنی دعاؤں میں فرماتے تھے۔

واسئلک اللھم لذۃ النظر الی وجھک الکریم والشوق الی لقائک

اے اللہ! میں تیرے رخ کریم سے لذت نظر اور تیری ملاقات کا شوق تجھ سے مانگتا ہوں۔

عبداللہ بن امام احمد کی کتابت السنہ کے اندر یہ مرفوع حدیث مروی ہے۔

Marfat.com

كان الناس يوم القيامة لم يسمعوا القرآن من الرحمٰن، فاذا سمعوا من الرحمٰن كانهم لم يسمعوه قبل ذالك

جن لوگوں نے کبھی خدا کا قرآن، خدا کی زبان سے نہیں سنا۔ جب قیامت کے دن وہ خدا کی زبان سے قرآن سنیں گے تو انہیں تو ایسا معلوم ہوگا گویا انہوں نے اس سے پہلے کبھی قرآن سنا ہی نہ تھا۔

جب یہ بات سمجھ لی گئی تو اب یہ سمجھ لو کہ دنیا کی جس لذت سے آخرت کی یہ لذت حاصل ہو وہ سب سے بڑی لذت ہے اور یہ لذت معرفت الٰہی، محبت خداوندی کی لذت ہے یہی لذت دنیا کی لذتوں میں سب سے بڑی نعمت ہے۔ دنیا کی تمام فانی لذتیں اس لذت و نعمت کے مقابلہ میں ایسی ہیں گویا سمندر کے مقابلہ میں قطرہ، انسان کی روح، انسان کا قلب اور بدن درحقیقت اسی لذت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ پس دنیا میں سب سے بڑی لذت اور سب سے بڑی نعمت خدا کی معرفت اور اس کی محبت ہے۔ اور جنت میں لذیذ سے لذیذ ترین چیز رویت خداوندی ہے۔ کہ انسان خدا کو اپنی آنکھوں سے اپنے سامنے دیکھے گا۔ خدا کی محبت و معرفت انسان کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور روح کی لذت اور قلب کی اصل فرحت و مسرت ہے۔ اور دنیا کی وہ نعمتیں، مسرتیں، لذتیں جو محبت و معرفت کی لذتوں سے محروم کرنے والی ہوں۔ وہ سراسر مصیبت اور عذاب ہیں۔ کیونکہ یہ لذتیں عذاب سے منقلب ہو جائیں گی۔ اور ان سے لذت اندوز ہونے والا تنگی معیشت میں مبتلا ہو کر رہ جائے گا۔ پس خوشگوار زندگی وہ ہے جو خدا کے ساتھ، خدا کی رضامندی و خوشنودی کے ساتھ گزرے اور یہ زندگی کیسی ہوتی ہے؟ خدا والوں سے پوچھو۔ خدا سے محبت کرنے والوں سے پوچھو بعض خدا والوں کا قول ہے "بعض اوقات ہم پر ایسے گذرتے ہیں کہ اگر جنتیوں کو جنت میں اس جیسی لذت و نعمت ملے تو سمجھ لو وہ ایک خوشگوار زندگی ہے۔ وگرنہ جنت بیکار ہے"

کسی اور خدا والے کا قول ہے۔ "اگر بادشاہ اور بادشاہوں کی اولاد وہ چیز پائیں جو ہمیں حاصل ہے تو رشک کے مارے وہ تلواروں سے ہماری گردنیں اڑا دیں"

دنیا کی باطل محبت کے متعلق کہنے والے نے کہا ہے۔

وما الناس الا العاشقون ذوو الهوى فلا جنوفيمن لا يحب و يعشق

ساری دنیا عاشقوں اور محبت کرنے والوں ہی سے تو بھری ہوئی ہے جو کسی سے محبت نہیں کرتا۔ کسی پر عاشق نہیں ہوا اس کے اندر کوئی خیر نہیں۔

کسی اور نے کہا ہے۔

ان للدنیا متی ما یسلم یکن — صاحب الدنیا محب او حبیب

وہ صاحب دنیا جو کسی سے محبت نہیں کرتا — یا وہ کسی کا محبوب نہیں اسکی دنیا پر تف ہے

کسی دوسرے نے کہا ہے۔

ولا خیر فی الدنیا ولا فی نعیمها — وانت وحید مفرد غیر عاشق

دنیا اور دنیا کی نعمتوں میں کوئی خیر نہیں — اگر تو تنہا اکیلا ہے اور کسی پر عاشق نہیں ہوا ہے

کسی اور شاعر نے کہا ہے

اسکن الی سکن تسلا بحبه — وصب الزمان وانت منفرد

تم کسی ایسی تسکین سے تسلی حاصل کرو جس کی محبت سے تمہیں لذت حاصل ہو۔ اگر تم منفرد اور تنہا ہو تو زمانہ تمہارے لئے مصیبت ہے۔

کسی اور شاعر کا قول ہے۔

لیشکی المحبون الصبابة بیننا۔ — تحملت ما یلقون من بینهم وحدی

عشاق محبت کی مصیبتوں کی شکایتیں کرتے ہیں — کاش ان تمام کی مصیبتیں تنہا مجھ پر لاد دی جائیں

فکانت تعلبی لذت الحب کلها۔ — فلم یلقها قبلی محب ولا بعدی

اگر ایسا ہوتا تو محبوں کی ساری قوتیں تنہا مجھے حاصل ہو جاتیں۔ اور یہ لذتیں نہ مجھ سے پہلے کسی کو ملتیں نہ میرے بعد کسی کو ملتیں۔

جب اس دنیا کی محبت کا یہ حال ہے۔ تو پھر اس محبت کے متعلق کیا کہہ گے؟ جس سے قلوب کی حقیقی زندگی وابستہ ہے۔ اور جو روح کی اصل غذا ہے؟ جس محبت کے بغیر قلب کے لئے نہ کوئی لذت ہے نہ نعمت۔ جس کے بغیر نہ فلاح ہے نہ نجات۔ نہ ہی زندگی۔ جب قلب اس محبت سے محروم ہو جائے۔ تو اس کے رنج و الم کا کیا حال ہوگا؟ اس کی یہ مصیبت تو آنکھوں کی روشنی کانوں کی سماعت، ناک کی قوت شامہ۔ زبان کی قوت ذائقہ اور قوت ناطقہ چلے جانے کی مصیبت سے بھی بڑھ کر مصیبت ہے۔ بلکہ جو قلب اپنے خالق و فاطر، الہ الحق کی محبت سے خالی ہے وہ اس جسم سے بھی بدتر اور خراب ہے جس سے روح نکل چکی ہو۔ اس حقیقت کو وہی سمجھ سکتا ہے۔ اور

Marfat.com

اور وہی اس کی تصدیق کرسکتا ہے جس کے اندر روح اور زندگی موجود ہو۔ مردوں کو زخموں کی تکالیف کا پتہ کیونکر چل سکتا ہے؟

مقصود یہ ہے کہ دنیا کی سب سے بڑی اور کامل ترین لذت وہ ہے جو آخرت کی لذت کا ذریعہ ہو۔ اور آخرت کی لذت تک پہونچائے۔

دنیا کی لذتیں تین قسم کی ہیں۔

پہلی۔ یہ کہ وہ لذت آخرت کی لذت کی طرف لے جائے۔ آخرت کی لذت کا ذریعہ ہو۔ اور اس لذت سے انسان کو بڑا سے بڑا اجر و ثواب ملے۔ یہ سب سے بڑی اور کامل ترین لذت ہے اور مومن بندہ اگر کھانے پینے، لباس، نکاح، جماع، شکار اپنے اور خدا کے دشمنوں پر غیض و غضب، قہر و غصہ میں رضاء الٰہی مقصود رکھے۔ اور اس کی یہ تمام باتیں لوجہ اللہ ہیں تو یہ چیزیں موجب اجر و ثواب ہیں۔ جب یہ لذتیں اجر و ثواب کا موجب ہیں تو بتاؤ اس لذت کا کیا کہنا۔ جو معرفت الٰہی۔ محبت الٰہی۔ شوق نظارہ خداوندی سے حاصل ہوتی ہے؟ اور جو جنت نعیم میں رویت خداوندی کی موجب ہے؟

دوسری۔ لذت وہ ہے جو بندے کو آخرت کی لذت سے محروم کردیوے۔ اس قسم کی لذت میں بڑے بڑے مصائب و آلام موجود ہیں۔ مثلاً ان لوگوں کی لذت جو خدا کو چھوڑ کر بتوں سے رشتہ جوڑ لیتے ہیں۔ اور بتوں سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ اور خدا سے جس قسم کی محبت کرنی چاہیے وہ بتوں سے کرتے ہیں اور آپس میں باہم ایک دوسرے سے متمتع ہوتے ہیں۔ آخرت میں ایسے لوگ خدا کے حضور میں کہیں گے۔

ربنا استمتع بعضنا ببعض وبلغنا اجلنا الذی اجلت لنا۔ الایہ (انعام)

اے ہمارے پروردگار دنیا میں ہم ایک دوسرے سے فائدہ اٹھاتے رہے۔ اور جو وقت تو نے ہمارے لئے مقرر کیا تھا۔ ہم اس وعدے تک پہنچ گئے۔

اور مثلاً بدکاروں، ظالموں، مفسدوں، متکبروں، ہیکڑی بازوں کی لذت۔ کہ ایسی لذتیں استدراج اور خدا کی جانب سے امتحان ہیں۔ تاکہ انہیں بعد میں بڑے بڑے آلام و مصائب کے اندر مبتلا کردیوے۔ اور آخرت کی بڑی سے بڑی لذت سے انہیں محروم کردیوے جس طرح کہ کسی کے آگے لذیذ کھانا زہر آلود کرکے رکھ دیا جاتا ہے۔ اس سے کھانے والے کی موت یقینی ہے

Marfat.com

لیکن یہ ایک استدراج ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے

سنستدرجھم من حیث لا یعلمون۔	اور ہم اسی طرح پر کہ ان کو خبر بھی نہ ہو آہستہ
الی قولہ ان کیدی متین (قلم)	آہستہ ان کو جہنم کی طرف گھسیٹتے ہیں۔

بعض سلف صالحین نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے۔ جب یہ لوگ گناہ اور نافرمانی کرتے ہیں تب ہم انہیں نعمتیں دیتے ہیں۔

حتیٰ اذا فرحوا بما اوتوا اخذناھم	یہاں تک کہ جو نعمتیں ان کو دی گئی تھیں ان کو
بغتۃ فاذا ھم مبلسون۔ الی قولہ۔	پاکر خوش ہوئے۔ یکایک ہم نے ان کو دھر پکڑا
والحمد للہ رب العالمین (انعام)	اور عذاب کا آنا تھا کہ وہ بے آس ہو
	کر رہ گئے۔ الخ

اور اسی قسم کے لذت اندوز لوگوں کے حق میں خدا کا یہ ارشاد ہے۔

ایحسبون انما نمدھم بہ من مال و	کیا یہ لوگ ایسا خیال کرتے ہیں کہ جو مال اور
بنین نسارع لھم فی الخیرات۔ بل	اولاد سے ان کی امداد کے لئے چلے جا رہے ہیں
لا یشعرون۔ (مومنون)	ان کو فائدہ پہونچاتے ہیں، جلدی کر رہے ہیں؟
	نہیں بلکہ یہ لوگ سمجھتے ہیں۔

اور ایسے ہی لوگوں کے حق میں خدا کا یہ ارشاد ہے۔

فلا تعجبک اموالھم ولا اولادھم انما	تو اے پیغمبر! نہ تو ان کے مال تمہارے لئے
یرید اللہ لیعذبھم بھا فی الحیاۃ	موجب حیرت ہوں۔ نہ ان کی اولاد خدا چاہتا ہے
الدنیا۔ الآیۃ (توبہ)	کہ دنیا کی زندگی میں ان کو مال اور اولاد کی
	وجہ سے مبتلائے عذاب ہی رکھے۔

یہ ساری لذتیں، بالآخر بڑے بڑے مصائب و آلام سے تبدیل ہو جائیں گی جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔

یا ربما کانت فی الحیاۃ لاھلھا	عذابا فصارت فی المعاد عذابا

بہت سی چیزیں جو دنیا میں ان کو شیریں اور مرغوب تھیں، آخرت میں ان کے لئے عذاب بن کر رہ گئیں۔

تیسری لذت وہ ہے جس سے آخرت میں ایسی نہ لذت ملے گی نہ ایسے تکلیف پہونچائیگی

Marfat.com

اگرچہ آخرت کے کمال میں اس سے کچھ نقص ضرور ہوگا۔ یہ وہ مباح لذتیں ہیں جن سے آخرت کی لذتوں کے لئے استعانت نہ کی جائے۔

اس قسم کی لذتوں سے لذت اندوز ہونے کا زمانہ نہایت قلیل اور مختصر ہے بندے کو چاہیئے انہی لذتوں میں اپنے کو مشغول رکھے جو اس کے لئے موجب خیر و فلاح ہوں۔ آنحضرت صلعم نے اس حدیث میں اسی قسم کی لذتوں کے متعلق فرمایا ہے۔

کل لھو یلھون بہ الرجل فھو باطل الا رمیہ۔ بقوسہ۔ و تادیبہ فرسہ وملاعبتہ امرأتہ فانھن من الحق۔

آدمی کا ہر کھیل باطل ہے۔ مگر کمان سے تیر چلانا۔ گھوڑے کو ادب سکھانا۔ اپنی بی بی کے ساتھ کھیلنا۔ یہ کھیل حق ہیں۔

جو لذت مطلوب لذت کی معاونت کرے وہ حق ہے۔ اور جو لذت اس لذت کی معاونت نہ کرے باطل ہے۔

فصل

قرآن حکیم سے محبت کرنا۔ خدا کی محبت کا معیار ہے قرآن حکیم سننے کے آداب۔

مذکور محبت بری اور قابل مذمت نہیں ہے۔ بلکہ محبت کی اقسام میں سے ایک قسم ہے۔ آنحضرت صلعم سے محبت کرنا بھی اسی قسم کی محبت ہے۔ محبت سے ہماری مراد ایک خاص محبت ہے اور وہ یہ کہ محبت کرنے والے کے قلب کو اس کے ذکر و فکر کی تمام قوتوں کو اپنی طرف موڑ لیوے۔ ورنہ آنحضرت صلعم کی محبت تو ہر مسلمان کے قلب میں موجود ہے۔ آپ کی محبت کے بغیر تو کوئی آدمی مسلمان ہی نہیں ہو سکتا۔ اور محبت کے بے شمار درجات اور مراتب ہیں۔ جن کا احصار مشکل ہے۔

یہ محبت لطف و مہربانی کے جذبات پیدا کرتی ہے۔ مصائب و تکالیف کا بوجھ ہلکا کرتی ہے۔ بخیل کے اندر سخاوت کی روح پیدا کرتی ہے۔ بزدلوں کو بہادر و دلیر بنا دیتی ہے ذہن اور عقل میں لطافت و پاکیزگی پیدا کرتی ہے۔ نفس میں تازگی پیدا کرتی ہے۔ اور حقیقی عیش و زندگی کو خوشگوار بناتی ہے۔ یہ تمام مقدس صفات حرام صورتوں کی محبت اور حسن پرستی سے حاصل

Marfat.com

نہیں ہو سکتیں۔

قیامت کے دن جبکہ بندے خدا کے حضور میں حاضر ہوں گے۔ اور بندوں کے سرائر اور اعمال مخفیہ ظاہر ہوں گے۔ ایسے بندوں کے سرائر اور اعمال تمام سے بہتر ہوں گے ان کے سرائر میں سرتاسر خیر و فلاح ہی ہو گی۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

تبلیقی لکم فی مضمو القلب والحشا — سریرۃ حب یوم تبلی السرائر

قلب اور اندرون شکم قلب کی محبت کے سرائر — اس دن تک کہ جس دن سرائر ظاہر کئے جائینگے

باقی رہیں گے۔

یقیناً یہ محبت چہرے کو نورانی کرتی ہے۔ سینے میں انشراح و فراخی پیدا کرتی ہے۔ قلب کو زندہ کرتی ہے۔ اور جو حال محبت الٰہی کا ہے وہی حال محبت کلام الٰہی کا ہے کیونکہ کلام الٰہی کی محبت علامت ہے محبت الٰہی کی۔ اگر تم اپنے اندر یا کسی دوسرے کے اندر محبت الٰہی کا اندازہ کرنا چاہتے ہو تو دیکھ لو کہ تمہارے اندر یا اس کے اندر محبت کلام الٰہی کس قدر ہے؟ آلات طرب و سرود گانے بجانے کی سماعت کا شوق زیادہ ہے۔ یا قرآن حکیم سننے کا؟ کیونکہ جو آدمی جس سے محبت کرتا ہے اس کی باتیں اسے سب سے زیادہ محبوب اور مرغوب ہوتی ہیں جیسا کہ کہا گیا ہے۔

ان کنت تزعم حبی فلم مزقت کتابی — اما تأملت ما فیہ من لذیذ خطابی

اگر تو میری محبت کا دم بھرتا ہے تو پھر تو نے میرا خط کیوں چاک کر دیا؟ — میرے لذیذ و مرغوب خطاب پر تو نے غور و تامل کیوں نہیں کیا۔

حضرت عثمانؓ کا قول ہے

لو طہرت قلوبنا لما شبعت من کلام اللہ — اگر ہمارے قلوب پاک ہوتے تو کلام الٰہی سے کبھی سیر نہ ہوتے۔

اور واقعہ بھی یہ ہے کہ ایک محب اپنے حقیقی محبوب کے کلام سے سیر بھی کس طرح ہو سکتا ہے؟

ایک مرتبہ آنحضرت صلعم نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے فرمایا۔

اقرأ علی — کچھ قرآن مجھے پڑھ کر سناؤ۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے عرض کیا۔ قرآن تو آپ پر اترا ہے۔ اور میں پڑھ کر سناؤں؟ آپ نے فرمایا۔

انی احب ان اسمعہ عن غیری — میں پسند کرتا ہوں کہ دوسرے کسی سے میں سنوں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے سورۂ نساء شروع کی۔ تا آنکہ اس آیت پر پہنچے۔

فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشہید وجئنا بک علی ہؤلاء شہیدا۔ (نساء)

بھلا اس دن کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت کے گواہ طلب کریں گے۔ اور اے پیغمبر! ہم تم کو اس امت کی گواہی کے لئے طلب کریں گے۔

آپؐ نے فرمایا۔

حسبک الآن

اب بند کردو۔

حضرت عبداللہؓ نے سر اٹھا کر آنحضرت صلعم کی طرف دیکھا تو دیکھا کہ آپؐ رو رہے ہیں۔ آنکھوں سے آنسو موتیوں کی لڑی کی طرح گر رہے ہیں۔

آنحضرت صلعم کے صحابہ جب کبھی کسی بحث میں الجھتے اور ان میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ موجود ہوتے تو سب مل کر قرآن کرتے۔ ابوموسیٰؓ کہتے قرآن سنا دو۔ حضرت ابوموسیٰؓ قرآن پڑھتے اور صحابہ کرامؓ سنتے۔

قرآن حکیم سے محبت رکھنے والوں کا وجد، ذوق، لذت، حلاوت، حرارت، سماع، تاثیر اور گانے بجانے کے وجد، ذوق، لذت و حلاوت اور حرارت سے کوسوں دور ہے بڑھا ہوا ہے۔ اگر تم کسی آدمی کو دیکھو کہ اسے اشعار سننے کا شوق زیادہ ہے۔ اشعار سے اس کے اندر وجد کس قدر پیدا ہوتا ہے؟ اور پھر دیکھو اسے قرآن حکیم سننے سے ذوق، وجد پیدا ہوتا ہے یا نہیں؟ اگر قرآن حکیم سننے سے ذوق وجد پیدا نہیں ہوتا تو اس کا حال وہ سمجھ جو کسی شاعر کے متعلق کہا گیا ہے

ھو علیک النعمۃ واتحفہ بجاھل کالجحل ۔ وہدیت من الشعر نثیرا فثقل کالفدم

تیرے سامنے ہم قرآن پڑھتے ہیں تو تیرے تحرک پتھر کی مانند ہوتا ہے اور جب کوئی شعر پڑھا جاتا ہے تو بدمستوں کی طرح جھوم جاتا ہے۔

یہ حالت اس امر کی دلیل ہے کہ اس کا قلب بھمۃ الٰہی سے خالی ہے اور اس میں سماع شیطانی سے تعلق ہے اور افسوس ہے فریب خوردہ لوگ سماع شیطانی کو بھی کوئی چیز سمجھتے ہیں۔

عشق و حسن پرستی کے جو فوائد اور منافع پیش کئے گئے ان سے لاکھوں درجہ زیادہ خدا کی کلام کی، خدا کے رسولؐ کی محبت میں فوائد و منافع موجود ہیں۔ بلکہ اس محبت کے ساتھ قدم ملا کر چلنے سے دنیا و آخرت کے سو سو حسنات بھی حاصل ہوتے ہیں۔ اگر وہ محبت الٰہی میں تبدیل نہیں کر لیتے۔ اور حقیقی محبوب کی طرف رہنمائی نہیں کرتے تو وہ سارے حقیقی باطل اور غلط اور بے سود ہیں۔

Marfat.com

فصل

عورتوں سے جائز محبت۔ حضرت زینب بنت جحش رض کا قصہ
عثمان کے حق میں آنحضرت صلعم اور خلفاء راشدین کی
سفارشات۔ عورتوں سے تین قسم کی محبت ہوا کرتی ہے۔

عورتوں سے محبت کرنے میں محب قابل ملامت نہیں ہے۔ بلکہ عورتوں سے محبت کرنا مرد کا کمال ہے۔ خدا نے خود بندوں پر اس کا احسان جتایا ہے کہ تمہاری تسکین و تسلی کے لئے ہم نے تمہارے جوڑے بنا دیئے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

ومن آیاته ان خلق لکم من انفسکم ازواجا تسکنوا الیها۔ وجعل بینکم مودة و رحمة۔ الآیہ

اور خدا کی نشانیوں میں سے ایک یہ نشانی بھی ہے کہ تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کی بیبیاں پیدا کیں تاکہ تم کو ان سے راحت ملے۔ اور تم میں پیار و اخلاص پیدا کیا۔

اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے عورتوں کو مردوں کے لئے تسکین قلب کا موجب بتلایا ہے عورت مرد دونوں میں خالص محبت رحم و مودت پیدا کر دی ہے۔ اس کے بعد ہی اللہ تعالےٰ نے وضاحت کر دی کہ کونسی عورتیں مرد کے لئے حلال اور جائز ہیں؟ اور کونسی حرام و ناجائز؟ ارشاد فرمایا۔

یرید اللہ لیبین لکم ویهدیکم سنن الذین من قبلکم ویتوب علیکم واللہ علیم حکیم الی قوله خلق الانسان ضعیفا (نساء)

اللہ چاہتا ہے۔ جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کے حالات کھول کھول کر بیان کر دے۔ اور تم کو انہی طریقوں پر چلائے اور تم پر مہر کی نظر رکھے۔

امام سفیان ثوری رح نے اس آیت کی تفسیر میں امام طاؤس عن ابیہ کی روایت پیش کی ہے کہ مرد عورتوں کو دیکھنے کے بعد صبر نہیں کر سکتے۔

صحیح بخاری کے اندر حضرت جابر رض سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم کی نگاہ یکایک کسی عورت پر پڑ گئی آپ اسی وقت حضرت زینب رض کے پاس تشریف لے گئے۔ اور ان سے اپنی ضرورت پوری کر لی اور فرمایا۔

ان المرأة تقبل فی صورة شیطان وتدبر فی صورة شیطان فاذا رأی احدکم امرأة فاعجبته فلیأت اهله فان ذالك یرد ما فی نفسه

عورت شیطان کی صورت میں سامنے آتی ہے۔ اور شیطان کی صورت میں واپس لوٹتی ہے جب تم میں سے کسی کی نگاہ کسی عورت پر پڑ جائے۔ اور اسے اپنی طرف

متوجہ کر لیوے تو چاہیئے کہ وہ اسی وقت اپنی بی بی کے پاس چلا جائے۔ اس سے اس کے نفس کے خیالات دور ہو جائیں گے۔

اس حدیث کے اندر بہت سے فوائد ہیں ایک یہ کہ اگر کسی غیر عورت پر نگاہ پڑ جائے۔ اور دل میں اس کی جانب سے خطرات و خیالات پیدا ہو جائیں تو اپنی بی بی سے جو اسی عورت کی ہم جنس ہے اپنی حاجت پوری کر لی جائے۔ اس سے انسان کو تسکین و تسلی ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ ایک کھانے کی بجائے دوسرا کھانا کھا لینے سے۔ اور ایک کپڑے کی بجائے دوسرا کپڑا پہن لینے سے تسکین و تسلی حاصل ہو جاتی ہے۔ دوسرا یہ کہ آنحضرت صلعم نے حکم فرمایا کہ اگر کسی عورت کی خوبصورتی شہوت برانگیختہ کر دیوے۔ تو اسی وقت اس کا علاج کر لیا جائے۔ اور اس کا بہترین علاج یہ ہے کہ اپنی بی بی سے اپنی خواہش پوری کر لی جائے اس سے اس کی شہوت کم ہو جاتی ہے۔

آپؐ کا یہ حکم ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ آپؐ نے دو باہم محبت کرنے والوں کے متعلق عقد نکاح کر دینے کا حکم دیا تھا۔ جیسا کہ سنن ابن ماجہ کے اندر ایک مرفوع حدیث میں مروی ہے۔

لم یر للمتحابین مثل النکاح — باہم محبت کرنے والوں کے لئے نکاح سے بہتر کوئی چیز نہیں۔

عاشق کا نکاح معشوق سے کر دینا اس سے بہتر عشق کی کوئی دوا نہیں۔ اس مرض کی یہ دوا خدا نے از روئے شرع اور قدر مقرر کر دی ہے۔

یہ دوا خدا کے پیغمبر حضرت داؤد علیہ السلام نے بھی کی کہ حرام سے احتراز کرتے ہوئے نکاح سے کام لیا۔ کسی عورت سے محبت ہو گئی تو اسے اپنے نکاح میں لے لیا۔ اس بارے میں حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ۔ تو بارگاہ خداوندی میں ان کی قدر و منزلت اور عالی درجہ کے اعتبار سے تھی۔ اس سے زیادہ ہم اس بارے میں یہاں کچھ نہیں کہنا چاہتے۔

حضرت زینب بنت جحش رضؓ کے قصہ پر بھی ہم کچھ روشنی ڈال دیتے ہیں۔ قصہ یہ ہے کہ حضرت زید رضؓ حضرت زینب رضؓ کو طلاق دینا چاہتے تھے۔ ان میں باہم موافقت نہیں تھی۔ حضرت زید رضؓ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور ان کو علیحدہ کرنے کے متعلق آپؐ کی رائے طلب کی۔ آپؐ نے ان کو طلاق دینے سے روک دیا لیکن آپؐ کو اچھی طرح معلوم تھا کہ حضرت زید رضؓ جلد انہیں چھوڑ دینگے۔ اور یہ بھی آپ کو معلوم تھا کہ ان کی علیحدگی کے بعد آپ ان سے نکاح کریں گے۔ لیکن یہ بات آپ اپنے دل میں مخفی رکھتے تھے کہ لوگ اس بارے میں

Marfat.com

چہ چاکریں گے کہ رسول اللہ صلعم نے اپنے بیٹے کی بی بی سے نکاح کیا۔ حضرت زیدؓ آپؐ کے بیٹے نہیں تھے۔ متبنیٰ تھے۔ لیکن عرب متبنیٰ کو بیٹا کہتے تھے۔ رب العالمین کا یہ مقصد تھا کہ بندوں کی مصلحتوں کے پیش نظر اس بارے میں ایک عام قانون بنا دیا جائے۔ جب حضرت زیدؓ نے حضرت زینبؓ کو طلاق دیدی اور ان کی عدت طلاق پوری ہوگئی تو آپ نے اپنے لئے حضرت زیدؓ کو پیغام دے کر بھیجا۔ حضرت زیدؓ حضرت زینبؓ کے مکان پر پہونچے۔ اور دروازے کی طرف پیٹھ کر کے کھڑے ہوگئے۔ آنحضرت صلعم کا پیغام لے کر گئے تھے۔ غیرت نے تقاضا نہ کیا کہ منہ سامنے کر کے کھڑے ہوں۔ دروازے سے دور رہ کر آواز دی زینب میں تمہارے پاس آنحضرت صلعم کا پیغام لے کر آیا ہوں۔ حضرت زینبؓ نے کہا جب تک رب العالمین کا حکم نہیں ملتا۔ میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔ اس کے بعد حضرت زینبؓ اپنے گھر کی مسجد کی محراب میں کھڑی ہوگئیں۔ اور نماز شروع کر دی۔ چنانچہ آپ کے نکاح کی ولایت خود خدائے قدوس نے کی اور عرش معلیٰ پر آنحضرت صلعم سے آپ کا نکاح کر دیا اور خدا کی جانب سے یہ وحی اتری۔

فلما قضی زید منہا وطرا زوجناکہا۔ پھر جب زید اس عورت سے بے تعلقی کر چکا تو ہم نے تمہارے ساتھ اس کا نکاح کر دیا۔

اس آیت کے اترنے کے بعد آنحضرت صلعم فوراً حضرت زینبؓ کے پاس تشریف لے گئے۔ حضرت زینبؓ اس بات پر ہمیشہ آنحضرت صلعم کی دوسری بیبیوں کے سامنے فخر کیا کرتی تھیں کہ تمہارا نکاح تمہارے گھر والوں نے پڑھایا ہے لیکن میرا نکاح تو عرش معلیٰ پر خود اللہ تعالےٰ نے پڑھایا ہے۔ آنحضرت صلعم اور حضرت زینبؓ کا قصہ یہ ہے۔

یہ امر یقینی ہے کہ آنحضرت صلعم عورتوں سے محبت رکھتے تھے۔ جیسا کہ صحیح بخاری کے اندر حضرت انسؓ سے مروی ہے جسے نسائی نے اپنے سنن میں اور طبرانی نے اپنی اوسط میں بھی روایت کیا ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔

حبب الی من دنیاکم النساء والطیب وجعلت قرۃ عینی فی الصلاۃ

تمہاری دنیا میں سے تین چیزیں مجھے محبوب ہیں عورتیں خوشبو اور نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

یہ الفاظ بالکل ٹھیک ٹھیک حدیث کے الفاظ ہیں۔ باہر کا ایک لفظ نہیں۔ جیسا کہ بعض نے یہ الفاظ بڑھائے ہیں۔

حبب الی من دنیاکم ثلاث۔ تمہاری دنیا میں سے مجھے تین چیزیں محبوب ہیں۔

امام احمدؒ نے اپنی تصنیف کتاب الزہد کے اندر کچھ اور الفاظ بھی روایت کئے ہیں۔

اصبر عن الطعام والشراب۔ ولا اصبر عن الن میں کھانے پینے سے صبر کر سکتا ہوں لیکن عورتوں سے صبر نہیں کر سکتا

خدا کے دشمن یہودی آنحضرت صلعم سے حسد کرتے تھے اور کہتے تھے۔ محمد کا بڑا مقصد یہ ہے کہ عورتوں سے شادیاں کرتے رہیں۔ خدا نے یہود کے خیالات کی تردید فرمائی اور جتلا دیا کہ آپؐ کی شان نہایت بلند ہے۔ فرمایا۔

ام یحسدون الناس علی ما اتاھم من فضلہ الایۃ۔ (نساء)

یا خدا نے جو اپنے فضل سے لوگوں کو نعمت عطا فرمائی ہے اس پر جل مرتے ہیں الخ

امام الحصار حضرت ابراہیم خلیلؑ کے نکاح میں حضرت سارہ جیسی حسین و جمیل اور دنیا جہان کی عورتوں سے زیادہ خوبصورت عورت تھیں۔ پھر بھی آپ نے حضرت ہاجرہ سے اپنا رشتہ قائم کیا۔

حضرت داؤدؑ کے پاس ننانوے (۹۹) بیبیاں تھیں۔ لیکن ایک اور عورت سے محبت ہو گئی تو اس سے نکاح کر کے سو پوری کر لیں۔

حضرت داؤد کے بیٹے حضرت سلیمانؑ ایک رات میں ننانوے بیبیوں کے پاس جایا کرتے تھے آنحضرت صلعم سے کسی نے پوچھا آپ کو کس بی بی سے زیادہ محبت ہے؟ آپ نے فرمایا عائشہ سے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا۔

انی رزقت حبھا

مجھے ان کی محبت دی گئی ہے۔

پس معلوم ہوا کہ عورتوں سے محبت کرنا انسانی کمالات میں سے ہے چنانچہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔

خیر ھذہ الامۃ اکثرھم نساء

اس امت میں بہترین آدمی وہ ہے جس کی عورتیں زیادہ ہوں۔

امام احمدؒ نے فرمایا ہے۔ جلولاء[1] کی فتح کے موقع پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے حصہ میں ایک باندی آئی تھی۔ نہایت خوبصورت تھی۔ اس کی گردن ایسی تھی گویا چاندی کی صراحی۔ اسے دیکھ کر حضرت عبداللہ سے صبر نہ ہو سکا۔ اور لوگوں کی موجودگی میں اسے چومنا شروع کر دیا۔

اس واقعہ سے امام احمدؒ نے اسیر شدہ باندیوں سے فائدہ اٹھانے کے جواز پر استدلال کیا ہے استبرار رحم سے قبل جماع و ہم بستری کے سوا دوسرا فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ بخلاف اس باندی کے جو چند آدمیوں میں مشترک ہو اس سے کسی قسم کا بھی فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ مشترک باندی میں یہ امکان ہے کہ کسی کا

---

(۱) جلولاء خراسان جاتے ہوئے راستہ میں پڑتا ہے ۱۶ھ میں مسلمانوں اور ایرانیوں میں یہاں سخت جنگ ہوئی تھی اس جنگ میں یہ جاریہ بھی گرفتار ہو کر آئی تھی اور تقسیم میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے حصہ میں آئی تھی۔ ۱۲

Marfat.com

حصہ فسخ ہو جائے۔ اور ایسا ہو تو غیر کی باندی سے فائدہ اٹھانا لازم آئے گا۔ اور یہ حرام ہے۔

آنحضرت صلعم نے عاشق کے حق میں معشوقہ سے سفارش فرمائی ہے کہ اس سے نکاح کر لو لیکن معشوقہ نے انکار کر دیا۔ یہ بات مغیثؓ اور بریرہؓ کے قصہ میں موجود ہے۔ مغیثؓ نے بریرہؓ کو طلاق دے دی۔ طلاق دینے کو تو دیدی۔ لیکن اب اس کے پیچھے پھرنے لگے۔ اور اس کے فراق میں زار زار روتے اور ایسے روتے کہ آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگ جاتیں۔ مغیثؓ کی یہ حالت دیکھ کر آنحضرت صلعم نے بریرہؓ سے کہا۔

لو راجعتہ ؟ — بریرہؓ اگر پھر تم مغیثؓ کے نکاح میں چلی جاؤ تو؟

بریرہؓ نے کہا یا رسول اللہ آپ مجھے حکم دے رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں میں سفارش کر رہا ہوں۔

بریرہؓ نے کہا۔ یا رسول اللہ اب مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے بعد آنحضرت صلعم نے اپنے چچا حضرت عباسؓ سے کہا۔

یا عباس : الا تعجب من حب مغیث بریرۃ ؟ ومن بغضھا لہ ؟ — اے عباس! مغیث کی محبت اور بریرہؓ کی ان سے نفرت پر آپ کو تعجب نہیں ہوتا؟

آنحضرت صلعم نے مغیثؓ کو اس محبت کی وجہ سے برا بھلا نہیں کہا۔ کیونکہ عشق و محبت غیر اختیاری ہے۔ آنحضرت صلعم نے اپنی تمام بیبیوں میں باری تقسیم کر دی تھی۔ اور سب سے مساوات برت رہے تھے لیکن پھر بھی بارگاہ الٰہی میں التجا کرتے ہیں۔

ھذا قسمی۔ فیما املک فلا تلمنی فیما لا املک — اے خدا! جو میرے اختیار میں ہے میں نے اس طرح تقسیم کر دی لیکن جو میرے اختیار میں نہیں ہے اس میں مجھے ملامت نہ کر۔

یعنی محبت غیر اختیاری چیز ہے۔ اس میں ملامت نہ کرنا اور یہ اس آیت کی اتباع ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم (نساء) — اور تم پھر اچھا ہو لیکن یہ تو تم سے ہو نہیں سکتا کہ کئی بیبیوں میں پوری پوری برابری کر سکو۔

یعنی محبت و جماع میں مساوات و برابری کرنا بہت دشوار ہے۔ اور اس لئے خدا نے اس فرمان کے بعد ہی ارشاد فرما دیا کہ مساوات دشوار ہے لیکن تم ایک ہی عورت کی جانب کلیۃً نہ جھک پڑنا۔ فرمایا۔

فلا تمیلوا کل المیل (نساء) — تو بالکل ایک ہی طرف مت جھک پڑ۔

Marfat.com

خلفاء راشدین جو سب سے زیادہ رحمدل تھے۔ عشاق کے حق میں جائز معشوقوں سے سفارش کر دیا کرتے تھے۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عثمان کا عمل تمہیں پہلے معلوم ہو چکا۔ حضرت علیؓ کا بھی یہی عمل تھا۔ ایک مرتبہ رات کے وقت کسی عرب کے لڑکے کو کسی کے گھر میں پا لیا جسے لوگوں نے پکڑ لیا تھا۔ لڑکے سے آپ نے پوچھا، تیرا کیا قصہ ہے؟ اس نے کہا میں چور نہیں ہوں۔ سچا قصہ یہ ہے۔

تعلقت فی دار الرباحی خریدۃ ۔۔۔ یذل لہا من حسن منظرہا الدار

لہا فی بنات الروم حسن و منظر ۔۔۔ اذا افتخرت بالحسن عانقہا الفخر

فلما طرقت الدار من حب مہجتی ۔۔۔ اتیت وفیہا من یوقدہا الجمر

تبادر اہل الدار بی ثم مسجوا ۔۔۔ ہو اللص محتوم لہ القتل والاسر

جب حضرت علیؓ نے اس کا قصہ سنا تو آپ پر رقت طاری ہو گئی۔ اور مہلب بن رباح سے کہا اس عورت کے بارے میں اس پر رحم کرو۔ مہلب نے کہا۔ اس سے پوچھئے کہ یہ کون شخص ہے؟ آپ نے کہا یہ نہاس بن عینیہ ہے۔ اس نے کہا۔ اچھا جاؤ۔ لے جاؤ یہ باندی میں نے اسے بخشدی۔

حضرت معاویہؓ نے ایک باندی خریدی۔ اس سے آپ کو انتہا درجہ محبت تھی۔ ایک دن آپ نے اسے یہ شعر پڑھتے سنا۔

وفارقتہ کالغصن یہتز فی الثری ۔۔۔ طریرا وسیما بعد ما طر شاربہ

حضرت معاویہؓ نے اس سے پوچھا۔ ایسا کون شخص ہے؟ اس نے کہا مجھے میرے پہلے آقا سے محبت ہے۔ حضرت معاویہؓ نے اسی وقت اسے واپس کر دیا۔ اور اس جاریہ کا داغ محبت ہمیشہ آپ کے دل پر رہا۔

زمخشری نے اپنی ربیعہ کے اندر ایک واقعہ لکھا ہے کہ زبیدہ جب مکہ معظمہ جا رہی تھی۔ مکہ معظمہ کے راستہ میں ایک دیوار پر یہ شعر لکھے دیکھے۔

امانی عباد اللہ اوتی امانہ ۔۔۔ کریم یجلی الہم عن اہل العقل؟

لہ مقلۃ اما الماء فقریحۃ ۔۔۔ واما الحشا فالنار منہ علی رحل

زبیدہ نے نذر مانی کہ اگر میں اس لکھنے والے کو پالوں گی تو میں ضرور اسے اس کے محبوب سے ملا دونگی۔ چنانچہ زبیدہ مزدلفہ میں تھی۔ اس نے سنا کوئی یہی شعر پڑھ رہا ہے۔ زبیدہ نے اسے بلایا اور اس سے پوچھا۔ اس نے کہا یہ شعر میں نے اپنے چچا کی لڑکی کے متعلق لکھے ہیں۔ میرے چچا کے گھر والے اس لڑکی کا نکاح مجھ سے کرنے سے انکار کر رہے ہیں۔ ان لوگوں نے قسم کھائی ہے کہ

Marfat.com

اس کا نکاح میرے ساتھ نہیں کرینگے۔ یہ قصہ سننے کے بعد زبیدہ نے اس کے قبیلہ کے لوگوں کو بلایا اور تمام کو مالا مال کر دیا۔ اور انہیں منا کر اس لڑکی کا نکاح اس سے کرا دیا۔ نکاح کے بعد زبیدہ نے لڑکی کی جانچ کی تو معلوم ہوا یہ بھی اس نوجوان پر عاشق اور شیفتہ تھی۔ بلکہ اس نوجوان کو جس قدر اس سے عشق تھا۔ اس سے کہیں زیادہ اسے اس نوجوان سے عشق تھا۔ زبیدہ ہمیشہ اپنے اس کام کو اپنے تمام نیک کاموں سے بہتر سمجھتی رہی اور اس پر فخر کرتی رہی۔ اور کہا کرتی تھی کہ مجھے اس کام سے جس قدر خوشی ہوئی کسی کام سے نہیں ہوئی۔ میں نے ایک نوجوان لڑکے اور لڑکی کو ان کے مقصد تک پہونچا دیا۔ اور دونوں کا نکاح کر کے ایک جگہ جمع کر دیا۔

خرائطی نے کہا ہے سلیمان بن عبدالملک کے پاس ایک غلام اور ایک باندی تھی۔ ان دونوں میں انتہا سے زیادہ عشق و محبت تھی۔ ایک دن اس غلام نے اس جاریہ کے نام یہ اشعار لکھ بھیجے۔

ولقد اتیتک فی المنام کانما — اسقیتنی من ماء فیلک البارد
وکان کفک فی یدی وکانتا — بتنا جمیعا فی فراش واحد
فطفقت نومی کلہ مترا قدا — لاراک فی نومی ولست براقد

اس باندی نے اس کے جواب میں یہ لکھ بھیجا۔

خیرا رأیت وکل ما ابصرتہ — فتنالہ منی بوغم الحاسد
انی لارجوان تکون، معانقی — وتبیت منی فوق ثدی ناھد
واراک بین خلاخلی ومایحی — واراک فوق ترائبی ومجاسدی

سلیمان کو جب یہ قصہ معلوم ہوا تو اس نے ان دونوں کا نکاح کرا دیا۔ اور دونوں کو خلعت و مال سے خوب خوب نوازا۔

جامع بن مرجیہ نے کہا ہے۔ میں نے لغتی مدینہ، سعید بن المسیب سے دریافت کیا۔ آدمی کسی سے عشق و محبت رکھے تو کوئی گناہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا۔ ملامت اس پر ہے جو تمہارے اختیار میں ہو۔ اس کے بعد سعید نے فرمایا۔ قسم خدا کی یہ مسئلہ مجھ سے کسی نے نہیں پوچھا اور اگر کوئی دوسرا پوچھتا تو میں جواب بھی نہ دیتا۔ اور دیتا تو یہی دیتا جو تمہیں دیا ہے۔

عورتوں سے عشق تین قسم کا ہے۔

ایک وہ جو عین تقرب الٰہی اور اطاعت و ثواب کا موجب ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی یا باندی سے محبت کرے۔ یہ عشق مفید اور موجب اجر و ثواب ہے۔ یہ عشق انسان کو ان مقاصد

کی طرف لے جاتا ہے۔ جن مقاصد کے لئے نکاح شروع ہوا ہے۔ یہ عشق اسے اس کی آنکھ اور قلب کو غیر کی جانب مائل ہونے سے روکتا ہے۔ اور اسی سبب سے یہ عشق عند اللہ اور عند الناس قابل تعریف سمجھا جاتا ہے۔

دوسرا عشق وہ ہے جو اللہ تعالےٰ کی خفگی، ناراضگی اور دوری رحمت کا موجب ہے یہ عشق دین و دنیا دونوں کے لئے مضر ہے۔ اور سخت مضر ہے۔ اور وہ امردوں کا عشق ہے۔ امردوں کے عشق میں جو بھی مبتلا ہوا۔ خدا کی نگاہ سے گر گیا۔ اور خدا نے اسے اپنے دروازے سے نکال دیا۔ اس کے قلب کو اپنے سے دور پھینکدیا۔ یہ بندے کے لئے بڑا سے بڑا حجاب ہے جو اسے خدا سے دور رکھتا ہے۔ جیسا کہ بعض اسلاف کا قول ہے۔

اذا سقط العبد من عین اللہ ابتلاہ بمحبۃ المردان۔

جو بندہ خدا کی نگاہ سے گر جاتا ہے۔ خدا اسے امردوں کی محبت میں مبتلا کر دیتا ہے۔

یہ محبت قوم لوط میں عام تھی۔ اور اس قوم کی یہ جبلت بن چکی تھی۔ یہ مرض اس قوم میں عام طور پر پھیل گیا تھا۔ اور اس قوم پر جو کچھ عذاب اترا۔ اسی عشق کی وجہ سے اترا۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

لعمرک انھم لفی سکرتھم یعمھون (حجر)

تمہاری عمر کی قسم یہ لوطی لوگ اپنی بدمستی میں پڑے جھوم رہے تھے۔

اس مرض کا علاج اور دوا یہ ہے کہ بندہ خدائے مقلب القلوب کی بارگاہ میں دعا اور التجا۔ اور فریاد و زاری کرے۔ اور خدا سے قریب ہونے کی کوشش کرے۔ اور اپنے کو ہمیشہ ذکر الٰہی میں مشغول رکھے اور پوری صدق دلی کے ساتھ خدا کے سامنے روئے۔ اور گڑگڑائے اور خدا سے تعلق جوڑے اور اس عشق سے جو مصائب و آلام پہنچتے ہیں۔ اور اس لذت سے جو لذتیں فوت ہوتی ہیں ان پر غور کرے اور خوب غور کرے کہ اس محبت سے محبوب اعظم سے رشتہ ٹوٹ جائے گا اور بڑا سے بڑا عذاب اس پر مسلط ہو جائے گا۔ ان تمام باتوں کے بعد بھی یہ آدمی اپنے محبوب اعظم کے مقابلہ میں اس محبوب کو ترجیح دیتا ہے۔ تو اب اسے چاہیئے کہ اپنی جان پر تکبیر جنازہ پڑھ لیوے اور سمجھ لیوے کہ یہ بلا اور مصیبت پوری طرح اس پر قابو پا چکی ہے۔ جس سے نجات و رستگاری دشوار ہے۔

تیسرا عشق وہ ہے جو مباح ہے اور غیر اختیاری ہے۔ مثلاً کسی کے سامنے ناگہانی طور پر کوئی عورت آگئی۔ اور بلا مقصد و ارادہ ناگہانی طور پر اس پر اس کی نگاہ پڑ گئی اور اس سے اس کے اندر عشق

کی آگ بھڑک اٹھی۔ لیکن اس عشق کی وجہ سے اس سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا۔ اس نے کوئی نافرمانی نہیں کی۔ یہ عشق غیر اختیاری ہے جس پر کوئی مواخذہ نہیں ہے نہ ملامت ہے۔ لیکن اس قسم کے عاشق کے حق میں زیادہ سے زیادہ مفید بات یہ ہے کہ تا امکان اس کی مدافعت کرے۔ اور خدا سے عشق و محبت کا رشتہ مضبوط کرنے کی کوشش کرے۔ یہ چیز اس کے حق میں سب سے زیادہ مفید اور سود مند ہے۔ نیز اس پر فرض ہے کہ اپنے عشق کو چھپائے اور اس کی ابتلاؤں پر صبر کرے۔ صبر کرنے سے خدا اسے بہت بڑے اجر و ثواب سے نوازے گا۔ اور اس نے جو کچھ صبر کیا۔ گناہ سے بچتا رہا۔ خواہشات سے اجتناب کیا۔ اللہ کی رضامندی تلاش کی۔ اور خدا اس کے صلہ میں جو کچھ عطا فرمائے گا۔ اسے مقدم سمجھا تو خدا اسے بہت کچھ دے گا۔ اس کا عوض و بدلہ بہت بھاری اور قیمتی ہوگا۔

فصل

عشاق کی قسمیں ـــــ عشق کی تحقیق

عشاق کی تین قسمیں ہیں۔ اول وہ جو جمال مطلق سے عشق رکھتا ہے۔ دوم وہ جو جمال مقیّد پر عاشق ہوتا ہے۔ چاہے وصل کی طمع و آرزو ہو یا نہ ہو۔ سوم۔ وہ عاشق جو صرف وصل کی تمنا اور طلب رکھتا ہے۔

عشق کی یہ ہر سہ قسمیں باعتبار قوت و ضعف بلحاظ شدت و خفت مختلف ہیں اور اس کے بے شمار درجات و مراتب ہیں۔

جمال مطلق کے عاشق کا عشق ایسا ہوتا ہے کہ وہ ہر وادی ہر میدان میں گھومتا پھرتا ہے۔ ہر صاحب جمال۔ ہر خوبرو اس کا معشوق و مطلوب ہوتا ہے۔

فیوما بحزوی و یوما بالعقیق ۔۔۔ و بالعذیب یومًا و یوما بالخلصاء

وتارۃ ینحیّ بنجد داودیہ ۔۔۔ شعب العقیق و طورا قصر بیتماء

اس قسم کے عاشق کا میدان بہت وسیع ہوتا ہے۔ اس کا عشق قائم، دائم اور ثابت نہیں ہوتا کبھی یہاں کبھی وہاں، کبھی ادھر کبھی ادھر

تم ہرجائی سہی ہمارا یہ طور سہی
تم نہ سہی اور سہی، اور نہیں اور سہی

یھیم بھذا ثم یعشق غیرہ ۔۔۔ ولیلاھم من وقتہ حین یصبح

Marfat.com

جمال مقید. یعنی کسی ایک معشوق کا عاشق اپنے معشوق کے جمال پر قائم اور ثابت قدم ہوتا ہے۔ اس کی محبت دیرپا اور محبت کی پہلی قسم کے مقابلہ میں زیادہ قوی اور سخت ہوتی ہے کیونکہ یہاں جمال اور محبت دونوں جمع ہو جاتے ہیں لیکن اس میں یہ بات ہے کہ جب وصل کی امید منقطع ہو جاتی ہے تو یہ عشق کمزور ہو جاتا ہے۔

وہ عاشق جمال جو وصل کی امید اور آرزو رکھتا ہے۔ وہ عقلمند، سمجھدار اور دانشمند عاشق ہے۔ اور اس کی محبت قوی اور سخت ہوتی ہے۔ کیونکہ وصل کی امید اس عشق کی اعانت کرتی ہے اور اسے تقویت پہونچاتی ہے۔

فصل

سوید بن سعید کی روایت پر تنقید و تبصرہ

اب رہی وہ حدیث جو عشق کے بارے میں سوید بن سعید سے مروی ہے کہ۔

من عشق وعف۔ الخ — جو عاشق ہوا اور پاکدامن رہا۔ الخ

تو اس روایت کے حدیث ہونے سے تمام حفاظ اسلام اور ماہرین حدیث نے انکار کیا ہے چنانچہ ابن عدی نے کتاب کامل میں لکھا ہے

ھذا الحدیث احد ما انکر علی سوید — سوید کی یہ بھی ایک حدیث ہے جس کی بنا پر اسے منکر الحدیث کہا گیا ہے۔

امام بیہقیؒ نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ ابن طاہر نے ذخیرہ اور تذکرہ کے اندر یہی لکھا ہے۔ ابو الفرج ابن الجوزی نے بھی یہی لکھا ہے۔ اور اس حدیث کا شمار موضوعات میں کیا ہے۔ اور ابو عبداللہ الحاکم نے بھی سوید کے اس تساہل پر انکار کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

انی اتعجب منہ — مجھے سوید پر تعجب ہو رہا ہے۔

اب میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ صحیح بات یہ ہے کہ یہ حدیث نہیں بلکہ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے حضرت ابن عباسؓ پر موقوف ہے۔ آنحضرت صلعم تک مرفوع نہیں ہے۔ سوید نے اسے مرفوع کہنے میں غلطی کی ہے۔ چنانچہ ابو محمد بن خلف بن المرزبان کہتے ہیں۔ حدثنا ابو بکر بن الازرق عن سوید الخ اس اسناد پر میں نے ابو بکر کو ڈانٹا تو انہوں نے آنحضرت صلعم کا ذکر چھوڑ دیا۔ چنانچہ بعد میں جب کبھی بھی ان سے اس حدیث کے متعلق پوچھا گیا۔ تو کبھی انہوں نے اسے مرفوع نہیں کہا۔ اور واقعہ بھی یہ

ہے کہ ایسی حدیث کلام نبوت ہو ہی نہیں سکتی۔

اب رہی خطیب کی روایت جو زہری سے مروی ہے کہ حدثنا المعافی بن ذکریا قال حدثنا قطیت بن الفضل۔ قال حدثنا احمد بن مسروق، عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ مرفوعًا۔ یہ ایک فاش غلطی ہے۔ جس کے اندر علم حدیث کی بو بھی ہوگی وہ اس روایت کو سوید عن ہشام عن ابیہ۔ عن عائشہ کی اسناد کو تسلیم نہیں کرے گا۔ خود ہماری شہادت یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے آنحضرتؐ سے یہ الفاظ کبھی روایت نہیں کئے۔ نہ عروہ نے کبھی حضرت عائشہ صدیقہؓ سے یہ الفاظ روایت کئے ہیں۔ نہ ہی ہشام نے کبھی یہ الفاظ روایت کئے ہیں۔

رہ گئی ابن الجاجشون کی حدیث جو انہوں نے عن عبداللہ بن ابی حازم عن ابن ابی نجیح عن مجاھد، عن ابن عباس، مرفوعًا روایت کی ہے کہ یہ ابن الجاجشون پر صریح اتہام ہے۔ انہوں نے کبھی یہ حدیث بیان نہیں کی۔ نہ ان سے زبیر بن کبار نے کبھی یہ حدیث روایت کی یہ وضاعین حدیث کی خصوصی کارستانیاں ہیں۔ سبحان اللہ! اس اسناد کے ساتھ یہ حدیث تعجب کی بات ہے۔ قبح اللہ الوضاعین۔

یہ حدیث ابوالفرج ابن الجوزی نے من حدیث محمد بن جعفر بن سلال۔ قال حدثنا یعقوب بن عوف عن ابن ابی نجیح عن مجاھد، مرفوعًا۔ روایت کی ہے۔ یہ ایک فاش غلطی ہے۔ یہ محمد بن جعفر وہی خرائطی تو ہے۔ جس کا انتقال ۳۲۷ھ میں ہوا ہے۔ یہ یعقوب بن ابی نجیح کو جن کو وہ اپنا استاد کہہ رہے ہیں۔ کیونکر پا سکتا ہے؟ اور کس طرح یہ اس کے استاد ہو سکتے ہیں؟ جبکہ دونوں کی ملاقات ہی ممکن نہیں ہے۔ خصوصًا جبکہ انہوں نے اس حدیث کو کتاب الاعتلال کے اندر اس اسناد سے پیش کیا ہو۔ عن یعقوب بھذا عن الربیع عن عبدالملک عن عبدالعزیز عن ابی نجیح۔

نیز خرائطی حدیث کے بارے میں ضعیف الروایت مشہور ہے۔ جیسا کہ ابوالفرج نے کتاب الصعفاء کے اندر بیان کیا ہے۔

حدیث کے انکار پر حفاظ اسلام اور ناقدین حدیث کا قول میزان عدل کا حکم رکھتا ہے پس اس حدیث کے متعلق بھی ان ہی کے قول کی طرف رجوع کرنا چاہیئے جس کی طرف علم حدیث کے بارے میں رجوع کیا جاتا ہے جس کے قول پر صحیح و غلط ہونے کا فیصلہ کیا جا سکتا ہو اور جسے حدیث

Marfat.com

کے بارے میں تسامح اور تساہل کی عادت نہ ہو۔ ایسے لوگوں میں سے کس نے اس حدیث کو صحیح یا حسن نہیں کہا۔ یہاں اس قدر کہنا کافی ہے کہ ابن طاہر وہ شخص ہے جس نے تصوف کی احادیث میں بہت کچھ تساہل ہوتا ہے۔ ساری غث و سمین، رطب و یابس حدیثیں جمع کر دی ہیں خصوصاً ایسی احادیث جو صحیح البطلان اور منکر ہیں۔

البتہ حضرت ابن عباسؓ پر انکار نہیں کیا جا سکتا کہ یہ ان کا قول ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ابو محمد بن حزم نے حضرت ابن عباسؓ سے عشق کے بارے میں ایک قول نقل کیا ہے۔ جو اس قول کے قریب قریب ہے کہ ایک آدمی عشق کی بیماری میں مر گیا تو لوگوں نے اس کی موت کے متعلق آپ سے سوال کیا۔ آپ نے اس کا یہ جواب دیا۔

قتل الھوی لاعقل ولاقود — محبت کے مقتول کی دیت ہے۔ نہ قصاص۔

آپ سے ایک اور روایت بھی مروی ہے۔ میدان عرفات میں ایک نوجوان کو آپ کے سامنے پیش کیا گیا۔ جو کبوتر کی طرح تڑپ رہا تھا۔ آپ نے پوچھا۔ اسے کیا ہوا ہے؟ لوگوں نے کہا۔ یہ عشق کا مارا ہوا ہے۔ چنانچہ آپ اس کے بعد ہمیشہ بارگاہ خداوندی میں عشق سے پناہ مانگا کرتے تھے۔

یہ ہے حدیث من عشق۔ وعف وکتم ومات فھو شھید کی تفسیر و تشریح۔ اگر اس کی مزید توضیح و تشریح درکار ہے تو اور سن لو۔ آنحضرت صلعم کی ایک حدیث میں شہداء کا ذکر آیا ہے۔ حدیث بالکل صحیح ہے۔ اس حدیث میں آپ نے فرمایا ہے۔ مقتول فی الجہاد شہید ہے ہیضہ سے مر جائے وہ شہید ہے، جل کر مر جائے وہ شہید ہے، بچہ کی پیدائش کے بعد جو عورت حالت نفاس میں مر جائے وہ شہید ہے۔ پانی میں ڈوب کر مر جائے وہ شہید ہے۔ اس حدیث میں عشق سے مر جانے والے کا کہیں ذکر نہیں۔

اور پھر یہ کہ اگر حضرت ابن عباسؓ سے یہ اثر ثابت ہو جائے تب بھی اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عاشق اس وقت جنت میں داخل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ خدا کے خوف کے بارے میں صبر نہ کرے۔ خدا کے خوف سے پاکدامن نہ رہے۔ جب تک وہ خدا کے لئے اپنا عشق دنیا والوں سے نہ چھپائے۔ اور یہ تمام باتیں بھی اس وقت پائی جا سکتی ہیں جبکہ وہ اپنے معشوق پر قدرت پائے۔ اور باوجود قدرت و تمکن کے محبت الٰہی اور رضائے الٰہی کو ترجیح دیوے اور صبر و پاکدامنی سے کام لے۔ اس قسم کا عاشق قرآن حکیم کے اس حکم میں شامل ہو سکتا ہے۔

Marfat.com

واما من خاف مقام ربه ونهی النفس عن الھوی۔ فان الجنۃ ھی الماوی ۔
(سورۃ النازعات)

اور جو اپنے پروردگار کے حضور میں کھڑے ہونے سے ڈرا اور اپنے نفس کو خواہشوں سے روکتا رہا۔ اس کا ٹھکانہ بہشت ہے۔

نیز اس فرمان کے ماتحت آسکتا ہے۔

ولمن خاف مقام ربہ جنتان ۔
(سورہ رحمٰن)

جو شخص اپنے پروردگار کے حضور میں کھڑے ہونے سے ڈرتا رہا اس کے لئے دو باغ ہیں۔

ہم اللہ العظیم رب العرش الکریم کی جناب میں دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ان لوگوں میں شامل کرے جو ہوس پرستی کے مقابلہ میں خدا کی محبت کو خدا کی خلق کے مقابلہ میں اسکی رضامندی کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور خدا سے اس کا تقرب و رضامندی چاہتے ہیں۔ آمین یارب العلمین وصلی اللہ علیٰ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔ آمین

(تمت بالخیر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

دَوَائے شافی

ترجمہ

الجواب الکافی

لمن سأل عن الدواء الشافی

مصنف

شیخ الاسلام امام محمّد بن ابی بکر ابن قیم الجوزیہؒ

(۶۹۱ھ — ۷۵۱ھ)

مترجم

ابوالعلاء محمد اسمٰعیل گودھروی

(المتوفی ۱۳۸۳ھ)

تصحیح و تحقیق

مولانا سیّد عبدالقدوس ہاشمی

ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد

(پاکستان)